تم ادھوری ہو۔

میرب حیات

نیلے پانی میں بل کھاتی خود سر لہریں ساحل سے سر ٹکراتی رات کی پر سکون فضا میں شور سا برپا کر رہی تھی۔ سمندری ہوائیں اپنے پروں میں آنے والی سردیوں کی تمام تر خنکی سمیٹے اس کے کومل وجود کو چھو کر اسے مسحور کر رہی تھیں۔ بازو لپیٹے کھڑی وہ خاموش نگاہوں سے سیاہ آسمان پر چمکتے چاند کی جانب دیکھ رہی تھی جس کی سرد روشنی کا میٹھا عکس سمندر کی لہروں کے پار۔۔ دور۔۔ جھر جھر بہتے، پانی کو سرور بخش رہا تھا۔ وہ منظر مکمل تھا، خوبصورت۔۔ اپنے آپ میں کاملیت لیے ہوئے لیکن وہ۔۔۔؟؟؟ وہ تو

ادھوری تھی۔۔۔!!!اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے پل بھر کو چہرہ آسمان کی طرف بلند کیا اور فضا میں ایک گہرا سانس خارج کیا۔

"تمہیں نہیں لگتا کہ تم ادھوری ہو۔۔؟؟" ایک مدھم، گھمبیر آواز اس کی سماعتوں کے قریب، بے حد قریب ابھری تھی۔ دو آنسو بہت آہستگی سے اس کی بند آنکھوں سے ٹوٹ کر کنپٹیوں میں جذب ہوتے چلے گئے۔ تبھی ایک بے لگام لہر نے پوری قوت سے اس کے ریت میں دھنسے پیروں کو ہموار سطح سے ہلا ڈالا۔ وہ لڑکھڑا سی گئی۔ اس سے پہلے کہ منہ کے بل پانی میں گر جاتی دو مضبوط ہاتھوں نے اسے تھام کر اپنی جانب کھینچ لیا۔ اس نے بھیگی پلکیں جھپکاتے ہوئے اس کی جانب دیکھنے کی کوشش کی لیکن مقابل نے اسے موقع دیے بغیر خود میں سمیٹ لیا۔۔ کچھ پل یونہی بیت گئے۔ وہ گم صم سی یونہی اس کے حصار میں کھڑی رہی۔

"ایسا کیوں کرتی ہو۔۔؟ کیوں خود کو مشکل میں ڈالتی ہو۔۔؟؟" اسے خود سے الگ کرتے ہوئے وہ نرم لیکن سنجیدہ سے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ پلکیں جھپکاتی وہ پل میں ہوش کی دنیا میں واپس آئی تھی۔

"میرا دم گھٹتا ہے۔۔ سانس نہیں آتا۔۔ میں کیا کروں۔۔؟؟" اس کے ہاتھ جھٹکتے ہوئے وہ اذیت بھرے لہجے میں بولی۔ آج اپنی تکلیف بیان کرتے ہوئے اس کے لبوں پر وہ پھیکی مسکراہٹ نہیں تھی جو اس کی طبعیت کا خاصا ہو چکی تھی۔ وہی مسکراہٹ جس سے اس کے شوہر کو چڑ تھی۔

"گھر میں سب تمہارے لیے پریشان ہو رہے ہیں۔۔۔!" مقابل نے کچھ جتانے والے انداز میں کہا تو اس نے لب بھینچتے ہوئے ایک بار پھر سرمست ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی جانب دیکھا۔

"کسی کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ زندہ ہوں میں۔۔!" بے تاثر لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اسے مزید بولنے کا موقع دیے بغیر واپسی کے لیے قدم موڑ لیے۔

"اور میں۔۔؟؟" ایک بھی قدم اس کے پیچھے بڑھائے بغیر وہ اس کی جگہ کھڑا اسی کے انداز میں پوچھ رہا تھا۔ اسے اپنے قدم روکنے پڑے۔ پلٹی اور اس کی جانب دیکھا۔

"تمہیں اپنی محبوبہ کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔۔!" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی۔

"اور بیوی۔۔؟؟اس کی فکر کون کرے گا۔۔؟؟" اس بار وہ چلتا ہوا اس کے مقابل آگیا۔ لہجے میں نرمی مفقود تھی مگر آنکھوں کا تاثر سخت بھی نہیں تھا۔

"پہلی محبت بھول جانے والے دغا باز کہلاتے ہیں۔۔!" اس کی آنکھوں میں جھانکتی وہ تلخی سے گویا ہوئی۔

"اور آخری محبت سے منہ موڑنے والے بے وقوف۔۔!" مقابل نے اس کی بات کو مکمل کر دیا۔ وہ کچھ پل یونہی اسے دیکھتی رہی۔ چاند کی زرد روشنی میں اس کی آنکھوں میں امڈتے آنسو مقابل کی نگاہوں سے مخفی نہ رہے تھے۔

"پہلی محبت اگر آخری نہ ہو تو۔۔۔!" بولنے کی کوشش میں اس کی آواز لرز اٹھی۔

"تو وہ محبت ہی نہیں ہوتی۔۔" اس نے کافی ضبط سے اس کی بات کو مکمل کیا تھا۔ اس نے بولنے کے لیے جڑے لب کھولے ہی تھے کہ جب اس نے اس

کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"اب یہ مت کہنا۔۔۔میں برداشت نہیں کر سکتا۔۔" اس کی کلائی تھامتے ہوئے وہ اس بار سختی سے بولا۔ ہاتھ بہت آہستگی سے پیچھے ہٹا لیا۔ وہ چپ چاپ اس کے ساتھ چلنے لگی۔ کہنے کو کچھ باقی بچا ہی نہیں تھا کیونکہ مقابل مرد سننے کو تیار جو نہیں تھا۔

♦□♦□♦□♦□♦□♦□

"خالہ۔۔ خالہ روکیں اسے۔۔ افف۔۔ عنیزہ کی بچی۔۔۔!" اپنی ہنسی روکتی وہ عنیزہ کی مار سے بچنے کے لیے لاؤنج میں صوفے پھلانگ رہی تھی۔

"تمہیں آج میں زندہ نہیں چھوڑوں گی کمینی۔۔ میری نیو نیل پینٹ سے تم نے۔۔ اللہ۔۔!" دانت کچکچاتی عنیزہ نے میز پر سے مصنوعی پھولوں کی

ٹوکری اٹھا کر اس کا نشانہ لیا جو عین اس کی کمر پر جا لگا۔

'ہائے میں مر گئی۔۔ توڑ دی میری کمر۔۔ ہائے خالہ میری کمر۔۔!" کچن سے نکلتی راشدہ بیگم کے پیچھے چھپتی وہ دہائی دینے والے انداز میں چلائی۔

"رک جاؤ زرا تم ڈرامے باز۔۔ پھول مارے ہیں میں نے اور اس کی تکلیف دیکھیں زرا امی آپ۔۔ یوں رو رہی ہے جیسے میں نے اینٹ مار دی ہو۔۔!" ماں کے پیچھے چھپتی بخت آور کو کھینچنے کی کوشش کرتی عنیزہ مزید بپھری۔ وہ مچل کر دوسری جانب سے نکل گئی۔

"ہوا کیا ہے مجھے بتاؤ تو سہی۔۔ خوامخواہ بچی پر ظلم کیے جا رہی ہو۔۔!" اس کا ہاتھ روکتے ہوئے کہتی راشدہ بیگم نے اسے ہی گھر کا تو عنیزہ نے منہ بسور کر ماں کی طرف دیکھا جن کے پیچھے چھپتی بخت آور کی جان میں جان آئی تھی۔

"ہونا کیا ہے۔۔؟ اسے کتنی بار کہا ہے کہ میری کاسمیٹکس کو ہاتھ نہ لگایا کرے لیکن اس کے بھونڈے فیشن۔۔۔!" تپ کر کہتی عنیزہ نے پھر سے بخت آور کھینچنے کی کوشش کی۔ وہ بدک اٹھی۔

"خالہ۔۔۔!" وہ پھر سے مظلوم بنی۔ عنیزہ کا پارہ مزید چڑھا۔ جبکہ بیٹی کے بگڑتے تیوروں کا اثر لیے بغیر راشدہ بیگم نے اسے گھورا تھا۔

"تو تمہارا کیا جاتا ہے۔۔؟ مہینے میں دس بار تو تم بازار کا چکر لگاتی ہو اور ہر بار الم غلم اٹھا لاتی ہو، اب اگر اس میں سے یہ معصوم کچھ لے لے تو تمہیں کیوں موت پڑ جاتی ہے۔۔!" انہوں نے بخت آور کو اپنے حصار میں لیتے ہوئے کہا تو عنیزہ نے کھا جانے والی نظروں سے اسے کو گھورا۔

"بات لینے کی نہیں ہے، لے کر خراب کر دینے کی ہے۔۔ اس نے اپنے حسین و جمیل ناخنوں پر نیل پینٹ لگانے کی کوشش میں سارا نیل پینٹ میری بیڈ شیٹ پر گرا دیا ہے۔۔ اب مَل مَل کر دھوتی رہئیے گا وہ صاف بھی نہیں ہو گا۔۔" تڑخ کر بولتی عنیزہ نے جان بوجھ کر بیڈ شیٹ کا ذکر کر دیا تاکہ بخت آور کو ڈانٹ پڑ سکے۔

"خالہ میں نے جان بوجھ کر نہیں گرائی اللہ کی قسم۔" اس نے فوراً صفائی دی۔

"ہاں اس کے ہاتھ ویسے ہی ٹوٹے رہتے ہیں۔۔ یہ جو چیز بھی پکڑ لے یا تو وہ چیز گرا دیتی ہے یا یہ خود گر جاتی ہے۔۔!" وہاں آتے ارصم نے حسب معمول لقمہ دیا تو وہ روہانسی ہو گئی۔

"اچھا بس لڑنا بند کر دو۔۔ میں شاہ میر کو کہہ دوں گی تمہیں دوسری لا دے گا۔۔!" راشدہ بیگم نے عنیزہ کو پھر سے منہ کھولتے دیکھ کہا تو پہلے اس نے لب بھینچ کر ماں کی طرف دیکھا پھر پاؤں پٹختی وہاں سے پلٹ گئی۔ بخت آور شکر کا کلمہ پڑھتے ہوئے راشدہ بیگم سے الگ ہوئی تو اپنے کان پر ان کی گرفت محسوس کرتی منہ بسور کر انہیں دیکھنے لگی۔

"میرا کان ٹوٹ گیا خالہ۔۔!" وہ مسکین سی شکل بنا کر منمنائی۔

"منع کیا تھا ناں میں نے کہ نیل پینٹ مت لگایا کرو، اس سے وضو نہیں ہوتا۔۔" انہوں نے اسے ڈپٹا۔

"اگر نیل پینٹ نہیں لگائے گی تو بھائی کو امپریس کیسے کرے گی۔۔!" صوفہ سنبھال کر ٹی وی آن کر چکے ارصم نے پھر سے ٹکڑا لگایا تو وہ شرم سے گلابی

پڑتی نچلا لب دانتوں میں دبا گئی۔ بخت آور کے نظریں چرانے پر راشدہ بیگم نے ماتھا پیٹ لیا۔

"پتہ نہیں اس باؤلی کا کیا بنے گے۔۔!" بڑبڑاتے ہوئے وہ واپس کچن کی جانب بھاگیں جہاں سے آتی روٹی جلنے کی بُو اب لاونج میں پھیلتی جا رہی تھی۔ اندر مروہ ہاتھ میں چمٹی پکڑے کھڑی توے پر جل چکی روٹی کو اُلٹنے پلٹنے کی ناکام کوششوں میں ہراساں نظر آرہی تھی۔

"اُف خدایا کیا بنے گا تم تینوں کا۔۔؟؟ بڑی والی کو فیشن کے علاوہ کچھ سوجھتا نہیں اور تم سے کوشش کے باوجود کچھ ہوتا نہیں اور وہ تیسری (بخت آور) تو بالکل ہی پاگل ہے۔۔!" روٹی توے سے اتارتے ہوئے اسے پیچھے کرتی وہ تشویش زدہ سی بولیں تو مروہ نے دانت نکالے۔

"کوشش کر تو رہی ہوں امی سیکھ جاؤں گی۔۔!" اطمینان سے کہتے ہوئے وہ کچن سے باہر کو بھاگی۔

"بخت سے کہو دستر خوان لگائے شاہ میر آنے والا ہو گا۔۔!" انہوں نے پیچھے سے اسے آواز لگائی تو وہ ان سنی کرتی وہاں سے نکل گئی۔۔ راشدہ بیگم نے نفی میں سر ہلایا، وہ جانتی تھیں کہ اب یہ کام بھی انہیں ہی کرنا پڑے گا۔

♦□♦□♦□♦□♦□

قدرت اللہ صاحب اور ندرت بیگم دو ہی بہن بھائی تھے جن کی شادی ایک ساتھ ہی طے پائی تھی۔۔ شادی کے دوسرے سال ہی خدا نے ندرت بیگم کی گود شاہ میر کے ننھے وجود سے بھر دی لیکن قدرت اللہ صاحب ابھی تک صاحب اولاد نہ ہو سکے تھے۔۔ وقت کچھ اور آگے سر کا اور شاہ میر کی دوسری سالگرہ پر ندرت بیگم کے ہاں پھر سے بیٹے کی پیدائش ہوئی جس کا

نام شاہ ویز رکھا گیا۔۔ ندرت کو بھائی کا سُونا آنگن کھلنے لگا تو اس نے ڈھائی سالہ شاہ میر کو قدرت اللہ اور راشدہ کی جھولی میں ڈال دیا اور خود شاہ ویز پر اپنی تمام تر محبتیں نچھاور کرنے لگیں۔ یوں راشدہ بیگم اور قدرت اللہ صاحب کے گھر کی ویرانی بھی دور ہو گئی۔ یہ قسمت کی مہربانی ہی تھی کہ شاہ میر کی پانچویں سالگرہ پر، جب وہ سب امید چھوڑ بیٹھے تھے، راشدہ بیگم کے ہاں عنیزہ کی پیدائش ہو گئی۔۔ بس پھر اللہ کا کرم ہوتا چلا گیا اور عنیزہ کے بعد مروہ اور پھر ارصم نے ان کی زندگانیوں میں شامل ہو کر ان کے گھرانے کو مکمل کر دیا وہیں ندرت بیگم کے ہاں عالیان کا اضافہ ہو چکا تھا۔ عالیان اور مروہ ہم عمر ہی تھے۔ شاہ میر اپنے حقیقی ماں باپ سے اچھی طرح واقف تھا لیکن چھبیس برس گزر جانے کے باوجود وہ قدرت اللہ صاحب کے ہاں ہی ان کے بڑے بیٹے کی حیثیت سے زندگی گزار رہا تھا۔۔ راشدہ بیگم کی

بھانجی بخت آور جو کہ ارصم ہی کی ہم عمر تھی، اپنے ماں باپ کی وفات کے بعد بچپن ہی سے ان کے ہاں رہائش پذیر تھی۔۔ وہ اٹھائیس سالہ شاہ میر سے دس برس چھوٹی تھی لیکن جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی اس کے دل نے شاہ میر کی خواہش کی تھی جسے بروقت سمجھتے ہوئے راشدہ بیگم اور قدرت اللہ صاحب نے ندرت اور ان کے شوہر افگن خان آفریدی سے مشورہ کر کے اسے شاہ میر کے نام سے منسوب کر دیا تھا۔ وہ شاہ میر کی زندگی کے اس اہم فیصلے میں اس کے حقیقی ماں باپ سے رائے لینا ان کا حق سمجھتے تھے اور اس میں ایسا کچھ غلط بھی نہ تھا۔۔ بخت آور تو شاہ میر کے نام سے جڑ کر شرمائی لجائی پھرتی تھی البتہ اپنے آپ میں مگن رہنے والا سنجیدہ سا شاہ میر اس کی بیوقوفانہ حرکتوں اور اول جلول حلیے سے خائف نظر آتا

تھا۔۔ اب یہ تو گزرتا وقت ہی بتانے والا تھا کہ ان دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ گزارہ کس طرح سے ہونے والا تھا۔

♦□♦□♦□♦□

"بخت۔۔۔ کہاں ہو۔۔؟؟" اسے اونچی آواز میں پکارتی وہ اس کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ دھڑام کی آواز سے دروازہ کھولا تھا نیتجتاً وہ جو ڈریسنگ ٹیبل پر چڑھی دیوار پر لٹکی گھڑی کا وقت درست کر رہی تھی، گھبرا گئی اور گھڑی سمیت زمین بوس ہوئی تھی۔

"اللہ میں مر گئی۔۔ میری ٹانگ۔۔ خالہ میری ٹانگ ٹوٹ گئی۔۔!" کہنی کو پکڑ کر سیدھا ہونے کی کوشش کرتی وہ کراہتے ہوئے چلائی۔ عنیزہ نے بے اختیار گہرا سانس لیتے ہوئے اس کی طرف دوڑ لگائی تھی۔

"کہنی ٹوٹی ہے تم ٹانگ کو رو رہی ہو۔۔!" اس کی عقل پر ماتم کرتی وہ ماتھے پر ہاتھ مارنے پر مجبور ہوئی تھی۔

"ہاں تو میرا دماغ سائیں سائیں کر رہا ہے مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کہ میرا کیا ٹوٹا ہے۔۔" موٹی موٹی آنکھوں کی گھنیری پلکیں جھپکاتی وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"تمہارا تو نہیں پتہ لیکن تمہارے کمرے کی یہ پانچویں گھڑی ضرور ٹوٹ چکی ہے۔۔!" جھک کر اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے عنیزہ نے پر تاسف انداز میں کہا تو آنسو پینے کی کوشش کرتی عینہ نے ہونٹ مروڑتے ہوئے اسے دیکھا۔

"گھڑی تو پھر آ جائے گی اگر میری کوئی ہڈی ٹوٹ گئی تو کیا واپس آ جائے گی۔۔؟؟" کمر پکڑ کر بامشکل کھڑی ہوتی وہ کہتے ہوئے رو ہی پڑی۔

"چلو اب تم رو لو۔۔ کبھی نہیں روئیں ناں تم۔۔!" عنیزہ مزید تپی۔ تبھی مروہ وہاں آئی جس تک بخت آور کی چیخ و پکار پہنچ چکی تھی۔

"ہائے اللہ یہ کیا ہوا۔۔؟؟ زیادہ تو نہیں لگی۔۔؟" اس کے قریب آتی وہ فکر مندانہ انداز میں بولی۔

"مجھے نہیں پتہ۔۔!" وہ سوں سوں کرتی بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ آنسو روانی سے اس کے گالوں پر پھسل رہے تھے۔

"یار روؤ تو مت۔۔!" اس کا ہاتھ تھامتی مروہ روہانسی ہو گئی۔ پھر اچانک لاتعلق کھڑی عنیزہ پر نظر پڑی تو بول اٹھی۔

"تم یہاں کھڑے کھڑے کیا کر رہی ہو جاؤ امی کو بلا لاؤ۔۔ چوٹ لگی گئی ہے اسے۔۔!" اس کی کہنی پکڑ کر دیکھتی مروہ نے عنیزہ سے کہا۔

"امی سے پہلے میں بھائی کو بلا کر لاتی ہوں ناں زرا۔۔ ابھی پرسوں ہی وہ اس کی ضد پر یہ گھڑی لے کر آئے تھے، پتہ چلے گا ناں توڑ دی ہے اس نے تو پھر اچھے سے اس کی مرہم پٹی کریں گے۔۔!" پاؤں پٹختی وہ بخت آور کو چڑانے والے انداز میں کہتی دروازے کی طرف بڑھی تو وہ تڑپ اٹھی۔

"عنیزہ کی بچی رک جاؤ۔۔ میں نے جان بوجھ کر تھوڑی نا توڑی ہے۔۔!" آنسو صاف کرتے ہوئے بخت آور نے دہائی دینے والے انداز میں کہا۔

"نہ میں نہیں رکوں گی اب۔۔!" وہ اٹھلائی۔

"عنیزہ امی کو بلاؤ یار۔۔!" مروہ تنگ آ کر چیخی۔

"مروہ اسے روکو یار۔۔ وہ مجھ پر غصہ کریں گے۔۔!" مروہ کا ہاتھ تھامتی وہ جلدی سے بولی تو مروہ نے لب بھینچتے ہوئے اسے گھورا۔

"کھا نہیں جائیں گے تمہیں۔۔ ریلیکس رہو۔۔!" مروہ نے اسے ڈپٹا.

"ان کا بس چلے تو وہ کھا بھی جائیں۔!" وہ ناک کے نتھنے پھلا کر بولی۔ اس سے پہلے کہ مروہ کچھ بولتی عنیزہ کی آواز پر وہ دونوں دروازے کی طرف دیکھنے پر مجبور ہوئیں جہاں وہ سر اندر کیے دانت نکوس رہی تھی۔

"ویسے ایک شرط پر میں بھائی کو نہیں بتاؤں گی۔۔!" وہ آنکھیں مٹکا کر بولی۔

"عنیزہ تم کتنی بدتمیز ہو۔۔؟ اسے درد ہو رہا ہے اور تم شرطیں رکھ رہی ہو۔۔؟؟" مروہ بیڈ سے اٹھتی اس پر برہم ہوئی۔

"کوئی درد نہیں ہو رہا اسے۔۔ اور اگر ہو بھی رہا ہے تو میں بینڈیج کر دیتی ہوں۔۔!" آواز کے ساتھ ساتھ اس بار وہ پوری اندر نمودار ہوئی تھی۔

"یار تم پاگل ہو گیا۔۔؟ امی کو بتا دیتے ہیں وہ ڈاکٹر کے پاس لے جائیں گی۔۔!" عنیزہ کی پہیلیوں سے بے زار ہوتی وہ کہہ کر وہاں سے نکلنے کو آگے بڑھی تو عنیزہ نے جھٹ اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"خبر دار مروہ، امی کو مت بتانا ورنہ وہ اس کی دیکھ بھال میں لگ جائیں گی اور میرا پھپھو کی طرف جانا کینسل ہو جائے گا" مروہ کو دیکھتی وہ روانی میں بولتی چلی گئی۔

"ایک تو تم اور پھپھو کا گھر۔۔ میں دونوں سے بہت عاجز ہوں۔۔!" وہ پیر پٹخ کر بولی۔ بخت آور دم سادھے ان دونوں کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"پلیز ناں۔۔ آج شاہ ویز واپس آرہا ہے، مجھے آج ہی جانا ہے اور میں امی سے بات بھی کر چکی ہوں، اس پاگل کو بھی اسی بابت پوچھنے آئی تھی لیکن یہ گر

گئی۔۔اب اگر امی کو پتہ لگ گیا کہ اسے چوٹ لگی ہے تو، وہ پھپھو کی طرف نہیں جائیں گی اور پھر۔۔" تیز تیز بولتی عنیزہ نے بات ادھوری چھوڑتے ہوئے بے چارہ سا منہ بنایا۔ مروہ نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔

"پوری پاگل ہو تم۔۔!" مروہ بڑبڑائی۔

"ہاں، لیکن صرف شاہ کے لیے۔۔!" وہ مسکرائی۔

"تو اگر خالہ نے مجھے چلنے کا کہا تو میں کیا کہوں گی۔۔؟؟" بخت آور نے کچھ سوچ کر کہا۔

" کہہ دینا کہ سر میں درد ہے۔۔!" عنیزہ نے فوراً مفت میں مشورہ دیا۔

"ٹھیک ہے، میں اس کے پاس رک جاؤں گی۔۔!" مروہ نے ہامی بھر لی۔

"ہرگز نہیں۔۔ تم میرے ساتھ جاؤں گی میں عالیان سے وعدہ کر چکی ہوں کہ تمہیں ساتھ لاؤں گی۔۔" عنیزہ نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے اسے اپنا اگلا کارنامہ سنایا۔

"ہائیں۔۔ تم۔۔۔ افف۔۔ خود تو عاشقی کے چکروں میں پڑی ہوئی ہو مجھے کیوں گھسیٹ رہی ہو۔۔؟؟" مروہ کا جی چاہا عنیزہ کا سر پھاڑ دے۔

"میں نہیں گھسیٹ رہی وہ ہی تمہارے لیے مرا جا رہا ہے، اب میں اتنی ظالم تو ہوں نہیں کہ تمہارے بھنڈی جیسے منہ کے لیے اپنے مستقبل قریب کے دیور کو مر جانے دوں۔۔!" عنیزہ نے ہاتھ نچا نچا کر بڑی سنجیدگی سے اسے لتاڑا۔ تکلیف کے باوجود بخت آور کی ہنسی چھوٹ گئی۔ نتیجتاً مروہ نے باری باری ان دونوں کو گھورا۔

"مجھے اس چھوہارے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے سمجھی تم۔!" مروہ نے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ کر کہا۔

"ویسے چھوہارا کہہ کر تم عالیان کے ساتھ ناانصافی کر رہی ہو۔۔!" بخت آور نے بھی جڑے لب کھولے۔

"وائے وائے۔۔ اب تو تم بھی بولو گی، اور جب اس نے میرے منہ کو بھنڈی سے ملایا تب تمہارے دانت نکل رہے تھے۔۔؟ منحوس۔۔ بہنیں نہیں ڈائنیں ہو تم دونوں۔۔" وہ منہ بسور کر بولی۔

"منہ کو اتنا ٹیڑھا مت کرو۔۔ کہیں سچ مچ ٹیڑھا نہ ہو جائے۔۔" بخت آور نے ہنسی روک کر کہا تو مروہ غصے سے پھٹنے والی ہو گئی۔

"مرو تم دونوں۔۔ دفع ہو رہی ہوں میں۔۔!" پاس پڑا کشن اٹھا کر بخت آور کو مارتی مروہ چلائی۔ اس کی ہنسی کو فوراً بریک لگی تھی۔ وہ درد سے کراہ اٹھی۔ عنیزہ نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے اسکی طرف دیکھا۔

"اپنا خیال رکھنا اینڈ تھینکو ان ایڈوانس۔۔!" مسکرا کر کہتے ہوئے وہ جھکی اس کا پھولا ہوا گال چوم لیا۔ م نے منہ بنا کر اپنا گال رگڑا پھر مروہ کی حالت یاد آئی تو پھر سے ہنس دی۔ عنیزہ اسے منانے کو وہاں سے بھاگ گئی۔

◆□◆□◆□◆□◆□

وہ گھر آیا تو غیر معمولی خاموشی نے اس کا استقبال کیا۔ اپنا بریف کیس لاؤنج میں رکھے صوفوں میں سے ایک پر پھینک کر وہ سیدھا ماں باپ کے کمرے کی طرف گیا تھا۔ کمرے کی لائٹ آف تھی۔ ادھ کھلے دروازے کو کھول کر اندر جھانکا لیکن کوئی نہیں تھا۔ شاہ میر کو تشویش ہوئی۔ معاً آہٹ پر وہ پلٹا۔

"ارے شاہ میر بیٹا۔۔ تم آج ندرت کی طرف نہیں گئے۔۔؟" ہاتھ میں ایک کتاب پکڑے کھڑے وہ اسے مخاطب کرتے ہوئے بولے۔

"وہاں کیوں۔۔؟؟" اس کی آنکھوں میں الجھن در آئی۔۔

"تمہیں بتایا نہیں کسی نے۔۔؟ آج شاہ ویز واپس آیا ہے ناں۔۔ اسی سے ملنے گئے ہیں سب۔۔!" قدرت اللہ صاحب نے کچھ حیران ہو کر کہا تو شاہ میر کے ذہن میں بھی جھما کہ سا ہوا۔

"اوہ ہاں۔۔ میرے تو ذہن سے ہی نکل گیا۔ مما کی کال آئی تھی صبح۔۔ بتا رہی تھیں کہ شاہ ویز آرہا ہے لیکن بزی ہی اتنا رہا کہ بس۔۔ یاد نہیں رہا۔۔!" صوفے پر بیٹھتا وہ تھکے ہوئے لہجے میں بولا۔

"چلو کوئی بات نہیں، تم آج ریسٹ کرلو پھر کل مل آنا بھائی سے۔۔!"

قدرت اللہ صاحب نے نرمی سے کہا تو اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"اوفف۔۔ اب کھانا بھی خود ہی گرم کرنا پڑے گا یار۔۔!" بالوں میں ہاتھ چلاتے ہوئے بڑبڑاتا وہ پلٹ گیا تو اس کی مدھم آواز سن کر قدرت اللہ صاحب دھیرے سے ہنس دیے۔

"بیٹا جی شادی کے بعد کھانا گرم کرنے سے پہلے اکثر بنانا بھی خود ہی پڑتا ہے سو عادت ڈال لو۔۔!" کتاب چہرے کے سامنے کرتے وہ قدرے اونچی آواز میں بولے۔ سیڑھیاں چڑھتے شاہ میر نے ان کی تنبیہہ بخوبی سنی تھی۔

"نووے۔۔ ہل کر پانی بھی نہیں پیوں گا، آپ کی بیگم کی چہیتی پلائے گی دیکھ لیجیئے گا۔۔!" اس نے گردن موڑ کر باپ کو غیر سنجیدگی سے جواب دیا جس پر

سٹڈی روم کی طرف بڑھتے قدرت اللہ صاحب نے نفی میں سر ہلایا۔۔ اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ہوئے اس کے قدم عینہ کے کمرے سے آتی روشنی پر سست پڑ گئے۔ اس نے یونہی دروازے کی ہتھی پر ہاتھ جما کر اسے گھمایا تو دروازہ کھل گیا۔ سامنے ہی وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی نیم وا آنکھوں سے کمبل کو گھور رہی تھی۔ چہرے پر کھنڈی بیزاری شاہ میر

کو دیکھ کر پل میں ہوا ہوئی تھی۔

"تم نہیں گئیں شاہ سے ملنے۔۔؟؟" دہلیز میں کھڑے اس نے کچھ حیرانگی سے استفسار سے کیا۔

"ج۔۔جی نہیں۔۔ مم۔۔ میرے سر میں درد تھا۔۔!" ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہو کر بیٹھنے کی کوشش کرتی وہ جلدی سے بولنے کے چکر میں ہکلا گئی۔

"چلو یہ بھی اچھا ہے کہ تم گھر ہی ہو۔۔ اب اٹھو اور میرے لیے کھانا گرم کرو شاباش۔۔ میں فریش ہو کر پانچ منٹ میں آرہا ہوں۔۔" اسے عجلت میں حکم دے کر وہ دروازہ بند کر کے وہاں سے غائب ہو گیا۔ بخت آور نے پلکیں جھپکاتے ہوئے برا سا منہ بنایا پھر اپنی ٹانگوں کو حرکت دینے کی کوشش کی جن میں سے ایک کے ٹخنے پر ہوئی شدید سوجن کے باعث وہ ہلنے سے انکاری تھی۔ کہنی الگ اکڑ رہی تھی۔ مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق وہ اٹھی اور جانے کتنی ہمتوں سے کچن تک آئی تھی۔ دال چاول بنے ہوئے تھے جبکہ کباب فرائے ہونے والے تھے جو اسے بالکل کرنے نہیں آتے تھے لیکن بات یہاں شاہ میر کی تھی جس کے دل کا راستہ اس کے معدے سے ہو کر گزرتا تھا سو اس نے فریزر سے کباب نکال کر انہیں تلنے کی عظیم کوشش کی تھی۔ الٹے ہاتھ کا بھرپور استعمال کرتی وہ دو کباب تلنے کم اور جلانے میں

زیادہ، کامیاب ہو چکی تھی۔ سیدھے ہاتھ کی درد کرتی کہنی کے باعث وہ اسے ہلانے کی بے وقوفی بلکل نہیں کر رہی تھی۔ چاول پلیٹ میں نکالتے ہوئے اسے قدموں کی آہٹ قریب آتی محسوس ہوئی تو اس نے جلدی سے ہنڈیا کا ڈھکن بند کیا۔

"ہو گیا۔۔؟؟" کرسی سنبھال کر بیٹھتا وہ مصروف سے انداز میں بولا۔

"جج۔۔جی۔۔" کہتے ہوئے اس نے پلیٹ سلیب سے اٹھا کر اس کے سامنے رکھی۔ کباب رکھتے ہوئے وہ خوامخواہ شرمندہ سی ہو گئی کیونکہ وہ ہاتھ میں کباب لیے اسے الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔

"یہ کیا ہے۔۔؟ یہ تم نے فرائی کیا ہے؟؟" نظر اٹھا کر سنجیدگی سے اسے دیکھتا وہ مدھم آواز میں پوچھ رہا تھا۔ بخت آور کو گردن ہلانا محال ہو گیا۔

"نن۔۔ نہیں، فرائی تو پہلے سے ہوئے تھے میں نے صرف گرم کیے ہیں۔۔!" اس نے تھوک نگلتے ہوئے جھوٹ بولا تو شاہ میر نے ترچھی نظروں سے چولہے پر رکھے فرائینگ پین کو دیکھا۔

"اگر فرائی تھے تو اوون میں گرم کیوں نہیں کیے۔۔؟ جھوٹ بول رہی ہو۔۔؟؟" اس بار لہجے کو سخت کرتے ہوئے اس نے پوچھا تو وہ گھبرا گئی۔ جھٹ نفی میں سر ہلایا۔

"میں جھوٹ نہیں بولتی۔۔!" اس نے پھر جھوٹ بولا۔

"حالانکہ جب جب بولتی ہو تمہارا چہرہ بتا دیتا ہے کہ بول رہی ہو جیسا کہ ابھی۔۔۔!" اس کے ستے ہوئے چہرے کو گھورتا وہ چبا چبا کر بولا۔ معاً اس کا

دھیان اس کے کھڑے ہونے کے انداز پر گیا تھا۔ سیدھا پاؤں عجیب سے انداز میں زمین پر رکھے سیدھا بازو کچھ ترچھے انداز میں پیٹ تک آرہا تھا۔

"یہ تم ایسے کیوں کھڑی ہو۔۔؟؟" چمچ چھوڑتا وہ اس کی طرف گھومتے ہوئے بولا۔

"نن۔۔نہیں تو۔۔!" وہ بامشکل پیچھے ہوتی بولی۔اس کی نہیں اور نہ کی گردان سے چڑتا وہ کرسی چھوڑ کر ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا۔

"کیا پاگلوں کی طرح نہ نہیں لگا رکھا ہے۔۔ کبھی نارمل رہ کر بات۔۔!"اس پر غصہ کرتا وہ بولتے ہوئے اس کا سیدھا بازو سختی سے پکڑ گیا تو یک دم اٹھتے تیز درد کے باعث بخت آور کے حلق سے چیخیں نکل گئیں۔ نیتجتاً شاہ میر کی زبان کو بریک لگی تھی۔ اس نے فوراً اس کا بازو چھوڑ دیا۔

"اللہ میرا ہاتھ۔۔۔افففف۔۔۔۔ مر گئی۔۔ خالہ میں مر گئی۔۔!" وہ باقاعدہ رونے لگی۔

"یاوحشت۔۔ کیا ہو گیا ہے۔۔؟" اس کی آوازیں سن کر قدرت اللہ صاحب بھاگے چلے آئے۔شاہ میر کچھ حیران پریشان سا کھڑا تھا۔

"یہی تو میں پوچھ رہا ہوں کہ کیا ہوا ہے۔۔؟؟" وہ جھنجھلائے ہوئے انداز میں بولا۔

"بخت۔۔۔بچے کچھ بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے۔۔؟" آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھتے وہ نرمی سے بولے تو روتی ہوئی بخت آور نے ان کی جانب دیکھا۔۔

"مم۔۔۔میں۔۔ گر گگ۔۔۔گئی تھی۔۔" روتے ہوئے اس نے رک رک کر بتایا تو شاہ میر نے حسب توقع جواب پر لب بھینچتے ہوئے اپنی پیشانی سہلائی۔

"کب۔۔؟ اور تم نے بتایا کیوں نہیں؟ تمہاری خالہ تو بتا رہی تھیں کہ تمہارے سر میں درد ہے۔۔!" قدرت اللہ صاحب نے پوچھا تو اس نے بھیگی پلکیں جھپکاتے ہوئے چور نظروں سے شاہ میر کی طرف دیکھا۔

"ان کی وجہ سے نہیں بتایا۔۔ یہ ہمیشہ مجھے ڈانٹتے ہیں، میں ڈر گئی تھی۔۔!" سوں سوں کرتی وہ سر جھٹکتے ہوئے شاہ میر کی طرف اشارہ کر کے بولی۔ توپ کا رخ اپنی جانب ہوتے دیکھ وہ مزید سیخ پا ہوا تھا۔

"ہاں تو تمہاری الٹی حرکتوں پر تمغہ جرات سے نوازا کروں تمہیں۔۔؟" وہ اس پر برہم ہوا۔ وہ سرعت سے قدرت اللہ صاحب کی اوٹ میں ہو گئی۔

"شاہ میر۔۔!" انہوں نے اسے ٹوکا۔

"مجھے مت سمجھائیں ابو۔۔ کبھی سیڑھیاں اترتے ہوئے اس کا پاؤں مڑ جاتا ہے کبھی سیدھا چلتے چلتے منہ کے بل گر جاتی ہے تو کبھی صوفے سے تو کبھی بیڈ سے گر جاتی ہے، اب کہاں سے گری ہو یہ بھی بتا دو۔۔؟" باپ کو جواب دیتے ہوئے اس نے آخر میں پھر سے اسے مخاطب کیا جسے روتے روتے ہچکیاں لگ چکی تھیں۔

"ڈد۔ڈریسن۔۔۔نگ۔۔ ٹٹ۔۔ٹیبل سے۔۔" اس نے ہچکیوں کے درمیان بامشکل بتایا۔ اس کے جواب پر شاہ میر نے باپ کی طرف یوں دیکھا جیسے کہہ رہا ہو "دیکھ لیں"

"اچھا چلو جو بھی ہے، اسے ڈاکٹر کے پاس لے کر جاؤ۔۔ بچی درد سے رو رہی ہے، جاؤ شاباش۔۔!" قدرت اللہ صاحب نے کافی سنجیدگی سے اسے کہا۔

"خود ہی لے جائیں میں مما کی طرف جا رہا ہوں۔۔

شاہ سے سے بھی ملنا ہے اور کھانا بھی وہیں کھالوں گا۔۔!" غصے سے کہتے ہوئے وہ پلٹ گیا۔

"شاہ میر۔۔ یہ کیا بد تمیزی ہے۔۔!" قدرت اللہ صاحب نے سخت لہجے میں اسے پکارا تو اسے رکنا پڑا۔ مڑ کر روتی ہوئی بخت آور کو دیکھا۔

"مجھے لگتا ہے میری ساری زندگی آپ کی بیگم کی چھیتی کو ڈاکٹر کے پاس لے جاتے لے جاتے ہی گزر جائے گی۔۔!" ناراضگی سے کہتا وہ ان کے قریب آیا۔

"میری بیگم کی چہیتی تمہاری ذمہ داری ہے۔۔ اگر تمہارے نصیب میں ایسے زندگی گزارنا لکھی ہے تو ایسے ہی گزر جائے گی۔۔!" انہوں نے مدھم آواز میں اسے صاف کورا جواب دیا۔ تو اس نے بخت آور کی طرف دیکھا۔

"چلو آؤ۔۔!" اس نے کاٹ دار لہجے میں بخت آور کو مخاطب کیا تو اسنے ہونٹ مروڑتے ہوئے شاہ میر کو گھورا۔ سوں سوں کرتی اس کی سرخ ناک شاہ میر کی توجہ کھینچ گئی تھی۔ اس نے لب بھینچتے ہوئے نظروں کا رخ موڑ لیا۔ بخت آور کے لیے چلنا محال ہونے لگا۔

"چل بھی پڑو۔۔ اب کیا گود میں اٹھا کر لے جاؤں۔۔؟؟" باپ کے جاتے ہی وہ اس پر برہم ہوا تو اس نے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا۔

"ابھی کیا کہا ہے خالو نے؟ میں آپ کی ذمہ داری ہوں، اگر آپ نہیں اٹھا سکتے تو بتا دیں اُنہیں۔۔ وہ کسی ایسے کو ڈھونڈ لیں گے میرے لیے جو مجھے گرنے پر سنبھال لیا کرے گا۔۔!" آنسو صاف کرتی وہ منہ پھلا کر تپے تپے سے انداز میں بولی. اس کی بات شاہ میر کا دل جلا کر راکھ کر گئی تھی۔ ایک تو بھوک اس پر مستزاد اس بے وقوف لڑکی کی یہ گہری بات اس کا پارہ ہائی کر گئی تھی۔

"دماغ ٹھیک ہے تمہارا۔؟ آئندہ ایسی فضول بات کی تو تمہاری زبان کھینچ لوں گا یہ یاد رکھنا۔۔!" سرد لہجے میں کہتے ہوئے وہ اس کے مزید قریب

ہوا۔ بخت آور نے ڈرتے ہوئے آنکھیں میچ لیں۔ شاہ میر نے سرخ آنکھوں سے اسکا بھیگا ہوا گلابی چہرہ دیکھا۔

"اپنی ان تمام تر بے وقوفیوں کے ساتھ تم میری ہو۔۔ اس جہان میں بھی، اور اُس جہان میں بھی۔۔ آئندہ ایسی بات کر کے میرا دماغ خراب مت کرنا بخت۔۔!" بنا پلکیں جھپکائے یک ٹک اسے دیکھتا وہ سنجیدگی سے بولا تو بخت آور کا دل دھڑک اٹھا۔ وہ اپنی تمام تر وجاہت لیے اس کے مقابل کھڑا اس پر اپنی حق ملکیت جتا رہا تھا۔ اس نے ہولے سے اثبات میں سر ہلایا۔

"یہاں آؤ۔۔!" کہتے ہوئے اس نے اسے بازوؤں میں بھر لیا۔ پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے اس نے پورچ کی طرف قدم بڑھا دیے۔ وہ آنکھیں بند کیے اس کے وجود سے اٹھتی دلفریب خوشبو کے زیر اثر اپنی دھڑکنیں شمار کر

رہی تھی۔ پھر جب بینڈ تج کرواکر واپس آئی تو گھر والے واپس آ چکے تھے۔ شاہ ویز ہی انہیں چھوڑنے آیا تھا۔ وہ اسے سلام کر کے اپنے کمرے میں آگئی۔ شاہ میر کی پرسوچ نگاہوں نے بے اختیار اس کا پیچھا کیا تھا۔

♦□♦□♦□♦□♦□

شب و روز گزرتے کالج کا آخری دن آ پہنچا تھا۔ آج ان کے کالج میں الوداعی تقریب منعقد تھی جس کی تیاریاں کل شام سے ہی جاری تھیں۔ عنیزہ پوری طرح تیار کھڑی اب شاہ میر کا انتظار کر رہی تھی کیونکہ اُن تینوں کو کالج وہی چھوڑ کر آتا تھا۔ سدا کی بے زار مروہ سادہ سا لان کا سوٹ پہنے بالوں کی چوٹی گوندھ چکی تھی جبکہ شاہ میر کے معیار پر پوری اترنے کی کوششوں میں غلطاں بخت آور نے اپنے ساتھ ساتھ راشدہ بیگم کے بھی ہاتھ پیر پھلا رکھے تھے۔

وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے آیا تو پہلا سامنا اسی سے ہوا تھا جو ہوا کی سی تیزی سے اس کے سامنے آئی تھی۔

"پلیز مجھے چھوڑ کر مت جایئے گا، میں بس یہ آئی لائنر لگوا لوں پھر میں بھی فُل تیار ہو جاؤں گی۔۔!" اس کے سامنے آتی وہ جس پھرتی سے بولی تھی اسی پھرتی سے واپس اپنے کمرے میں بھی چلی گئی۔

"اگر تم پانچ منٹ میں نہ آئیں تو میں عنیزہ اور مروہ کو لے جاؤں گا۔۔!" شاہ میر نے اونچی آواز میں اسے مطلع کیا تو بخت آور نے اپنے ہاتھوں کو مزید تیزی سے حرکت دی۔

"خالہ جلدی لگا دیں ناں پلیز ورنہ وہ مجھے چھوڑ جائیں گے۔۔!" ڈریسنگ ٹیبل پر بکھرے کاسمیٹکس کے سامان میں سے لائنر ڈھونڈنے کی کوشش کرتی وہ بولی۔

"اۓ یہ سب مجھے کہاں آتا ہے، عنیزہ سے کہو ناوہ لگا دے۔۔!" ان تینوں کے اتارے ہوئے کپڑے سمیٹتی وہ جھنجھلائے ہوئے انداز میں بولیں۔

"اوہو وہ سرمے دانی بھر بھر کر میری آنکھوں کو کالا آپ ہی کیا کرتی تھیں ناں؟ اب بھی یہی کرنا ہے۔۔بس جلدی سے کر دیں۔۔" ان کے ہاتھ سے کپڑے لے کر زبردستی لائنر تھماتی وہ جلدی سے بولی۔

"ارے تب تو تم چھوٹی تھیں ناں۔۔!" انھوں نے اس کی عقل پر ماتم کیا۔

"اب بھی آپ ہی مجھ سے بڑی ہیں میں چھوٹی ہی ہوں۔۔ لگائیں پلیز۔۔!"

وہ آنکھیں میچ چکی تھی۔ راشدہ بیگم نے ایک ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے اس کی بند آنکھوں پر جیسے تیسے ایک موٹی لکیر کھینچ ہی دی۔ اس نے آنکھیں کھول کر اُنھیں پٹپٹایا. موٹی موٹی آنکھوں میں معصومیت لیے وہ ان سے پوچھ رہی تھی۔ حسبِ توقع انھوں نے اسے اس کی مرضی کا جواب دیا تھا۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو ماشاءاللہ۔۔!" کہتے ہوئے انہوں نے چٹاچٹ اس کے دونوں گالوں پر بوسے لیے تو وہ دانت نکالتی کمرے سے باہر بھاگی .

"ہائے میرا دوپٹہ۔۔!" یاد آنے پر وہ پلٹی۔ بیڈ پر پڑے کپڑوں کے ڈھیر تلے دبا دوپٹہ کھینچ کر نکالا جو استری کے نشان کھو کر گچھو مچھو ہو چکا تھا .

"اب کیا کروں۔؟ اس نے بے چارہ سے منہ بنایا۔

"اب جاؤ ورنہ وہ چلا جائے گا۔۔!" راشدہ بیگم نے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

"جائے گا نہیں چلا گیا۔۔!" اندر آتی مروہ نے تپے تپے لہجے میں کہا. اس کی آواز پر بخت آور نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"کیا سچ مچ چلے گئے۔۔؟" وہ روہانسی ہو گئی۔

"ہائے یہ تم نے اپنی آنکھوں کے ساتھ کیا کیا ہے۔۔؟؟" اس کی کنپٹیوں تک جاتی لائنر کی لکیر کو دیکھتی مروہ کے حلق سے صدمے سے چور آواز نکلی۔ وہ اس کا سوال یکسر نظر انداز کر چکی تھی۔

"کیا کیا ہے۔۔؟؟" آنکھوں کو ہاتھ لگاتی بخت آور آئینے کی طرف گھومی۔ اپنی آنکھوں کی خوبصورتی کو چار چاند لگاتی لائنر کی لمبی لکیر دیکھ کر وہ غش کھاتے کھاتے بچی تھی .

"خالہ۔۔!" حلق سے گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی تھی۔ مروہ منہ پر ہاتھ رکھے ہنسنا شروع ہو چکی تھی۔

"تم ہی نے تو کہا تھا کہ آنکھوں کو کالا کرنا ہے، اور پھر اللہ بخشے میڈم نور جہاں کی آنکھیں یہ کالا سرما لگا کر بالکل ایسی ہی لگا کرتی تھیں۔۔ ایک دنیا عاشق تھی اس پر۔۔!" راشدہ بیگم نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے مصنوعی سنجیدگی سے کہا تو وہ اپنا دوپٹہ فرش پر پھینکتی بیڈ پر بیٹھ گئی۔

"اس کے مرنے کے جانے کتنے سالوں بعد پیدا ہوئی ہوں گی میں اور آپ نے مجھے اس جیسا بنا دیا۔۔!" وہ رونے کی تیاری کرتی بولی۔

"اُس جیسا نہیں، اُس کی آنکھوں جیسا۔۔!" مروہ نے فوراً تصحیح کی۔

"تم تو چپ ہی رہو ناں۔۔!" آنسو بہاتی وہ چیخی۔

"اچھا ہوا وہ چلے گئے، مجھے ایسے دیکھتے تو غصہ کرتے۔۔!" وہ بھیگی آنکھیں مسلتی بڑبڑائی۔

"اچھا چلو اب رونا بند کرو، شاہ ویز آیا ہے وہ ہم دونوں کو چھوڑ آئے گا۔۔ میں صرف تمہاری وجہ سے بھائی کے ساتھ نہیں گئی۔۔!" اس کے قریب آتی مروہ نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے کہا تو وہ سُوں سُوں کرتی اٹھ کھڑی

ہوئی۔ پھر واش روم میں جا گھسی اور رگڑ رگڑ کر منہ دھو ڈالا۔ باہر نکلی تو چہرہ لال ہو رہا تھا.

"چلو۔۔!" جھک کر دوپٹہ اٹھاتی وہ بھیگے ہوئے لہجے میں بولی۔

"کم از کم فئیر اینڈ لولی تو لگا لو۔۔!" راشدہ بیگم نے پیچھے سے آواز لگائی. مروہ نے ماں کو آنکھ سے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور خود اس کے پیچھے ہی کمرے سے نکل آئی جو اپنے تین گز کے دوپٹے سے الجھتی چلی جا رہی تھی نتیجتاً سیدھا سامنے سے آتے شاہ ویز سے جا ٹکرائی۔

"افف۔۔!" مروہ نے اپنا منہ چھپا لیا کہ شاہ ویز جیسے بندے سے کچھ بعید نہ تھی کہ وہ کھری کھری سنا ڈالتا۔

"جب نہیں سنبھلتا تو مت لیا کرو، کم از کم ٹکریں تو نہیں مارو گی۔۔!" اس نے کافی ٹھنڈے ٹھار لہجے میں اس کے دوپٹے پر تنقید کی تھی۔

"دیکھو مجھے غصہ مت دلاؤ۔۔پہلے ہی بہت غصہ ہوں۔۔!" شہادت کی انگلی اٹھاتی وہ ناک کے نتھنے پھلا کر بولی۔ شفاف چہرے پر پانی کی چند بوندیں ابھی بھی لطف اٹھانے کو پھسل رہی تھیں۔

"اگر تم نے میرے ساتھ جانا ہے تو یہ انگلی نیچے کر کے بات کرو ورنہ یہیں چھوڑ جاؤں گا۔۔!" وہ بنا لحاظ کیے سرد لہجے میں بولا تو اسے دیکھتی بخت آور نے پہلے ہونٹ مروڑے پھر آنکھیں میچیں۔ راشدہ بیگم کو پکارنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ مروہ تیزی سے آگے بڑھی۔

"خا۔۔۔ل۔۔۔لہ۔۔!" اس نے سرعت سے بخت آور کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا نتیجتاً اس کی پکار دب گئی۔

"پلیز شاہ ویز۔۔۔ اس کی طرف سے میں سوری کرتی ہوں، پہلے ہی ہم لیٹ ہو چکے ہیں پلیز چھوڑ آؤ۔۔!" مروہ نے لہجے کو شیریں بناتے ہوئے کہا ورنہ اسے اپنا یہ اکھڑ دماغ کزن کچھ خاص پسند نہیں تھا جسے عنیزہ دل و جان سے پسند کرتی تھی۔ اس کی گزارش پر شاہ ویز نے ایک نگاہ غلط بخت آور پر ڈالے بغیر باہر کی جانب قدم بڑھا دیے جو اپنے آنسو پیتی منہ ہی منہ میں شاہ ویز کو کوستی اس کے پیچھے چل پڑی۔ مروہ بھی اس کے ہمقدم ہی تھی۔

♦□♦□♦□♦□♦□

آج موسم صبح سے ہی ابر آلود تھا۔ وہ سب لان میں کرسیاں ڈالے شام کی چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھی

عنیزہ عالیان کے کان میں کھسر پھسر کر رہی تھی جبکہ ارصم اور شاہ ویز ارصم کی پڑھائی کے متعلق کچھ بحث و مباحثہ میں الجھے ہوئے تھے۔ جبکہ بزرگ پارٹی ملکی سیاسیت کو زیر بحث لائے اسی کشمکش میں مبتلا تھی کہ عنقریب ہونے والے انتخابات میں کس پارٹی کو ووٹ دیا جائے۔

"میں زرا دیکھ کر آؤں کہ یہ بچیاں کدھر رہ گئیں۔ ایک پلیٹ نمکو لینے دو کو بھیجا تھا لیکن دونوں میں سے ایک بھی واپس نہیں آئی۔" ندرت بیگم سے کہتی راشدہ بیگم اپنا دوپٹہ سر پر جماتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"ارے بھابھی کیوں تکلف میں پڑ رہی ہیں۔۔ چائے اچھی بنی ہے نمکو کے بغیر بھی حلق سے اتر رہی ہے۔۔ اور یہ دوسرے لوازمات بھی تو ہیں۔۔"

ندرت بیگم نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو راشدہ بیگم ہولے سے ہنس دیں۔

"افگن بھائی شوق سے کھاتے ہیں بس اسی لیے میں چاہ رہی تھی۔۔"راشدہ بیگم نرمی سے کہتی اندر کی طرف بڑھ گئیں۔ تبھی کھلے گیٹ سے اندر آتی شاہ میر کی گاڑی کا ہارن بجا تھا۔ اندر جاتی راشدہ بیگم اس جانب گھوم گئیں۔ سیاہ کرولا قدرت ہاؤس کا گیٹ پار کر رہی تھی۔ تبھی بخت آور اور مروہ بھی اندرونی عمارت سے آتی دکھائی دیں۔

"ہائیں میر آگئے۔۔'بخت آور نے دانتوں تلے زبان دبائی۔

"ہاں پہلی بار آئے ہیں ناں۔۔"مروہ نے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ سے نمکو لے کر منہ میں ڈالتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔

"پہلی بار کب پاگل۔۔؟؟روز آتے ہیں۔۔" بخت آور نے کچھ حیرانی سے کہا۔

"ایگزیکٹلی۔۔جو تم نے پہلے بکواس کی ہے وہ کرنے سے پہلے یہ سوچ لیتی کہ ڈیلی اسی ٹائم آتے ہیں بھائی۔۔ بے وقوفوں کی طرح۔۔ "ہائیں میر آگئے۔۔۔" اس کی عقل کو کوستی مروہ نے آخر میں بھرپور انداز میں اس کی نقل اتاری تو بخت آور نے دانت کچکچا کر اسے گھورا۔

"بدتمیز۔۔"غصے سے کہتے ہوئے اس نے مروہ کے ہاتھ سے پلیٹ اچک کر اس جانب دوڑ لگائی جہاں وہ سب بیٹھے تھے۔ شاہ میر بھی گاڑی پورچ میں کھڑی کر کے وہیں آرہا تھا۔

"کہاں رہ گئی تھیں ۔۔۔ کیا نمکو بنانے بیٹھ گئی تھیں تم دونوں ۔۔؟" راشدہ بیگم نے بخت آور کے ساتھ ساتھ اس کے پیچھے آتی مروہ کو بھی لتاڑا۔

"اپنی لاڈلی سے پوچھیے ۔۔ میں تو پلیٹس میں نکال چکی تھی لیکن اس نے ایک پلیٹ نیچے گرادی ۔۔ پلیٹ بھی ٹوٹ گئی اور نمکو بھی فرش کے سینے پر سج کر ہمیشہ کے لیے امر ہو گئی ۔۔" مروہ نے آنکھیں گھما کر انہیں صورت حال سے آگاہ کیا تو انہوں نے گہرا سانس بھرتے ہوئے بزرگ پارٹی کی طرف بڑھتی بخت آور کو دیکھا ۔۔

"اور اب دوسری پلیٹ بھی اس کے ہاتھوں میں ہے اللہ خیر کرے بس پھوپھا تک پلیٹ نمکو سمیت پہنچ جائے ۔۔" مروہ نے کہتے ہوئے انہیں زبان دکھائی تو راشدہ بیگم نے بے اختیار "آمین" کہا جس کی قبولیت سے پہلے ہی

بخت آور کا پاؤں وہاں زیر بحث موضوع سن کر رپٹ چکا تھا۔ نتیجتاً پلیٹ کی نمکو وہاں چیئر سنبھال چکے شاہ میر کے سینے کو بوسے دیتی پھسل کر اس کی رانوں تک آئی تھی جبکہ خالی پلیٹ سمیت اسے گرنے سے شاہ ویز نے بچایا تھا۔

"ارے۔۔ بیٹا تم ٹھیک ہو۔۔؟ لگی تو نہیں۔۔؟؟" افگن صاحب اس کی طرف گھومتے نرمی سے بولے تو تھوک نگلتے ہوئے اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ چور نظروں سے شاہ میر کی طرف دیکھا جو ضبط کے کڑے مرحلوں سے گزرتا اسے ہی گھور رہا تھا۔

"اچھا چلو کوئی بات نہیں۔۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ اگر بچی پیپرز سے فارغ ہو گئی ہے تو شاہ میر کی شادی کے دن تاریخ بھی رکھ دیتے ہیں۔۔" شیر افگن

صاحب دوبارہ اسی موضوع کی طرف آئے جسے سن کر ہی بخت آور کی دھڑکنوں نے رفتار پکڑی تھی۔

"فی الحال میں ایسا کچھ نہیں چاہتا۔۔" اپنی شرٹ جھاڑتے ہوئے شاہ میر بھرپور سنجیدگی سے بولا تو بخت آور کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ وہ الٹے پیروں وہاں سے دوڑی تھی۔

"ارے لیکن کیوں میرے بچے۔۔ خیر سے تم برسرِ روزگار ہو۔۔ اور شادی کے قابل بھی ہو تو پھر۔۔ کیا وجہ ہے۔۔؟؟" افگن صاحب نے اسے مخاطب کیا تو شاہ میر لب بھینچتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

"جس سے آپ میری شادی کرنا چاہ رہے ہیں وہ ابھی شادی کے قابل نہیں ہے بابا۔۔" اس کا انداز ہنوز تھا جبکہ جواز سن کر قدرت اللہ صاحب ہنس

دیے۔ انہیں غیر سنجیدہ ہوتے دیکھ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

"لو جی۔۔ بھائی صاحب نے تو انکار کر دیا۔۔ اب جو بخت آور بی بی کی آنکھوں سے سیلاب بہے گا اس پر کون بندھ باندھے گا۔۔۔" ارصم نے لقمہ دیا تو عالیان سمیت وہ سب ہنس دیے۔

"یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔۔ بابا جان سب سنبھال لیں گے۔۔" مروہ نے ارصم کے ساتھ والی کرسی سنبھالتے ہوئے کہا تو عالیان نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا۔

"بس پھر اپنا مقدمہ بھی انہی کی عدالت میں پیش نہ کر دوں. ؟؟" اس نے مروہ کو چھیڑتے ہوئے بظاہر عنیزہ سے پوچھا تو عنیزہ نے ہنستے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا۔

"بیٹا ہم سے پہلے تمہاری باری نہیں آئے گی۔۔ کیوں شاہ ویز۔۔؟؟" اس کے ارمانوں پر پانی پھیرتے ہوئے عنیزہ نے شاہ ویز سے تائید چاہی لیکن وہ وہاں نہیں تھا۔ عنیزہ کے لبوں کی مسکراہٹ سمٹی۔

"یہ کدھر گیا..؟؟ "

"کال آئی تھی۔۔ سنتے سنتے چلا گیا۔۔" عالیان کی نظروں سے خائف ہوتی مروہ جلدی سے کہہ کر وہاں سے نکل گئی۔ جبکہ ادھر قدرت اللہ صاحب شیر افگن صاحب سے کہہ رہے تھے۔

"شاہ میر کی باتوں کو سیریس مت لو افگن۔۔ وہ تو یونہی اس بچی کے پیچھے پڑا رہتا ہے۔۔ ابھی نا سمجھ ہے جب زمہ ڈاری پڑے گی تو خود ہی سمجھ جائے گی۔۔ تم بس بارات لانے کی تیاری کرو۔۔" انھوں نے شیر افگن صاحب کو مان بخشا تو وہ مطمئن سے ہوتے مسکرا دیے۔

"بارات میں لاؤں گا لیکن بہو بیٹا تو تمہارے ہی پاس رہ جائیں گے یار۔۔" وہ غیر سنجیدگی سے بولے تو قدرت اللہ صاحب ہنس دیے۔

"تو تم دوسرے کے بارے میں سوچ لو۔۔ خیر سے شاہ ویز بھی شادی کے قابل ہے۔۔ اگر کوئی لڑکی نظر میں ہے تو اس کی بھی ساتھ ہی کر دو۔۔" قدرت اللہ صاحب نے انہیں چھیڑا تو وہ سر اثبات میں ہلاتے مسکرائے۔

"تمہارے سوا کس کے سامنے ہاتھ پھیلا سکتا ہوں۔۔ مجھے تو تمہاری دونوں ہی بیٹیاں پسند ہیں۔۔ اب تم دیکھ لو۔۔ بھابھی اور بچیوں سے مشورہ کر کے بتادو کہ عنیزہ دوگے یا پھر مروہ۔۔۔" انہوں نے بال انہی کے کورٹ میں پھینکا تو قدرت اللہ صاحب کچھ سوچ کر سر اثبات میں ہلا گئے۔ کان لگا کر ان کی باتیں سنتی عنیزہ فوراً وہاں سے نو دو گیارہ ہوئی تھی۔

"میں تمہیں جلد جواب دوں گا ان شاءاللہ۔۔" قدرت اللہ صاحب نے آہستگی سے کہا۔

"ان شاءاللہ۔۔۔" افگن صاحب مسکرائے تھے۔ عالیان کو اپنا دل رکتا محسوس ہوا۔

"اگر انہوں نے مروہ کے لیے ہاں کہہ دیا تو۔؟؟" اس نے پریشان کن نظروں سے ماں کی طرف دیکھا جو اس کے حال دل سے بخوبی واقف تھیں۔ انہوں نے آنکھ سے اسے پر سکون رہنے کا اشارہ کیا تو وہ دل مسوس کر ارصم کی طرف متوجہ ہو گیا۔

♦□♦□♦□♦□♦□

اور پھر مزید ایک ہفتے میں اگلے ماہ کی بیس تاریخ طے کر دی گئی تھی جس سے وہ بے وقوف قطعی انجان تھی اور اس بابت شاہ میر سمیت گھر کا ہر فرد آگاہ تھا۔ عنیزہ اور ارصم نے شاہ میر۔ کے انکار کی بابت اسے تنگ کر کر کے اس کا جینا حرام کر رکھا تھا اور اس بار مروہ بھی انھی کے ساتھ پیش پیش تھی۔ آج بھی وہ تینوں عالیان اور شاہ میر کے ساتھ شاپنگ کر کے واپس آئے تو بخت آور حسب معمول کمرے میں بند تھی۔ شاہ میر سونے کے لیے کمرے

میں چلا گیا تو ان چاروں نے بخت آور کے کمرے کا رخ کیا۔ وہ اوندھے منہ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔

"کب تک سوگ مناتی رہو گی۔۔؟ ہمت کرو اور ان سے پوچھو کہ کیوں انکار کر رہے ہیں وہ۔۔" اس کے قریب ہی دھپ سے بیٹھتی عنیزہ لہجے میں افسردگی سمو کر بولی تو بخت آور نے ستا ہوا چہرہ سیدھا کر کے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں کی سرخی دیکھ کر مروہ کے دل کو کچھ ہوا۔ جی میں آیا کہ اسے فوراً بتا دے لیکن پھر عنیزہ کے اشارہ کرنے پر چہرے کا رخ موڑ گئی۔ "یہ تو شاہ میر کی شادی کے دن تاریخ بھی رکھ دیتے ہیں۔۔" شیر افگن صاحب دوبارہ اسی موضوع کی طرف آئے جسے سن کر ہی بخت آور کی دھڑکنوں نے رفتار پکڑی تھی۔

"فی الحال میں ایسا کچھ نہیں چاہتا۔۔" اپنی شرٹ جھاڑتے ہوئے شاہ میر بھرپور سنجیدگی سے بولا۔ بخت آور کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ وہ الٹے پیروں وہاں سے دوڑی تھی۔

"ارے لیکن کیوں میرے بچے۔۔ خیر سے تم برسرِ روزگار ہو۔۔ اور شادی کے قابل بھی ہو تو پھر۔۔ کیا وجہ ہے۔۔؟؟" افگن صاحب نے اسے مخاطب کیا تو شاہ میر لب بھینچتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

"جس سے آپ میری شادی کرنا چاہ رہے ہیں وہ ابھی شادی کے قابل نہیں ہے بابا۔۔" اس کا انداز ہنوز تھا جبکہ جواز سن کر قدرت اللہ صاحب ہنس دیے۔ انہیں غیر سنجیدہ ہوتے دیکھ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

"لو جی۔۔ بھائی صاحب نے تو انکار کر دیا۔۔ اب جو بخت آور بی بی کی آنکھوں سے سیلاب بہے گا اس پر کون بندھ باندھے گا۔۔۔" ارصم نے لقمہ دیا تو عالیان سمیت وہ سب ہنس دیے۔

"یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔۔ بابا جان سب سنبھال لیں گے۔۔" مروہ نے ارصم کے ساتھ والی کرسی سنبھالتے ہوئے کہا تو عالیان نے کن اکھیوں سے اسے دیکھا۔

"بس پھر اپنا مقدمہ بھی انہی کی عدالت میں پیش نہ کر دوں.؟؟" اس نے مروہ کو چھیڑتے ہوئے بظاہر عنیزہ سے پوچھا تو عنیزہ نے ہنستے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا۔

"بیٹا ہم سے پہلے تمہاری باری نہیں آئے گی۔۔ کیوں شاہ ویز۔۔؟؟" اس کے ارمانوں پر پانی پھیرتے ہوئے عنیزہ نے شاہ ویز سے تائید چاہی لیکن وہ وہاں نہیں تھا۔ عنیزہ کے لبوں کی مسکراہٹ سمٹی۔

"یہ کدھر گیا۔۔؟؟ "

"کال آئی تھی۔۔ سنتے سنتے چلا گیا۔۔" عالیان کی نظروں سے خائف ہوتی مروہ جلدی سے کہہ کر وہاں سے نکل گئی۔ جبکہ ادھر قدرت اللہ صاحب شیر افگن صاحب سے کہہ رہے تھے۔

"شاہ میر کی باتوں کو سیریس مت لو افگن۔۔ وہ تو یونہی اس بچی کے پیچھے پڑا رہتا ہے۔۔ ابھی ناسمجھ ہے جب زمہ ڈاری پڑے گی تو خود ہی سمجھ جائے

گی۔۔ تم بس بارات لانے کی تیاری کرو۔۔" انہوں نے شیر افگن صاحب کو مان بخشا تو وہ مطمئن سے ہوتے مسکرا دیے۔

"بارات میں لاؤں گا لیکن بہو بیٹا تو تمہارے ہی پاس رہ جائیں گے یار۔۔" وہ غیر سنجیدگی سے بولے تو قدرت اللہ صاحب ہنس دیے۔

"تو تم دوسرے کے بارے میں سوچ لو۔۔ خیر سے شاہ ویز بھی شادی کے قابل ہے۔۔ اگر کوئی لڑکی نظر میں ہے تو اس کی بھی ساتھ ہی کر دو۔۔" قدرت اللہ صاحب نے انہیں چھیڑا تو وہ سر اثبات میں ہلاتے مسکرائے۔

"تمہارے سوا کس کے سامنے ہاتھ پھیلا سکتا ہوں۔۔ مجھے تو تمہاری دونوں ہی بیٹیاں پسند ہیں۔۔ اب تم دیکھ لو۔۔ بھابھی اور بچیوں سے مشورہ کر کے بتا دو کہ عنیزہ دو گے یا پھر مروہ۔۔۔" انہوں نے بال انہی کے کورٹ میں

پھینکا تو قدرت اللہ صاحب کچھ سوچ کر سر اثبات میں ہلا گئے۔ کان لگا کر ان کی باتیں سنتی عنیزہ فوراً وہاں سے نو دو گیارہ ہوئی تھی۔

"میں تمہیں جلد جواب دوں گا ان شاءاللہ۔" قدرت اللہ صاحب نے آہستگی سے کہا۔

"ان شاءاللہ۔۔" افگن صاحب مسکرائے تھے۔ عالیان کو اپنا دل رکتا محسوس ہوا۔

"اگر انہوں نے مروہ کے لیے ہاں کہہ دیا تو۔؟؟" اس نے پریشان کن نظروں سے ماں کی طرف دیکھا جو اس کے حال دل سے بخوبی واقف تھیں۔ انہوں نے آنکھ سے اسے پرسکون رہنے کا اشارہ کیا تو وہ دل مسوس کر ارصم کی طرف متوجہ ہو گیا۔

♦□♦□♦□♦□♦□

اور پھر مزید ایک ہفتے میں اگلے ماہ کی بیس تاریخ طے کر دی گئ تھی جس سے وہ بے وقوف قطعی انجان تھی اور اس بابت شاہ میر سمیت گھر کا ہر فرد آگاہ تھا۔ عنیزہ اور ارصم نے شاہ میر۔ کے انکار کی بابت اسے تنگ کر کر کے اس کا جینا حرام کر رکھا تھا اور اس بار مروہ بھی انھی کے ساتھ پیش پیش تھی۔ آج بھی وہ تینوں عالیان اور شاہ میر کے ساتھ شاپنگ کر کے واپس آئے تو بخت آور حسب معمول کمرے میں بند تھی۔ شاہ میر سونے کے لیے کمرے میں چلا گیا تو ان چاروں نے بخت آور کے کمرے کا رخ کیا۔ وہ اوندھے منہ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔

"کب تک سوگ مناتی رہو گی۔۔؟ ہمت کرو اور ان سے پوچھو کہ کیوں انکار کر رہے ہیں وہ۔۔" اس کے قریب ہی دھپ سے بیٹھتی عنیزہ لہجے میں

افسردگی سمو کر بولی تو بخت آور نے ستا ہوا چہرہ سیدھا کر کے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں کی سرخی دیکھ کر مروہ کے دل کو کچھ ہوا۔ جی میں آیا کہ اسے فوراً بتا دے لیکن پھر عنیزہ کے اشارہ کرنے پر چہرے کا رخ موڑ گئی۔

"میں کیوں پوچھوں۔۔؟؟ جب انہیں ہی پرواہ نہیں ہے تو۔۔" اٹھ کر بیٹھتی وہ سر جھکا کر بولی۔

"ارے ایسے کیسے۔۔ یوں ہمت مت ہارو۔۔ تم نہیں پوچھو گی تو کون پوچھے گا۔۔" عنیزہ نے اس کا حوصلہ بڑھایا۔

"ہو سکتا ہے وہ کسی اور لڑکی کو پسند کرتے ہوں۔۔" عالیان نے لب کشائی کی تو بخت آور نے تڑپ کر سر اٹھایا۔ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو چمکنے لگے۔

"کیا تم ایسے ہی انہیں کسی اور کا ہو جانے دو گی بخت۔۔؟؟" ارصم نے بھی ہمدردی دکھائی۔

"بہتر ہے کہ تم ایک بار ان سے بات کر لو۔۔" مروہ نے ناچاہتے ہوئے بھی عنیزہ لوگوں کا ساتھ دیا۔

"اور اگر انہوں نے مجھے ڈانٹا تو۔۔؟؟" اس نے اپنے ہونٹ مروڑے۔

"جو ڈر گیا سمجھو مر گیا۔۔" عالیان نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے ڈرامائی انداز میں وقفہ لیا۔

"اب تم دیکھ لو کہ ڈرنا ہے یا ان کی جدائی میں مرنا ہے۔۔" ارصم نے اس کی بات کو مکمل کیا تو سوں سوں کرتی وہ بیڈ سے اتری۔

"ڈرتی ورتی بالکل نہیں میں۔۔ ابھی بات کر کے آتی ہوں۔۔" اپنے بالوں کی اونچی پونی کو مزید کستی وہ پرجوش سی بھیگی ہوئی آواز میں بولی تو ان چاروں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"اگر ڈر لگے بھی تو فکر مت کرنا۔ ہم دروازے کے باہر ہی تمہاری مدد کے لیے کھڑے ہیں۔۔ چلو جلدی چلو اب۔۔" ارصم کی باچھیں کھل گئیں، بخت آور سے پہلے وہ جانے کو تیار ہوا تھا۔ اور پھر تھوڑی ہی دیر میں وہ اس کے کمرے میں موجود تھی جہاں وہ موجود تھا ہی نہیں۔ واش روم سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی۔۔ کمرے میں پھیلی روم فریشنر کی خوشبو میں ملی شاہ میر کے پرفیوم کی مہک نے ہی بخت آور کا دل دھڑکا دیا تھا۔ وہ وہاں سے جانے کو الٹے قدموں پلٹی تھی لیکن دروازے پر گرے بھاری پردے کے پار ایک قطار میں کھڑے ان چاروں نے واپس اسے اندر دھکا دیا تھا۔

"بات کرو چلو شاباش۔۔" سب سے آگے کھڑی عنیزہ نے اسے گھر کا تو بے چارہ سا منہ بناتی وہ واپس گھومی۔ تبھی وہ واش روم سے باہر نکلا تھا۔ رف سے ٹراؤزر پر سیاہ بنیان پہنے وہ بالوں میں تولیہ رگڑتا اسے دیکھ کر رک گیا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔۔؟؟" تولیہ بیڈ پر اچھالتا وہ اس کی طرف آتا سنجیدگی سے بولا۔

"آپ نے شادی سے منع کیوں کیا۔۔؟" بھیگی پلکیں جھپکاتی وہ ہمت کر کے بولی تو اس کے سوال پر شاہ میر کی کنپٹیاں سلگ اٹھیں۔ آدھی رات کو اس کے کمرے میں کھڑی وہ جو سوال پوچھ رہی تھی وہ بالکل بھی مناسب نہیں تھا۔ وہ قدم قدم چلتا اس کے مقابل آ ٹھہرا۔

"شرم نہیں آتی تمہیں۔۔؟؟" وہ کافی سختی سے پوچھ رہا تھا۔ بخت آور کو اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا۔

"میں نے سنا ہے جس نے کی شرم اس کے پھوٹے کرم۔۔ شرم کر کے میں اپنے کرم نہیں پھوڑنا چاہتی۔۔" وہ ایک ہی سانس میں بولتی چلی گئی۔ جبکہ اس فوری جواب پر جہاں شاہ میر کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا وہیں باہر کھڑے ان چاروں کے لیے اپنی ہنسی روکنا محال ہوا۔

"کیا بکواس ہے یہ۔۔؟؟" وہ سرد لہجے میں غرایا تو بخت آور ڈر کر ایک قدم پیچھے ہٹی۔

"جو بھی ہے۔۔ آپ مجھے نہیں چھوڑ سکتے۔۔ میں آپ کی ہوں اور آپ میرے ہیں۔۔ آپ خالو سے کہیں کہ آپ مجھ ہی سے شادی کریں گے۔۔'

اپنے آنسو پینے کی ناکام کوشش کرتی وہ ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتے ہوئے بولی تواس کی بہادری پر باہر کھڑے وہ چاروں عش عش کر اٹھے جب کہ شاہ میر غش کھاتے کھاتے بچا تھا۔

"تم میرا دماغ خراب کر رہی ہو بخت۔۔ چلو جاؤ یہاں سے۔۔" ضبط کرتے ہوئے شاہ میر نے اسے باقاعدہ ہاتھ سے پکڑ کر دہلیز کی طرف گھمایا۔

"دیکھیے وہ تو پہلے ہی خراب ہے۔۔ اور شاید اسی کی خرابی کی وجہ سے آپ میری زندگی بھی خراب کرنا چاہ رہے ہیں لیکن میں۔۔" پھر سے اس کی طرف گھومتی وہ فرفر بولی تو شاہ میر نے تنگ آ کر اسے بازوؤں سے تھام کر اپنے قریب کیا۔ بخت آور کی زبان کو یک دم بریک لگی تھی۔

"پاگل ہو گئی ہو تم۔۔؟ کچھ پتہ بھی ہے تمہیں کہ کیا بول رہی ہو۔۔؟؟"

اس کی بھیگی آنکھوں میں جھانکتا وہ سنجیدگی سے بولا تو خشک پڑتے لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے بخت آور نے اثبات میں سر ہلایا۔

"آپ مجھے نہیں چھوڑ سکتے۔۔'اس کی ایک ہی رٹ تھی۔

"میں نے کب کہا کہ چھوڑ رہا ہوں۔۔" اس کی آنکھوں میں جمع ہوتا پانی دیکھ وہ کچھ نرم پڑا۔

"پھر آپ نے کیوں کہا کہ مجھ سے شادی نہیں کریں گے۔۔؟؟" اس نے اپنی چھوٹی سی ناک کے نتھنے پھلائے۔شاہ میر کے لبوں پر مسکراہٹ آنے کو مچلنے لگی جسے اس نے بروقت دبایا۔

"میں نے صرف یہ کہا تھا کہ ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا۔۔" اس نے وضاحت دی۔

"لیکن کیوں۔۔؟؟"اس کے قریب کھڑی اب وہ اس کا صبر آزما رہی تھی۔ سفید رنگت اس پل رونے کے باعث سرخ ہو رہی تھی۔

"اب کیسے سمجھاؤں کہ کیوں۔۔؟" اس نے بہت آہستگی سے اس کے بازو چھوڑ کر اس سے فاصلہ بنایا کہ قربت اسے بہکانے کے درپہ تھی۔

"آپ مجھ سے پیار نہیں کرتے ناں۔۔؟؟"پوچھتے ہوئے وہ رو پڑی اور اس کے سوال پر شاہ میر کا دل کیا اپنا سر دیوار میں مار لے۔

"یار بخت۔۔ یہ کیا بولے جا رہی ہو۔۔" وہ پھر سے قریب ہوا تو اس بار وہ جلدی سے پیچھے ہوئی۔

"پاس مت آئیں پلیز۔۔" وہ منمنائی۔ عجیب لڑکی تھی۔ ایک طرف اس کی محبت کی خواہاں تھی اور دوسری طرف قربت سے نالاں تھی۔ شاہ میر کو لگا وہ لڑکی اسے پاگل کر دے گی۔

"پاس نہ آؤں۔۔۔ اور پیار بھی کروں۔۔؟ یہی چاہتی ہو تم۔۔؟؟" وہ لمحوں میں اس کے قریب آیا تھا۔ وہ بالکل دہلیز میں پردے سے جا لگی جس کے پار وہ چاروں محو سماعت تھے۔

"بولو۔۔ یہ دور دور کا پیار کون سی فلم میں دیکھا ہے تم نے۔۔؟" وہ مکمل طور پر غیر سنجیدہ تھا۔ بخت آور شرم سے پانی پانی ہونے لگی۔

"ایسی باتیں مت کریں وہ۔۔ وہ چاروں کیا سوچیں گے۔۔؟؟" وہ نظریں جھکاتی کانپتی ہوئی آواز میں بولی تو شاہ میر یک دم چوکنا ہوا۔

"کون چاروں۔۔؟؟" اس نے کچھ حیران ہو کر پردے کو گھورا۔ جبکہ پردے کے اُس پار ان چاروں نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

"مارے گئے۔۔ بھاگو۔۔" عنیزہ نے ارصم کو دھکا لگایا لیکن اس سے پہلے ہی وہ پردہ ہٹا چکا تھا۔ ان چاروں کو وہاں دیکھ کر شاہ میر کا چہرہ خفت و غصے کے ملے جلے تاثرات سمیت دہک اٹھا۔

"کیا بے ہودگی ہے یہ ۔۔؟؟" وہ ان پر گرجا تھا۔ بخت آور تو سہم کر دروازے سے جا لگی جبکہ ان چاروں کا وہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔۔

"وہ۔۔ یہ اکیلے آتے ہوئے ڈر رہی تھی تو۔۔۔" عنیزہ نے صفائی دینے کی ناکام کوشش کی۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔ سب کے سب دفع ہو جاؤ۔۔" پردہ پیچھے کرتا وہ دہاڑا تو سر پر پاؤں رکھتے وہ چاروں وہاں سے بھاگے۔ بخت آور نے بھی دبے قدموں وہاں سے نکلنے کی کوشش کی جب شاہ میر نے ایک جھٹکے سے اس کی کلائی تھام کر اسے اندر کھینچا اور دروازہ زور دار آواز سے بند کر کے اسے دروازے سے لگا دیا۔

"دل تو چاہ رہا ہے تمہارا منہ توڑ دوں۔۔" دروازے پر ہاتھ مارتا وہ غرایا تو اس نے ڈر کر آنکھیں میچ لیں۔ آنسو بہت تیزی سے گالوں پر لڑھکتے چلے گئے۔

"انتہائی بے وقوف لڑکی ہو تم۔۔ اسی لیے انکار کیا تھا۔۔ تمہاری انہی حرکتوں کی وجہ سے۔۔۔"غصے سے اسے دیکھتا وہ سخت لہجے میں بول رہا تھا۔ شدت سے روتی بخت آور کو ہچکیاں لگ گئیں۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے اور اگر آئندہ رات کے اس پہر میرے کمرے میں داخل ہونے کی حماقت کی تو تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا۔۔"پھاڑ کھانے والے انداز میں کہتا وہ اس کی رہی سہی جان بھی نکال گیا تھا۔۔ وہ پلٹا تو دروازہ کھولتی وہ باہر نکلی لیکن جلدی میں اس کا گھٹنا دروازے سے لگ گیا۔ شاہ میر نے اسے دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ وہ لڑکھڑاتی گھٹنے کو پکڑتی وہاں سے نکلتی چلی گئی جبکہ اپنا غصہ کم کرنے کو وہ دوبارہ شاور کے نیچے جا کھڑا ہوا۔ وہ لڑکی اس بار ہر بار سے بڑھ کر اس کا دماغ خراب کر گئی تھی۔

♦□♦□♦□♦□♦□

اب چلو بھی اور کتنا وقت لگاؤ گی۔۔؟؟" وہ بالوں کو پونی ٹیل میں مقید کر رہی تھی جب اس کے کمرے کا دروازہ کھولتا وہ جھنجھلائے ہوئے انداز میں بولا۔ مہینہ چڑھتے ہی اس کے فائنل ایگزیمز شروع ہو گئے تھے اور اسے لے جانے اور لانے کی ذمہ داری ہمیشہ کی طرح شاہ میر کی تھی۔ اس کی آواز سنتے ہی بخت آور کا دل دھڑکا تھا۔ ایک ہفتہ قبل ہوئی عزت افزائی کے بعد وہ آج اس سے بلاواسطہ بات کر رہا تھا۔

" آ رہی ہوں بس۔۔" اس کے حلق سے مری مری سی آواز نکلی۔ فٹافٹ پونی کس کر اس نے بیڈ پر پڑی اپنی جیومیٹری اٹھائی اور شال لپیٹتی اس کے ساتھ ہی باہر نکل آئی تھی۔

"تیاری کیسی ہے۔۔؟" گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اس نے یونہی پوچھ لیا۔

"اچھی ہے۔۔" اس نے مختصر جواب دیا۔

"ہمم۔۔ امید ہے کہ رزلٹ بھی اچھا ہی آئے گا۔۔" کالج کے گیٹ پر گاڑی روکتے ہوئے اس نے کہا تو بخت آور نے ایک خفا خفا سی نظر اس پر ڈالی جس کا اس نے اثر نہیں لیا تھا۔ وہ لب بھینچتی گاڑی سے نکلی اور کالج کا گیٹ پار کر گئی۔ شاہ میر نے نرم نگاہوں سے اس کی نازک پشت کو دیکھا تھا۔

♦□♦□♦□♦□

دوسرے روز اسے چھٹی تھی۔ ناشتہ کرتے ہی عنیزہ اور مروہ نے شاپنگ شاپنگ کی رٹ لگا دی تھی۔ بخت آور نے کوئی رد عمل نہ دیا۔ خاموشی سے ناشتہ کرتی رہی۔ اسے پتہ لگ چکا تھا کہ ان سب نے اسے بے وقوف بنایا ہے۔۔ اس کے آخری پیپر سے دو دن بعد ہی اس کا مایوں اور عنیزہ اور شاہ ویز کا نکاح تھا۔

"ارے بھئی میری بچی سے تو پوچھ لو۔۔ شادی اس کی ہے اور باؤلے تم سب ہوئے جا رہے ہو۔۔" شاہ میر کو بھی وہاں آتے دیکھ راشدہ بیگم نے لب کشائی کی تو توس کترتی بخت آور نے سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔

"میں کیا کہوں خالہ۔۔ جیسے آپ کو مناسب لگے۔۔" پلیٹ کھسکاتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ انداز لاپرواہی لیے ہوئے تھا۔

"ایسے کیسے کیوں نہ کہوں۔۔ امی میں بتا رہی ہوں یہ سب بھائی کا کیا دھرا ہے، جب سے انہوں نے اسے ڈانٹا ہے یہ یونہی ویئرڈ بی ہیو کر رہی ہے۔۔" اسے وہاں سے کھسکتے دیکھ عنیزہ نے پٹاخہ پھوڑا۔ چیئر سنبھالتا شاہ میر اس اچانک حملے پر کچھ بوکھلا سا گیا۔

"یہ کیسا مذاق ہے۔۔؟ میں نے اسے کب کچھ کہا۔۔؟" ماں کو دیکھتے شاہ میر نے فوراً وضاحت دی۔

"ہاں ہاں بالکل۔۔ خالہ انہوں نے تو مجھے کچھ بھی نہیں کہا۔۔ یہ عنیزہ تو۔۔ ایسے ہی۔۔ بس۔۔" چہرے پر نہ دکھائی دینے والی لٹ کان کے پیچھے اڑستی وہ جلدی سے بولی۔

"انہوووں نے۔۔ آہم آہم۔۔'وہاں آتے عالیان نے لفظ انہوں کو کھینچا تو سب کے سامنے وہ خفیف سی ہو گئی۔ چہرہ شرم سے سرخ پڑنے لگا۔

"خالہ۔۔ دیکھ لیں یہ سب مجھے چھیڑ رہے ہیں۔۔ مم۔۔ میں جا رہی ہوں یہاں سے۔۔" کچھ شرماتی گھبراتی وہ شاہ میر کو مسکرانے پر مجبور کر گئی۔

"ہاں میری بچی دھیان سے جانا۔۔" راشدہ بیگم کو بھی ہنسی آئی جسے روکتے ہوئے انہوں نے اسے کہا تو وہ سرعت سے سیڑھیوں کی طرف دوڑی۔

"ہاں بس گر مت جانا۔۔" ارصم نے پیچھے سے لقمہ دیا تو جہاں وہ سب ہنسے تھے وہیں بخت آور نے پلٹ کر اسے گھورا۔

"ابھی اتنی اندھی نہیں ہوئی میں اچھا جی۔۔" تپ کر کہتی وہ یونہی پیچھے دیکھتی آگے بڑھنے کو پاؤں اٹھا گئی لیکن برا ہوا پاؤں کا جسے ٹھوکر لگ گئی۔ وہ منہ کے بل گرتے گرتے بچنے کی کوشش میں بھی اگلی سیڑھی سے جا لگی تھی۔ ارصم اور عالیان کا چھت پھاڑ قہقہ پڑا تھا جسے شاہ میر کی گھوری کے باعث انہیں روکنا پڑا جبکہ مروہ اور راشدہ بیگم اس کی طرف دوڑی تھیں۔۔

"یا اللہ میں کیا کروں اپنی بچی کا۔۔ جب دیکھو گر جاتی ہے۔۔ "

"اگر یہ چلتے ہوئے صرف دیکھ ہی لے تو آپ کو کچھ کرنا ہی نہ پڑے امی۔۔"
عنیزہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"تم تو چپ ہی کرو ناں۔۔ اور تم شاہ میر۔۔ تم وہاں کیوں بیٹھے ہو۔۔؟؟"
عنیزہ کے ساتھ ساتھ انہوں نے شاہ میر کو بھی لتاڑا۔

"یہاں آکر اسے اٹھاؤ۔۔ اس کے گھٹنے میں لگی ہے۔۔" بخت آور کو خود سے
لگاتی وہ اسے حکم دے رہی تھیں۔ وہ لب بھینچتا ان کی طرف آگیا۔

"جائیں بھائی اٹھائیں۔۔" عنیزہ نے اپنی ہنسی دباتے ہوئے کہا۔

"مجھے تو لگتا ہے بھائی کی ساری زندگی بھابھی جان کو گود میں اٹھاتے ہوئے
ہی گزر جائے گی۔۔" عالیان نے شریر انداز میں کہا تھا۔ اس کا بے باک جملہ
شاہ میر کے کانوں میں پڑا تو اس کی بھنویں تن گئیں۔

"لاود کھاؤ تو زرا کہاں لگی ہے۔۔؟؟" ایک جھٹکے سے اس کا بازو تھام کر اس کا رخ اپنی جانب گھماتا وہ سختی سے بولا تو بخت آور نے پانی بھری آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"کمرے میں جا کر اطمینان سے دیکھنا فی الحال اسے کمرے تک چھوڑ کر تو آؤ۔۔'راشدہ بیگم نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا تو شاہ میر نے جھک کر اس کے نازک وجود کو بانہوں میں بھر لیا۔

"مروہ تم اس کے لیے ہلدی والا دودھ لے کر آؤ میں زرا دیکھوں کہیں یہ بے وقوف پھر سے اسے ڈانٹنے نہ بیٹھ جائے۔۔" شاہ میر کی جانب سے پریشان ہوتی وہ بخت آور کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔ جبکہ اسے کمرے

میں لا کر شاہ میر نے پٹخنے کے سے انداز میں بیڈ پر پھینکا۔ وہ شرمندہ سی ہو کر رونے لگی۔۔

"رونا بند کرو۔۔ خبردار جو ایک آنسو بھی بہایا تو۔۔ ایک تو غلطی کرتی ہو اوپر سے رونے بیٹھ جاتی ہو۔۔" شہادت کی انگلی اٹھاتا وہ اس پر برہم ہوا تو وہ سہم کر بیڈ کراؤن سے جا لگی۔

"شاہ میر یہ کیا طریقہ ہے۔۔" راشدہ بیگم جلدی سے اندر آئی تھیں۔

"مجھ سے پوچھنے سے پہلے اپنی لاڈلی کو طور طریقے سکھائیں امی۔۔" نظریں جھکاتا وہ مدھم مگر سخت لہجے میں بولا تو راشدہ بیگم نے اسے گھورا۔

"سب کچھ سکھا چکی ہوں۔۔ سمجھے تم۔۔ اور آئندہ اگر اسے ڈانٹنے کی حماقت کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔" سخت نظروں سے اسے دیکھتی وہ ترشی

سے بولیں تو وہ سر جھٹکتا اس کے کمرے سے نکل گیا۔ اس کے جاتے ہی وہ اس کی طرف آئی تھیں۔ وہ روتے ہوئے ان کے سینے سے جا لگی۔

"میں جان بوجھ کر نہیں گری خالہ۔۔" وہ سسکیاں بھرتی اپنی صفائی دے رہی تھی۔

"آ۔۔ میرا بچہ کچھ نہیں ہوا۔۔ وہ تو پاگل ہے۔۔ دیکھنا شادی ہو گی تو کیسے سدھرے گا۔۔" راشدہ بیگم اسے حوصلہ دے رہی تھیں۔ سدا کی پرامید وہ سر اثبات میں ہلا گئی کہ اس کے خوابوں کی دنیا انہی امیدوں پر تو قائم تھی۔ پھر مروہ اس کے پاس ہی رک گئی تھی جبکہ شاہ میر کو لے کر باقی تینوں چاروں شاپنگ کرنے چلے گئے تھے۔

♦□♦□♦□♦□

آج وہ ڈرائیونگ کرتے ہوئے خاموش تھا۔ اس کی طرف دیکھنے سے احتراز برت رہا تھا۔ خفا تھا۔۔؟ غصہ تھا..؟؟ یا شاید بدگمان تھا۔۔ جو بھی تھا۔۔ بخت آور کے لیے ناقابل برداشت تھا۔

"آپ ناراض ہیں مجھ سے۔۔؟؟" وہ پوچھ ہی بیٹھی۔

"نہیں۔۔" یک لفظی جواب۔

"تو پھر آپ نے پوچھا کیوں نہیں کہ آج میری تیاری کیسی ہے۔۔؟" وہ پھر سے بولی۔ انداز معصومیت لیے ہوئے تھا۔

"مجھے پتہ ہے اچھی ہی ہو گی۔۔" وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

"نہیں ہے نا۔۔ میرے گھٹنے میں تکلیف تھی میں اچھے سے تیاری نہیں کر پائی۔۔" وہ جلدی سے بولی تو شاہ میر نے اس بار گاڑی کی سپیڈ ہلکی کرتے ہوئے اسے دیکھا۔

"وہ۔۔ وہ جب آپ ہوتے ہیں تو میں۔۔ کنفیوز ہو جاتی ہوں۔۔ سمجھ نہیں آتی۔۔ کیا کروں۔۔ اور اسی چکر میں۔۔" انگلیاں چٹخاتی وہ نظریں جھکاتی کبھی لرزتی پلکوں کو اٹھاتی اسے بن مانگے وضاحت دے رہی تھی۔

"تم کب سدھرو گی بخت۔۔؟؟" اس نے کافی سنجیدگی سے پوچھا تو اپنی طرف دیکھتے شاہ میر کی آنکھوں میں دیکھتی بخت آور کی آنکھ بھر آئی۔

"جس دن آپ سے محبت کرنا چھوڑ دوں گی نا۔۔ اس دن سدھر جاؤں گی۔۔" اپنی آنکھوں کے کنارے رگڑتی وہ بھیگی ہوئی آواز میں بولتی شاہ میر

کا دل مٹھی میں لے گئی تھی۔ اس نے بے اختیار گاڑی کو بریکس لگائے۔ بخت آور نے ایک نظر سامنے نظر آتی کالج کی عمارت پر ڈالی پھر سرعت سے گاڑی سے نکل گئی۔ شاہ میر نے لب بھینچتے ہوئے کچھ حیرت سے اسے کالج کا گیٹ پار کرتے دیکھا۔ وہ لڑکی اس کی توقع کے خلاف اپنی عمر سے بہت بڑی بات کر گئی تھی۔ شاہ میر نے بے اختیار اپنے دل پر ہاتھ رکھ لیا۔

"بے وقوف لڑکی۔۔ کسی دن یونہی میری جان لے لے گی۔۔" گہرا سانس لیتا وہ بڑبڑایا پھر گاڑی ریورس کر کے آفس کے راستے پر ڈال دی۔

♦□♦□♦□♦□

مہمانوں کی آمد شروع ہو چکی تھی۔ عالیان اور ارصم قدرت ہاؤس کو دلہن بنانے پر جتے ہوئے تھے۔ لان کی کانٹ چھانٹ کا ذمہ قدرت صاحب کے ذمے تھا جبکہ وہ خود آفس کے کاموں میں پھنسا ہوا تھا۔ اسے اتنی بھی

فرصت نہ تھی کہ راشدہ بیگم کے ساتھ بازار کے چکر ہی لگا لیتا سو آج کل یہ ڈیوٹی شاہ ویز نے سنبھال رکھی تھی۔ اب بھی وہ ٹیلر کی دوکان سے واپس آکر بیٹھا ہی تھا کہ جب وہ دھپ سے اس کے پہلو میں آکر بیٹھی۔ منہ پھلا رکھا تھا۔

"کیا ہے۔۔؟" شاہ ویز نے کافی سنجیدگی سے پوچھا تو بخت آور نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

"اپنے بھائی کو فون ملاؤ۔۔ انھیں کہو کہ بخت سی سائیڈ جانا چاہتی ہے۔۔ گھر آئیں اور مجھے لے کر جائیں۔۔" عنیزہ سے ملی موٹیویشن کی بدولت وہ گردن اکڑائے کہہ رہی تھی۔ اس کی دیدہ دلیری پر شاہ ویز نے ایک ابرو اچکائی پھر لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہوئے شاہ میر کا نمبر ملایا۔

"تمہاری ہونے والی بیوی سی سائیڈ جانا چاہتی ہے۔۔ اس کا حکم ہے کہ تم آؤ اور اسے لے کر جاؤ۔۔" شاہ ویز نے کافی صاف گوئی سے اس کی بات شاہ میر تک پہنچائی جسے سنتا جہاں وہ حیران ہوا تھا وہیں بخت آور صوفے سے دو فٹ اونچا اچھلی تھی۔

"اللہ اللہ میں نے حکم تو نہیں دیا۔۔" اسے گھورتی وہ چیخی جس سے بے بہرہ وہ شاہ میر کا جواب سن رہا تھا۔

"اس سے کہہ دو کہ میں بزی ہوں۔۔" کہہ کر اس نے کال کاٹ دی تو شاہ ویز نے اطمینان سے اپنا موبائل سائیڈ پر رکھ دیا۔

"وہ بزی ہے۔۔" اسی اطمینان سے بخت آور تک اس کا جواب پہنچایا تھا۔

"وہ بزی نہ بھی ہوتے تب بھی لفظ "حکم" سننے کے بعد کبھی نہ آتے۔۔"

صوفے سے اٹھ کر اس نے سامنے آتی وہ تپ کر بولی۔

"تو۔۔؟؟"شاہ ویز نے بھنویں اچکائیں۔

"تم نے حکم کیوں کہا۔۔؟؟"وہ رونے والی ہو گئی۔

"کیونکہ تمہارا انداز تحکم آمیز تھا۔۔"

"تھا تو اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ جو دیکھو وہی منہ سے پھوٹ دو۔۔"وہ جل کر بولی۔

"سوری لیکن۔۔

جو دیکھتا ہوں وہ ہی بولنے کا عادی ہوں

میں شہر کا سب سے بڑا فسادی ہوں۔۔" صوفے سے اٹھتا وہ بھرپور سنجیدگی سے کبھی کا پڑھا ہوا شعر بول گیا تو بخت آور کا دل کیا اس کا منہ نوچ لے۔

"بدتمیز۔۔کمینہ۔۔" زیرلب بڑبڑاتی وہ پلٹ گئی۔

"اگر کہتی ہو تو میں لے چلتا ہوں۔۔" بڑی شرافت سے اپنی خدمات پیش کی تھیں۔

"ضرورت نہیں ہے۔۔" وہ کلس کر بولتی دھپ دھپ کرتی سیڑھیاں چڑھنے لگی تو وہ کندھے اچکا کر باہر کی طرف چلا گیا۔

"بخت تم پاگل ہو گیا، چلی جاؤ۔۔یہ موقع پھر نہیں ملے گا!" سیڑھیوں سے نیچے آتی مروہ نے اسے تقریباً دھکا دیا تھا۔ وہ ان دونوں کی گفتگو سن چکی تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے لے چلو۔" منہ بسورتی وہ اس کے پیچھے لپکی۔

"اب نہیں لے جا رہا!" وہ بنا پلٹے بولا۔

"ہیں۔۔؟ کیا مسئلہ کیا ہے؟" وہ بھاگ کر اس کے سامنے آئی۔ شاہ ویز کو اپنے قدم روکنے پڑے۔

"تم اور تمہارا انکار۔۔!" وہ بڑی سادگی سے گویا ہوا۔ چہرہ بے تاثر تھا۔

"ہاں تو اب کہہ تو دیا کہ جا رہی ہوں" وہ دانت کچکچا کر بولی۔

"پر میں نہیں لے جا رہا!" اسے سامنے سے ہٹاتا وہ لاپرواہی سے بولا۔

"تم۔۔ تم۔۔ سمجھتے کیا ہو خود کو؟" وہ کلس کر بولی۔

"سمجھ کر دیکھ لو۔!" جواب فوری تھا۔ کہہ کر وہ اپنی گاڑی کی طرف قدم بڑھا گیا۔

"تم جیسے پاگل کو تو کوئی پاگل ہی سمجھ سکتا ہے!" وہ دل جلانے والے انداز میں اس کے پیچھے سے چیخی تھی۔ وہ برا منائے بغیر اطمینان سے پلٹا۔

"تو تمہیں کس نے کہا کہ تم نارمل ہو؟" بڑی سنجیدگی سے پوچھا تھا۔ وہاں آتی مروہ کی ہنسی چھوٹ گئی جبکہ اس سے پہلے کہ بخت آور اس کا سوال سمجھتی وہ نفی میں سر ہلاتا پلٹ گیا۔ بخت آور نے بری طرح اپنے ہونٹ کاٹے تھے۔

"ذلیل کمینہ گھٹیا۔۔لوفر لمبا بانس کہیں کا۔۔!" سمجھ آنے پر وہ باآواز بلند بڑبڑائی تھی جسے سنتی مروہ تیزی سے اس کے پاس آئی۔۔

"نہیں لے کر گیا؟" اس نے ہنسی روکتے ہوئے پوچھا۔

"میرا مذاق مت اڑاؤ تم سمجھی۔۔!" وہ تپ گئی۔

"اور اس لمبے بانس کو تو میں۔۔۔!" گیٹ سے نکلتی شاہ ویز کی گاڑی دیکھتی وہ تلملا کر بولی۔

"آجائے اس بار زرا یہ بڑی عید۔۔ ٹوکے پر رکھ کر اس بانس کو کاٹوں گی پھر اس کی بانسریاں بنا بنا کر بیچوں گی..!" ہاتھ کا مکا بنا کر ہوا میں لہراتی وہ ہمیشہ کی طرح بے تکا بولی تھی۔ مروہ کو اپنی ہنسی روکنے کے لیے منہ پر ہاتھ رکھنا پڑا۔

♦□♦□♦□♦□♦□

اور پھر وہ دن آ پہنچا تھا جس کے خواب بخت آور کی آنکھوں نے جوانی کی دہلیز پھلانگتے ہی سجا لیے تھے۔زرد لباس زیب تن کیے وہ بالوں کو ڈھیلی سی چوٹی میں مقید کر کے خواتین کے نرغے میں نگاہیں جھکائے بیٹھی تھی۔ چہرے پر آتی شریر لٹوں کو پیچھے کرنے کی بار بار کوشش کرتی تو گوری کلائیوں میں سجی زرد چوڑیاں اس کی سماعتوں میں دھیما سا شور برپا کر کے اسے مزید پزل کر دیتیں۔۔وہ اداس تھی یا شاید مغموم۔۔کوئی نہیں جانتا تھا مگر اسے آنے والے لمحات سے ڈر لگ رہا تھا۔۔

مہندی ہے رچنے والی۔۔

ہاتھوں پہ گہری لالی۔۔

گانوں کے شور میں کئی لمحے وہ یونہی گم صُم سی بیٹھی رہی معاً عجب سے احساس پر اس نے سر اٹھا کر ارد گرد دیکھا۔ ڈھولک کی تھاپ رک چکی تھی۔ کچھ خواتین آپس میں چہ مگوئیاں کر رہی تھیں جبکہ کچھ رشتہ دار خواتین تالیوں کی آواز پر لے لگانے کی کوششوں میں غلطاں، موجودہ صورتحال سے بے بہرہ نظر آنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ دوپٹہ سنبھالتی وہ جلدی سے اٹھی اور مروہ کی تلاش میں کچن کی طرف قدم بڑھائے مگر وہ اسے سیڑھیاں اترتی نظر آگئی تھی۔ چہرے سے بدحواسی ٹپک رہی تھی۔

"کیا ہوا ہے؟" بخت آور نے اس کی کلائی دبوچتے ہوئے پوچھا۔

"شاہ ویز اسلام آباد چلا گیا ہے" مروہ نے مری مری سے آواز میں اسے بتایا۔

"کیا؟ کب؟ اور کیوں یار۔۔ آج تو اسکا نکاح ہے تو پھر کیوں؟ حیران پریشان ہوتی وہ ایک ہی سانس میں سوالات کی بوچھاڑ کر گئی۔

" آئی ڈونٹ نو۔۔ پھپھو تو یہی بتا رہی ہیں کہ اس نے پاکستان آتے ہی کسی کرائم ایجنسی میں جاب کے لیے اپلائی کیا تھا۔۔ کل سے اس کی جوائننگ ہے تو وہ آج صبح کی فلائیٹ سے چلا گیا۔۔۔!" اسے جواب دیتی مروہ نے چند پل کا وقفہ لیا۔

" پھپھو اور پھوپھا بذات خود ابو سے معذرت کرنے آئے ہیں لیکن بھائی کا غصہ کم نہیں ہو رہا!" مزید بولتی وہ اسے بھی پریشان کر گئی تھی۔

"اسلام آباد اتنی دور تو نہیں ہے۔۔ وہ نکاح کے فوراً بعد بھی جا سکتا تھا۔"

بخت آور نے ہونٹ لٹکائے تو مروہ نے اس کی جانب دیکھا۔

"مجھے لگتا ہے کہ وہ یہ شادی کرنا ہی نہیں چاہتا تھا!" پر یقین لہجے میں کہتی وہ پلٹی۔

"آؤ دیکھتے ہیں کیا بنتا ہے" اس کی کلائی پکڑتی مروہ نے ڈرائنگ روم کا رخ کیا تو بخت آور بھی اس کے پیچھے ہولی۔

"ویسے مجھے نہیں لگتا۔۔ وہ بالکل نارمل تھا۔۔ اور ایک دم پر سکون!" بخت آور نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"خدا جانے۔۔" مروہ کوئی بھی نتیجہ اخذ کرنے سے قاصر ہو رہی تھی۔ وہ دونوں ڈرائنگ روم میں پہنچی تو ندرت اور شیر افگن صاحب کو مجرم سا پایا۔

وہ دونوں ہی شرمندہ سے تھے جبکہ عالیان کی حالت بھی ماں باپ سے کچھ جدا نہ تھی۔

"کیا آپ کے سپوت کو آج سے پہلے نہیں پتہ تھا کہ کل سے اُس کی جوائننگ ہے؟ وہ کم از کم کسی سے ڈسکس تو کر سکتا تھا نا بابا۔۔ اب جو باہر مہمان آئے بیٹھے ہیں انھیں کیا جواب دیں گے ہم؟؟" شاہ میر دھیمی آواز میں شیر افگن صاحب سے سوال کر رہا تھا مگر لہجہ۔۔ لہجہ اتنا ہی سخت تھا کہ اس کی چبھن وہاں موجود تمام نفوس محسوس کر رہے تھے۔

"وہ ناہنجار مجھے بتائے بغیر ہی چلا گیا اس نے تو تمہاری ماں کو بھی آگاہ کرنا مناسب نہیں سمجھا بیٹا۔ وہ تو جب شام تک وہ نظر ہی نہیں آیا تو ہمیں

پریشانی ہوئی اور پھر اس سے رابطہ ہوا تو اس ناخلف نے یہ کہانی سنا ڈالی۔۔!"
شیر افگن صاحب نادم سے گویا ہوئے۔

"میں تو تمہارے پاس اسی لیے آیا تھا کہ چلو دونوں باپ بیٹا اسلام آباد چلتے
ہیں۔۔ اسے کان سے پکڑ کر واپس لے آتے ہیں" انھوں نے مزید کہا تو کافی
دیر سے خاموش بیٹھے قدرت اللہ صاحب ہنکارا بھرتے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے افگن۔۔ میری بیٹی مجھ پر بھاری نہیں ہے، شاہ
ویز کے جانے کی وجہ جاب ہے یا پھر کچھ اور۔۔ اس سے اب کوئی فرق نہیں
پڑتا۔۔ تم یہ رشتہ میری طرف سے ختم سمجھو۔۔!" جھکے کندھوں اور اٹھی
نظروں کے ساتھ انھوں نے جانے کس ضبط سے اپنی بات مکمل کی تھی۔
جبکہ پارلر سے واپس آکر وہیں آتی عنیزہ نے بے اختیار سہارے کے لیے

دیوار کو تھام لیا۔۔ سرخ جوڑے میں پور پور سجی وہ ایک پل میں ویران ہو گئی تھی۔

"بابا یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔۔باہر پوری برادری اکٹھی ہو چکی ہے ہم انھیں کیا جواب دیں گے؟" شاہ میر ان کی طرف گھوما۔ ٹپ ٹپ ٹپ۔۔ عنیزہ کی آنکھوں سے کئی آنسو گر کر بے مول ہو گئے۔ مروہ اور بخت آور کی آنکھیں بھی بھر آنے لگیں۔

"قدرت اگر تمہیں اعتراض نہ ہو تو میرا بیٹا عالیان حاضر ہے۔۔ میں تم سے عنیزہ کا ہاتھ عالیان کے لیے مانگتا ہوں۔۔ اگر تم ہاں کر دو تو سب ٹھیک ہو سکتا ہے!" اپنے تئیں مسئلے کا حل پیش کرتے وہ عالیان کو تپتی دھوپ میں کھڑا کر چکے تھے۔ اس نے فوراً ماں کی طرف دیکھا جو بے بس نظر آ رہی

تھیں۔ مروہ کو اپنے حلق میں کچھ اٹکتا ہوا محسوس ہوا۔۔ اگر ابو نے ہاں کہہ دی تو؟؟؟ اس سوال نے شدت سے اس کے اندر سر ابھارا تو اسے اچانک ہی اپنا تنفس تیز ہوتا محسوس ہوا۔ عالیان کی نظروں سے بچنے کے لیے وہ سرعت سے کمرے سے نکل گئی جبکہ عالیان کے لیے وہاں رکے رہنا محال ہوا۔

"بولو قدرت۔۔ کچھ تو جواب دو یار۔۔!" شیر افگن صاحب نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"ٹھیک ہے۔۔ لیکن پہلے عالیان سے پوچھ لو۔۔!" پشت پر ہاتھ باندھ کر کہتے وہ راشدہ بیگم کی طرف متوجہ ہوئے۔

"جب تک فیصلہ نہیں ہو جاتا عنیزہ کو اس کے کمرے میں لے جاؤ راشدہ" بیٹی کو دہلیز میں کھڑے دیکھ وہ سنجیدگی سے بولے پھر مزید کچھ کہے بغیر ڈرائنگ روم سے نکل گئے۔ عالیان نے سرخ پڑتی آنکھوں کی پلکیں جھپکائیں۔ دل کی حالت اس پل خراب تھی۔ شاہ میر کی نظر ہونق کھڑی بخت آور پر پڑی تو اسے وہاں سے جانے کا اشارہ کر کے خود بھی باہر نکل گیا۔ جبکہ موقع ملتے ہی عالیان باپ کے سامنے آیا تھا۔

"آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں بابا؟ میں عنیزہ کو پسند نہیں کرتا!" اس نے صاف کوری بات کی تھی۔

"یعنی تم بھی مجھے شرمندہ کروانا چاہتے ہو؟" وہ مدھم آواز میں غرائے۔

"آپ جو بھی سمجھیں۔۔!" وہ بے خوفی سے گویا ہوا۔

"عالیاااان۔۔۔!" انھوں نے اسے مارنے کے لیے ہاتھ بلند کیا تو وہ سر کو جھکا گیا۔ لب بھینچتے ہوئے انھوں نے بڑی مشکلوں سے خود پر ضبط کر کے فضا میں معلق ہاتھ کی مٹھی بنائی تھی۔

"تم عنیزہ سے نکاح کرو گے۔۔ آج۔۔ ابھی۔۔ اسی وقت۔۔!" ان کا لہجہ ہر قسم کی رعایت سے عاری تھا۔

"اپنی عزت بچانے کے لیے بیٹے کو قربان کرنا چاہتے ہیں؟" عالیان نے بھاری ہوتی آواز میں پوچھا۔ نظریں ہنوز جھکی تھیں۔

"اپنی نہیں۔۔ قدرت کی عزت بچانا چاہتا ہوں۔۔ پھر شاید اس گھر سے ہمارا رشتہ بھی بچ جائے، اور تمہارے ماموں سے میری دوستی بھی!" شکست

خوردہ سے لہجے میں کہہ کر وہ وہاں سے نکلتے چلے گئے۔۔ عالیان نے لب بھینچتے ہوئے ماں کی طرف دیکھا۔ وہ وہیں موجود تھیں۔

"سب جا چکے ہیں، آپ بھی چلی جائیں مما۔۔ مجھے کسی خاموش تماشائی کی ضرورت نہیں ہے" صوفے پر ڈھیتے ہوئے عالیان نے بے تاثر لہجے میں کہا۔

"عنیزہ بہت اچھی بچی ہے، اور مروہ سے زیادہ پیاری بھی۔۔ تم بہت خوش رہو گے میری جان!" اس کے سامنے آتی وہ نرمی سے گویا ہوئیں تو عالیان نے زخمی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھا۔ جب اس کی ماں ہی اسے نہیں سمجھ رہی تھی تو پھر باپ سے کیا بعید۔۔؟؟ اس نے بنا کچھ کہے صوفے کی

پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔ مروہ کا نازک سراپا چھم سے اس کے تصور میں آ کھڑا ہوا تو اس کے لب دھیرے سے مسکرا دیے۔

دل ہے بے چینیوں کی مٹھی میں

ذہن پہ "تو" سوار رہتا ہے

✿✿✿✿✿✿✿✿

فون کی بجتی گھنٹی سن کر واشروم کی طرف جاتے شاہ میر کے قدم لمحہ بھر کو تھم سے گئے۔ نا چاہتے ہوئے بھی وہ پلٹا اور سائیڈ ٹیبل پر پڑے اپنے فون تک آیا۔ سکرین پر چمکتا نمبر دیکھ کر اُسکی بھنویں تن گئیں۔ اسنے توقع نہیں کی تھی کہ شاہ ویز اُسے کال کرے گا۔

"میری بہن کو عین نکاح والے دن چھوڑ کر جانے کے باوجود تُم میں اِتنی ہمت کیسے آگئی کہ تُم نے مجھے کال کرلی شاہ ویز آفریدی؟" فون کان سے لگاتے ہی وہ دھیمی آواز میں غرایا تھا۔ دوسری جانب وہ پل بھر کو خاموش رہا۔

"مَیں نکاح چھوڑ کر آیا ہوں۔۔ اپنی منگیتر کو نہیں۔۔!" اپنے مخصوص اکھڑ لہجے میں اسنے بڑا مختصر جواب دِیا تھا۔

"تو تُمھیں ابھی بھی یہ خُوش فہمی ہے کہ تم عنیزہ کے منگیتر ہو؟" شاہ میرے نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"جو میرا ہے وہ ہمیشہ میرا ہی رہتا ہے اور یہ تم اچھی طرح جانتے ہو" اسکی دو ٹوک آواز فون کے سپیکر سے ابھری تو شاہ میر نے اپنے لب بھینچ لیے۔

"میری بہن تمہاری جاگیر نہیں ہے شاہ ویز" وہ ترش لہجے میں بولا تو دوسری جانب وہ مُبہم سا مسکرایا۔

"اور تمھارا بھائی؟ اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟ یَا پھر تمہارے سارے رشتے اسی گھر سے مُنسلک ہیں؟ مما بابا عالیان اور میں؟ ہم کہاں ایگزیسٹ کرتے ہیں؟؟" اُسکی کاٹ دار آواز نے شاہ میر کو خاموش کروادیا تھا۔

"مطلب کیا ہے تمہارا۔؟؟"

"اتنا مشکل سوال تو نہیں پوچھا میں نے۔؟؟" شاہ ویز کی مسکاتی آواز فون کے سپیکر سے ابھری تو اس بار وہ کچھ نہ بولا۔ اس کے پاس واقعی کوئی جواب نہیں تھا۔

"خیر میں نے تمہیں بتانا تھا کہ عالیان مروہ کو پسند کرتا ہے۔۔ عنیزہ کو اس کے سر تھوپ کر تین زندگیاں برباد مت کرو۔!" اس کی خاموشی کے جواب میں وہ پھر سے بولا تو شاہ میر نے دوسرے ہاتھ سے اپنی پیشانی کھجائی۔

"ہم میں سے کوئی بھی عنیزہ کو عالیان کے سر نہیں تھوپ رہا شاہ ویز۔۔ اسے انکار کرنے کا حق حاصل ہے اسے کہو کہ انکار کر دے۔!" بے تاثر لہجے میں کہہ کر اس نے رابطہ منقطع کرنا چاہا لیکن اس کی اگلی بات سن کر رک گیا۔

"اگر بابا کے نزدیک اولاد کے انکار کی کوئی اہمیت ہوتی تو آج یہ صورتحال پیدا ہی نہ ہوتی شاہ میر۔۔ میں اول روز سے شادی کے لیے انکار کرتا رہا

ہوں لیکن بابا نے میری نہیں سنی۔۔!" اس نے مختصراً شاہ میر پر حقیقت آشکار کی۔

"اس شادی کو روکو۔۔ میں عنیزہ سے شادی کرلوں گا لیکن مجھے کچھ وقت چاہئیے۔۔ "!

"اور یہ صورتحال۔۔؟ یہ کیسے مینیج ہو گی۔۔؟ گھر مہمانوں سے بھرا ہوا ہے انھیں کیا جواب دیں گے میرے بابا؟" فون پر اپنی گرفت سخت کرتا وہ سنجیدگی سے بولا۔

"تو تم اپنی منگیتر سے آج ہی نکاح کرلو نا۔۔ چار دن بعد بھی ہونا ہے تو آج ہی سہی۔۔!" اس نے بڑے اطمینان سے حل پیش کیا تھا۔ شاہ میر سوچ میں پڑ گیا۔

"ہمممم۔۔ یہ ممکن ہے۔۔ لیکن پھر تمہیں بابا جان سے معافی مانگ کر عنیزہ سے شادی کا یقین دلانا ہو گا۔" وہ ایک پل میں جیسے ہلکا پھلکا سا ہو گیا تھا۔ کندھوں سے کوئی بوجھ ہٹ گیا تھا۔

"مجھے منظور ہے" دوسری جانب وہ مسکرایا تو شاہ میر نے بھی ایک لمبی سانس خارج کی۔ بالآخر اسے اس مسئلے کا حل مل ہی گیا تھا۔۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

سب کلائی کی ہی تو بات ہے،

ورنہ چوڑیاں کہاں حسیں ہوتی ہیں

نازک کلائی ایک جھٹکے سے مقید ہوئی تو مروہ نے پلٹ کر مقابل کی طرف دیکھا۔ کئی چوڑیاں ٹوٹ کر زمین پر بکھر گئیں جن کی پرواہ کیے بغیر اسے اپنی طرف کھینچ کر عالیان نے قدرے نرمی سے دیوار سے لگا دیا۔ اس کی جرات پر مروہ نے بے یقینی کے سے عالم میں اس کی طرف دیکھا پھر پوری قوت سے اپنی کلائی واپس کھینچی نتیجتاً بچی کچھی چوڑیاں بھی ٹوٹ گئیں مگر آزادی۔۔؟ناممکن سی تھی۔

"یہ کیا حرکت ہے؟ شرم نہیں آتی تمہیں؟" پھر سے اپنی کوشش دہراتی وہ غرائی تو بغور اس کا چہرہ دیکھتا وہ قدرے جھکا۔ مروہ بے اختیار پیچھے ہوتی اس بار خود دیوار سے لگ گئی تھی۔

"شرم لڑکیوں کا زیور ہے۔۔ مردوں میں اس کا کیا کام؟" اس کی آنکھوں میں جھانکتا وہ دھیمے لہجے میں بولا تو مروہ نے سلگتی ہوئی نظروں سے اسے گھورا۔

"مرد اور مردانگی۔۔۔ معنی بھی جانتے ہو تم اس کے؟" اسے پیچھے دھکا دیتی وہ پھنکاری۔ چہرے پر درد کی سرخی نمایاں تھی۔ عالیان کو اس کا سوال کسی تازیانے کی مانند لگا تھا۔

"کہتی ہو تو سمجھا دیتا ہوں!" ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ کر انھیں پشت پر باندھتا وہ پھر سے اس کے قریب ہوا تو اپنی کلائی مسلتی مروہ نے تڑپ کر اسے دیکھا۔ آنکھوں میں ضبط کی سرخی لیے کھڑا وہ جن نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا مروہ کو اپنی جان نکلتی محسوس ہوئی۔

"اپنی منکوحہ کی بہن سے عشق فرمانا مردانگی نہیں ہے عالیان آفریدی!" لرزتی ہوئی آواز میں کہتے ہوئے مروہ نے ایک نظر کوریڈور میں دیکھا جو سنسان پڑا تھا۔ کاش کہ کوئی آہی جاتا۔۔ وہ دل میں یہی دعا کر سکی تھی۔

"جس سے ہو جائے عشق پھر اسی سے فرمایا جاتا ہے مائے ڈیئر کزن" گہری نگاہوں سے اسے دیکھتا وہ دوبدو بولا تو مروہ کے اندر آگ سی جلنے لگی۔ وہ اس کی پسند سے آگاہ تھی مگر اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ وہ چنچل سا لڑکا یوں کسی روز مرد کا روپ دھارے اس کے مقابل 'تقاضا' بن کر آ کھڑا ہو گا۔

"تو پھر میری بہن کی زندگی کیوں برباد کی۔۔؟؟" آنکھوں میں اڈتی نمی کو پیچھے دھکیلتی وہ بازو لپیٹ کر بولی۔ ہاتھوں کی لرزش چھپانے کی اپنی سی کوشش کی تھی۔

"تمہاری بہن سے شادی کا مطلب۔۔ عالیان آفریدی کی بربادی ہے مروہ۔۔ یہ کیوں نہیں سمجھ رہی تم؟" اپنے بازو پشت سے کھول کر یک دم اس کے بازو اپنی گرفت میں لیتا وہ اسے سن کر گیا تھا۔ٹپ۔۔ٹپ۔۔ مروہ کی آنکھیں بہنے لگیں۔ٹانگیں بے جان ہو رہی تھی۔

"مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سمجھنی۔۔!" اس نے روتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ہاں وہ اس شخص کا سامنا نہیں کر سکتی تھی۔نہ آج۔۔ اور نہ پھر کبھی دوبارہ۔۔

"میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ ہمارا رشتہ بدل چکا ہے۔۔!" اس نے بڑی دقتوں سے عالیان کے ہاتھ جھٹکے۔

"تم کچھ نہیں جانتی۔۔!" نفی میں سر ہلاتا وہ تاسف زدہ انداز میں بولا۔

"مجھ سے دور رہو۔۔!" اسے پیچھے دھکیلتی وہ وہاں سے جانے کے لیے پلٹی۔

"ساری زندگی تمہیں میرے ہی پاس رہنا ہے مروہ۔۔ اور تم دور رہنے کی بات کر رہی ہو۔۔!" وہ غیر لچک انداز میں گویا ہوا۔ مروہ کو لگا وہ پاگل ہو جائے گی۔ اسے وہ پسند نہیں تھا۔۔ ہاں اسے وہ شخص کبھی پسند نہیں تھا۔ خود کو یقین دلاتی وہ اندھا دھند وہاں سے بھاگی تھی۔ لان میں آتے آتے اس کا سانس پھول چکا تھا۔ لبالب پانی بھری آنکھوں سے اس نے سامنے کا منظر دیکھنا چاہا۔ روشنیوں کی چکا چوند میں ہر چہرے پر مسرت تھی۔ وہاں نکاح

مبارک کا شور سا تھا۔ گہما گہمی کے عالم میں قہقہے گونج رہے تھے۔ مروہ کو اپنی دنیا اندھیر ہوتی محسوس ہوئی تھی۔ یہ کیا ہوا تھا اور کیوں؟؟ اسی کے ساتھ کیوں..؟؟ اسے تو عالیان سے محبت نہیں تھی۔۔ پھر یہ تکلیف کیوں؟؟؟ کیوں.. کیوں۔۔؟ ڈھیر سارے کیوں اس کے سامنے آ کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے سہارے کے لیے کوئی پناہ تلاشنا چاہی تبھی وہ اس کے سامنے آئی تھی۔ عروسی لہنگے سے محروم۔۔ سادہ سے شیفون سوٹ میں ملبوس اسکی بہن۔۔ وہی جو اس کے سکھ دکھ کی ساتھی تھی۔ مروہ نے لرزتا ہوا ہاتھ اس کے چہرے کی طرف بڑھایا جسے عنیزہ نے بروقت تھام لیا۔

"تم ٹھیک ہو؟" اس نے بے اختیار اس کے بھیگے گال کو چھوا تو مروہ نے با وقت سر اثبات میں ہلایا تو وہ بہت آہستگی سے اس کے گلے لگ گئی۔

"بھائی اور بخت کا نکاح ہو گیا ہے۔۔ بہت بہت مبارک ہو" وہ اس کے کان میں سر گوشیانہ چہکی تو مروہ فوراً اس سے الگ ہوئی۔

"اور تمہارا۔؟" وہ خود کو پوچھنے سے روک نہیں پائی تھی۔

"میرا دولہا بھاگ گیا تو کس سے کروں نکاح؟" کندھے اچکاتی وہ مسکرا کر بولی تو مروہ کی آنکھ سے دو آنسو چھلک پڑے۔۔ شاید یہ آخری تھے۔ سامنے کا منظر صاف ہوا تو اسے عنیزہ کی سوجی ہوئی آنکھیں نظر آئیں۔

"تمہارا تو۔۔ عا۔۔ لیان سے۔۔!" وہ چاہنے کے باوجود اپنا سوال مکمل نہ کر پائی۔

"نہیں ہوا۔ شاہ ویز کی کال آگئی تھی، مجھ سے بہت معذرت کر رہا تھا اور اس نے بابا کو بھی منا لیا ہے۔۔ وہ چھ ماہ بعد واپس آئے گا تو پھر ہمارا نکاح بھی

ہو گا اور میری رخصتی بھی۔۔۔ اور آج۔۔ آج کا فنکشن کور کرنے کے لیے بابا نے بھائی اور بخت کا نکاح کروا دیا ہے۔۔ چار دن بعد بھی ہونا ہی تھا تو آج ہی سہی۔۔!" وہ جیسے جیسے بول رہی تھی مروہ کی سانسیں سہل ہو رہی تھیں۔ یوں جیسے دل سے کوئی بھاری سل ہٹ گئی ہو۔ وہ بے اختیار اس کے گلے لگی تھی۔

"سمجھ نہیں آ رہی کیا کہوں!" وہ دبی دبی نم آواز میں بولی تو عنیزہ مسکرائی۔

"تمہیں کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہیں ہے، تمہارا چہرہ سب کہہ رہا ہے" عنیزہ نے اس کی کمر میں چٹکی کاٹتے ہوئے کہا تو وہ خود کو سنبھالتی اس سے دور ہوئی۔ تبھی وہ دشمن جان وہاں آیا تھا۔ مروہ نے بے اختیار اس سے نظریں چرائیں۔

"میں بخت سے مل لوں زرا۔۔ اسے میری ضرورت ہو گی!" دوپٹہ سنبھالتی وہ وہاں سے بھاگی تو عالیان کے لبوں پر مسکراہٹ در آئی۔ عنیزہ نے اچٹتی نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔ جاذب نظر نقوش سے سجا اس کا وجیہہ چہرہ اور چہرے پر سجی مسکان۔۔ عنیزہ کے اندر کچھ جل سا گیا۔ اس کے عنابی لبوں کے اطراف میں اگتی ہلکی ہلکی شیو۔۔ اور لمبی گردن کے وسط میں ابھری ہوئی گلٹی۔۔ وہ اپنے اکیسویں سال میں تھا۔ عنیزہ نے یک دم نگاہوں کا رخ بدل ڈالا۔ وہ کسی طور شاہ ویز سے بہتر نہیں تھا۔ اس نے جیسے خود کو یقین دلایا اور پھر وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

✿✿✿✿✿✿

"بخت آور علی۔۔ ولد منیب علی آپکا نکاح شاہ میر آفریدی۔۔ ولد شیر افگن آفریدی کے ساتھ، سکہ رائج الوقت پچاس کروڑ روپے کے عوض پڑھایا جاتا

ہے۔۔کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟" مولوی کی کڑک دار آواز پر سر جھکائے بیٹھی بخت آور نے چونک کر سر اٹھایا۔ آیا وہ پچاس کروڑ کے عوض ہی پوچھ رہا تھا؟ اس کی آنکھوں میں اُمڈتا سوال گھونگھٹ میں کسی کو نظر نہ آیا مگر اسے خاموش پا کر راشدہ بیگم نے جلدی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔۔

"بولو بیٹا۔۔۔!" انھوں نے کہا تو اس نے جھٹ ہاں میں سر ہلایا۔۔

"قبول ہے۔۔ قبول ہے قبول ہے۔۔!" بنا رکے اس نے دھیمی آواز میں کہا تو آس پاس دبے دبے سے قہقہے اُمڈ پڑے۔

"ایک ساتھ تین بار نہیں کہنا تھا بخت۔۔!" اس کے کان کے قریب جھکتی راشدہ بیگم نے بے بسی کے عالم میں کہا تو اس نے نچلا لب دانتوں میں دبا لیا۔

"آپ پھر سے پوچھیے مولوی صاحب۔۔ بچی زرا گھبرائی ہوئی ہے" قدرت اللہ صاحب نے صورتحال سنبھالنے کی سعی تھی۔

"یہ گھبراہٹ ہے یا بے تابیت؟؟" کسی منچلے نے لقمہ دیا تو شاہ میر نے گردن موڑ کر بولنے والے کو دیکھنا چاہا مگر ناکام۔۔۔ اس نے ہونٹ بھینچتے ہوئے سر جھکا لیا۔ مولوی پھر سے پوچھ رہا تھا اور وہ پھر سے جواب دے رہی تھی لیکن شاہ میر کا موڈ غارت ہو چکا تھا۔ مبارک سلامت کا شور سن کر وہ ہوش کی دنیا میں واپس آیا تو اندازہ ہوا کہ بخت آور کی بے وقوفی کا اثر زائل ہو چکا ہے۔ ہر کوئی خوش گپیوں میں مصروف تھا۔۔ عجب گہما گہمی کا عالم تھا۔۔ ہر چہرے پر خوشی و اشتیاق کی ملی جلی سی کیفیت دیکھ کر۔ اس نے بھی مسکرانے کی ناکام کوشش کی۔۔ جانے کیوں مشکلات بڑھتی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ لڑکی اس کی طبعیت اور فطرت کے بالکل برعکس تھی مگر دل۔۔؟

دل کا کیا کرتا جس کی ہر دھڑکن اس کے ہر ہر قدم کے سنگ کروٹ لے کر رہ جایا کرتی تھی۔ پشت پر ہاتھ باندھتا وہ باہر لان میں نکل آیا جو جگ مگ کر رہا تھا۔ روشنیوں کی چکا چوند کو تکتا وہ پینتالیس منٹ قبل کے منظر میں گم سا گیا جب وہ اس کے مقابل آئی تھی۔

"سنیے "کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جھانکتے ہوئے وہ نظریں جھکا کر بولی۔ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے شاہ میر کو اس کا عکس آئینے میں نظر آیا تو کف لنکس بند کرتا وہ اس کی جانب پلٹا۔

'فرمایئے۔۔!" انداز میں عجلت تھی۔

"میں اندر آجاؤں ؟ابھی آدھی رات نہیں ہوئی" وہ شاہ میر کی اس رات کی تنبیہ سے خوفزدہ، اندر داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کر رہی تھی۔

"ہمم۔۔ آجاؤ۔۔!" اس نے باقاعدہ ہاتھ سے اسے اندر آنے کا اشارہ کیا۔

"وہ نا مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔۔!" ہاتھ پشت پر باندھ کر اندر آتی وہ سر اونچا کر کے بولی تو کلائی پر گھڑی باندھتے ہوئے اس نے سر اثبات میں ہلایا۔

"جلدی کہو باہر سب میرا انتظار کر رہے ہیں۔۔!" وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوا تو بخت آور نے اس کا وجیہہ چہرہ دیکھا۔ ہمیشہ کی طرح مغرور سی ایک لکیر اس کی پیشانی پر رینگ رہی تھی۔

"میں نے آپ سے اپنے حق مہر کی بات کرنی ہے، اب میرے ماں باپ تو ہیں نہیں تو میں نے سوچا۔۔ میں خود ہی کہہ دیتی ہوں..!" معصومیت کے اگلے پچھلے سارے ریکارڈ توڑتی وہ ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتے ہوئے بولی تو شاہ میر نے اس کی بات پر کچھ اچنبھے سے اسے دیکھا۔ گھر میں ایک تماشے

کے بعد معاملہ بامشکل سنبھلا تھا اور وہ ہر شے سے بے نیاز حق مہر کے لیے متفکر نظر آ رہی تھی۔

"سریسلی۔۔؟ تم پاگل تو نہیں ہو؟؟" اس کی طرف دیکھتا وہ سخت لہجے میں بولا تو اس نے جھٹ نفی میں سر ہلایا۔

"اللہ کی قسم میں بالکل نارمل ہوں۔۔!" وہ جلدی سے بولی۔

"لگ تو نہیں رہیں۔۔!" وہ اس بار قدرے مدھم لہجے میں بولا۔

"کیوں بھئی؟ کیا میری آنکھوں میں ٹیڑھا پن اتر آیا ہے۔۔؟" حیرت کا شکار ہوتی وہ قدرے ترچھا جھک کر آئینے میں دیکھتی بولی۔

"کیا میری رال ٹپک رہی ہے؟؟" اس نے اپنے لبوں کو پھیلایا۔ نظریں ہنوز شیشے میں خود کو گھور رہی تھیں۔ شاہ میر کا دل کیا اپنا سر پیٹ لے جبکہ اس کی دلی حالت سے بے بہرہ وہ اپنا معائنہ کر رہی تھی۔

"یا میری ناک بہہ رہی ہے؟؟" اس بار اس نے اپنی ناک کو شہادت کی انگلی سے چھونا چاہا تھا۔ شاہ میر نے سرعت سے اس کا ہاتھ تھام کر پیچھے جھٹکا۔

"تمہیں یہ ساری فضول حرکتیں میرے ہی سامنے کرنا ہوتی ہیں؟؟" وہ غصیلے پن سے بولا۔

"نہیں آپ کے پیچھے بھی کرتی ہوں۔۔!" سیدھی ہوتی وہ کچھ گھبرا کر بولی۔

"بخت۔۔ میں تمہارا کیا کروں۔۔" وہ کلس کر بولا۔

"میرا نہیں حق مہر کا۔۔مجھے آپ سے پانچ کروڑ حق مہر چاہئیے۔۔!" انگلیوں پر گنتی وہ مسکرا کر بولی۔شاہ میر کو اس کی دماغی حالت پر شبہ ہوا۔

"پانچ کروڑ حق مہر۔۔؟ کس خوشی میں؟؟ "

"خوشی میں نہیں طلاق میں۔۔۔ حق مہر طلاق کی صورت میں دیا جاتا ہے۔۔!" وہ اس کی عقل پر ماتم کرتی بولی۔ابھی نکاح نہیں ہوا تھا اور وہ طلاق کی بات کر رہی تھی۔

"بخت آور۔۔اس سے پہلے کہ میرا دماغ خراب ہو جائے یہاں سے دفع ہو جاؤ۔۔'ہاتھ سے کمرے کے دروازے کی طرف اشارہ کرتا وہ سلگ کر بولا۔

"دیکھا۔۔ اسی لیے مانگ رہی ہوں پانچ کروڑ۔۔ ابھی سے دفع کر رہے ہیں۔۔ اگر بعد میں کیا تو۔۔!" بات ادھوری چھوڑتے ہوئے اس نے رونے والا منہ بنایا۔

"مطلب کیا ہے تمہارا؟؟" وہ جھنجھلا گیا۔

"مطلب صاف ہے، شادی کے بعد اگر آپ میری الٹی حرکتوں سے تنگ آگئے، یا آپ کا مجھ سے دل بھر گیا۔۔ یا پھر میرے ہاتھ کے بدذائقہ کھانے کھا کھا کر آپ بے زار ہو گئے اور مجھے طلاق دینے کا سوچا تو۔۔" جوش میں آکر تیز تیز بولتی وہ لمحہ بھر کو رکی۔

"تو۔۔؟؟" شاہ میر ابھی تک حیرت زدہ تھا۔

"تو یہ کہ ساتھ ہی آپ کو یہ بھی سوچنا پڑے گا کہ بخت آور کو پانچ کروڑ دینا پڑیں گے سو۔۔ نہ آپ کے پاس پانچ کروڑ ہوں گے۔۔ اور نہ آپ مجھے طلاق دے پائیں گے۔۔!" بازو لپیٹ کر اپنی بات مکمل کرتی وہ خود کی عقل مندی پر دل ہی دل میں خود کو داد دیتی مسکرائی۔ اس کے تقاضے کی پیچھے کار فرما معصوم سوچ جان کر وہ لمحہ بھر کو چونکا پھر مبہم سا مسکرایا۔

"تم نے یہ سوچا بھی کیسے کہ میں تم سے بے زار ہو جاؤں گا؟؟" اس کی آنکھوں میں جھانک کر کہتا وہ سنجیدہ ہوا تو بخت آور نے پلکیں جھپکائیں۔

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ مجھے کوئی اور لڑکی پسند آجائے۔۔!" اس نے فوراً اسے سکے کا دوسرا پہلو دکھایا تھا نتیجتاً اس کے چہرے کا رنگ یک لخت بدلا۔

"ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں کبھی نہ چھوڑوں اور ساتھ ہی دوسری شادی بھی کرلوں۔۔؟؟" وہ مزید جھکا۔ بخت آور کی آنکھیں لمحوں میں بھیگی تھیں۔ ناک شدت ضبط سے سرخ پڑنے لگی۔ ہونٹوں کی کپکپاہٹ واضح تھی۔

"یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں۔۔!" خوفزدہ ہوتی بخت آور کے لب پھڑپھڑائے۔ وہ بس رو دینے کو تھی۔ جبکہ اسے یوں بے وقوف بنتا دیکھا شاہ میر کے لیے اپنی مسکراہٹ روکنا محال ہو گیا۔

"اگر آپ ایسا کریں گے تت۔۔ تو میں۔۔!" حلق میں اٹکتے آنسوؤں کے باعث اس سے بولا بھی نہ گیا۔

"تم کیا۔۔؟؟" شاہ میر کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ وہ اسے ہمیشہ سے بڑھ کر معصوم لگی تھی۔ اس کے سوال پر بخت آور نے بے بسی سے ہونٹ مروڑے۔

"خالہ۔۔۔خالہ۔۔۔!"وہ باقاعدہ چیخی تھی۔

"میں خالہ کو بتاؤں گی۔۔!" بھیگتی آنکھیں رگڑتی وہ باہر جانے کو بھاگی جب شاہ میر نے سرعت سے اس کی کلائی تھام لی۔

"بے وقوف لڑکی۔۔ میں ایسا کبھی نہیں کر سکتا۔۔!" اسے اپنی طرف کھینچتے ہوئے وہ سنجیدہ۔۔ جذبات سے بھاری ہوتی آواز میں بولا تو بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھتی بخت آور کا دل شدتوں سے دھڑکا تھا۔

"نہ تو میں خود کسی دوسری عورت کو اپنی زندگی میں شامل کروں گا، نہ ہی کسی دوسرے مرد کو تمہاری زندگی میں برداشت کروں گا۔۔ مرنے کے بعد بھی نہیں بخت۔۔ یہ یاد رکھنا۔۔!" آخری الفاظ پر زور دے کر بولتا وہ بہت آہستگی سے اس کی کلائی چھوڑ گیا۔ وہ بت بنی حیرت زدہ سی اسے تکتی رہ گئی جبکہ بیڈ پر پڑے کاغذات سمیٹ کر وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا اور اب۔۔ ان کاغذات پر دستخط کر کے وہ اس کے تمام تر حقوق اپنے نام کر چکا تھا۔ اس خوبصورت سوچ کے آتے ہی وہ اس دوران پہلی بار کھل کر مسکرایا تھا۔ اس نے حق مہر پانچ کی بجائے پچاس کروڑ رکھوایا تھا کیونکہ وہ بے وقوف نہیں جانتی تھی کہ پانچ کروڑ کی رقم ادا کرنا اس کے لیے کچھ مشکل نہ تھا۔۔ ناممکن تو پچاس کروڑ روپے کی ادائیگی بھی نہ تھی مگر بہر طور۔۔ وہ اس وقت اسّی کروڑ روپے کا مالک تھا جو قدرت اینڈ سنز کے چالیس فیصد شئیرز کی موجودہ

قیمت تھی۔ باقی کے ساٹھ فیصد ارصم اور عنیزہ مروہ کے نام تھے۔ اس کے علاوہ وہ شیر افگن آفریدی کی تمام تر جائیداد و کاروبار میں بھی چالیس فیصد کا مالک تھا جبکہ باقی کے ساٹھ فیصد کے لیے شاہ ویز اور عالیان دعویدار تھے۔

✿✿✿✿✿✿✿

یہ فقط دل کے بس کی بات نہیں!!.

جگر چاہیے تیرے سوا رہنے کو!!.

کون بھرتا ہے کمبخت کان تیرے!!.

کون کہتا ہے تجھے یار جدا رہنے کو!.

بھاری۔۔ مدھم۔۔ سنجیدگی سے پُر آواز پر مروہ نے یک دم پلٹ کر دیکھا۔

وہ اپنے پورے قد سے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"تم سوئے نہیں؟" بازو لپیٹتے ہوئے اس نے آہستگی سے پوچھا۔

"تم بھی تو جاگ رہی ہو!" اپنی پشت پر ہاتھ باندھتا وہ نظر جھکا کر بولا۔

"شادی والا گھر ہے، صرف میں ہی نہیں میرے علاوہ تقریباً گھر کا ہر فرد ہی جاگ رہا ہے!" مروہ نے کندھے اچکاتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔

"ہاں مگر سب ایک دوسرے کے ساتھ، خوش گپیوں میں رات گزار رہے ہیں اور تم یہاں چھت پر۔۔ تنہا۔۔ فرق تو ہے نا؟؟' دو قدم کا فاصلہ مٹا کر اس کے بالکل ساتھ آکر کھڑے ہوتے ہوئے اس نے آسمان کی طرف

دیکھا۔ وہ سیاہ تھا۔۔ دور دور تلک بالکل سیاہ۔۔ چاند سے محروم مگر ستاروں سے گھرا۔۔

"تو تم بھی انھی میں شامل ہو جاؤ نا۔۔ یہاں کیوں آئے ہو؟" اس کی طرف دیکھے بنا وہ بھی آسمان کو دیکھتے ہوئے بولی تو عالیان نے زرا سی گردن ترچھی کر کے اس کا چہرہ دیکھا۔ ملیح چہرے پر سجی سیاہ آنکھوں میں تاروں کا عکس جھلملا رہا تھا۔

"تمہارے بغیر ہر محفل مجھے اداس لگتی ہے مروہ۔۔ بس اسی لیے!" وہ سنجیدگی سے بولا تو مروہ نے آنکھوں میں امڈتی نمی کو بامشکل حلق میں اتارا۔

"مجھے تم میں کوئی دلچسپی نہیں ہے عالیان۔۔ پلیز مجھے ٹریپ کرنے کی کوشش مت کرو!" اس کی طرف گھومتی وہ اپنا اعتماد بحال کر کے بولی تو عالیان نے خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"ٹریپ کرنے کا مطلب جانتی ہو تم؟" اس کی پہلی بات کو نظر انداز کیے وہ بے تاثر لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"سب مطلب مطالب جانتی ہوں میں۔۔ تم جاؤ پلیز۔۔!" مروہ نے نظر چرا لی۔

"اور محبت۔۔؟؟" وہ مزید پوچھ رہا تھا۔

"محبت میری ڈکشنری میں کہیں نہیں ہے عالیان۔۔!" اسے اپنا دامن بچانا مشکل لگ رہا تھا۔

"اور شادی۔۔؟ وہ ہے ڈکشنری میں یا وہ بھی نہیں ہے؟" وہ سوال پر سوال کر رہا تھا۔ مروہ نے ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں مسل ڈالیں۔

"ہے لیکن۔۔!" اس کی طرف گھومتی وہ بولتے ہوئے رک گئی۔

"لیکن کیا۔۔؟؟" عالیان کے لب ہلے۔

"مجھے ابھی پڑھنا ہے۔۔!" اس نے بہانہ گھڑا۔

"کتنے سال۔؟"

"بہت سال۔۔"!

"مثلاً۔۔؟ دو، چار یا پانچ۔۔؟ میں اگلے سو سال تک تمہارا انتظار کر سکتا ہوں!" بھرپور سنجیدگی سے بولتا وہ اسے نا چاہتے ہوئے بھی ہنسنے پر مجبور کر گیا تھا۔

"تم بوڑھے ہو جاؤ گے۔۔!" دھیمے سروں میں ہنستی وہ اسے ہمیشہ سے بڑھ کر اچھی لگی تھی۔

"تم کون سا جوان رہو گی۔۔!" وہ خود بھی مسکرایا۔

"ہاں تو دانتوں سے محروم، سفید بالوں والی بڑھیا سے شادی کر کے کیا کرو گے تم۔۔؟" اپنی ہنسی دباتی وہ پوری اس کی جانب گھوم گئی۔

"تمہارے جھریوں زدہ ہاتھ تھام کر انھیں اپنی محبت کا پہلا بوسہ دوں گا۔۔" اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہتا وہ پل بھر کو رکا تھا۔

"ایک بار۔۔

دو بار۔۔

بار بار۔۔

سو بار۔۔" اس کے سنجیدہ لہجے میں شدت ہی شدت تھی۔ مروہ کے دل نے بے اختیار کروٹ بدلی. وہ سرعت سے دو قدم پیچھے ہٹی۔

" انتہائی بے ہودہ انسان ہو تم۔۔ جاؤ یہاں سے۔۔!" خشک پڑتے لبوں پر زبان پھیرتی وہ بادقت گویا ہوئی۔ ساری ہنسی پل میں ہوا ہوئی تھی۔

"یعنی تم سو سال بعد بھی مجھ سے شادی نہیں کرو گی؟" اس بار عالیان نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔

" کبھی نہیں۔۔!" جلدی سے کہتی وہ خود ہی وہاں سے نکلتی چلی گئی کہ اس مجنوں سے کچھ بعید نہ تھا کہ مزید کیا کچھ کہہ دیتا۔۔ تیزی سے سیڑھیاں اترتی وہ نیچے چلی آئی جہاں رات کے اس پہر بھی دن کا ساسماں تھا۔ ڈرائنگ روم میں داخل ہونے پر اسے پتہ چلا تھا کہ وہ سب آئس کریم کھانے کا

پروگرام بنائے بیٹھے ہیں اور عالیان اسی سلسلے میں اسے بلانے گیا تھا۔۔ یہ
پروگرام عنیزہ کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے ارصم اور عالیان نے ہی بنایا تھا
جس کی تائید ینگ پارٹی کے ساتھ ساتھ بزرگ پارٹی نے بھی زور و شور سے
کی تھی۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں وہ سب کراچی کی سڑکوں پر شاہ ویز اور شاہ
میر کی گاڑیوں میں محو سفر تھے۔ شاہ ویز کی مرسڈیز شیر افگن آفریدی
ڈرائیو کر رہے تھے جس میں ان کے ساتھ قدرت اللہ صاحب، راشدہ،
ندرت اور مروہ تھیں۔ عالیان کی نظروں سے بچنے کے لیے وہ ماں کے
ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی جبکہ شاہ میر اپنی گاڑی میں ان چاروں کے ساتھ تھا۔

"بھائی اپنی بیگم پر نظر رکھیے گا، کہیں آئس کریم پارلر کی چکنی زمین پر ان
کا پاؤں نہ پھسل جائے۔۔!" ارصم نے گاڑی ڈرائیو کرتے شاہ میر کے

کندھے پر ہلکا سا دباؤ ڈالتے ہوئے باآواز بلند بخت آور کو چھیڑا تو وہ پہلو بدل کر رہ گئی۔قہقہے۔۔ ہنسی۔۔ کھلکھلاٹے۔۔۔

عروجوں پر تھے۔

"مسئلہ سارا نظر ہی کا تو ہے بھائی۔۔ نظروں سے ہی تو کنفیوژ ہو کر گر جاتی ہے بے چاری۔۔!"عنیزہ نے اس کی سائیڈ لینے کی اپنی سی کوشش کی۔بخت آور نے پزل سی ہو کر ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسا لیں۔

"بس طے ہو۔۔ نظر مت رکھیے گا، بس نظر میں رکھیے گا!" عالیان نے بھی لقمہ دیا تو اپنی مسکراہٹ روکتے ہوئے شاہ میر نے فرنٹ مرر سے اسے گھورا تو ایک بار پھر ان چاروں کا قہقہہ پڑا تھا۔

"بہت بگڑتے جارہے ہو تم سب۔۔ خبردار اب کسی کی آواز نہ آئے۔۔!"

شاہ میر نے مصنوعی پن سے انھیں گھرکا تھا مگر اثر کسے تھا؟

"ہاں اگر آئے تو بس بھابھی کی آواز آئے۔۔!" عالیان ایک بار پھر بولا تو شاہ میر اپنا نچلا لب دانتوں میں دبا گیا۔ مسکراہٹ گہری ہونے لگی تھی۔

✿✿✿✿✿✿

"کافی۔۔؟" اس کے مقابل کرسی پر آکر بیٹھتی وہ باقاعدہ مگ اس کے سامنے کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ شاہ ویز نے لیپ ٹاپ سے نگاہیں ہٹا کر سامنے دیکھا۔

"میں نے مانگی تھی؟" ڈائریکٹ اس کی آنکھوں میں دیکھتا وہ بڑی سنجیدگی سے استفسار کر رہا تھا۔

"نن۔۔ نہیں۔۔ لیکن مجھے لگا آپ کو ضرورت ہو گی!" مسکرانے کی کوشش کرتی وہ بادقت بولی۔

"بلاضرورت۔۔ ضرورت پوری کرنے والے لوگ مجھے زہر لگتے ہیں" کہتے ہوئے وہ اب بھی اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ نیناں نامی اس لڑکی کے چہرے پر سایہ سا لہرا گیا۔ وہ فوراً کرسی سے اٹھی تھی۔

"اس دس کلوروڈنیس کے ساتھ آپ اس ڈیپارٹمنٹ میں سروائیو نہیں کر پائیں گے۔۔" خود کو سنبھالتی وہ جتاتے ہوئے لہجے میں بولی تو اس بار شاہ ویز مبہم سا مسکرایا۔

"اٹس نن آف یور بزنس۔۔!" لاپرواہی سے کہہ کر وہ پھر سے کی بورڈ پر انگلیاں چلانے لگا تو وہ پیر پٹختی پلٹ گئی۔

"مائے فٹ۔۔!" اسکی بڑبڑاہٹ شاہ ویز سے مخفی نہیں رہی تھی۔ وہ لڑکی آئی۔ٹی ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے اس ایجنسی میں خدمات سر انجام دے رہی تھی مگر پچھلے دو دن سے وہ کسی نہ کسی بہانے سے اس کے آفس میں آ دھرتی تھی سو آج شاہ ویز نے مختصراً اس کی طبعیت صاف کر دی تھی۔ اس کے چلے جانے پر اس نے سکون کا سانس خارج کیا پھر آنکھیں چھوٹی کر کے سسٹم یونٹ کی سکرین کو دیکھا۔ لب بھینچتے ہوئے اس نے اپنی دکھتی کنپٹیوں پر ہاتھ کے دونوں انگوٹھوں سے دباؤ ڈالا۔ جو مسئلہ اسے سکرین پر نظر آرہا تھا اس کا حل نکالنا کچھ آسان نہ تھا۔ خود کو دوبارہ تیار کرتا وہ پھر سے کی بورڈ پر انگلیوں کو حرکت دینے لگا۔ تبھی اس کے موبائل کی بیل بجی

تھی۔ 'عنیزہ کالنگ' لکھا دیکھ کر اس کی دکھتا سر مزید دکھنے لگا مگر برداشت کرتا وہ کال ریسیو کر چکا تھا۔

"عینہ میں آن ڈیوٹی ہوں اس وقت۔۔!" ہمیشہ کی طرح اس کے نام کو اپنی مرضی سے مختصر کرتا وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

"تو ڈیورنگ ڈیوٹی بات نہیں ہو سکتی کیا۔۔؟؟" عنیزہ کی تیکھی آواز فوراً سپیکر سے ابھری تھی۔

"مائے گاڈ۔۔ اٹس اے فیڈرل انویسٹیگیشن ایجنسی عینہ۔۔ نہیں کر سکتا میں بات پلیز ٹرائے ٹو انڈرسٹینڈ!" وہ آواز کو مزید دھیما کرتے ہوئے قدرے کرخت لہجے میں بولا تو ایک پل کو دوسری جانب خاموشی چھا گئی۔ شاہ ویز کو خوامخواہ شرمندگی نے آگھیرا۔

"عینہ۔۔؟" اس نے نرمی سے اسے پکارا۔

"اگر تم یہ منحوس جاب جوائن نہ کرتے تو آج۔۔ ابھی تم میرے پاس ہوتے۔۔ ہمارا نکاح ہو چکا ہوتا اور ہم۔۔۔!" تیزی سے بولتی عنیزہ کی آواز آخر میں بھرا گئی۔ وہ اپنی بات مکمل نہیں کر پائی تھی۔ شاہ ویز نے اپنی دکھتی آنکھوں کی پلکیں جھپکائیں۔

"پلیز رو مت۔۔ مجھے اچھا نہیں لگتا!" وہ اس پر ملتفت نہیں تھا، مگر وہ اس کے معاملے میں سنگدل بھی نہیں تھا۔

"اگر تمہیں میرے آنسوؤں کی اتنی ہی پرواہ ہوتی تو تم مجھے یوں بیچ منجدھار میں چھوڑ کر کبھی نہ جاتے شاہ۔۔!" وہ حقیقتاً رو پڑی تھی۔ شاہ ویز کو اپنے گرد گھیرا تنگ پڑتا محسوس ہوا۔

"تم نے مجھے بلیم کرنے کے لیے کال کی ہے؟" ناچاہتے ہوئے بھی اسے اپنا لہجہ سخت کرنا پڑا تھا۔

"نہیں یار۔۔ میں تمہیں مس کر رہی ہوں، بھائی کی بارات ہے آج۔۔ میرے بھائی کی۔۔ تمہارے سگے بھائی کی مگر تم یہاں نہیں ہو!" عنیزہ نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ مگر شاہ میر کے ذکر پر شاہ ویز کی بھنوؤں کا خم تن سا گیا۔

"وہ میرا بھائی ضرور ہے۔۔ مگر میرا سگا نہیں ہے!" بے تاثر لہجے میں کہہ کر اس نے کال کاٹ دی تھی۔ وہ مزید کچھ نہیں سننا چاہتا تھا۔ موبائل میز پر رکھ کر اس نے چیئر کی پشت سے سر ٹکا لیا۔ دل عجیب سا ہو رہا تھا۔ کیوں؟؟ یہ جاننے سے وہ قاصر تھا۔

"اے۔ایس۔پی شاہ ویز آفریدی۔۔ میں نے کل شام کچھ فائلز آپکو میل کی تھیں۔۔ آپکا تجزیہ کیا کہتا ہے؟" ایس۔پی ایک منٹ سے بھی کم کے وقفے میں اس کے سر پر آ دھمکا تھا۔ شاہ ویز نے آنکھیں کھول کر اس کی پشت سے ابھرتا نیناں کا چہرہ دیکھا۔ تمسخر اڑاتی نظروں سے وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ یقیناً اسی نے ایس۔پی کے کان بھرے تھے کیونکہ کالز ریکارڈنگ سسٹم بھی اُسی کے ماتحت تھا۔

"آئی نیڈ ٹو آرز سر۔۔ پھر میں آپکو بتادوں گا۔!" ٹیک چھوڑتے ہوئے اس نے تندہی سے جواب دیا۔

"شاہ ویز آپکے لیے بہتر ہو گا اگر آپ پرسنل کالز پر وقت ضائع کرنے کی بجائے کیس فائل پر ٹائم انویسٹ کریں۔۔!" آخر بلی تھیلے سے باہر آہی گئی تھی۔

"سر اٹ واز این ارجنٹ کال۔۔!" اس نے وضاحت دی۔

" آپ کی وہ ارجنٹ کال میں اور سر سن چکے ہیں مسٹر شاہ ویز۔۔ اٹ واز یور گرل فرینڈ'ز کال۔۔!" جھک کر اس کی میز پر ہتھیلی ٹکا کر کہتی وہ اسے دعوت نظارہ دے گئی تھی۔شاہ ویز کی کنپٹیاں سلگنے لگیں۔

" شی از مائے فیانسی۔۔ ناٹ گرل فرینڈ" اس کی تصحیح کرتا وہ حقیقتاً اس کے اندر آگ لگا گیا تھا جس کی لپک اس کی آنکھوں سے پل میں واضح ہوئی تھی۔

"واٹ ایور۔۔ مجھے ایک گھنٹے بعد آپ میرے آفس میں چاہئیں۔۔ وہ بھی کیس کی تمام ڈیٹیلز کے ساتھ۔۔" ایس پی نے سنجیدگی سے کہا تو شاہ ویز نے اس کی طرف دیکھا۔لب بھینچ لیے پھر ہولے سے مسکرایا۔

"او کے سر۔۔!" دو لفظی جواب دے کر وہ نیناں کی طرف گھوما۔

"ایم ناٹ انٹرسٹڈ۔۔ آپ اپنا پوسچر چینج کر لیں پلیز۔۔!" ایک لمحے میں اس نے مقابل کھڑی لڑکی کی اوقات اس کے ساتھ ساتھ ایس پی کے منہ پر بھی دے ماری تھی۔ وہ فوراً سیدھی ہوئی.

"یُو۔۔!" شہادت کی انگلی اٹھا کر کچھ کہنے کی ناکام کوشش میں وہ پیچ و تاب کھا کر رہ گئی تھی۔ ایس پی نے خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورا۔

"یو مے گونا ؤ مس نیناں۔۔!" سختی سے کہہ کر وہ وہاں سے واک آوٹ کر گیا تھا۔ نتیجتاً وہ خود بھی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

✿✿✿✿✿✿✿✿✿

بارات، رسوم، رخصتی۔۔ سب مراحل کیسے طے ہوتے چلے گئے اسے کچھ پتہ نہ چلا۔۔ بیوٹی پارلر سے ہال تک۔۔ اور پھر ہال کے سٹیج سے واپس اسی گھر تک کا سفر کسی تیزی سے سرکتے خوبصورت لمحے جیسا تھا۔ وہ کسی ٹرانس کی سی کیفیت میں اس لمحے سے گزرتی چلی گئی اور اب واپس اسی گھر میں وہ عورتوں کے جھرمٹ میں گھری جانے کب تک بیٹھی رہتی اگر راشدہ بیگم اسے اذنِ رہائی نہ دیتیں۔

"چلو بھئی بچیوں بہت ہوا۔ اب میری بچی کو اس کے کمرے تک لے جاؤ رات کافی ہوگئی ہے تھوڑا آرام کرلے گی!" مہمان خواتین کو چائے پیش کرتے ہوئے انھوں نے مروہ اور عنیزہ کو مخاطب کیا تو بخت آور نے گہرا سانس لیا۔ دل ایک سو بیس کی سپیڈ سی دھڑکا تھا۔ مہندی سے سجی مخروطی انگلیوں کو آپس میں مسلتی وہ جانے کیوں پزل سی ہونے لگی۔

"چلو بھئی۔۔ آرام کا وقت ہوا چاہتا ہے!" مروہ نے اس کے کان کے قریب مدھم آواز میں شریر سی سرگوشی کی تو وہ پہلو بدل کر رہ گئی۔ پھر عنیزہ اور مروہ کے ساتھ شاہ میر کے کمرے تک آتے آتے اس کی رہی سہی جان بھی نکلنے کے در پہ ہوگئی تھی۔ اس شخص نے بخت آور کو آدھی رات اپنے کمرے میں گھسنے سے سختی سے منع کیا تھا اور آج وہ دوسری بار یہی کرنے جا رہی تھی۔ دہلیز تک پہنچتے ہی وہ رک گئی۔

"کیا ہوا۔۔؟؟" ان دونوں نے بیک وقت دلہن بنی بخت آور کو دیکھا۔

"میں اندر نہیں جاؤں گی۔۔!" پیچھے ہٹتی وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"واٹ۔۔؟ لیکن کیوں؟" یہ پوچھنے والی عنیزہ تھی۔

" آدھی رات ہو رہی ہے وہ اس ٹائم مجھے اپنے کمرے میں دیکھیں گے تو بہت غصہ ہوں گے!" نفی میں سر ہلاتی وہ کسی خوف کے زیر اثر بولی تو پیچھے آتی کچھ لڑکیوں کی دبی دبی سی ہنسی نکل گئی۔۔

"بخت تم پاگل ہو؟ اپنی اتنی پیاری سجی سنوری دلہن کو دیکھ کر بھائی کیوں غصہ کریں گے, چلو اندر۔۔!" دھیمے لہجے میں اسے ڈپٹتے ہوئے مروہ نے اسے اندر گھسیٹا تو وہ مزید پیچھے ہٹی۔

"انھیں میں پیاری نہیں پاگل لگتی ہوں مروہ۔۔ پلیز مجھے جانے دو ورنہ وہ میری ٹانگیں توڑ دیں گے۔۔!" وہ مزید بولی تو اس بار قہقہ پڑا تھا۔ عنیزہ نے اپنی ہنسی دباتے ہوئے اسے بازو سے پکڑا۔

"تم سے یہ کس نے کہا کہ وہ تمہاری ٹانگیں توڑ دیں گے؟ "

"انھوں نے خود کہا تھا کہ اگر میں نے آدھی رات کو ان کے کمرے میں گھسنے کی کوشش کی تو وہ میری ٹانگیں توڑ دیں گے!" اپنا بازو چھڑوا کر واپس پلٹتی وہ جلدی سے بولتی اپنا بھاری بھرکم لہنگا مٹھیوں میں جکڑ کر سرعت سے سیڑھیوں کی طرف بڑھی لیکن برا ہو اس جلد بازی کا۔۔ بندیا سے سجی دمکتی پیشانی مقابل کے فولادی وجود سے پوری قوت سے ٹکرائی تھی۔ بخت آور کی آنکھوں کے سامنے حقیقتاً تارے ناچ گئے۔ وہ لڑکھڑا سی گئی۔ اس سے

پہلے کہ گر کر ہمیشہ کی طرح زمین بوس ہو جاتی، شاہ میر نے اس کے بازو اپنی مضبوط گرفت میں لے لیے۔ عنیزہ اور مروہ کے لیے تو یہ صورتحال لطف اندوز تھی مگر بخت آور کی تو رہی سہی جان بھی نکل گئی۔

"کہاں جا رہی ہو؟؟" اس کی حیرت سے کھلی آنکھوں میں جھانکتا وہ نرم لہجے میں استفسار کر رہا تھا۔

"وہ۔۔وہ۔۔ میں اپنے کمرے میں واپس جا رہی ہوں، اللہ کہ قسم آج بھی یہ لوگ مجھے زبردستی آپ کے کمرے تک لائے ہیں لیکن میں اندر نہیں گئی!" لڑکھڑاتی کمزور آواز کا بھرپور استعمال کرتے ہوئے وہ بہت تیزی سے بولی تو شاہ میر کے سمٹے بڑی مشکلوں سے مزید سمٹے ورنہ مسکراہٹ لبوں پر آنے کو مچل رہی تھی۔

"تو اندر کیوں نہیں گئیں؟؟" سنجیدگی سے بولتے شاہ میر کے بائیں ہاتھ نے بہت نرمی سے اس کے دائیں بازو پر ہتھیلی تک کا سفر کیا تھا۔ اس کا نم ہاتھ شاہ میر کی مضبوط ہتھیلی میں مقید ہو چکا تھا۔

"آ۔۔۔ آپ نے ہی تو منع کیا تھا" بخت آور کی پلکیں لرزنے لگیں۔

"تب تم میری بیوی نہیں تھیں۔۔!" شاہ میر نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تو جانے کیوں اس کی پلکوں پر نمی آ ٹھہری۔

"بخت آور تو تھی۔۔!" لپ سٹک سے سجے اس کے سرخ ہونٹ بے حد آہستگی سے ہلے تو وہ چند پل اسے دیکھتا رہ گیا۔ وہ کبھی نہیں سمجھ سکتی تھی۔

"تو اس رات کا بدلہ آج لو گی تم۔۔؟؟" شاہ میر کا لہجہ ہنوز نرم تھا جبکہ بولتی نگاہیں آج گستاخیوں پر مائل تھیں۔

"میں سمجھی نہیں۔۔!" اور پھر اس سے پہلے کہ وہ واقعی کچھ سمجھتی شاہ میر نے اسے اپنے بازوؤں میں بھر لیا۔

" اووو۔۔" کی آواز کے ساتھ عالیان اور ارصم کی سیٹیاں بھی یک دم نمودار ہوئی تھیں۔ وہ اپنی مسکراہٹ دباتا ناک کی سیدھ میں اپنے کمرے تک آیا تھا جبکہ بخت آور تو بے یقینی کے سے عالم میں ٹکر ٹکر بس اسی کو تکے چلے جا رہی تھی۔ ہوش تو تب آیا جب کمرے کا دروازہ بند ہوا تھا۔

"تو کیا کہہ رہی تھیں تم۔۔؟" کمرے میں آتے ہی وہ اپنی پرانی جون میں واپس لوٹا تھا۔

"مجھے نہیں پتہ!" وہ سرعت سے بیڈ سے اتری۔ شاہ میر نے بھی پھرتی دکھائی تھی۔ ایک منٹ سے کم کے وقفے میں وہ اس کی قید میں تھی۔ بخت

آور کا تو سانس جیسے حلق میں ہی کہیں اٹک گیا تھا۔ وہ بھلا کب یوں اتنی قریب آیا تھا۔

"د۔۔د۔۔دیکھیے۔۔!" بخت آور نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھنے کی کوشش کی۔

"د۔۔د۔۔دکھایئے۔۔!" اس کے گرد بازو حمائل کرتا وہ اسکی نقل اتارتے ہوئے بولا تو بخت آور نے ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے گھورا۔

"آپ نے خود مجھے اس کمرے سے باہر نکالا تھا۔۔!" وہ اپنی ناک کے چھوٹے چھوٹے نتھنے پھلا کر بولی۔

"اور آج میں خود تمہیں اس کمرے میں لے کر آیا ہوں!" اس نے فوری جواب دیا۔ ساتھ ہی بہت نرمی سے اس کے کان کو بھاری جھمکے کے بوجھ سے آزاد کیا تھا۔

"ہاں سب کے سامنے۔۔یوں گود میں اٹھا کر۔۔!" وہ اسے شرم دلانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"پاسیبل نہیں تھا ورنہ سر پر بٹھا کر لے آتا۔۔ کم از کم تمہیں پتہ تو چلتا کہ 'تم میرے لیے کیا ہو'!" دوسرے کان کو بھی آزادی بخشتے ہوئے اس کی سرخ پڑتی لُو کو سہلایا تھا۔ وہ بنا پلکیں جھپکائیں اسے دیکھتی رہ گئی۔ وہ کبھی اس طرح بھی بات کر سکتا تھا کیا؟ نرم لہجہ۔۔ خوبصورت الفاظ۔۔!

"یہ کمرہ آج سے تمہارا ہے۔۔!" اس کی بندیا ہٹا تا وہ اس کی پیشانی پر اپنے لب رکھ کر چکا تھا۔ بخت آور کی بولتی بند ہو چکی تھی۔ اسے اپنی گردن کے گرد کچھ محسوس ہوا۔ شاید وہ چین تھی جو وہ اسے پہنا رہا تھا۔ جبکہ اب وہ کہہ رہا تھا۔۔

"تم یہاں دن میں، شام میں، رات کے آخری پہر میں۔۔ ہر پل۔۔ ہر گھڑی۔۔ ہر لمحہ رہ سکتی ہو بخت۔۔!" اس کے قریب سے قریب تر ہوتا وہ اسے مان بخش رہا تھا۔

"یہاں کی ہر شے تمہاری ہے۔۔!" اس کی سانسیں بخت آور کا وجود مہکانے لگیں تو اس نے خود سپردگی کے عالم میں اپنا آپ اس کے حوالے کر دیا۔

"شاہ میر تمہارا ہے۔۔ صرف تمہارا۔۔۔!" وہ سرگوشیاں کر رہا تھا اور بخت آور کی دھڑکنیں بے ہنگم ہوتی چلی جارہی تھیں۔ رات سرک رہی تھی اور وہ رفتہ رفتہ اس کی محبت کی بارش میں بھیگتی چلی جارہی تھی۔ جسے چاہا تھا۔۔۔ اسے پا لیا تھا۔۔ اس سے بڑھ کر اسے اس دنیا میں شاید کچھ نہیں چاہئیے تھا۔۔ کچھ بھی نہیں!! انیس سالہ بخت آور کی سوچ بس یہیں تک محدود تھی۔۔ آگاہی کا در کھلنا تو ابھی باقی تھا!

✿✿✿✿✿✿

فجر کی پہلی اذان کے ساتھ اس کی آنکھ کھل گئی تو بستر چھوڑتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ نماز ادا کر کے کمرے سے باہر نکلی تو چھت پر جانے کا خیال آیا مگر ترک کرتی وہ لان میں چلی آئی. افق پر پھیلی سیاہی دھیرے دھیرے چھٹ رہی تھی۔ اوس کے باعث نم ہو چکی سبز گھاس پر چھوٹے چھوٹے قدم رکھتی

وہ پچھلی سائیڈ پر نکل آئی جہاں بیرونی دیواروں سے لپٹی عشق پیچاں کی بیل الگ ہی بہار دکھلا رہی تھی۔ اوائل فروری کی صبح میں فضا کو متاثر کرتی خوشگوار حد تک سرد ہوا دھیرے سے اس کے وجود کو چھو کر گزری تو مروہ کے لبوں پر مدھم سے مسکراہٹ در آئی۔ وہ چند قدم ہی مزید چلی تھی کہ دھیمے لہجوں میں ہوتی خوش گپیوں پر بے اختیار پلٹی۔ کچن کے عقبی دروازے سے (جو کہ لان کی پچھلی طرف کھلتا تھا) عالیان اور عنیزہ باہر آرہے تھے۔ اسے حیرت ہوئی۔ ان دونوں کی نظر ابھی تک مروہ پر نہیں پڑی تھی۔ ایک دوسرے سے باتیں کرتے، ہاتھ پر ہاتھ مارتے وہ جانے کیوں مروہ کو اپنی جگہ سن کر گئے تھے۔ چار دن پہلے ان دونوں کا نکاح ہونے والا تھا۔۔ اگر ہو گیا ہوتا تو؟ کیا وہ تب بھی ہوں ہی خوش ہوتے؟ اور کیا وہ خود اتنی مطمئن

ہوتی؟؟؟ مروہ نے بے اختیار گہرا سانس لیا اور سر پر پہنی اونی ٹوپی کو مزید

کانوں کی طرف سرکاتی الٹے قدموں پلٹی۔

"ارے مروہ۔۔ جاگ رہی ہو تم۔۔؟" اس پر نگاہ پڑتے ہی عنیزہ اس کے

پاس آئی تھی۔ چاروناچار اسے رکنا پڑا۔

"ہاں فجر ادا کر کے سوئی ہی نہیں بس۔۔!" عالیان پر نگاہ غلط ڈالے بغیر وہ آ

ہستگی سے بولی۔

"گریٹ۔۔ اچھا ہم دونوں یہاں قریب ہی ایک ٹی سٹال تک جارہے ہیں، تم

چلو گی؟" عنیزہ نے مزید پوچھا تو اس نے نفی میں گردن ہلائی۔ عالیان کب

نظروں سے اوجھل ہوا اسے پتہ ہی نہیں چلا۔

"نہیں۔۔ میرا دل نہیں چاہ رہا!" اس نے صفائی سے جھوٹ بولا۔ حالانکہ اسے طلب ہو رہی تھی۔

"کم آن۔۔ نیو سٹال لگا ہے عالیان بتا رہا تھا۔۔ کوئی مٹکے والی چائے ہے شاید۔۔ آؤ نا ٹرائے کرتے ہیں!" عنیزہ نے اسے کلائی سے پکڑ کر ساتھ گھسیٹا۔

"لیکن یہ ہم جا کہاں رہے ہیں؟ پورچ تو وہاں ہے!" مروہ نے مخالف سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"گاڑی میں جائیں گے تو امی اور بابا کے علاوہ مہمانوں کو بھی پتہ چل سکتا ہے۔۔!" عنیزہ نے سٹور روم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو؟"

"تو یہ کہ عالیان سٹور روم سے سائیکل نکال رہا ہے۔۔ میری لیے میرے والی اور اپنے لیے بھائی والی۔۔ ہم پچھلے گیٹ سے سائیکلز پر جائیں گے!"اس نے اطمینان سے بتایا تو مروہ نے زبردستی اس سے اپنی کلائی چھڑوائی۔

"مجھے سائیکل چلانی نہیں آتی میں نہیں جاؤں گی!" وہ پلٹی۔

"تم عالیان کے ساتھ بیٹھ جانا۔" عنیزہ نے اسے دوبارہ گھسیٹا۔

"عنیزہ نو۔۔!" مروہ نے اپنی کوشش دہرائی۔

"تنگ نہیں کرو مروہ۔۔ ہم جا رہے ہیں" عنیزہ نے اس بار حکمیہ انداز میں کہا تو اسے مانتے ہی بنی۔

"بڑے ہونے کا فائدہ اٹھاتی ہو تم ہمیشہ۔۔!" سٹور روم سے باہر نکلتے عالیان کو نظر انداز کرتی وہ تپے تپے سے لہجے میں بولی تو عنیزہ نے گردن اکڑائی۔

"شکر کرو صرف فائدہ اٹھاتی ہوں، ناجائز فائدہ نہیں اٹھاتی۔۔" اپنا مفلر درست کرتی وہ اترا کر بولی تو مروہ نے لب بھینچتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"تو چلیں پھر۔۔؟" عنیزہ کی سائیکل اس کے حوالے کرتا وہ مروہ کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"مروہ تم یہ گیٹ کا لاک کھولو زرا۔ اتنے ہم دونوں آتے ہیں!" عنیزہ نے اس کے ہاتھ میں پچھلے گیٹ کی چابی تھمائی تو وہ ناچاہتے ہوئے بھی گیٹ کی طرف قدم بڑھا گئی۔

"میں نے اسے منا تو لیا ہے مگر پوری احتیاط سے سائیکل چلانا۔۔ ایسا نہ ہو کہ تم دونوں میں سے کسی ایک کو بھائی کا ولیمہ ہال کی بجائے ہاسپٹل میں کھانا پڑے۔۔!" اس کے جاتے ہی عنیزہ نے مدھم آواز میں عالیان کو باور کروایا

تو اس نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔۔ ان دونوں نے باری باری سائیکل کو گیٹ سے باہر نکالا تو مروہ نے گیٹ باہر سے مقفل کیا اور عالیان کے ساتھ سائیکل کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ بلیو جینز پر گرم سویٹر پہنے وہ بالوں کو جوڑے میں مقید کر کے، اونی ٹوپی سے ڈھانپے ہوئے تھی۔ اس کے بیٹھتے ہی عالیان نے پیڈل پر پاؤں رکھ کر سائیکل بھگانا شروع کی تو صبح کی ہوا پوری شدت سے انھیں چھونے لگی۔

"یاہو۔۔ ایم انجوائنگ اٹ یار۔۔!" دونوں ہاتھ فضا میں چھوڑ کر فقط پیروں سے پیڈل گھماتی عنیزہ چیخی تھی۔ سنسان پڑی سڑک پر دور کہیں دھند کے پار جاتی اس کی آواز نے ان دونوں کو ہنسنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"ہم تو نہیں، لیکن اگر ایسے ہی سائیکل چلاؤ گی تو تم ضرور ہاسپٹل پہنچ جاؤ گی!" اس کے قریب تیز رفتاری سے گزرتے عالیان نے ہانک لگائی تو عنیزہ نے فوراً سائیکل کا ہینڈل سنبھال لیا۔

"آ۔۔ آں.. پھر تم مجھے جانتے ہی نہیں ہو!" اس سے زیادہ پھرتی دکھاتی وہ کسی ہوا کی طرح رفتار پکڑتی ان دونوں کے پاس سے گزرتی چلی گئی۔ مروہ نے نرم نگاہوں سے دور جاتی عنیزہ کی طرف دیکھا۔ وہ شروع سے ہی سائیکلنگ ایکسپرٹ تھی۔ دور دور تک ویران پڑی سیاہ تارکول پر دوڑتی سائیکل اور اس پر سوار وہ دو نفوس۔۔ سڑک کے اطراف میں بنے فٹ پاتھ میں سے ایک پر سائیکل کے ساتھ ساتھ سفر کرتے چھوٹے چھوٹے درخت مروہ کی طبعیت پر خوشگوار تاثر چھوڑ رہے تھے۔ تھک کر الوداع کہتی رات کا یہ منظر بلاشبہ حسین تھا۔

"اگر تم دونوں کا سامنا اتفاقاً مجھ سے نہ ہوا ہوتا تو اس وقت شاید میں یہاں نہ ہوتی۔۔!" اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر خود کو سنبھالتی وہ کچھ سوچ کر بولی تو عالیان نے سائیکل کی رفتار مزید ہلکی کر دی۔

"تم یہاں ہو کیونکہ تمہیں یہیں ہونا تھا۔۔!" عالیان نے پر یقین لہجے میں جواب دیا۔

"پتہ نہیں۔۔ لیکن مجھے لگ رہا ہے کہ شاید میں تمہارے اور عنیزہ کے درمیان آرہی ہوں!" اسے شاید خود بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔ عالیان نے بے اختیار بریک لیور دبایا۔

"لائیک سیریسلی۔۔؟ تم درمیان میں کیسے ہو سکتی ہو مروہ۔۔؟ تم سامنے ہو۔ میری نگاہ۔۔ میرے دل۔۔ میری ہر سوچ کے عین سامنے۔۔!" وہ

باقاعدہ سائیکل روک چکا تھا۔ اس حسین منظر میں وہ یقیناً کوئی حسین بات نہیں کر رہے تھے اس بات کا اندازہ مروہ کو عالیان کے لہجے سے ہوا تھا۔

"تمہیں برا لگا؟" مروہ نے سائیکل سے اترتے ہوئے پوچھا۔ وہ خود بھی سائیکل سٹینڈ پر لگا کر اس کے ساتھ فٹ پاتھ پر کھڑا ہو گیا۔

"نہیں لگنا چاہئیے۔۔؟" وہ پوچھ رہا تھا۔

"میں نہیں جانتی۔۔!" اس نے بے دلی سے کہا۔

"تو پھر تم کیا جانتی ہو مروہ؟؟" اپنا ضبط کھوتا وہ اسے بازوؤں سے تھام کر بولا ۔اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی ہارن کی تیز ترین آواز کے ساتھ گاڑی کی روشنی نے فضا کو چیرتے ہوئے ان کے بے حد قریب سے سفر کیا تھا۔ رفتار اور آواز اتنی تیز تھی کہ وہ اپنی جگہ ہل کر رہ گئی۔ سائیکل گاڑی سے

ٹکرا کر کئی فٹ دور جا گری تھی۔ چندپل کو تو وہ دونوں سمجھ ہی نہیں پائے
تھے کہ ہوا کیا ہے، علم تب ہوا جب قریباً پچاس ساٹھ فٹ دور گاڑی کو
بریکس لگی تھیں۔ سائیکل کی حالت دور سے ہی دیکھی جا سکتی تھی۔ بلاشبہ وہ
چلانے کے قابل نہیں رہی تھی۔ مروہ کو ٹھیک ٹھاک تپ چڑھی تھی۔
گاڑی کے ڈرائیور نے باہر نکلنے کی زحمت کیے بغیر فرنٹ مرر سے قریب آتی
لڑکی کو دیکھا جس کے پیچھے ہی عالیان بھی تھا۔ گاڑی میں بیٹھے شخص نے
دروازے کا شیشہ نیچے کیا اور ہاتھ باہر نکالا۔ مردانہ بریسلیٹ سے سجی کلائی
سے آگے ہاتھ میں ہزار کے کئی نوٹ تھے۔ بہت آہستگی سے اس نے وہ
نوٹ اپنی گرفت سے آزاد کیے تھے۔ اس سے پہلے کہ مروہ آگے بڑھ کر
گاڑی کا دروازہ کھولتی وہ شخص اگلے ہی پل بہت تیزی سے گاڑی کو بھگا لے
گیا۔ سڑک پر گرے نوٹ دھول کے سنگ اڑتے تھوڑی ہی دیر میں واپس

زمین بوس ہوئے تھے۔ مروہ کی نظروں میں اس شخص کی کلائی گھوم گئی۔ "روؤف" کے سپیلنگ دو جانبی زنجیر سے جڑ کر اس کی کلائی کو جکڑے ہوئے تھے۔ لب بھینچتی وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑا کر رہ گئی۔

"سالا گھٹیا انسان۔۔!" اس نے کہا تو عالیان نے نگاہوں سے اوجھل ہو چکی لینڈ کروزر سے نظریں ہٹا لیں۔ پھر ہاتھ بڑھا کر نرمی سے اس کی کلائی تھام کر اسے واپس کھینچا۔

"چلو واپس چلتے ہیں۔۔!" سامنے سے عنیزہ بھی واپس آ رہی تھی۔ اسے مختصراً اپنے ساتھ پیش آیا حادثہ بتا کر وہ دونوں واپسی کے لیے پلٹ چکے تھے۔ چائے پینے کا ارادہ انھیں ترک کرنا پڑا تھا۔

"اللہ جی ایک بار یہ شخص دوبارہ مل جائے مجھے تو اس کی بینڈ بجا دینی ہے میں نے۔۔!" ہوا میں مکے گھماتی وہ باقاعدہ چیخ رہی تھی۔

"بس کرو مروہ۔۔ کوئی دیکھے گا تو تمہیں پاگل سمجھے گا!" عنیزہ نے اسے ڈپٹا تو اس نے منہ بسورتے ہوئے سر جھٹکا۔

"پیسے تو ایسے پھینک کر گیا ہے جیسے ہم اسی کے محتاج ہیں۔۔ کمینہ لعنتی انسان۔۔!" اس کے جو منہ میں آرہا تھا وہ بول رہی تھی۔ عالیان تو بس اسکے غصے سے محظوظ ہو رہا تھا۔

✿✿✿✿✿✿✿

ناشتے کی میز پر ایک رونق کا سا سماں تھا۔ شیر افگن اور قدرت اللہ صاحب اپنی ہی خوش گپیوں میں مصروف تھے جبکہ ارصم اور عالیان ساتھ

ساتھ کرسیاں سنبھالے بیٹھے ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچتے مروہ اور عنیزہ کو بارہا ہنسنے پر مجبور کر رہے تھے۔ ندرت بیگم نے راشدہ بیگم کو بٹھا کر آج خود کچن سنبھال رکھا تھا کہ بھئی کسی روز تو بھابھی بیگم کو آرام دینا بنتا تھا ناں۔۔۔ شاجو نامی عورت اور اس کی بیٹی کو شادی کی مصروفیات کی بدولت وقتی طور پر ملازمہ رکھا گیا تھا، دونوں باری باری ناشتے کے لوازمات ڈائننگ ٹیبل تک لا رہی تھی۔

"جاؤ بھئی کوئی ہمارے نئے نویلے جوڑے کو بھی جگا لاؤ۔۔ ساتھ ہی ناشتہ کر لیں گے نا۔۔!" ارصم نے شیر افگن صاحب کے لہجے کی نقل اتارتے ہوئے فرمان صادر کیا تو جوس پیتے عالیان کو اچھو کا لگ گیا۔ راشدہ بیگم نے فوراً بیٹے کو آنکھیں دکھائی تھیں۔ جبکہ اس کی بات سنتے شیر افگن صاحب ہنس پڑے.

"برخوردار ٹھیک کہہ رہا ہے، میں بس یہی کہنے والا تھا۔۔!" انھوں نے اخبار واپس میز پر رکھتے ہوئے کہا تو ارصم نے فوراً دانت نکوسے۔

"بہت ہی بے شرم ہوتے جارہے ہو تم ارصم۔۔ عالی اس کو دو لگاؤ زرا میری طرف سے۔۔!" کرسی کھسکا کر اپنی جگہ سے اٹھتی وہ مصنوعی خفگی سے بولتی آخر میں عالیان کو مخاطب کر گئیں تو وہ تو جیسے انتظار میں ہی بیٹھا تھا۔ فورا ارصم کی پشت پر دو تین دھموکے جڑے تھے۔ وہ اُوہ آہ کر اٹھا تو مروہ کے منہ سے قہقہ پھوٹ پڑا۔ وہاں آتی ندرت بیگم کی نظروں سے عالیان کی حرکت مخفی نہیں رہی تھی۔ وہ فوراً اس پر برسی تھیں۔

"خدا کا خوف کر عالی۔۔۔ چھوٹا بھائی ہے تیرا۔۔!" اس کے سر پر چپت لگاتی وہ اسے گھرک رہی تھیں۔

"اسے مت ڈانٹو ندرت۔۔ میں نے ہی کہا تھا!" ہنس کر کہتی راشدہ بیگم لیونگ روم سے نکل گئیں تو عالیان نے بادل ناخواستہ ماں کی طرف دیکھا جو ارصم کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"پھپھو مما نے دو لگانے کا کہا تھا، اس نے چار لگائے ہیں۔۔!" معصومیت اور مظلومیت کی عمارت بنتا وہ کرلایا تو ندرت بیگم نے عالیان کی طرف رخ کیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اس پر ہاتھ اٹھاتی عالیان نے اپنے دونوں ہاتھ باقاعدہ جوڑ لیے۔

"غلطی ہو گئی آئندہ نہیں کروں گا!" شرافت کی حد ہی تو تھی۔ مروہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔ جبکہ عنیزہ اب ناشتے سے انصاف کر رہی تھی۔

"چلو بس بہت ہوا، باتیں بند۔۔ ناشتہ کرو شاباش۔۔!" قدرت اللہ صاحب کی سنجیدہ سی آواز ابھری تو وہ چاروں سیدھے ہو کر بیٹھ گئے کہ اب خاموشی کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

"پھپھو نے تو ممتا سے مجبور ہو کر معافی دے دی بیٹا۔۔ ابھی میرا انتقام باقی ہے!" پلیٹ پر سر جھکاتے ہوئے ارصم نے دھیمی آواز میں عالیان کو دھمکی دی تو مروہ نے بامشکل اپنی ہنسی دبائی۔ جبکہ عالیان کے کان پر جوں تک نہ رینگی تھی۔ ارصم کی جانب سے ایسی دھمکیاں اکثر اُسے ملتی ہی رہتی تھیں۔

✿✿✿✿✿✿

"اب اٹھ بھی جائیں۔۔!" بخت نے کوئی تیسری بار اسے کندھے سے ہلایا تو اس نے بامشکل آنکھیں کھولیں۔

"سونے دو یار۔۔!" بے حد آہستگی سے کہہ کر اس نے کمبل منہ تک لے لیا تو وہ بے بس سی ہوتی اس کے پاس سے اٹھ گئی۔ تبھی دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تھی۔ اس نے ایک بار پھر شاہ میر کی طرف دیکھا پھر مجبوراً دروازے کی طرف بڑھی۔ دروازہ کھولنے پر حسب توقع اسے راشدہ بیگم کا چہرہ نظر آیا تھا۔ نکھری نکھری سی بخت آور کو دیکھ کر انکے لبوں پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اسے گلے سے لگا کر انھوں نے چٹاچٹ اس کے چہرے پر پیار کیا تو وہ جھینپ گئی۔

"خالہ وہ اٹھ نہیں رہے میں کیا کروں۔۔؟" دروازہ پورا کھول کر انھیں شاہ میر کے حالات دکھاتی وہ روہانسی ہو کر بولی تو راشدہ بیگم نے اس کے سر پر چپت لگائی۔

"سو رہا ہے تو سونے دو۔۔ آؤ تم میرے ساتھ نیچے سب ناشتے پر انتظار کر رہے ہیں۔۔!" اسے اپنے ساتھ لیتے ہوئے انھوں نے نرمی سے کہا تو اس نے لب بھینچتے ہوئے سر جھکا لیا۔ اب وہ انھیں کیا کہتی؟ وہ شاہ میر کے ساتھ ناشتہ کرنا چاہتی ہے۔

"نخ۔۔۔ خالہ ۔۔ مجھے شرم آ رہی ہے آپ میرا ناشتہ اوپر ہی بھجوا دیں نا پلیز۔۔!" اسے بروقت بہانا سوجھا تو راشدہ بیگم نے بنا رکے پلٹ کر اسے دیکھا۔

"کوئی ڈرامہ نہیں۔۔ چلو نیچے شاباش۔۔ اس گدھے کے انتظار میں دوپہر تک بھوکا بٹھائے رکھوں کیا تمہیں۔۔؟" وہ بھی اس کی ماں تھیں، اس کے انداز گفتگو کو سمجھتی فوراً اسے سیدھا کر گئی تھیں۔ وہ دل مسوس کر رہ گئی۔

✿✿✿✿✿✿

"آپ کو کتنا جگایا کیوں نہیں جاگے آپ۔۔؟؟" اس کے فریش ہوتے ہی وہ اس کے مقابل تھی۔

"کیونکہ مجھے نیند آرہی تھی!" گیلے بالوں میں ہئیر ڈرائر چلاتا وہ اطمینان سے بولا.

"یہ تو مجھے بھی پتہ ہے۔۔!" ہاتھ لپیٹ کر بولتے ہوئے اس نے منہ بنایا تو شاہ میر نے ڈرائر بند کر کے اس کی طرف دیکھا۔

"تو پھر اس میں ناراض ہونے والا کیا ہے؟" وہ حیران ہوا۔

"آپ کو نہیں پتہ؟" وہ مزید تپی تھی۔

"پتہ ہوتا تو پوچھتا ہی کیوں؟" وہ ڈرائر سائیڈ پر رکھ چکا تھا۔

"آج ہمیں ناشتہ ساتھ کرنا تھا." وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی۔

"ناشتہ ہم روانہ، اسی گھر میں، ایک ہی ٹیبل پر، ایک ساتھ ہی تو کرتے ہیں بخت۔۔!" شاہ میر نے اسے یاد دلایا۔ بخت آور کی بلاوجہ کی ناراضگی اس کی سمجھ سے باہر تھی۔

"ہاں لل۔۔ لیکن آج۔۔!" بخت آور کو سمجھ نہ آیا کہ اسے کیسے اپنی بات سمجھائے۔

"آج کیا۔۔؟ کیا آج مجھے اپنے ہاتھوں سے نوالے بنا کر تمہیں کھلانے تھے؟" وہ حیران تھا۔ اور حیران تو وہ بھی ہو گئی تھی۔ مقابل کھڑا شخص گزشتہ رات کی تمام تر نرمیوں سے یکسر مختلف اب مکمل طور پر سنجیدہ نظر آرہا تھا۔

"آ۔۔ آئی ایم سوری۔۔" وہ صرف یہی کہہ سکی تھی۔ آنسو خوامخواہ آنکھوں میں جمع ہونے لگے تھے۔

"جسٹ گرو اپ یار۔۔ ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو مسئلہ بنانا چھوڑ دو۔۔!" پلٹ کر پھر سے شیشے میں دیکھتا وہ لاپرواہی سے بولا تو اس نے بامشکل سر اثبات میں ہلایا۔ آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر گال پر پھسل آئے تو وہ ٹھٹھکا۔ جانے کیوں اس کا رونا اسے ہمیشہ پریشان کیا کرتا تھا۔

"یار رو تو نہیں۔۔ اچھا ادھر آؤ۔۔!" وہ پل میں بے بس ہوا تھا۔ اسے بازوؤں سے تھام کر بیڈ پر بٹھایا اور خود اس کے سامنے زمین پر پنجوں کے بل بیٹھ گیا۔

"اتنی سی بات پر بھی کوئی روتا ہے کیا؟؟" اس کی ٹھوڑی چھوتا وہ نرمی سے بولا تو بخت آور نے اس کی طرف دیکھا پھر ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔

"چپ ہو جاؤ پھر شاباش۔۔ دوپہر کا کھانا ہم ساتھ کھائیں گے۔۔ وہ بھی روم میں۔۔ اوکے؟" اس کے بھیگے گال اپنے ہاتھ کے انگوٹھوں سے صاف کرتا وہ مسکرا کر بولا تو وہ خود بھی مسکرائی۔ پھر اثبات میں سر ہلایا تو جیسے شاہ میر کی سانسیں آسان ہو گئیں۔

"گڈ گرل۔۔ چلو اب جلدی سے تیار ہو جاؤ۔۔ فی الحال ہمیں ایک ساتھ باہر جانا ہے!" اسکا گال تھپتھپا کر کہتا وہ اٹھ کھڑا ہوا تو خود کو کمپوز کرتی وہ بھی کھڑی ہو گئی۔ پھر منہ ہاتھ دھونے کے بعد اس نے ہلکا پھلکا میک اپ کر لیا تھا کہ اب مہمانوں کے جھرمٹ میں دھلے منہ تو جانا نہیں تھا۔

✿✿✿✿✿✿

کوئی تو رابطے کی صورت ہو،

ایک فون کال، ایک میسج،

تمہارا بھیجا ہوا سرخ دھڑکتا ہوا دل

تمہارے شہر سے میرے شہر تک آتے ہوئے بادل

کوئی شناسا جو تمہارا ذکر کرے

تمہارا اہم نام کوئی بچہ

کوئی بات ......

کچھ بھی ہو جو اداسی کو دور کر سکے

پتہ نہیں یہ اداسی

ہم خالی ہاتھ رہ جانے والوں سے کیا چاہتی ہے

خاموش نگاہوں سے اپنی ہتھیلیاں گھورتی وہ الگ تھلگ سی ہو کر ایک قدرے تاریکی میں نصب ٹیبل پر بیٹھی تھی۔ ضرورت پڑنے پر شاید گھر کا کوئی فرد اسے تلاشنے کی کوشش میں کامیاب ہو ہی جاتا مگر عنیزہ کو اس بات کی بالکل پرواہ نہیں تھی۔۔ وہ اس ہجوم سے بھری رات میں تنہائی چاہتی تھی

اور وجہ۔۔ وجہ وہ شخص تھا جو اسے اس کے تمام تر ارمانوں کے ٹوکرے سمیت بیچ راستے میں چھوڑ گیا تھا۔۔ کیوں؟ کس لیے۔؟ کب تک کے لیے؟ وہ کچھ نہیں جانتی تھی۔ سٹیج پر نظریں دوڑاتے ہوئے اسے بخت آور کی قسمت پر رشک آیا جو اپنے من چاہے ہمسفر کے ساتھ مسرور سی بیٹھی تھی۔ وہ عمر میں عنیزہ سے کافی چھوٹی تھی مگر بخت میں شاید۔۔ اپنے نام کی طرح بخت آور تھی۔

"تم یہاں بیٹھی ہو اور امی تمہیں پورے ہال میں ڈھونڈ رہی ہیں۔!" مروہ کی آواز پر وہ اپنی سوچوں سے یک دم باہر آئی تھی۔ عنیزہ نے خالی خالی نظروں سے مروہ کا چہرہ دیکھا جس کے پیچھے ہی عالیان بھی وہیں چلا آیا تھا۔ وہ بھی تو عمر میں اس سے چھوٹی ہی تھی؟ مگر محبت کے معاملے میں وہ بھی خوش قسمت تھی۔ عالیان جیسا ہینڈسم لڑکا اس کے لیے ہر وقت خوار نظر آتا تھا

اور یہاں۔۔؟ یہاں وہ خود شاہ ویز کے لیے خوار ہو رہی تھی جس نے اسے پلٹ کر ایک کال تک نہیں کی تھی۔

"میں تم سے کہہ رہی ہوں عنیزہ۔۔!" مروہ نے اسے با قاعدہ کندھے سے ہلایا تھا۔ وہ ہڑبڑا سی گئی۔

"ہوں ہاں۔۔ اچھا میں جاتی ہوں" وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ لبوں پر جلدی سے مسکراہٹ سجائی کہ بہر طور وہ مروہ کو پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"سب ٹھیک ہے نا۔۔؟؟" مروہ کو کسی گڑبڑ کا احساس ہوا۔

"ہاں بالکل۔۔!" اسکا گال تھپک کر کہتی وہ اسے مزید کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر وہاں سے چلی گئی تو مروہ نے کچھ پریشان سے ہو کر عالیان کی طرف دیکھا۔

"صبح تو بالکل ٹھیک تھی۔۔!" وہ کندھے اچکا کر بولا۔

"اس کو چھوڑو اپنا مسئلہ بتاؤ۔۔ تم ہر وقت میرے ارد گرد کیوں منڈلاتے رہتے ہو؟" کمر پر ہاتھ ٹکا کر لڑاکا عورتوں کی طرح بولتی وہ دو نیلی آنکھوں کا مرکز بنی تھی جن کے ارتکاز سے انجان وہ مکمل طور پر عالیان کی طرف متوجہ تھی۔

"مسئلہ جانتے بوجھتے تم بار بار کیوں پوچھتی ہو؟" وہ معصوم بنا۔ مروہ کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"تم یہاں سے نو دو گیارہ ہو جاؤ پلیز۔۔ اور اگر اب میرے آس پاس نظر بھی آئے تو بھائی سے شکایت کر دوں گی تمہاری۔۔!" مروہ نے ارد گرد سے نظر بچا کر اسے ہلکا سا دھکا دیتے ہوئے کہا تو وہ ہنستے ہوئے سر خم کر گیا۔

"جو حکم مادام۔۔!" اسکا حکم بجا لاتا وہ واقعی لمحوں میں غائب ہوا تھا۔ وہ چند پل یونہی وہاں کھڑی رہی پھر کچھ سوچ کر آگے بڑھنے ہی لگی تھی کہ اسے اپنے قدم روکنا پڑے۔

"تمہارا نام کیا ہے؟" اپنی پشت سے ابھرتی بھاری مردانہ آواز پر مروہ نے پلٹ کر دیکھا۔ گندمی رنگت پر سجی نیلی آنکھیں جن کا پہرہ دیتی خم دار بھنوؤں کا مرکز آپس میں مل رہا تھا۔ کھڑی مغرور ناک اور گھنی مونچھوں

تلے پیوست سرخ ہونٹ۔۔وہ ایک پل کے لیے اس شخص سے نظر ہٹا نہیں سکی تھی۔

"کیوں بتاؤں۔۔؟؟"خود کو سنبھالتی وہ تڑخ کر بولی تو مقابل کے چہرے پر عجیب سا تاثر ابھرا۔ بلیو ڈریس پینٹ پر آف وہائٹ شرٹ پہنے وہ گریبان کے اوپری دو بٹن کھولے اس کے بے حد قریب کھڑا تھا۔ پورے اعتماد۔۔ اور مکمل اطمینان سے۔۔ !

"بتا دینے سے تمہارا کوئی نقصان نہیں ہو جائے گا۔۔ بلیو می!" سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے آخر میں سیدھے ہاتھ میں پہنی رسٹ واچ پر نظر دوڑائی تو مروہ کی نظر گھڑی کے ساتھ لپٹے بریسلیٹ پر پڑی. "محمل" کا ایم پٹے کے

نیچے سے جھانک رہا تھا۔ ایک پل لگا تھا مر وہ کو وہ بریسلیٹ پہچاننے میں۔۔ صبح کا منظر پوری شد و مد سے اس کی یادداشت کے پردے پر واضح ہوا تھا۔

"نقصان تو آپ آلریڈی کر چکے ہیں اب یہاں کیا کوئی دوسرا نقصان کرنے آئے ہیں۔۔؟؟؟" بازو لپیٹ کر ترش لہجے میں کہتی وہ اسے چونکا گئی تھی۔

اس کے یوں خود کو پہچان لینے پر اس کے سمٹے ہوئے لب مبہم سا پھیلے۔

"اسی کی بھرپائی کرنے آیا ہوں!" اس نے فوراً والٹ جیب سے نکالا تھا۔

او ہیلو۔۔ میں کیا آپ کو روپے پیسے کے لیے ترسی کوئی مستحق لڑکی نظر آ رہی ہوں؟ جو پیسے آپ وہاں پھینک کر گئے تھے میں نے ان کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تو اب مزید کیوں لوں گی؟" اسے والٹ نکالتے دیکھ وہ آپے سے باہر ہی تو ہو

گئی تھی۔ شدید اہانت کے احساس نے اس کا چہرہ سرخ کر ڈالا تھا جسے مقابل کی دلچسپ نگاہیں بڑی توجہ سے دیکھ رہی تھیں۔

"پیسے نہیں چاہتی تو پھر اس سائیکل کے بدلے کیا چاہتی ہو تم؟ میں وہ دے دوں گا!" وہ لہجے کو نرم کرتا پوچھ رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے کوئی جواب دیتی شاہ میر کی آواز نے ان دونوں کو متوجہ کیا تھا۔

"ارے خاور تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ وہاں باسط صاحب تمہارا ہی۔۔!" قریب آتا وہ عجلت میں بول رہا تھا لیکن مروہ پر نظر پڑتے ہی خاموش ہو گیا۔

"دراصل آج صبح مجھ سے ان محترمہ کی سائیکل کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا، عجلت کے باعث وہاں رک نہیں پایا تھا اب سوچا ان سے معذرت کرلوں۔۔!"

خاور یامین نے مسکراتے ہوئے شاہ میر کو جواب دیا تو اس کے جھوٹ ملے سچ پر اپنی حیرت چھپاتی وہ شاہ میر کی طرف گھومی جو خاور کی بات سن کر مروہ کو گھور رہا تھا۔

"کون سی سائیکل اور کون سا ایکسیڈنٹ۔۔؟" یہ سوال تو اس کی آنکھوں سے ہی واضح تھا۔

"بب۔۔ بھائی وہ صبح میں، عالیان اور عنیزہ یہاں قریب ہی مٹکے والی چائے پینے جا رہے تھے تو۔۔!" ایک غیر شخص کے سامنے اسے وضاحت دینے کی کوشش کرتی وہ خوامخواہ شرمندہ سی ہوئی۔

"ا۔۔ آں۔۔ وہاں کوئی تیسرا نہیں تھا۔۔ یہ لڑکی اور ایک لڑکا تھا شاید۔۔!" پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنسا کر اطمینان سے بولتا وہ شخص مروہ کو صبح سے بھی زیادہ برا لگا تھا۔

"واٹ ایور۔۔ یہ لڑکی میری چھوٹی بہن ہے خاور۔۔ اور مروہ۔۔ یہ خاور یامین ہے۔۔ میرا بہت اچھا دوست!" شاہ میر نے موضوع کو رفع دفع کرتے ہوئے ان دونوں کا تعارف کروایا تو خاور نے ایک مختصر مسکراہٹ مروہ کی جانب اچھالی۔ پستہ گرین کلر کی لانگ میکسی میں اس کے نازک سراپے پر کسی مومی گڑیا کا گمان ہو رہا تھا۔ ہلکے میک اپ سے سجے چہرے پر غصے کی لالی اسے برہم ظاہر کر رہی تھی۔

"تم سے مل کر اچھا لگا مروہ!" خاور نے رسمی جملہ ادا کیا تو منہ موڑے کھڑی مروہ نے بادل ناخواستہ اس کی طرف دیکھا۔

"پر مجھے نہیں لگا۔۔!" کھٹاک سے جواب دے کر وہ جلدی سے وہاں سے بھاگ گئی تو شاہ میر ہنس دیا۔

"بے وقوف ہے یہ بہت۔۔ تم برا مت منانا!" اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہتے ہوئے شاہ میر نے اندر کی طرف قدم بڑھائے تو وہ بھی ساتھ چل دیا۔ سوچیں منتشر ہو چکی تھیں۔ لبوں پر دھیمی مسکان در آئی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا۔۔ ہر وہ سوچ۔۔ جو اسے سوچنا نہیں چاہیئے تھی۔

✿✿✿✿✿✿✿

اور وہ پھر گر گئی تھی۔ مگر اس بار یہ اس کا گھر نہیں تھا، نہ ہی یہ اس کے گھر کا کوئی گوشہ تھا اور نہ ہی کوئی عام سا دن۔۔ روشنیوں کی چکا چوند میں، مرکری بلبوں تلے۔۔ جب وہ ولیمہ کی اس دعوت میں مدعو ہر دوسرے شخص کی نگاہوں کا منظر تھی، سٹیج کی سیڑھیوں سے اترتے ہوئے اس کا پاؤں الجھ گیا تھا اور نتیجہ۔۔؟ حسب معمول تھا۔ وہ منہ کے بل زمین بوس ہوئی تھی۔ ہجوم میں یک دم ارتعاش سا پیدا ہوا تھا۔ کوئی ہنسا تھا تو کسی کو اس پر افسوس ہوا۔ چکنے فرش پر ہتھیلیاں جما کر اس نے اپنا منہ تو ٹوٹنے سے بچا لیا تھا مگر دل۔۔ دل چند قدم کے فاصلے پر بت بنے کھڑے شاہ میر کو دیکھ کر پاش پاش ہو گیا تھا۔ وہ چہرے پر غصہ اور آنکھوں میں ناراضگی لیے اسے ہی گھور رہا تھا۔ شاید وہ اس تقریب میں واحد شخص تھا جسے اس کے گرنے پر نہ تو ہنسی آئی تھی اور نہ ہی ترس۔۔ اسے غصہ آیا تھا۔ صرف غصہ۔۔ غصہ اور

جھنجھلاہٹ جو اسکے چہرے سے عیاں ہو رہی تھی. بخت آور نے ارصم اور عنیزہ کو اپنی طرف لپکتے دیکھا۔ کوئی اسے سہارا دے کر اٹھا رہا تھا مگر وہ جو اس کی زندگی بھر کا سہارا تھا وہ چند قدموں کا فاصلہ ماپنے کو تیار نہیں تھا۔ ٹپ۔۔ ٹپ۔۔ آنکھوں سے دو آنسو ٹوٹ کر گال پر پھسلے تھے۔

"میرا بچہ۔۔ کہیں لگی تو نہیں۔۔!" بخت آور کو اپنے گرد راشدہ بیگم کا نرم حصار محسوس ہوا تو اس نے پل بھر کو آنکھیں میچ لیں۔ اتنی شرمندگی تو آج سے پہلے اسے کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی۔

"خ خ۔۔ خالہ میں۔۔ میں جان بوجھ کر نہیں گری۔۔!" آنسوؤں کو حلق میں انڈیلتی وہ لڑکھڑاتی آواز میں بولی۔

"کوئی بات نہیں میری جان۔۔ یہ اتنی بڑی بات نہیں ہے!" اس کی پیٹھ سہلاتے ہوئے انھوں نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا تھا۔ عنیزہ نے اسے بازو سے پکڑ کر سنبھالا۔

"ریلیکس۔۔ کوئی بات نہیں۔۔!" عنیزہ نے اس کے گال صاف کرتے ہوئے نرمی سے کہا تو اس نے بامشکل اثبات میں سر ہلایا۔

"شاہ میر۔۔ یہ شاہ میر کہاں ہے؟" راشدہ بیگم نے اس کی تلاش میں نگاہ دوڑائی۔ وہ وہاں نہیں تھا۔ ارصم اور عنیزہ نے دونوں سائیڈز سے اس کی بھاری کامدار میکسی پکڑ کر اسے چلنے میں مدد دی۔ عالیان نے پہلے ہی پارکنگ ایریا میں جاکر شاہ میر کی گاڑی باہر نکلوادی تھی۔ وہ باہر ہی تھا۔ ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے وہ لبوں کو سختی سے آپس میں بھینچے بیٹھا تھا۔

"کہاں تھے بھئی تم۔۔؟ تمہاری ماں تمہیں ہال میں تلاش رہی تھی۔۔!"

قدرت اللہ صاحب بھی ہال سے نکل آئے تھے۔

"وہیں تھا ابو۔۔!" اس نے بامشکل جواب دیا۔

"اچھا چلو تم گاڑی لے کر نکلو۔۔ ہم بھی پیچھے ہی آرہے ہیں۔۔!" اس دوران وہ عنیزہ کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔ عالیان نے فرنٹ سیٹ سنبھال لی۔

"یہ مروہ کہاں ہے؟" عالیان کو اس کا خیال آیا تو گردن موڑ کر عنیزہ سے پوچھا۔

"وہ امی اور ابو کے ساتھ آئے گی تمہیں پتہ تو ہے!" عنیزہ نے اسے دھیمی آواز میں آگاہ کیا تو اپنے لب بھینچتا وہ چہرہ سیدھا کرتا گاڑی سے باہر دیکھنے لگا۔

شاہ میر نے گاڑی پارکنگ ایریا سے باہر نکال کر مین روڈ پر ڈال دی۔۔ پیچھے ہال میں بتیاں گُل ہوتی چلی جارہی تھیں۔

✿✿✿✿✿✿

اس کی آنکھوں کا کاجل پھیل سا گیا تھا تو وہ اسے ٹھیک کرنے برائیڈل روم میں چلی آئی۔ پھر نہ صرف کاجل بلکہ لپ سٹک، جھمکا، نیکلس، دوپٹہ ہر چیز اس نے اچھے سے ٹھیک کی تھی۔۔ بال بکھرے محسوس ہوئے تو انھیں ایسے ہی لپیٹ کر اس نے اونچے جوڑے میں مقید کر لیا۔ اتنا کرنے میں اسے

شاید پانچ سے دس منٹ لگے تھے۔ مطمئن سی ہو کر وہ پلٹی اور دروازے کا ہینڈل گھمایا مگر یہ کیا۔۔ دروازہ مقفل تھا۔ اس نے پھر سے کوشش دہرائی مگر ناکام۔۔ تیسری بار ناکامی پر اسے صحیح تپ چڑھی تھی۔

"کیا مصیبت ہے یار۔۔!" بڑبڑاتے ہوئے اس نے ہاتھوں کی انگلیاں چٹخائیں۔ جلدی میں وہ اپنا موبائل بھی عنیزہ کو پکڑا آئی تھی۔ کسی امید کے تحت اس نے دروازہ بجایا لیکن باہر خاموشی تھی۔ اور ہوتی بھی کیوں نہ؟ برائیڈل روم اور واش رومز ہال کی عمارت کی پچھلی طرف پارکنگ ایریا سے مخالف سمت میں تھے۔ وہاں شاید وہی میسر ہوتا جو واش روم کے لیے آتا۔۔ اور اب تو ویسے بھی ہال کی ٹائمنگ ختم ہو رہی تھی۔ کون۔۔ کون آئے گا وہاں۔۔؟؟ مروہ کو گھبراہٹ ہونے لگی۔ چند منٹ بعد اس نے پھر سے دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر بے فائدہ۔۔ اس نے زور زور سے

دروازہ بجایا۔ کافی دیر وہ دروازہ پیٹتی رہی مگر کھولنے والا کوئی نہیں تھا۔ اب تو اسے رونا آنے لگا تھا۔۔ تھک کر وہ وہیں ایک طرف رکھے صوفے پر بیٹھ گئی۔ پانچ دس منٹ بعد اس نے پھر دروازہ کھولنے کی کوشش کی جس کی ناکامی کے بعد وہ بنارکے کافی دیر دروازہ بجاتی رہی اور پھر۔۔ بلآخر اس کی سن لی گئی تھی۔ کلچ کی آواز کے ساتھ دروازہ کھل گیا۔ مروہ نے بے اختیار سکون کا سانس لیا۔ سامنے کوئی بیرا تھا۔

"کیا بکواس مینجمنٹ ہے تم لوگوں کی؟ پتہ نہیں ہے انھیں کہ برائیڈل روم کا لاک خراب ہے۔۔؟؟؟" غصے میں وہ اسے پھاڑ کھانے کو دوڑی تھی۔

"ارے مجھے کیا بولتی ہو میڈم۔۔ اندر مینجر کو جاکر بولو نا یہ اسکا کام ہے میرا نہیں۔۔!" وہ مروہ سے زیادہ درشت انداز میں بولا تھا۔

"بکواس بند کرو ورنہ سر پھاڑ دوں گی تمہارا۔۔!" اسے پیچھے دھکا دے کر باہر نکلتی وہ تڑخ کر بولی۔ چالیس منٹ کی اس قید نے اس کا دماغ خراب کر دیا تھا۔ پیچھے بیرا سر جھٹکتا اور بھی کچھ بول رہا تھا مگر اسے پرواہ نہیں تھی۔ برائیڈل روم سے باہر نکل کر وہ سیدھا اندر آئی تھی مگر ہال کو نیم اندھیرے میں ڈوبا پایا۔ ہال خالی ہو رہا تھا۔ سبھی مہمان تقریباً جا چکے تھے اس نے راشدہ بیگم کی تلاش میں خوب نظریں گھمائیں مگر بے سود۔۔ بیرے یہاں سے وہاں حرکت کرتے صوفوں پر سے کور اتار رہے تھے۔ کچھ برتن سمیٹ رہے تھے تو کچھ سٹیج کی سجاوٹ ختم کر رہے تھے۔ میکسی دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں جکڑتی وہ تیزی سے باہر آئی اور پارکنگ ایریا کی طرف بھاگی۔ وہاں اکا دکا گاڑیاں کھڑی دیکھ کر اس کا دل ڈوب کر ابھرا۔ ان میں سے ایک بھی اس کے گھر کی گاڑی نہیں تھی۔ تو کیا وہ سب اسے لیے بغیر واپس چلے

گئے تھے؟ مروہ کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی۔ نہ تو اس کے پاس پیسے تھے اور نہ ہی موبائل۔۔ اب وہ گھر کیسے جائے گی؟؟ اس سوچ کے آتے ہی اسے پھوٹ پھوٹ کر رونا آیا تھا۔ جسے روکنے کی ناکام سعی کرتے ہوئے اس نے ایک بار پھر پارکنگ ایریا میں نظر دوڑائی۔ ایک بار۔۔ دو بار۔۔ بار بار۔۔ معاًاس کی نگاہ ٹھٹھکی۔ وہاں ایک سیاہ لینڈ کروزر تھی جسے وہ پہنچانتی تھی۔ یہ وہی گاڑی تھی جس نے آج صبح ان کی سائیکل تباہ کر دی تھی۔ کچھ سوچ کر وہ سرعت سے اس گاڑی کی طرف بڑھی۔ قریب پہنچ کر اس نے گاڑی کا دروازہ ناک کیا مگر دوسری جانب سے کوئی ردعمل نہ آیا۔

"اُفف۔۔" گہرا سانس لے کر کہتی وہ تھوڑا اور آگے ہوئی اور فرنٹ ڈور کے شیشے سے اندر جھانکنے کی کوشش کی۔ اندر کوئی نہیں تھا۔

"تو اب تم میری گاڑی کو نقصان پہنچا کر شاید۔۔ صبح والا حساب چکانے آئی ہو۔۔۔؟؟" وہی بھاری۔۔ گھمبیر آواز۔۔ مروہ نے اپنے خشک پڑتے لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے مڑ کر دیکھا۔ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ گھسائے وہ عین اس کے سامنے کھڑا تھا۔ گندمی رنگت پر جگر جگر کرتی نیلی آنکھیں بڑی فرصت سے مروہ کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"جج۔۔جی نہیں۔۔ میں آ۔۔ آپ سے وہ۔۔ وہ پیسے لینے آئی ہوں جج۔۔ جو میرا حق ہیں۔" اپنی صراحی دار گردن اکڑا کر کہتی وہ اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔

"حالانکہ تم تو روپے پیسے کے لیے ترسی ہوئی کوئی مستحق لڑکی نہیں ہو۔۔ ہے نا۔۔؟" اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے خاور نے بڑی سنجیدگی سے اسے اسی کی بات لوٹائی تو وہ اندر تک سلگ اٹھی۔

"بالکل میں نہیں ہوں۔۔ لیکن آپ اندر۔۔ وہ وہاں تھوڑی دیر پہلے۔۔ اتنے شرمندہ نظر آرہے تھے اپنی غلطی کے لیے تت۔۔ تو۔۔!" جھوٹ بولنے کی کوشش کرتی مروہ کا حلق خشک پڑنے لگا تو اس نے تھوگ نگلنے کو وقفہ لیا۔

"جی جی۔۔ تو؟" مقابل نے سر ہلاتے ہوئے شرافت کا مظاہرہ کیا تو مروہ کو حوصلہ ہوا.

"تو بس میں نے سوچا کہ آپ سے کچھ پیسے لے کر آپکا بوجھ ہلکا کر دیتی ہوں۔۔اب ایسے بھرے دل سے گھر جائیں گے تو نیند بھی اچھی نہیں آئے گی۔۔!" اس بار مکمل اعتماد سے کہتی وہ آخر میں زبردستی مسکرائی۔خاور کے لیے اس پل اپنا قہقہہ روکنا محال ہوا مگر بہر طور اس نے ایسا کیا تھا۔

"ضرور میں ابھی دے دیتا ہوں۔!" اس نے فوراً تابعداری سے سر جھکاتے ہوئے پینٹ کی پچھلی جیب سے اپنا والٹ باہر نکالا تھا۔مروہ کی آنکھوں میں چمک آگئی۔اسکا ارادہ اس شخص سے پیسے لے کر کیب یا رکشہ کروا کر گھر جانا تھا۔خاور نے پانچ پانچ ہزار کے کئی نوٹ نکال کر اس کے سامنے کیے تو مروہ کچھ تذبذب کا شکار ہوئی۔

"ارے۔۔ میرا مقصد تو صرف آپکی شرمندگی دور کرنا ہے۔۔ اتنے پیسے نہیں چاہئیں ۔۔ بس یوں کیجئے کہ دو سو روپے دے دیجئے۔۔ اس کے بعد سمجھیے آپ ہر گلٹ سے آزاد۔۔!" مروہ نے زبردستی ہنستے ہوئے کہا تو وہ جھکے سر سمیت کھل کر مسکرایا پھر لب سمیٹتے ہوئے سر اونچا کیا۔ مروہ کی نگاہوں سے اس کی مسکراہٹ مخفی نہیں رہی تھی سو فوراً سنجیدہ ہوئی تھی۔

"یہاں سے XXXX کالونی کے لیے کیب ڈرائیور آٹھ سو، اور رکشہ ڈرائیور کم سے کم پانچ سو روپے چارج کرے گا چھوٹی لڑکی۔۔ اس لیے تمہیں مجھ سے کم از کم ایک ہزار تو لے لینا چاہئیے!" ایک قدم اس کے قریب ہو تا وہ بھرپور سنجیدگی سے بولا تو مروہ نے لب بھینچتے ہوئے نظریں چرا لیں۔ ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں مسلتے ہوئے وہ مشکل کا شکار نظر آرہی تھی۔

"مجھے تمہارے گھر کا ایڈریس پتہ ہے، دو بار شاہ میر کو ڈراپ کر چکا ہوں۔۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں گھر چھوڑ دیتا ہوں؟" اس نے دھیمے مگر قدرے نرم لہجے میں اسے پیش کش دی تو مروہ نے سر اٹھا کر خاور کی طرف دیکھا۔ وہ دراز قد۔۔ اور کسرتی جسم کا حامل ایک وجیہہ شخص تھا۔

"مجھے آپکے ساتھ نہیں جانا۔۔!" اس کے سینے پر ہاتھ سے دباؤ ڈال کر اسے پیچھے کر کے وہ وہاں سے گزر جانا چاہتی تھی، بالکل ویسے ہی جیسے برائیڈل روم کے باہر اس نے بیرے کو اپنے سامنے سے ہٹایا تھا مگر۔۔ وہ شخص ٹس سے مس نہ ہوا تھا۔ تن کر اس کے مقابل کھڑا تھا۔

"مان جاؤ مروہ۔۔!" وہ سنجیدگی سے بولا۔

"میرا نام مت لیں آپ۔۔!" وہ غصیلے پن سے بولی۔ اپنا پول کھلتے دیکھ وہ ساری خوش اخلاقی بھاڑ میں جھونک چکی تھی۔

"مجھے ریکوئسٹ کرنے کی عادت نہیں ہے!" خاور نے پشت پر ہاتھ باندھتے ہوئے کہا۔

"میں نے نہیں کہا کہ مجھ سے ریکوئسٹ کریں" اس بار دونوں ہاتھوں سے اس کے سینے پر دباؤ ڈال کر اسے پیچھے دھکیلتی وہ اس کے سامنے سے ہٹنے میں کامیاب ہو ہی گئی تھی۔ اور خاور۔۔؟ خاور یامین تو جیسے وہیں ساکت رہ گیا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ پہلی بار کسی نرم لمس سے آشنا ہوا تھا۔ وہ تو۔۔۔ پلکیں جھپکاتا وہ سرعت سے پلٹا اور ایک منٹ سے کم کے وقفے میں اس کی کلائی اپنی گرفت میں لی تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔۔؟؟" مروہ کو کرنٹ سا لگا تھا۔

"یہ لو اپنے پیسے۔۔!" خاور نے اس کی ہتھیلی پر ایک ہزار کا نوٹ رکھا اور بہت آہستگی سے اس کی کلائی چھوڑ دی۔ کچھ تھا۔۔ کچھ تو تھا اس لمس میں جس نے خاور یامین کے روم روم میں بے چینی سی بھر دی تھی۔ جبکہ اپنی مراد پوری ہوتے دیکھ مروہ نے شان بے نیازی سے گردن موڑی اور ہتھیلی میں موجود نیلے نوٹ کو مٹھی میں چھپاتی مین روڈ کی طرف قدم بڑھا گئی۔

خاور کی نگاہوں نے کیب میں بیٹھنے تک اسکا پیچھا کیا تھا۔

✿✿✿✿✿✿

میں تیرے ہاتھ لگ گ ئ ی مال غنیمت سی

پھر تیرے ہاتھ سے ہوئ ی ہر بار مسترد

وہ اس کی بانہوں میں تھی۔ پناہوں میں تھی۔۔ حصار میں تھی مگر۔۔۔ یہ لمحے خوش کن کب تھے؟ روشنیوں سے سجے قدرت ہاؤس کی سیڑھیاں چڑھتا وہ اسے اپنے دونوں بازوؤں میں اٹھائے ہوئے تھا۔ راشدہ بیگم اس کی تقلید کرنے کی کوشش میں سیڑھیاں چڑھتے ہوئے باقاعدہ ہانپ رہی تھیں۔

"امی آپ کیوں خود کو تھکا رہی ہیں، بھائی جو کر رہے ہیں انھیں کرنے دیں۔۔!" ان کے پیچھے لپکتی عنیزہ جھنجھلائے ہوئے انداز میں بولی تھی۔

"کیوں کرنے دوں۔۔؟ یہ لڑکا تو پاگل ہے خوامخواہ بچی پر غصہ کرتا رہتا ہے۔۔ اس کو تو میں اچھے سے دیکھتی ہوں آج، ناخلف نے مہمانوں کے

سامنے میری بچی کو شرمندہ کر دیا" دوپٹہ سنبھال کر احتیاط سے سیڑھیاں چڑھتی وہ تپے ہوئے لہجے میں بولیں۔

"آپ کی بچی اب۔۔ بچی نہیں رہی۔۔ اسے بھی چاہیئے کہ عقل کے ناخن لے!" عنیزہ نے تپ کر کہا پر انھیں اثر کب تھا جبکہ وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ایک منٹ سے کم کے وقفے میں اپنے کمرے تک پہنچا تھا۔ دھاڑ کی آواز سے دروازہ بند کیا اور اسے بیڈ پر لا پٹخا۔

"تمہارا مسئلہ کیا ہے؟ ٹانگوں کی ہڈیاں کمزور ہیں یا کوئی جسمانی بیماری ہے تمہیں۔۔؟؟؟" وہ دھیمی آواز میں اس پر برسا تو وہ سہم کر بیڈ کراؤن سے جا لگی۔

"مم۔۔ میں۔۔ جج۔۔ جان بوجھ کر نن نہیں۔۔!" اس نے کانپتی ہوئی آواز میں صفائی دینے کی کوشش کی تھی۔

"شٹ اپ۔۔ جسٹ شٹ اپ۔۔ ایک نمبر کی بے وقوف ہو تم۔۔ اور بے ہنگم بھی۔۔ نہ تمہیں اٹھنے کی تمیز ہے نہ بیٹھنے کی۔۔ عجیب۔۔!" درشتگی سے اس کی بات کاٹتا وہ چلایا۔ غصے میں جو اس کے منہ میں آرہا تھا وہ بول رہا تھا۔ بخت آور باقاعدہ رونا شروع ہو چکی تھی۔ تبھی دروازہ کھول کر راشدہ بیگم اندر آئی تھیں۔

"میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ اسے کچھ مت کہنا۔۔!" اسے روتا دیکھ وہ شاہ میر پر گرجیں۔

"یہ سب آپ ہی کی دی ہوئی ڈھیل ہے امی۔۔ عجیب سچویشن تھی آپ نے دیکھا وہاں لوگ کیسے ہنس رہے تھے؟؟ "

"تو کیا کریں۔۔؟ ہو جاتا ہے کبھی کبھی۔۔ یہ کوئی اتنی بڑی بات تو نہیں تھی شاہ میر جسے تم یوں اچھال رہے ہو!" آگے بڑھ کر بخت آور کو خود سے لگاتے ہوئے انھوں نے شاہ میر کو لتاڑا تو اس نے تنفر سے سر جھٹکا۔

"اگر کبھی کبھی کی بات ہو تو کس پاگل کو مسئلہ ہو گا۔۔؟ اسکا تو ہر دوسرے دن یہی کام ہے۔۔ کہیں نہ کہیں گر جاتی ہے!" تلخ لہجے میں کہتا وہ اس کے آنسوؤں میں اضافہ کر گیا تھا۔

"خاموش ہو جاؤ بالکل۔۔ اب ایک اور لفظ نہیں سنوں گی میں۔۔ چلے جاؤ تم یہاں سے اور عنیزہ۔۔ تم بہن کے لیے پانی لے کر آؤ بیٹا۔۔!" اسے سختی

سے ڈپٹتے ہوئے انھوں نے آخر میں دہلیز میں کھڑی عنیزہ کو مخاطب کیا تو وہ الٹے قدموں واپس پلٹ گئی۔ شاہ میر نے ایک نظر روتی ہوئی بختاور پر ڈالی پر لب بھینچتا کمرے سے نکل گیا۔

"خالہ میں جان بوجھ کر نہیں گری۔۔" روتی ہوئی بختاور کی بس ایک ہی صدا تھی۔

"مجھے پتہ ہے میری جان۔۔ بس۔۔ شاباش میرا بچہ چپ کر جاؤ" اس کے آنسو صاف کرتی وہ اس کا ماتھا چوم کر بولی تھیں۔ شاہ میر کی بے رخی اور بے اعتنائی کی بابت سوچ کر اسے مزید رونا آرہا تھا مگر راشدہ بیگم کی محبت میں اسے آنکھوں سے امڈتے آنسو حلق میں اتارنے پڑے تھے۔ اتنے میں عنیزہ پانی لے آئی تو انھوں نے پانی کا گلاس اس کے لبوں سے لگا دیا۔

"یہ مروہ کہاں غائب ہے؟ بلاؤ اسے" مروہ کی غیر موجودگی محسوس کرتی وہ عنیزہ سے گویا ہوئیں تو وہ کچھ گڑبڑائی۔

"آپ کے ساتھ واپس آئی ہے آپکو معلوم ہونا چاہئیے" اس نے فوراً کہا تو وہ ٹھٹھک گئیں۔

"کیا مطلب میرے ساتھ؟ ہماری گاڑی میں تو ارصم تھا۔ مروہ تم لوگوں کے ساتھ آنے والی تھی نا؟" گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھتی وہ کچھ حیران سی ہو کر بولیں تو عنیزہ کے گلے میں کچھ اٹک سا گیا۔

"لل۔۔ لیکن امی وہ ہمارے ساتھ تو نہیں آئی۔۔ مجھے لگا آپ کے ساتھ آئے گی۔" عنیزہ نے پریشان زدہ سی ہو کر کہا تو مروہ کی بابت جان کر بخت آور بھی فکر مند ہو گئی۔

"اب نہ نہ کر کے میرے ہاتھ پاؤں مت پھلاؤ۔۔ باہر جا کر دیکھو بہن کہاں ہے۔۔ عجیب لاپرواہیاں ہیں بھئی!" غصے میں عنیزہ پر الٹتی وہ بیڈ سے اتر گئیں۔

"تم ہاتھ منہ دھو کر چینج کر لو شاباش۔۔ اور اس گدھے کو تو میں سیدھا کر کے واپس بھیجتی ہوں، معافی نہ مانگی اس نے تو مجھے خالہ نہ کہنا۔" اس کی ٹھوڑی چھو کر جلدی میں کہتی وہ اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی تھیں۔

"آپ دنیا کی بیسٹ خالہ ہیں۔!" ان کا ہاتھ تھامتی وہ نم آنکھوں سمیت مسکراتے ہوئے بولی تو راشدہ بیگم کی پریشانی کچھ دور ہوئی ورنہ خوشی کے اس موقع پر شاہ میر کے رویے نے انھیں دلی ٹھیس پہنچائی تھی۔

"مروہ ملتی ہے تو اسے میرے پاس بھیج دیجیے گا خالہ" انھیں دروازے کی طرف بڑھتا دیکھ اس نے دھیمی آواز میں کہا تو وہ 'اچھا' کہہ کر اس کے کمرے سے نکل گئیں۔ پیچھے وہ کچھ پل یونہی بیڈ پر بیٹھی رہی۔۔ ساکت۔۔ جامد۔۔ اور کسی بت کی طرح خاموش۔۔ پھر اٹھی اور بیڈ سے اتر کر ڈریسنگ مرر کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ کوپر اور گولڈن امتزاج کی لانگ میکسی اس کے متناسب سراپے پر سج رہی تھی۔ گردن میں لپٹا جڑاؤ ہار اپنی قسمت پر نازاں تھا تو ماتھے پر سجی بندیا مغرور۔۔۔ کانوں میں سجے جھمکے اتارتے ہوئے اسے کل رات کا منظر یاد آیا تو اس نے اذیت سے آنکھیں میچ لیں۔ پھر لب بھینچ کر خود کو مزید رونے سے جیسے بامشکل روکا تھا۔ خود کو جیولری کے بوجھ سے آزاد کرتی وہ دانستہ اپنے چہرے کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی کہ آنکھوں کا بکھرا کاجل اس کی تذلیل اور بدبختی کی گواہی دے رہا تھا۔ رونے

کے باعث سرخ ہو چکی ناک اور اس میں چمکتی چھوٹی سی لونگ۔۔ دونوں ہی شاید اس سے خفا تھے۔ جلدی جلدی ہاتھ چلاتی وہ اگلے پانچ منٹ میں واش روم میں جا گھسی تھی۔ گرم پانی سے شاور لیتے ہوئے اس نے جانے کتنے آنسو چپکے سے بہا دیے تھے، جب رو رو کر بھی تھک چکی تو گھر سردیوں کی کاٹن کا سوٹ پہن کر وہ واش روم سے باہر نکل آئی۔ سامنے ہی وہ دشمن جاں ٹہل رہا تھا۔ دل یک بارگی دھڑکا۔

✿✿✿✿✿✿

"مروہ کہاں ہے؟" وہ جیسے ہی باہر آئی اسکا سامنا عالیان سے ہوا تھا۔

"مجھے کیا پتہ۔۔ امی کہہ رہی ہیں کہ ان کے ساتھ نہیں آئی وہ۔۔!" عنیزہ نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔ وہ پریشان دکھائی دے رہی تھی۔

"میں ہال واپس جا رہا ہوں۔۔!" گاڑی کی چابی گھماتا وہ سرعت سے پلٹا۔

"پہلے گھر میں تو دیکھ لینے دو ایک بار۔۔!" عنیزہ نے اسے بازو سے تھام کر روکا۔

"میں گھر کا ہر کونہ دیکھ چکا ہوں۔۔!" وہ جیسے اس وقت اپنے آپ میں نہ تھا۔

"عالی میری بات سنو۔۔۔!" عنیزہ نے اسے روکنا چاہا۔

"بات سننے کا ٹائم نہیں ہے یہ۔۔رات گہری ہو رہی ہے اور یہ کراچی ہے۔۔ یہاں کے حالات سے تم بخوبی واقف ہو۔۔۔!" اس کا ہاتھ جھٹکتا وہ عجلت میں بولا۔

"اسے کچھ ہو گیا تو۔۔ تو مجھے نہیں پتہ کہ میں کیا کروں گا۔۔!" پریشانی کے عالم میں بالوں میں ہاتھ چلاتا وہ پورچ کی طرف پلٹنے ہی لگا تھا کہ تبھی وہاں ارصم آیا تھا۔

"امی کہہ رہی ہیں کہ مروہ ہال سے واپس نہیں آئی۔۔ تم میرے ساتھ چلو یار دیکھ کر آتے ہیں!" ارصم نے اپنے تئیں ان دونوں کو آگاہ کرتے ہوئے عالیان کو کہا تو وہ جو پہلے ہی جانے کو تیار تھا، فوراً اس کے ساتھ ہو لیا۔

"مجھے بھی لے کر جاؤ ورنہ ابو اور بھائی تک خبر پہنچا دوں گی!" عنیزہ بھی ان دونوں کے پیچھے بھاگی تھی۔

"تم کیا مصیبت بن کر ہر وقت سر پر سوار رہتی ہو عینی۔۔!" ارصم نے اسے ڈپٹا تھا۔

"بکواس نہی کرو بڑی ہوں تم سے۔۔!" اس کی کمر میں دھموکا جڑتی وہ تڑخ کر بولی تو وہ بے چارہ کمر مسل کر رہ گیا۔ ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر عالیان نے بلیک مرسڈیز قدرت ہاؤس کے گیٹ سے باہر نکالی ہی تھی کہ بیک وقت ان تینوں کو وہ سامنے ہی کچھ فاصلے پر کھڑی نظر آگئ تھی۔ عالیان کا شدتوں سے دھڑکتا دل پل میں ساکت ہوا تھا۔ وہ وہی تھی۔۔ جس کی فکر میں جانے کیسے کیسے خیالات نے اسے ستایا تھا۔۔! جس کی سلامتی کی دعائیں وہ پچھلے بیس منٹ سے کر رہا تھا۔ لیکن اس کے دل کی حالت سے بے خبر وہ اس پل ارد گرد سے بے پرواہ کھڑی تھی اور وجہ۔۔ وجہ یقیناً اس کی نگاہ کے عین مقابل کھڑا، دراز قد اور کسرتی جسم کا حامل وہ شخص تھا جس کی مسکراہٹ دور سے ہی عنیزہ کی آنکھیں چار کر گئ تھی۔ ارصم گاڑی کا دروازہ کھول کر تیزی سے باہر نکلا تھا جبکہ وہ شخص مروہ کی جانب مسکراہٹ اچھالتا اب اپنی سیاہ

لینڈ کروزر میں بیٹھ رہا تھا۔ گاڑی سے نکل کر عالیان بھی مروہ کی جانب بڑھا جو وہاں سے پلٹتی لینڈ کروزر کو گھور رہی تھی۔ اُن دونوں کی جانب مروہ کی پشت تھی۔

"کون تھا وہ۔۔؟؟" اسے بازو سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اپنی طرف گھماتے ہوئے ارصم سے پہلے عالیان نے پوچھا تھا۔

✿✿✿✿✿✿

"تمہیں اندازہ کے کہ تم نے آج کیا کیا ہے شاہ میر۔۔؟؟" ان کے بلاوے پر وہ چھت پر چلا آیا تھا اور حسب توقع وہ اس کے آتے ہی اس پر بگڑے تھے۔

"بابا وہ ہر وقت کوئی نہ کوئی بے وقوفانہ حرکت کرتی رہتی ہے۔۔ اور آج۔۔ آج وہاں میرے فرینڈز، ایمپلائز، بزنس پارٹنرز۔۔ سب تھے بابا۔۔ مجھے کتنی ایمبیرسمنٹ ہوئی ہے میں بتا بھی نہیں سکتا" نظریں جھکا کر سنجیدگی سے بولتا وہ انھیں اس پل کوئی ٹین ایجر لگا تھا۔

"اور تمہاری بیوی کو کتنی ایمبیرسمنٹ ہوئی ہوگی جب اسے تھامنے کے لیے تم نے چار قدموں کا فاصلہ بھی نہیں ماپا شاہ میر۔۔!" انھوں نے اسے شرم دلانے کی بھرپور کوشش کی۔

"وہ ہر دوسرے دن گرتی رہتی ہے بابا۔۔!" وہ جھنجھلا گیا۔

"لیکن ہر دوسرے دن تمہارا ولیمہ نہیں ہو رہا ہوتا شاہ میر اور نہ ہی ہر دوسرے دن اتنے لوگ اسے گرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔۔ ہال میں موجود ہر

شخص کے لیے بخت آور کا گرنا پہلی بار تھا، اگر تم اسے سہارا دینے میں شرم محسوس نہ کرتے تو وہ بھی شرمندہ نہ ہوتی۔۔ مگر تم نے۔۔!" انھوں نے غیر جانبداری سے اسے ہر پہلو دکھایا تو وہ اس بار کچھ نہ بولا۔ دل ہی دل میں راشدہ بیگم سے بات کرنے کا سوچنے لگا جنھوں نے قدرت اللہ صاحب کو اس کی شکایت لگا دی تھی۔ جبکہ اس کی سوچوں کے برعکس وہ کہہ رہے تھے۔

"میاں بیوی کو یونہی تو ایک دوسرے کا لباس نہیں کہا گیا۔ اگر تم اس کی بے وقوفیاں ڈیفینڈ نہیں کرو گے تو کون کرے گا؟ بولو۔۔۔!" نرم لہجے میں بولتے وہ آخر میں اس سے کچھ ناراض ہوئے تو شاہ میر نے لب بھینچتے ہوئے سر کو جھکا لیا۔

"پتہ نہیں بابا۔۔ لیکن مجھ سے امپر فیکشن برداشت نہیں ہوتی۔۔!" پشت پر ہاتھ باندھتا وہ بے بسی سے گویا ہوا تو اس کا وجیہہ چہرہ دیکھتے وہ پہلے سے زیادہ سنجیدہ ہو گئے۔

"جب تمہیں پتہ تھا کہ وہ امپر فیکٹ ہے تو تمہیں اس سے شادی ہی نہیں کرنی چاہئیے تھی" ان کے جواب پر اس نے تڑپ کر سر اٹھایا۔

"آپ جانتے ہیں کہ۔۔ میں۔۔ میں اسے پسند کرتا ہوں!" اس نے اپنے تئیں انھیں یاد کروایا تھا۔ اس کے جواب پر وہ مبہم سا مسکرائے۔

"جنہیں پسند کیا جاتا ہے انھیں پھر قبول بھی کیا جاتا ہے۔۔" اپنی بات کہتے وہ لمحہ بھر کو رکے تھے اور شاہ میر کی آنکھوں میں دیکھا۔

"خامیوں سمیت۔۔!" انھوں نے اپنی بات مکمل کی تو وہ نظریں چرا گیا۔

"مختصر یہ کہ میرے بیٹے۔۔ جس سے محبت کی جائے اس کی ذات کی دھجیاں نہیں اُڑایا کرتے۔۔ اسے عزت دی جاتی ہے، مان بخشا جاتا ہے۔ اس کی معمولی خامیاں چن چن کر اس کے منہ پر نہیں ماری جاتی۔۔!" اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہتے نرم لہجے میں کہتے وہ اسے شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں اتار رہے تھے۔

"وہ بے وقوف نہیں سادہ ہے۔۔ اس کی سادگی کو اسکا جرم مت بناؤ!" اپنی بات مکمل کر کے وہ وہاں مزید رکے نہیں تھے۔۔ سیڑھیاں اترتے نیچے چلے گئے تھے جبکہ وہ کئی پل وہاں سے ہل نہیں سکا تھا۔ ان کی باتوں پر غور کرتا وہ جانے کتنی دیر وہیں کھڑا رہا پھر رات کی تاریکی کے گہرا ہونے کا احساس ہوا تو خود بھی چھت سے اتر آیا۔ لاؤنج میں ہی اسے راشدہ بیگم مل گئی تھیں۔

"سکون مل گیا آپکو مجھے ڈانٹ پڑوا کر۔۔؟" ان کے مقابل آتا وہ ناراضگی سے بولا تو راشدہ بیگم نے نفی میں سر ہلایا۔

"سکون تو مجھے تب ملے گا جب کل صبح اپنی بچی کا ہنستا ہوا چہرہ دیکھوں گی۔۔ جاؤ اور اس سے معافی مانگو شاہ میر ورنہ بہت بری طرح پیش آؤں گی" انھوں نے اسکا کان کھینچتے ہوئے کہا تو شاہ میر ہولے سے مسکرایا۔

"پہلے کون سا اچھے سے پیش آتی ہیں۔۔!" مصنوعی پن سے کہتا وہ کان سہلاتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔۔ اندر داخل ہو کر اس نے آہستگی سے کمرے کا دروازہ بند کر دیا۔ واش روم سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی۔ یقیناً وہ شاور لے رہی تھی۔ ہاتھ پشت پر باندھتا وہ وہیں ٹہل کر اس کا انتظار کرنے لگا۔

✿✿✿✿✿✿

سیاہ تارکول پر سفر کرتی کیب کے سنگ سڑکیں گم ہوتی چلی جارہی تھیں۔ گھر قریب ہی تھا۔ مروہ نے کلائی میں بندھی گھڑی میں ٹائم دیکھا تو گھڑی رات کے پونے بارہ بجا رہی تھی۔ وہ جلد از جلد بس گھر پہنچنا چاہتی تھی۔ خدا جانے کسی نے شادی کے شور و ہنگامے میں اس کی غیر موجودگی محسوس کی بھی تھی یا نہیں۔۔؟ اگر ہاں تو یقیناً اس کے لیے سب متفکر ہوں گے۔ شاید کوئی ہال میں اسے تلاشنے واپس بھی آیا ہو۔۔؟ مختلف سوچوں کے نرغے میں گھری وہ اچانک ہوش میں آئی تھی۔

"بھائی ایک کال کرنی ہے اپنا فون دینا پلیز" اس نے کیب ڈرائیور کو مخاطب کیا تو اس نے ڈیشنگ بورڈ سے موبائل اٹھا کر اسے دے دیا۔ مروہ نے فوراً راشدہ بیگم کا نمبر ملایا تھا۔ دوسری بیل پر انھوں نے کال ریسیو کی تو اس نے

انھیں اپنے ساتھ بیتی ساری بات بتا کر اپنے گھر آنے کا بتا دیا۔ انھیں مطمئن کر کے وہ خود بھی مطمئن ہو گئی تھی سو ارد گرد سے بے پرواہ ہوتی پچھلی سیٹ سے ٹیک لگا گئی۔ کیب ڈرائیور بڑی مناسب رفتار سے گاڑی چلا رہا تھا۔ راستہ طویل ہونے لگا تو مروہ نے سر اٹھا کر سامنے دیکھا۔ کیب کو اپنی کالونی میں داخل ہوتے دیکھ اسے سکون سا ملا مگر گاڑی کی سپیڈ نے تھوڑی ہی دیر میں اسے بولنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"بھائی زرا تیز چلا لو پلیز۔۔!" اس نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا تو ڈرائیور نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

"باجی میں اس سے زیادہ تیز نہیں چلا سکتا۔۔ آپ گھر کا پتہ بتا رہی ہیں یا یہیں اتار دوں؟" کیب ڈرائیور نے اس سے زیادہ تپ کر جواب دیا تو مروہ کو غصہ آ گیا۔

"دیکھو بھائی مجھے گھر جلدی پہنچنا ہے تھوڑا سا ہی تو راستہ باقی ہے تم سپیڈ تیز کر دو۔۔" اس کے رعب میں آئے بغیر وہ سنجیدگی سے بولی تو کیب ڈرائیور نے کیب روک دی۔

"او باجی اگر گھر جانے کی اتنی ہی جلدی ہے تو آدھی رات کو لُور لُور کیوں پھر رہی ہو۔۔ گھر ٹِک کے بیٹھنا تھا نا۔۔ اب اترو میری گاڑی سے" ہاتھ نچا کر طنزیہ لہجے میں کہتا وہ مروہ کو آگ ہی تو لگا گیا تھا۔

"بکواس بند کرو اپنی ورنہ منہ توڑ دوں گی۔۔!" دروازہ کھول کر کیب سے باہر نکلتی وہ غرائی تھی.

"میں ہاتھوں سے معذور نہیں ہوں۔۔ مجھے بھی منہ توڑنا آتا ہے لیکن فی الحال میرا موڈ نہیں ہے۔۔ میرا کرایہ دو اور چلتی بنو" وہ شاید کوئلے چبائے بیٹھا تھا۔اسے ٹکر توڑ جواب دیا تھا۔

"کرایہ دیتی ہے میری جوتی۔۔ گھر تک ڈراپ کرنے کی بات ہوئی تھی، تم نے وہ پوری نہیں کی تو اب کوئی کرایہ نہیں ہے۔۔!" اسے کورا کرارا جواب دیتی وہ تیز تیز قدم اٹھاتی آگے بڑھ گئی۔ خاور جو اپنی لینڈ کروزر کی ہیڈ لائٹس آف کر کے ،ہال سے لے کر اب تک اس کیب کا پیچھا کر رہا تھا، کیب کو یوں کالونی کی سڑک پر بیچوں بیچ رکے دیکھا تو گاڑی کی رفتار تیز کرتا گاڑی

آگے لے آیا۔ اسے سامنے ہی سڑک پر مروہ اور اس کے پیچھے لپکتا کیب ڈرائیور نظر آگیا تھا۔ گاڑی روکتا وہ سرعت سے باہر نکلا تھا۔ جبکہ کرایہ لینے کی جدوجہد میں مبتلا ڈرائیور نے مروہ کی کلائی تھام لی تھی۔

"میرا کرایہ دو ورنہ۔۔!" ڈرائیور مروہ پر برسا تھا جبکہ اپنی کلائی ڈرائیور کے ہاتھ میں دیکھ کر اس نے دوسرے ہاتھ کا تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا تھا۔ چٹاخ کی آواز رات کے سناٹے میں خوب ہی گونجی تھی۔

"ہاؤ ڈیئر یو ٹچ می۔۔؟؟" وہ غصے سے دہاڑی۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا مروہ نے اپنی کلائی کھینچ کر اسے پیچھے کی طرف دھکا دیا۔ وہ بے چارہ سڑک پر اوندھے منہ گرا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟؟" ان دونوں کے قریب پہنچتا خاور اپنی بھاری آواز میں سنجیدگی سے گویا ہوا تو مروہ نے اسے بنا دیکھے چہرے پر آتی لٹ پیچھے کی۔

"بد تمیزی کر رہا تھا گھٹیا انسان ۔۔ اکیلی لڑکی سمجھ کر۔۔!" غصے سے بولتی مروہ کی نظر خاور پر پڑی تو اس کی زبان کو یک دم بریک لگی۔ جبکہ کپڑے جھاڑ کر کھڑے ہوتے ڈرائیور نے مدد طلب نظروں سے خاور کی طرف دیکھا۔

"جناب یہ جھوٹ بول رہی ہے۔۔ میرا کرایہ نہیں دے رہی میں نے مانگا تو میرے منہ پر یہ کرارا چانٹا جڑ دیا اس لڑکی نے!" ہاتھ کو بلند کر کے باقاعدہ تھپڑ بنا کر دکھاتا وہ بے چارگی سے گویا ہوا تو مروہ نے گردن گھما کر اسے گھورا۔

"کہاں تو تم دو سو روپے مانگ رہی تھیں اور پھر ہزار لے کر بھی اس غریب کو کرایہ نہیں دے رہیں تم۔۔؟؟" پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنساتا وہ اس کی طرف گھوم کر بولا تو مروہ گڑبڑا گئی۔

"یہ میرا مسئلہ ہے آپ یہ بتائیں کہ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔۔؟ میرا پیچھا کر رہے ہیں؟؟" کمر پر ہاتھ ٹکاتی وہ خود کو سنبھال کر بولی تو خاور کی نیلی آنکھوں کی چمک بڑھ سی گئی۔

"ہاں کر رہا ہوں۔۔ تم نے مجھ سے پیسے لے کر میرا گلٹ دور کیا ہے تو۔۔ میرا ابھی تمہیں گھر تک سیفلی پہنچانا بنتا تھا نا۔۔ آخر کو میرے دوست کی بہن ہو تم" کندھے اچکا کر کہتا وہ مروہ کو لاجواب کر گیا تھا۔

"صاحب میرا کرایہ۔۔!" ان دونوں کو محو گفتگو دیکھ ڈرائیور نے اپنی آواز بلند کی۔

"کتنا ہوا۔۔؟" اپنا والٹ نکالتا وہ پوچھنے لگا۔

"سات سو روپے۔۔" کیب ڈرائیور نے جڑے لب پھر سے کھولے تو خاور نے ہزار کا نوٹ اس کی طرف بڑھا دیا اور اسے ہاتھ سے جانے کا اشارہ کیا۔ وہ نوٹ جیب میں رکھتا پلٹ گیا۔

"مجھے آپکا احسان نہیں چاہئیے۔۔ یہ لیجئے وہ کرایہ جو آپ نے اس ڈرائیور کو دیا ہے" مٹھی میں دبا نوٹ اس کے سامنے کرتی وہ تنک کر بولی تو خاور کے لب ناچاہتے ہوئے بھی مسکرائے۔

"کیا فرق پڑتا ہے۔۔؟ بات تو ایک ہی ہے!" اپنے ہاتھ پشت پر باندھتا وہ غیر سنجیدگی سے بولا تو مروہ نے نچلا لب کاٹتے ہوئے نظریں چرا لیں۔

"اگر کوئی مسئلہ نہ ہو تو میں ڈراپ کر دیتا ہوں تمہیں؟" زرا سا جھک کر وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھتا اس سے اجازت طلب کر رہا تھا۔

"جی نہیں۔۔ میں چلی جاؤں گی، میرا گھر یہاں سے قریب ہی ہے!" مروہ نے سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں تقریباً ڈیڑھ کلو میٹر قریب۔۔؟" خاور نے بھی سنجیدگی سے کہا تو وہ تذبذب کا شکار ہوئی۔

"آپ کے ساتھ مسئلہ کیا ہے؟ کیوں میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں جائیں یہاں سے!" جب کچھ سمجھ نہ آیا تو جلدی سے کہہ کر وہ وہاں سے چل پڑی۔

خاور نے سرعت سے اس کی کلائی تھام لی۔ یہ ایک ہی دن میں دوسری بار ہوا تھا۔ مروہ نے پلٹ کر خونخوار نظروں سے اسے گھورا۔

"مجھے تھپڑ مارنے کی حماقت مت کرنا۔۔!" خاور نے فوراً اسے تنبیہہ کی۔ جیسے اسے شک تھا کہ ہاتھ پکڑنے کے جرم میں اسے بھی کیب ڈرائیور والی سزا مل سکتی ہے۔

"مجھے آپ کے ساتھ جانا ہوتا تو کیب میں کیوں آتی؟؟" وہ درشتگی سے بولی۔

"کیونکہ تم بے وقوف ہو" اسے اپنے ساتھ گھسیٹ کر گاڑی تک لاتا وہ سنجیدگی سے بولا پھر اسے فرنٹ سیٹ پر بٹھایا۔

"میرے پاس مزید فالتو وقت نہیں ہے کہ اسے سڑکوں پر تمہارے لیے برباد کرتا پھروں۔۔ یہاں سے بس پانچ منٹ کی ڈرائیو ہے، پھر تم اپنے گھر پہنچ جاؤ گی اور میں واپس اپنے گھر۔۔!" گاڑی سٹارٹ کرتا وہ بھرپور سنجیدگی سے بولا تو مروہ جو اپنی کلائی مسلتے ہوئے اس کا لمس مٹانے کی کوشش کر رہی تھی خاور کی طرف دیکھنے پر مجبور ہوئی۔

"میں نے آپ کی منت سماجت نہیں کی تھی کہ پلیز آپ اپنا وقت میرے لیے برباد کریں۔۔ آپ نے خود اپنی مرضی سے کیا ہے جو بھی کیا ہے!" وہ تنک کر بولی تو اس کے انداز پر خاور کے لبوں پر پھر سے مسکراہٹ آٹھہری۔

"منت سماجت کا میں اثر لیتا بھی نہیں، میں وہی کرتا ہوں جو مجھے کرنا ہوتا ہے!" گاڑی ڈرائیو کرتا وہ دھیمی آواز میں بولا تو وہ ہونہہ کر کے گاڑی سے باہر دیکھنے لگی کہ اس خبطی انسان سے مزید کوئی بات وہ کرنا ہی نہیں چاہتی تھی۔ تین منٹ سے بھی کم کے وقفے میں اس کی گاڑی قدرت ہاؤس کے گیٹ سے کچھ دور رکی تھی۔

"آگئی تمہاری منزل۔۔!" بریکس لگاتے ہوئے خاور نے اس کی طرف دیکھ کر کہا تو بنا اس کی طرف دیکھے وہ جلدی سے باہر نکلی۔ خاور خود بھی گاڑی سے باہر نکل آیا تو وہ پلٹی۔

"یہاں سے گھر تک میں اکیلی جا سکتی ہوں پلیز اب میرا پیچھا چھوڑ دیں۔۔!" دبی دبی سی آواز میں کہتے ہوئے مروہ نے تپ کر اس کے سامنے دونوں ہاتھ جوڑ لیے۔

"کسی نے شکریہ کہنا نہیں سکھایا تمہیں؟" اس کی بات نظر انداز کرتا وہ پیشانی کو شہادت کی انگلی سے کھجا کر بولا۔

"اس زبردستی کی لفٹ کے لیے میں شکریہ بالکل نہیں کہنے والی۔۔ اب جائیں اور خدا کے لیے دوبارہ کبھی میرے سامنے مت آیئے گا!" تپی تپی سے لال گلابی ہوتی وہ لڑکی اس کی دلچسپی بڑھا رہی تھی۔

"چلا جاتا ہوں۔۔" اس نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"مگر سامنا نہ ہونے کی گارنٹی نہیں دیتا" کہتے ہوئے اس نے ایک بھرپور مسکراہٹ اس کی جانب اچھالی اور پھر پلٹ گیا۔ اس کے گاڑی میں بیٹھ کر ریورس کرنے تک مر وہ وہیں کھڑی رہی۔

"پاگل۔۔ خبطی انسان۔۔!" گاڑی کی نمبر پلیٹ کو گھورتی وہ بڑبڑائی۔ تبھی کسی نے اچانک اسے بازو سے تھام کر اپنی جانب گھمایا تھا۔

"کون تھا وہ۔۔؟" اس کے مقابل کھڑا اعالیان سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

✿✿✿✿✿✿✿

اسے سامنے دیکھ کر اپنی تذلیل پھر سے یاد آئی تو دل کو ڈپٹتی وہ لب بھینچ کر ڈریسنگ مرر کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ شاہ میر کو مکمل طور پر نظر انداز کیا تھا۔ اسے یوں اجنبی بنتے دیکھ وہ قدم قدم چلتا اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔

بالوں میں ہئیر ڈرائر چلاتی بخت آور نے پوری کوشش کی تھی کے اپنے پیچھے آ کھڑے ہوتے شاہ میر کی طرف نہ دیکھے۔

"ناراض ہو؟" اس نے دھیمی آواز میں پوچھا۔ گہری نگاہوں کا مرکز بخت آور کا نکھرا نکھرا سا وجود تھا۔ اس نے کوئی جواب دیے بغیر ڈرائر ڈریسنگ ٹیبل پر پٹخا اور خود بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔

"تم سے بات کر رہا ہوں میں۔۔سنائی نہیں دے رہا؟" اسے موبائل پکڑتے دیکھ وہ اس کے قریب آتا سنجیدگی سے بولا تو بخت آور نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ آنکھوں کے سوجے ہوئے پپوٹوں پر اب بھی کچھ سرخی باقی تھی۔ گلابی آنکھیں اس کا بہت سارو چکنے کی غمازی کر رہی تھیں۔

"آپ کو کیا فرق پڑتا ہے؟" پلکیں جھپکاتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"فرق نہ پڑتا تو پوچھتا ہی کیوں۔۔؟؟" وہ اس کے مقابل بیٹھ گیا۔ بخت آور کو پھر سے رونا آنے لگا۔

"اگر آپ کو فرق پڑتا تو آپ وہ سب کچھ کہتے ہی نہیں۔۔!" آنکھوں میں امڈتے آنسو حلق میں اتارتے ہوئے اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا تو شاہ میر نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"میں غصے میں تھا یار۔۔ آئی ایم سوری۔۔!" سر جھکا کر کہتے ہوئے اس نے آخر میں اسکا ہاتھ لبوں سے لگالیا۔ بخت آور کی دھڑکنیں پل میں منتشر ہوئی تھیں۔

"اور وہ جو ہال میں آپ نے کیا۔۔؟ اسکا کیا۔؟" وہ شاید مزید کچھ سننا چاہتی تھی اس لیے شاہ میر کو اس کی پہلی غلطی بھی یاد کروائی۔

"فار گاڈ سیک بخت۔۔ میں ناول کا کوئی ہیرو نہیں ہوں جسے تمہارے گرنے کا الہام ہو جاتا اور بروقت میں تمہیں زمین بوس ہونے سے پہلے تھام لیتا۔۔!" شاہ میر نے اس بار سنجیدہ لہجے میں اسے جواب دیا تو وہ جو اس سے مزید معذرت کی توقع رکھتی تھی، پل بھر کو اسے دیکھتی رہ گئی۔ پھر جب بولی تو آواز لرز رہی تھی۔

"ناول کے نہ سہی، آپ میری کہانی کے تو ہیرو ہیں۔۔ اور ہیرو تو ہیرو ہی ہوتا ہے، سب سے الگ۔۔ سب سے خاص" اس کے ہاتھ پر اپنا دوسرا ہاتھ

رکھتی وہ بے حد آہستگی سے بولی تو وہ اسے دیکھتا رہ گیا۔ وہ واقعی بے حد سادہ تھی۔

"زندگی ان افسانوی سے باتوں سے بہت دور کی چیز ہے بخت آور۔۔ تلخ اور صبر آزما۔۔ خود کو بدل لو ورنہ یہ زندگی تمہارے لیے تلخ۔۔ اور میرے لیے صبر آزما ہو جائے گی!" شاہ میر نے کافی بردباری سے اس بار اسے سمجھانے کی کوشش کی تو اس کی بات کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرتی بخت آور نے بامشکل اثبات میں سر ہلایا۔

"گڈ گرل۔۔!" اس کا گال تھپتھپا کر وہ اس کے پاس سے اٹھ گیا۔

"سونا مت۔۔ میں چینج کر کے آتا ہوں۔۔!" واش روم کی طرف بڑھتے ہوئے وہ پلٹ کر بولا۔ لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ تھی۔ بدلے میں بخت آور

مسکرا بھی نہ سکی۔ وہ اس سے معافی مانگ کر پُر سکون ہو چکا تھا۔ بخت آور نے اسے معاف کیا تھا یا نہیں؟ اس سے اُسے کوئی سروکار نہ تھا۔

✿✿✿✿✿✿

مروہ نے عالیان سے نظر ہٹا کر باری باری عنیزہ اور ارصم کی طرف دیکھا۔ ان دونوں کی آنکھوں میں بھی وہی سوال تھا جسے عالیان کے لبوں نے ادا کیا تھا۔

"میرا ہاتھ چھوڑو عالیان۔۔!" ناگواری سے کہتے ہوئے اس نے ارصم کو دیکھا۔ نگاہوں میں غصہ سا تھا۔

"پہلے بتاؤ کہ وہ کون تھا۔۔؟؟" عالیان کا لہجہ درشت ہوا تو ارصم کو درمیان میں بولنا پڑا۔

"پوچھنے کے لیے میں یہاں موجود ہوں عالی۔۔ اسکا ہاتھ چھوڑ دو" عالیان کے بازو پر ہاتھ رکھتا وہ سنجیدگی سے بولا تو عالیان نے لب بھینچتے ہوئے ارصم کو گھورا۔ پھر مروہ کا بازو چھوڑ کر پلٹا اور سرعت سے گاڑی تک گیا تھا۔ اگلے ہی پل گاڑی سٹارٹ کر کے وہ وہاں سے گاڑی بھگا لے گیا۔

"تم نے اسے ناراض کر دیا ہے ارصم۔۔!" عنیزہ نے آہستگی سے کہا۔

"حالانکہ اسے ہونا نہیں چاہئیے۔۔!" ارصم نے لاپرواہی سے کہا۔

"مجھ سے سوال پوچھنے کی بجائے تم لوگوں کو مجھے جواب دینا چاہئیے۔۔ مجھے لیے بغیر تم لوگ کیسے واپس آسکتے ہو؟ ایک بار بھی نہیں سوچا کہ میرا کیا بنے گا؟" عالیان کے جاتے ہی وہ ان دونوں پر برسی تھی۔

"اٹس جسٹ سے مس انڈر اسٹینڈنگ مروہ۔۔!" عنیزہ نے اسے جواب دیا۔

"یہ مس انڈرسٹینڈنگ نہیں لاپرواہی کی حد ہے عنیزہ۔۔ آدھی رات کو مجھے وہاں چھوڑ دیا۔۔ نہ میرے پاس موبائل تھا اور نہ پیسے۔۔ کسی نے پلٹ کر میری خبر تک نہیں لی اور اب چلے ہیں مجھ سے سوال کرنے!" وہ بری طرح تپی ہوئی تھی۔

"ہم تمہیں ہی دیکھنے جا رہے تھے اور گھر پر امی نے کسی کو اس لیے نہیں بتایا کہ خوامخواہ بات کا بتنگڑ نہ بنے یار۔۔!" ارصم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے نرم لہجے میں کہا تو سر جھٹکتی وہ گھر کی طرف قدم بڑھا گئی۔

"مجھے کسی سے کوئی بات نہیں سننی۔۔!" وہ ناراض لگ رہی تھی۔

"یار ہوا کیا تھا بتاؤ تو سہی۔۔؟" عنیزہ اس کے پیچھے لپکتے ہوئے بولی مگر وہ بنا رکے چلتی رہی.

"مروہ بتاؤ نا یار۔۔!" عنیزہ نے پھر سے پوچھا تو گھر کا گیٹ کراس کرتی وہ رکی۔

"کیا بتاؤں۔۔؟ برائیڈل روم میں بند ہو گئی تھی دروازہ جام ہو گیا تھا۔۔ کوئی گھنٹہ میں دروازہ بجاتی رہی مگر کسی نے نہیں کھولا۔۔" درشت لہجے میں تیز تیز بولتی مروہ کی آنکھوں میں نمی در آئی۔ عنیزہ کو حقیقتاً اس کے لیے افسوس ہوا تھا۔

"پھر۔۔؟؟" اس کے لب ہلے۔ ارصم بھی قریب ہی آ گیا تھا۔

"پھر کیا۔۔ کوئی ویٹر وہاں سے گزر رہا تھا اس نے دروازہ کھولا۔۔ باہر آئی تو ہال خالی ہو چکا تھا۔۔ تم میں سے کوئی بھی نہیں تھا وہاں۔۔ کیوں عنیزہ۔۔؟؟ اندازہ ہے کچھ کہ مجھے کیا فیل ہوا تھا تب۔۔؟؟" خفگی بھرے لہجے میں بولتی وہ بس رو دینے کو تھی۔

"تمہیں وہیں ہم سے کسی کے واپس آنے کا ویٹ کرنا چاہئیے تھا۔۔!" ارصم اس دوران پہلی مرتبہ بولا تھا۔

"میں بخت آور ہوتی تو شاید یہی کرتی لیکن مجھے گھر کا راستہ معلوم ہے ارصم۔۔ وہاں ان گنت ویٹرز اور ہال کی مینجمنٹ کے ساتھ میں تم میں سے کسی کے آنے کا ویٹ نہیں کر سکتی تھی۔۔ وہ تو شکر ہے کہ بھائی کا یہ

دوست۔۔ پتہ نہیں کیا فضول سا نام تھا اسکا۔۔!" یاد کرتے ہوئے وہ جھنجھلائی۔

"ہاں خاور یامین۔۔ وہ ابھی وہیں تھا تو پھر اس سے ہیلپ لی میں نے۔۔ وہ نہ ہوتا تو پتہ نہیں کیا کرتی میں۔" خاور سے پیسے لے کر کیب میں آنے والی بات وہ یکسر گول کر گئی تھی کہ پھر ساتھ ہی سائیکل ایکسیڈنٹ والا قصہ بھی بتانا پڑتا۔

"چلو جو بھی ہوا۔۔ بیت گیا۔۔ اب تم موڈ ٹھیک کرلو!" اس کی پیٹھ سہلاتے ہوئے عنیزہ نے نرمی سے کہا تو مروہ نے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا۔

"کیسے بیت گیا؟ وہ جو منہ بنا کر چلا گیا ہے اسکا کیا؟" عالیان کی بابت پوچھتے ہوئے وہ آخر میں نظر چرا گئی کہ ارصم بھی وہیں تھا۔

"تم اس کی فکر مت کرو میں دیکھ لوں گا اسے۔۔ تم یہاں آؤ۔۔" لاپرواہی سے کہتے ہوئے اس نے آخر میں مروہ کو خود سے لگایا۔

"اللہ نہ کرے لیکن اگر ایسا کبھی دوبارہ ہو جاتا ہے تو سب سے پہلے کسی سے بھی فون لے کر گھر پر رابطہ کرنا چاہیئے مروہ۔۔کال کے لیے تم ہال کی مینجمنٹ سے بھی ہیلپ لے سکتی تھیں۔" ارصم نے کافی بردباری سے اسے سمجھایا تو مروہ کو اس کی بات درست لگی۔

"بس پہلے میرے ذہن میں یہ خیال نہیں آیا لیکن میں نے بعد میں اُس خاور کے فون سے امی کو کال کر دی تھی۔!" اس کے سینے سے سر لگائے چلتی وہ سچ ملا جھوٹ بول گئی تھی۔ راشدہ بیگم کو کال اس نے کیب ڈرائیور کے نمبر سے کی تھی۔

"اور امی نے ہمیں بتایا تک نہیں۔"عنیزہ کو غصہ آیا۔

"خیر۔۔یہ خاور شاید وہی ہے نا جو وہاں ہال میں تمہارے اور بھائی کے ساتھ کھڑا تھا۔۔؟'عنیزہ نے اپنے دماغ زور ڈالتے ہوئے پوچھا تو مروہ نے ارصم سے الگ ہوتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔

"ہممممم۔۔ چلو جو ہوا سو ہوا۔۔ اب چلو اندر یقیناً امی انتظار دیکھ رہی ہوں گی" ارصم نے کہا تو وہ تینوں قدرت ہاؤس کی اندرونی عمارت کی جانب چل دیے۔

✿✿✿✿✿

:شادی کی تقریبات کیا ختم ہوئیں گھر کی رونق بھی ماند پڑ گئی۔ زندگی اپنی روٹین پر واپس آنے لگی تو ارصم اور عنیزہ نے پھر سے کالج جانا شروع کر دیا

جبکہ مروہ اور بخت آور ابھی اپنے رزلٹ کے انتظار میں تھیں۔ شاہ میر پھر سے آفس جوائن کر چکا تھا جبکہ عالیان بھی آجکل پیپرز کی تیاریوں میں مصروف تھا۔۔ اس روز کے بعد وہ دو تین بار قدرت ہاؤس آچکا تھا مگر مروہ سے اس نے کوئی بات نہیں کی تھی اور یہی بات مروہ کو کھٹک رہی تھی۔ خاور نامی وہ بلا تو اسی رات اس کے ذہن سے محو ہو گئی تھی جس رات عالیان اس سے ناراض ہو کر گیا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس بار وہ آئے گا تو خود اس سے بات کرے گی۔۔ اس وقت بھی وہ اور بخت آور لان میں کرسیاں بچھائے شام کی چائے کا لطف اٹھا رہی تھیں کہ تبھی گیٹ پر شاہ میر کی گاڑی نے ہارن بجایا تو چائے کے سپ لیتی بختاور فوراً سیدھی ہو کر بیٹھی۔

"لو جی۔۔ اب تمہاری پریڈ سٹارٹ ہے بخت بی بی۔۔ جاؤ پہلے بھائی کے لیے پانی لے کر آؤ۔۔!" مروہ نے اسے چھیڑا تو وہ دھیرے سے ہنسی۔ پھر چائے

کا کپ میز پر رکھ کر اندر کی جانب چل دی۔ جب تک وہ پانی لے کر آئی شاہ میر اس کے ساتھ والی کرسی سنبھال چکا تھا۔ اسے سلام کرتے ہوئے بخت آور نے معمول کے مطابق پانی کا گلاس پیش کیا تو اس نے سر کے اشارے سے جواب دیتے ہوئے گلاس تھام لیا۔

"یہ ٹھنڈا نہیں ہے۔۔!" گلاس لبوں سے ہٹا کر اس نے چائے کا کپ پکڑتی بخت آور کو مخاطب کیا۔

"ہاں تو ابھی تو مارچ کی سترہ ہے شاید۔۔ گرمی آنے میں کافی دن باقی ہیں۔۔ ایسے ہی پی لیں نا!" بخت آور نے کافی سوچ سمجھ کر اسے جواب دیا کہ الٹی سیدھی بات وہ ویسے ہی کم برداشت کیا کرتا تھا۔

"لیکن میں نے کل تمہیں کہا تھا کہ مجھے اب سے ٹھنڈا پانی چاہیئے۔۔ کہا تھا یا نہیں۔۔؟؟" گلاس میز پر رکھتے ہوئے اس نے ڈائریکٹ بخت آور کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا تھا۔ بخت آور کے حلق میں کچھ اٹکا۔

"کہا تھا لیکن۔۔۔!" وہ بات پوری نہیں کر پائی تھی جب شاہ میر نے اس کی بات کاٹ دی۔

"لیکن تم پر کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔۔ تمہارے نزدیک میرا ہر کام۔۔ میری ہر بات فضول ہے۔!" گلاس وہیں چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوتا وہ سپاٹ لہجے میں بولا تو مروہ کو درمیان میں بولنا پڑا۔

"کیا ہو گیا ہے بھائی یہ اتنی بڑی بات تو نہیں ہے" اسے وہاں سے جاتا دیکھ وہ اس کے پیچھے لپکی جبکہ بخت آور خاموشی سے اپنی جگہ بیٹھی رہی۔ گزشتہ

ایک ماہ میں وہ پہلے بھی کمرے کی چار دیواری میں ایسا بہت بار کر چکا تھا۔ کبھی موزے نہ ملنے پر تو کبھی کوئی فائل کھو جانے پر۔۔ ناشتہ دیر سے ملنے پر تو کبھی پراٹھا جل جانے پر۔۔ اسکا یہ ردعمل بخت آور کے لیے نیا نہیں تھا لیکن شادی سے پہلے ایک ہی چھت کے نیچے ساتھ رہنے کے باوجود وہ اس کی فطرت کے اس پہلو سے بے خبر رہی تھی کیونکہ۔۔ پہلے اس نے کبھی شاہ میر کا کوئی کام کیا ہی نہیں تھا۔ راشدہ بیگم بڑی تندہی اور سلیقے سے اس کے سارے کام سر انجام دیا کرتی تھیں لیکن اب معاملہ اور تھا۔۔ نہ تو بخت آور سلیقے کے 'س' سے آشنا تھی اور نہ ہی تندہی کے 'ت' سے۔۔

"بھائی آپ سے کہہ رہی ہوں۔۔!" مروہ نے پھر سے شاہ میر کو مخاطب کیا لیکن وہ بنا رکے سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔ مروہ واپس اس کے پاس آئی جو ٹرے میں چائے کے کپ اور گلاس رکھ کر پلٹ رہی تھی۔

"اب کیا کرو گی۔۔؟؟" مروہ نے اس سے پوچھا۔

"کیا کر سکتی ہوں؟" وہ مسکرائی۔ ایک ایسی مسکراہٹ جس کا ساتھ اس کی آنکھوں نے نہیں دیا تھا۔

"تم جاؤ بھائی کے پاس۔۔ اور یہ ٹرے مجھے دو میں لے جاتی ہوں۔۔" نرمی سے کہتی مروہ نے اس کے ہاتھ سے ٹرے لینے کی کوشش کی تو بخت آور نے طریقے سے ٹرے پیچھے کرلی۔

"نہیں گراؤں گی یقین کرو۔۔!" ہنس کر کہتی وہ اسے عجیب سے لگی۔ پہلے والی بختاور سے قطعی مختلف۔۔

"میں نے اس وجہ سے نہیں کہا بخت۔۔ کیسی باتیں کر رہی ہو۔۔؟؟" مروہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے حیرت ملی نرمی سے کہا تو بخت آور نے نظریں چرانے کی بجائے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"تم کہو یا نہ کہو۔۔ میں جانتی ہوں کہ مجھے خود میں کیا تبدیل کرنا ہے!" سنجیدگی سے کہتی وہ وہاں رکی نہیں تھی۔ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اندرونی عمارت میں گم ہوتی چلی گئی۔ اس کے قدموں کے نادیدہ نشانات دیکھتی مروہ کچھ حیرت زدہ سی وہیں کھڑی اس کے لفظوں پر غور کر رہی تھی۔ وہ واقعی پچھلے ایک ماہ میں شاید ایک بار بھی نہیں گری تھی۔ آخری بار وہ ولیمہ کی تقریب میں زمین بوس ہوئی تھی اور اس پر شاہ میر کا ردعمل اسے عنیزہ کی زبانی ہی سننے کو ملا تھا۔ تو کیا اس نے شاہ میر کی باتوں کا اثر لے لیا تھا؟؟؟ مروہ سوچ ہی سکی تھی۔

✿✿✿✿✿✿✿

"سر آپ نے بلایا۔۔؟؟" کمشنر کے آفس میں داخل ہوتے ہی اس نے مستعدی سے کہا تو میز کے اس پار کرسی پر براجمان وہ شخص ٹیک چھوڑتا سیدھا ہوا تھا۔

"بیٹھیے شاہ ویز۔۔!" اسے بیٹھنے کا کہتے ہوئے انھوں نے میز پر ایک طرف پڑی فائلز میں سے ایک فائل شاہ ویز کی طرف رکھی تو وہ بیٹھ گیا۔

"آپ کی گزشتہ ایک ماہ کی کارکردگی کی بنیاد پر میں ایک بہت اہم کیس آپ کے حوالے کر رہا ہوں شاہ ویز۔۔!" فائل اس کے سامنے کھولتے ہوئے کمشنر نے سنجیدگی سے کہا تو شاہ ویز نے ہولے سے سر اثبات میں ہلایا۔

"یہ وسیم بارانی ہے۔۔ کل شام اس نے خود کو گولی مار کر خودکشی کرلی ہے۔ گی!" فائل میں لگی تصویر اس کے سامنے کرتے وہ سنجیدگی سے بولے تو شاہ ویز نے بغور تصویر کو دیکھا۔

"یہ تو شاید۔۔ وزیر اعلی پنجاب کا نواسا ہے؟" ٹھوڑی کھجاتے ہوئے اس نے سوالیہ انداز میں پوچھا تو مقابل نے سر اثبات میں ہلایا۔

"مسئلہ صرف سوسائیڈ کا نہیں ہے شاہ ویز۔۔ خودکشی کے لیے جو گن اس نے استعمال کی ہے وہ پاکستان کی نہیں ہے!" اسے بتاتے ہوئے انہوں نے دوسری تصویر اس کے سامنے کی جس میں وسیم بارانی کی لاش کی جاع وقوعہ تصویر لی گئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں موجود گن پر کمشنر نے شہادت کی انگلی رکھی۔

"ایسی ہی ایک گن آج سے پانچ سال پہلے ایک جرنلسٹ نے خودکشی کے لیے استعمال کی تھی۔۔!" دوسری تصویر بھی اس کے سامنے کی جس میں جرنلسٹ وقار ہمدانی کی خودکشی کرنے کے فوراً بعد کی تصویر لی گئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں موجود گن بالکل ویسی ہی تھی جیسی کہ وسیم بارانی کے ہاتھ میں تھی۔ شاہ ویزان دونوں شخصیات سے بخوبی واقف تھا۔

"پوائنٹ یہ ہے کہ یہ گن پاکستان میں نہیں بنی شاہ ویز۔۔ نہ ہی اس کا کوئی لیگل ریکارڈ موجود ہے۔۔!" انہوں نے بلی تھیلے میں سے باہر نکالی تو شاہ ویز کو کیس کی نوعیت سمجھ آگئی۔

"سرحد میں یوسف خان، بلال حق، بلوچستان میں بہروز کگڑزئی، نوریز جمالی اور جمشید جتوئی جبکہ سندھ میں بھی ایسے ہی تین چار اثرورسوخ والے افراد

ہیں جنہوں نے ایسی ہی گنز سے پچھلے پانچ سال میں خودکشیاں کی ہیں، جو غیر قانونی ہیں شاہ ویز۔۔!" باری باری اس کے سامنے تصاویر بچھاتے وہ بولتے جا رہے تھے۔

" آپ مجھ سے چاہتے کیا ہیں سر۔۔؟؟" شاہ ویز نے ان کی آنکھوں میں جھانکا۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم بظاہر اس خودکشی کے کیس کی انویسٹیگیشن کرو لیکن۔۔ بالآخر تمہیں اس سمگلنگ کی تہہ تک پہنچنا ہے شاہ ویز۔۔ اور یہی تمہیں ان ساری خودکشیوں کی وجہ تک لے جائے گا۔۔" میز پر ہتھیلی جما کر کہتے وہ اسے ایک نئے امتحان کے روبرو کر چکے تھے۔

"بارانی کی خودکشی کا کیس تو متعلقہ تھانے کے پاس نہیں ہے سر۔۔؟" شاہ ویز نے تصاویر پر نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا۔

"بالکل ۔۔ مگر میں تمہیں وہاں بھیج رہا ہوں ۔۔ ایس۔ایچ۔او تمہارے ساتھ پورا کو آپریٹ کرے گا" کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے کمشنر نے اطمینان سے کہا تو شاہ ویز نے لب بھینچ لیے۔

" یہ گتھی پچھلے پانچ سالوں سے الجھی ہوئی ہے شاہ ویز۔۔مجھے امید ہے کہ تم اسے جلد سلجھالو گے "

" ان شاء اللہ سر۔۔!" اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا وہ پر یقین لہجے میں بولا تھا۔ پھر کمشنر کے اشارہ کرنے پر وہ فائل اور تصاویر سمیٹ کر ان کے آفس سے باہر نکل آیا تھا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

شام ڈھلتے ہی موسم نے کروٹ بدلی تو گھٹاؤں نے آسمان کا گھیراؤ کر لیا۔ لان میں ننگے پاؤں چلتی وہ سرمست چلتی ہوا کے جھونکوں سے صحیح طرح لطف اندوز بھی نہ ہو پائی تھی کہ بارش برسنے لگی۔ اندر جانے کی بجائے وہ وہیں کھڑی بارش میں بھیگنے لگی۔ آنکھیں آہستگی سے بند کر لی تھیں۔

"ابو کہہ رہے تھے کہ ہم دونوں نادرن ایریاز گھوم پھر آئیں.. کیا کہتی ہو؟" ٹائی کی ناٹ درست کرتا وہ عام سے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ بیڈ شیٹ درست کرتی بخت آور کے ہاتھ پل بھر کو رکے پھر دوبارہ حرکت کرنے لگے۔

"جیسا آپ کو ٹھیک لگے۔۔!" اس نے آہستگی سے جواب دیا تو بال سیٹ کرتے شاہ میر نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

"اور تمہیں۔۔؟ تمہیں کیا ٹھیک لگتا ہے؟" ہئیر برش ڈریسنگ ٹیبل پر رکھتا وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

"مجھے۔۔؟ مجھے نہیں پتہ کہ مجھے کیا ٹھیک لگتا ہے!" تکیہ بیڈ کے سرہانے رکھتی وہ دھیرے سے ہنستے ہوئی بولی۔ جیسے بات کو ہوا میں اڑانا چاہا تھا۔

"پھر کیا پتہ ہے تمہیں۔۔؟؟" وہ قدم قدم چلتا اس کے مقابل آگیا۔ شاید آج وہ موڈ میں تھا۔

"صرف اتنا کہ جو بھی مجھے ٹھیک لگتا ہے وہ آپ کو غلط لگنے لگتا ہے۔۔ اس لیے اب میں نے صحیح غلط، سوچنا ہی چھوڑ دیا ہے!" اس کی طرف دیکھ کر کہتی وہ آخر میں مسکرائی تو وہ چند ثانیے اسے تکتا رہا۔

"تم جو بھی کرو۔۔ بس خوش رہا کرو۔۔ میں تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں"
اس کا گال تھپتھپا کر نرم لہجے میں کہتا وہ بخت آور کو ساکت کر گیا تھا۔ کتنا آسان تھا اس کے لیے کہہ دینا۔۔؟

"میری چھوڑیے۔۔ اپنا بتائیں۔۔ آپ مجھ سے خوش ہیں نا۔۔؟؟ نہ تو اب میں گرتی ہوں اور نہ ہی کوئی کام بگاڑتی ہوں۔۔ کیا اب میں آپ کو اچھی لگتی ہوں۔۔؟" سر اونچا کیے پوچھتی وہ سادگی کی انتہا پر ہی تو تھی۔ شاہ میر حیران ہوا تھا۔ کیا اسے سدھارنے کی کوشش میں وہ اسے خود سے بدگمان کر بیٹھا تھا؟

"یہ کیسا سوال ہے۔۔؟ تم مجھے ہمیشہ سے اچھی لگتی ہو بخت۔۔ بہت بہت اچھی۔۔!" اسے کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرتا وہ نرم لہجے میں بولا تو وہ لب بھینچے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"بدگمان ہو رہی ہو مجھ سے ؟؟" وہ مزید پوچھ رہا تھا۔ اس کے سوال پر بخت آور کی آنکھوں میں آنسو امڈنے کو بے تاب ہونے لگے جنہیں ضبط سے پیچھے دھکیلتی وہ کھل کر مسکرائی کہ شاہ میر کو اس کا رونا پسند ہی کب تھا۔۔؟

"نہیں۔۔ نہیں تو۔۔!" بھرے بھرے ہونٹوں پر ایک جاندار مسکراہٹ شاہ میر کا دل لوٹ گئی تھی۔ وہ بے اختیار جھکا اور اس کی پیشانی پر اپنے لب رکھ دیے۔ پھر بہت آہستگی سے اسے خود سے لگایا تھا۔

"شاباش ہونا بھی مت۔۔ بہت پیار کرتا ہوں میں تم سے۔۔ بہت زیادہ۔۔"

اس کی پیٹھ سہلاتا وہ دھیمے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ اس کے سینے سے لگی بخت آور بس خاموشی سے اس کے لباس سے اٹھتی پرفیوم کی خوشبو اپنے اندر اتارتی رہی۔۔ اسے وہ خوشبو عزیز تھی۔۔ بے حد۔۔ بے تحاشا۔۔

"ویسے مجھے لگتا ہے تم آہستہ آہستہ سمجھدار ہوتی جا رہی ہو۔۔" دھیرے سے ہنستا۔۔ پُر مزاح جملہ۔۔ کسی تیر کی مانند بخت آور کے دل میں پیوست ہوا تھا۔

"محبت میں بے قدری بے وقوف عورت کو بھی سمجھدار کر دیتی ہے میر۔۔!" بنا سر اٹھائے وہ بے اختیار کہہ گئی تو شاہ میر نے اسے دونوں بازوؤں سے تھام کر خود سے الگ کیا۔

"پاگل ہو گئی ہو تم۔۔؟؟" اس کے بازو اپنی آہنی گرفت میں جکڑے وہ سخت لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ بخت آور نے آنکھیں کھول کر سامنے دیکھا۔ منظر بدل چکا تھا۔ وقت بدل چکا تھا مگر مقابل کھڑا شخص وہی تھا۔ بارش میں بھیگتا۔۔ خشمگیں نگاہوں سے اسے گھورتا۔۔ وہ شاہ میر آفریدی ہی تھا۔

"یہ گزرتے موسم کی بارش ہے بخت۔۔ اس میں نہایا نہیں کرتے۔۔!" اس کے بازوؤں پر اپنی گرفت سخت کرتا وہ سنجیدگی سے پُر لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"میں نہا نہیں رہی۔۔ بھیگ رہی ہوں!" وہ ہولے سے مسکرا کر بولی۔ شاہ میر کو پہلی بار اس مسکراہٹ سے چڑ ہوئی۔

"ہر بات کا جواب مسکرا کر مت دیا کرو مجھے غصہ آرہا ہے!" اس کے بازو چھوڑتا وہ جھنجھلا کر بولا تو وہ کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

"رویا نہ کروں۔۔ مسکرایا نہ کروں۔۔؟ کسی دن یہ مت کہیے گا کہ بخت سانس نہ لیا کرو" اپنی ہنسی روکتی وہ غیر سنجیدگی سے بولی تو اس کی طرف دیکھتا وہ بے بس سا ہوا۔ وہ لڑکی سلجھنے کی بجائے مزید الجھتی چلی جا رہی تھی۔

"تمہارا سانس لینا میری زندگی کے لیے بہت ضروری ہے بخت۔۔ آئندہ ایسا مت کہنا پلیز۔۔!" اس کی آنکھوں میں جھانکتا وہ واضح الفاظ میں بولا تو بخت آور کے پھیلے ہوئے لب سمٹ گئے۔ وہ کچھ پل خاموشی سے اسے دیکھتی رہی پھر جب بولی تو آواز کی کھنک مفقود تھی۔

"آپ کو پتہ ہے آپ جھوٹ بہت خوبصورت بولتے ہیں۔" بے تاثر لہجے میں کہتی وہ وہاں مزید نہیں رکی تھی۔ اپنے بھیگے وجود کو اچھی طرح دوپٹے سے چھپاتی اندرونی عمارت کی طرف بڑھ گئی۔ اپنے کمرے کی کھڑکی سے ان

دونوں کو کافی دیر سے ایک دوسرے کے مقابل دیکھتی راشدہ بیگم بھی کھڑکی کا پردہ برابر کرتی پلٹ گئیں۔ جبکہ لان میں تنہا بھیگتا وہ کئی ثانیے وہیں بت بنا کھڑا رہا تھا۔ دل کی کیفیت سمجھ سے باہر تھی۔ اسے بے اختیار دو دن پہلے ہوئی اپنی اور بخت آور کی گفتگو یاد آ گئی۔

"محبت میں بے قدری بے وقوف عورت کو بھی سمجھ دار کر دیتی ہے میر۔۔!" اس کے مدھم لہجے نے شاہ میر کو چونکا دیا تھا۔ اس نے یک دم اسے خود سے الگ کیا۔۔

"یہ فلسفہ تم کہاں سے سیکھ رہی ہو بخت۔۔؟" اسے بازوؤں سے تھامتے ہوئے شاہ میر نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"یہ فلسفہ نہیں میری زندگی کا تجربہ ہے میر۔۔!" اس کے ہاتھ بہت آہستگی سے جھٹکتے ہوئے وہ اطمینان سے بولی۔

"تجربہ۔۔؟ اور کتنے عرصے میں حاصل ہوا ہے تمہیں یہ تجربہ۔۔؟ ڈیڑھ یا شاید دو ماہ میں۔۔ہاں؟؟" شاہ میر نے اسے اپنی اور اس کی شادی کا دورانیہ گنوایا۔ لہجہ طنزیہ تھا۔

"نہیں۔۔ یہ اٹھاون دن، سات گھنٹے، تیئیس منٹ اور پندرہ سیکنڈز میں حاصل ہوا ہے۔۔" بولتے ہوئے اس نے آخر میں دیوار پر لگی گھڑی کی طرف دیکھا تو شاہ میر کی بھنویں تن گئیں۔

"اٹھاون دن میں کچھ نہیں ہوتا ہے بخت بی بی۔۔ یہ بچپنا چھوڑ دو اب۔۔ "!

"آپ نے ان دو ماہ کو دنوں کے حساب سے جبکہ میں نے پلوں کے حساب سے گزارا ہے شاہ میر آفریدی۔۔ آپ تو جانتے بھی نہیں ہیں کہ کس پل میں آپ کے کس رویے سے گھائل ہو کر میرا بچپنا میرا ساتھ چھوڑ گیا۔۔!"

بازو لپیٹ کر کہتی وہ پھر سے مسکرائی تو لب بھینچے کھڑا شاہ میر اسے دیکھتا رہ گیا۔

"جب تمہیں مجھ سے اور میرے رویے سے اتنی ہی پرابلم ہے تو پھر میرے ساتھ رہ کیوں رہی ہو۔۔؟؟" اسے پھر سے بازوؤں سے تھامتا وہ دھیمے سلگتے ہوئے لہجے میں بولا تو اسے تکتی بخت آور کی آنکھوں میں اداسی در آئی۔

"کیونکہ محبت کرتی ہوں آپ سے۔۔!" مختصر مگر واضح۔۔ وہ اقرارِ محبت تھا یا اظہارِ بے بسی۔۔ شاہ میر سمجھ نہیں پایا تھا۔

"جن سے محبت کی جاتی ہے انکا ہر لفظ۔۔ ہر رویہ۔۔ ہر سلوک یہاں۔۔ سینے میں موجود دل پر سہا جاتا ہے بخت آور میر۔۔" اس کے سینے پر شہادت کی انگلی رکھتا، بظاہر فلسفے سے انکاری وہ اب خود اپنے اندر کا فلسفہ اس پر نکال رہا تھا۔

"اس دل کو بڑا کرو۔ کیونکہ ابھی بہت سے دن۔۔ مہینے اور سال پڑے ہیں جو تمہیں میرے ساتھ بیتانے ہیں۔۔ اور میں بس تمہیں اپنی محبت میں مبتلا دیکھنا چاہتا ہوں!" ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہتا وہ اسکا بازو چھوڑ چکا تھا۔ بخت آور لب سیے چپ چاپ اسے دیکھتی رہی تو وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا کمرے سے نکلتا چلا گیا تھا۔ بارش کے ساتھ چلتی تیز ہوا اس کی ہڈیوں میں گھسنے لگی تو وہ ہوش میں آیا۔ پھر ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچتا خود بھی اسے راستے پر چل پڑا جس پر سے چل کر کچھ دیر پہلے وہ اندر گئی تھی۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

صبح کی پہلی کرن آسمان پر چمکی تو بستر چھوڑتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ نماز فجر قضا ہو چکی تھی۔ مروہ کو جی بھر کر افسوس ہوا۔ دل کو سمجھاتی وہ واش روم میں جا گھسی۔ وضو کر کے قضا ادا کی پھر معمول کے مطابق لان میں چلی آئی۔ سردیاں اپنی خنکی سمیٹ کر اب رخصت ہونے کو تھیں۔ ایسے میں آتی گرمیوں کی صبحیں خوشگوار اور مسحور کن سی تھیں سو مروہ یہ وقت لان میں ہی گزارا کرتی تھی۔ اب بھی وہ بازو لپیٹے ننگے پاؤں لان میں ٹہل رہی تھی جب اس کے عقب سے بخت آور کی آواز ابھری تھی۔

"چائے پیو گی؟" ہاتھ میں دو مگ پکڑے کھڑی وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ مروہ نے بنا تامل اس کے ہاتھ سے ایک مگ لے لیا۔

"اس میں پوچھنے والا کیا ہے" کندھے اچکاتی وہ بھی مسکرا کر بولی تو بخت آور سر جھکا کر اس کے ساتھ ہی چلنے لگی۔

"بھائی سو رہے ہیں۔۔؟' مروہ نے یونہی بات بڑھانے کو پوچھا تو بخت آور نے سر اثبات میں ہلایا۔

"تو تم کیوں جاگ رہی ہو۔۔؟؟" اس نے مزید پوچھا تو بخت آور نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

"اس گھر میں نماز صرف تمھی پر فرض نہیں ہے۔۔ باقی سب بھی مسلمان ہیں" بخت آور نے غیر سنجیدگی سے کہا تو مروہ کے لبوں پر کھیلتی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"کہاں یار۔۔میری نماز تو آج قضا ہو گئی۔۔رات دیر سے آنکھ لگی تھی تو۔۔ بس۔۔!" مروہ نے کچھ تاسف بھرے لہجے میں کہا تو بخت آور نے بغور اس کی طرف دیکھا۔

"آہم۔۔آہم۔۔کہیں عالی کی انٹری تو نہیں ہو گئی تھی۔۔ہمم۔۔؟" بخت آور نے اسے چھیڑا تو مروہ نے فوراً گردن گھما کر اسے گھورا۔

"میرا مطلب ہے خیالوں میں؟؟" بخت آور نے وضاحت کی تو مروہ نے آنکھیں پٹپٹائیں۔

"جی نہیں۔۔میرے ہاتھوں میں نبیلہ عزیز کا 'در دل' تشریف آور ہو گیا تھا اور اسے پڑھتے پڑھتے ہی سونے میں دیر ہو گئی تھی محترمہ!" مروہ نے فوراً اس کی تصحیح کی تو گردن پیچھے کرتی وہ کھلکھلا کر ہنسی۔

"اوکے۔۔ سوری سوری۔۔ لیکن یہ ناولز کا شوق تمہیں کب سے ہو گیا۔۔؟ میرے سے منتیں کر کر کے ناولز تو میں منگوایا کرتی تھی نا؟" اس کا راستہ روک کر اس کے سامنے آتی بخت آور نے شریر انداز اپنایا تو مروہ نے بے اختیار نظریں چرائیں۔

"شوق بدلنے میں وقت ہی کتنا لگتا ہے۔۔!" آہستگی سے کہہ کر اس نے مگ لبوں سے لگا لیا تو بخت آور بھی چائے کے سپ لینے لگی۔

"اور میرے تو شوق بدل رہے ہیں میڈم۔۔ یہاں تو تم خود بدلتی جا رہی ہو۔۔؟" مگ کے کنارے پر شہادت کی انگلی پھیرتی مروہ کچھ سوچ کر بولی تو چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی بخت آور ہولے سے مسکرائی۔

"انسان کبھی نہیں بدلتا مروہ۔۔بس وقت اور حالات کے دھارے میں بہہ کر اس کا اصل کہیں کھو جاتا ہے۔۔!" دور آسمان پر ابھرتے نارنجی بادلوں کو تکتی وہ دھیمے لہجے میں بولی تو مروہ نے ٹھٹھک کر اس کی طرف دیکھا۔

"تم خوش نہیں ہو؟" اسکی کلائی تھامتی مروہ فکرمندی سے گویا ہوئی تو وہ پھر سے مسکرائی۔

"میرے بدلاؤ کا غم سے کیا تعلق..؟ کیا میں تمہیں غمزدہ لگ رہی ہوں؟" مروہ کا چہرہ دیکھتی وہ ہنس کر بولی تو مروہ چند ثانیے اسے دیکھتی رہی۔

"میں خوشی کی بات کر رہی ہوں بخت آور۔۔ من پسند شخص کا ساتھ ہر عورت کے لیے خوشی کا باعث بنتا ہے۔۔ کیا تمہارے ساتھ ایسا نہیں ہے؟" مروہ نے کافی سوچ کر اس سے جوابی سوال کیا تو وہ کچھ پل خاموش رہی۔

"تمہیں کیا لگتا ہے؟؟" پوچھتے ہوئے اس نے چائے کا مگ لبوں سے لگا لیا۔

"مجھے تم اکثر اداس لگتی ہو!" مروہ نے سچائی سے اعتراف کیا تو وہ پلکیں جھپکاتی مگ میں باقی چائے کو گھورنے لگی۔

"اداسی میرے بس میں نہیں ہے مروہ۔۔اور اس کی موجودگی میں مجھے کوئی خوشی محسوس نہیں ہوتی!" وہ مدھم یاسیت زدہ لہجے میں بولی تو مروہ اسے دیکھتی رہ گئی جس کی آنکھوں میں نمی سی اُمڈنے لگی تھی۔

"تم رو رہی ہو۔۔؟؟" مروہ نے بے اختیار اس کا ہاتھ تھاما۔ اس نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں۔۔ نہیں تو۔۔!" زبان پر وہی انکار۔۔۔ مروہ کے دل کو کچھ ہوا۔

"بھائی سے لڑائی ہوئی ہے تمہاری۔۔؟ کچھ کہا ہے انہوں نے تمہیں۔۔؟"
اس نے جلدی سے پوچھا۔بخت آور نے پھر سے نفی میں سر ہلایا۔

"بخت مجھ سے مت چھپاؤ پلیز۔۔۔!!" مروہ نے آخری لفظ پر زور دیا۔

"بتانے کو کچھ بھی نہیں ہے مروہ میرا یقین کرو۔۔شاہ میر برے نہیں ہیں، بس میں ہی اچھی نہیں ہوں۔۔!" اس کی طرف سے رخ موڑتی وہ بھیگی ہوئی آواز میں بولی۔شاید وہ رو پڑی تھی۔مروہ فوراً گھوم کر اس کے سامنے آئی۔

"بخت۔۔ بخت یہاں دیکھو۔۔!" مروہ نے اس کی ٹھوڑی کو چھوا۔ٹپ ٹپ۔۔اس کی آنکھوں سے آنسو بہت تیزی سے نکلے تھے۔گزشتہ دو ماہ میں وہ پہلی بار اسے روتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔مروہ کے دل پر ہاتھ پڑا تھا۔۔

"میں بری ہوں۔۔ میں امپرفیکٹ ہوں مروہ۔۔ کوئی کام مجھ سے ڈھنگ سے نہیں ہوتا۔۔!" لرزتی انگلیوں سے اپنے گال صاف کرتی وہ بھیگی ہوئی آواز میں بولی۔ مروہ نے نفی میں سر ہلایا مگر وہ مزید بول رہی تھی۔

"میں غلط ہوں۔۔ میرے پاس صرف روپ ہے۔۔ گُن کوئی نہیں ہے!" بے بسی سے کہتی وہ اسے ہمیشہ سے بڑھ کر بے وقوف لگی تھی۔

"چپ کر جاؤ۔۔ یہ خناس کس نے بھرا ہی تمہارے دماغ میں۔۔ بتاؤ مجھے؟" مروہ نے اسے ڈپٹا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"کسی نے بھی نہیں۔۔ مجھے خود احساس ہوا ہے کہ مجھ میں بے شمار خرابیاں ہیں۔۔!" خود کو سنبھالتی وہ اب بغیر آنسو بہائے کہہ رہی تھی۔

"کوئی خرابی نہیں ہے تم میں۔۔ خوامخواہ بھائی کی نکتہ چینی کا اثر لینے کی ضرورت نہیں ہے بخت۔۔ سمجھی تم۔۔؟" مروہ نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو بخت آور نے لب بھینچتے ہوئے ہولے سے سر اثبات میں ہلایا۔

"اور ادھر دیکھو۔۔ ہم پرفیکٹ یا امپرفیکٹ نہیں ہوتے۔۔!" اس نے مزید کہا تو بخت آور نے اس کی طرف دیکھا۔

"ہمیں پرفیکٹ یا امپرفیکٹ دِکھایا جاتا ہے۔۔ اور ہمیں ہمارا یہ عکس دیکھانے والی آنکھیں اس شخص کی ہوتی ہیں جسے ہم خود اپنے لیے منتخب کرتے ہیں، وہی جسے یہ دنیا 'محبوب' کہتی ہے۔۔" بھرپور سنجیدگی سے کہتی مروہ نے ایک پل کو سانس لیا۔

"خود کو بھائی کی آنکھوں سے دیکھنا بند کر دو بخت۔۔ پھر تمہیں اپنا اصل تلاش نہیں کرنا پڑے گا" مروہ ایک جذب کے عالم میں بولی تو اسے دیکھتی بخت آور کو فضا میں گھٹن بڑھتی محسوس ہوئی۔

"تو تم کہہ رہی ہو کہ محبوب کی ویلیو zero کر دوں۔۔؟ پھر محبت تو شرمسار ہو جائے گی مروہ۔۔!" وہ دھیرے سے ہنستی مروہ کو الجھن میں ڈال گئی تھی۔

"یہ فلسفہ کہاں سے سیکھ رہی ہو بخت۔۔؟؟" مروہ حیران ہی تو تھی۔

"زندگی سے۔۔" مختصر جواب دیتی وہ پلٹ گئی۔

"تم بہت عجیب ہو گئی ہو۔۔" مروہ اس کے پیچھے لپکی۔

"اگر تم عجیب نہیں ہونا چاہتی تو محبت مت کرنا" اپنے تئیں اسے حل بتا کر وہ اندرونی عمارت کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ مروہ وہیں کھڑی ایک بار پھر اس کے قدموں کے نادیدہ نشانات کھوج رہی تھی کہ تبھی اسے اپنے پیچھے قدموں کی آہٹ محسوس ہوئی۔ مروہ نے پلٹ کر دیکھا تو وہاں گلدستہ تھا۔ سفید و سیاہ گلابوں سے سجا گلدستہ۔۔ جس نے چوکیدار کا چہرہ تک چھپا رکھا تھا۔۔

"مروہ بی بی یہ آپ کے لیے آیا ہے" گلدستے کے پیچھے سے چہرہ نکال کر وہ بولا تو مروہ نے کچھ حیرت سے پہلے چوکیدار کو اور پھر گلدستے کو دیکھا۔ اس میں چھپا کارڈ مروہ نے سرعت سے نکال کر نگاہوں کے سامنے کیا۔

"Good morrow miss golden"

ستھری لکھائی میں لکھے الفاظ اسے چونکا گئے تھے۔ کس نے بھیجا تھا اور کیوں؟ مروہ نے اپنی سنہری آنکھوں کی پلکیں جھپکائیں۔

"میرے لیے نہیں ہے یہ۔۔ نہ ہی اس پر میرا نام ہے۔۔ کوئی غلطی سے دے گیا ہو گا۔۔ اپنے پاس ہی رکھ لو لینے آئے تو واپس کر دینا!" کارڈ واپس گلدستے میں ٹھونستے ہوئے اس نے لاپرواہی سے کہا۔

"نہیں بی بی یہ آپ کے لیے ہی ہے۔۔ دینے والے نے کہا کہ شاہ میر کی بہن مروہ کے لیے ہے" چوکیدار نے فوراً کہا تو وہ لب بھینچتی اطراف میں دیکھنے پر مجبور ہو گئی۔

"میری بات سنو اسلم چاچا۔۔ امی کو پتہ چل گیا نا کہ آپ نے کسی اجنبی سے میرے لیے پھول لے لیے ہیں تو بہت برا ہو گا۔۔ ہو سکتا ہے کہ وہ آپکو

نوکری سے ہی نکلوا دیں اس لیے پلیز۔۔ یہ فضول گلدستہ ٹھکانے لگائیں اور اپنی نوکری بچائیں" ڈرامائی انداز میں اسے وارن کرتی وہ جلدی سے وہاں سے پلٹ گئی۔ اسے فرار چاہئیے تھا۔۔ اس گلدستے سے۔۔ اور گلدستہ بھیجنے والے سے۔۔ مروہ نہیں جانتی تھی کہ ایسا کون کر رہا ہے۔۔ مگر شاید اسکا شعور جانتا تھا کہ ایسا کون کر سکتا ہے!!

✿✿✿✿✿✿✿

یہ قدیم کراچی بندرگاہ کا مصروف سا منظر تھا۔

کے۔پی۔ٹی کے ملازم یہاں سے وہاں حرکت کرتے اپنے فرائض سرانجام دینے میں مصروف تھے۔ بلند و بالا جہازوں کی قطار سے دور۔۔ کنٹینرز کے ہجوم سے پرے۔۔ بقیہ ملازمین کے برعکس۔۔ وہ بڑے اطمینان سے اپنے

آفس میں ریوالنگ چئیر پر براجمان تھا۔ جبکہ اس کے مقابل براجمان شاہ میر کی نظریں میز پر رکھی اس کے نام تختی پر پھسل رہی تھیں۔

بی۔پی۔ایس-20

چیف آڈیٹر

محمد خاور یامین

ایسی ہی ایک تختی اس کے آفس کے باہر بھی دیوار پر نصب تھی۔ اس کے مقابل بیٹھا پینتیس سالہ وہ شخص اپنے آپ میں ایک بہت بڑی 'طاقت' تھا کیونکہ۔۔اس کی مٹھی میں پورے کے۔پی۔ٹی کی جانچ پڑتال کی قوت مقید تھی۔

"کافی ٹھنڈی ہو جائے گی پی لو یار.. " اپنے سامنے پڑے کاغذات پر سے نظریں ہٹاتا وہ شاہ میر کی طرف متوجہ ہوا تو شاہ میر چونک سا گیا۔ پھر سر اٹھاتے ہوئے مسکرایا۔

"شکریہ۔۔!" کہتے ہوئے اس نے میز پر رکھا مگ تھام کر لبوں سے لگایا تو خاور نے ایک مختصر سی مسکراہٹ اس کی جانب اچھالی اور پھر سے کاغذات پر جھک گیا۔

"شِپ دو دن بعد آجائے گا۔۔ مجھے اس بار پورا لگیج چاہئیے خاور۔۔!" کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے کہا تو اس کی بات پر خاور نے ہولے سے سر اثبات میں ہلایا۔

"کوشش کروں گا ورنہ تمہیں اچھے سے معلوم ہے کہ یہ ممکن نہیں ہے!"
مصروف سے انداز میں جواب آیا تو شاہ میر نے کچھ خفگی بھری نگاہوں سے اسے دیکھا..

"تم دو سال سے یہی کر رہے ہو خاور۔۔ ہر مہینے لاکھوں کا نقصان اٹھانا عام بات نہیں ہے!" شاہ میر نے ٹیک چھوڑتے ہوئے کہا تو ہاتھ میں پکڑے پین کو کاغذ پر گھسیٹتے خاور نے ہاتھ روک کر اس کی طرف دیکھا۔

" ان لاکھوں کے پیچھے جو ماہانہ کروڑوں کی رقم تم کما رہے ہو اس کے بارے میں کیا خیال ہے آفریدی ؟؟" پوچھتے ہوئے اس کے لبوں پر ایک شاطر مسکراہٹ در آئی۔

"کیا کرو گے اتنے پیسے کما کر؟؟ کتنی لالچ ہے تمہارے اندر جس کا پیٹ بھر ہی نہیں رہا؟؟" پین میز پر رکھ کر کہتا وہ مکمل طور پر شاہ میر کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ اس کے سوال پر شاہ میر بے اختیار ہنسا تھا۔

"اور اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟" شاہ میر نے فوراً جوابی وار کیا تو بدلے میں خاور نے ہولے سے سر نفی میں ہلایا۔

"میری بات مت کرو۔۔ میں تو جدی پشتی کرپٹ ہوں۔۔!" مکمل اعتماد سے کہتا وہ شاہ میر کو ہنسنے پر مجبور کر گیا تھا۔

"تو پھر تھوڑی سی کرپشن اور کرو نا یار۔۔ مجھے اس بار میرا لگیج سارے کا سارا چاہئیے۔۔ پرافٹ کا ٹوئنٹی پرسنٹ اس بار تمہارا۔۔ بولو منظور ہے؟؟" شاہ

میر نے کہہ کر اس کی نیلی آنکھوں میں جھانکا جہاں بلا کی ذہانت محو راج تھی۔

"مجھے پرافٹ نہیں چاہئیے شاہ میر۔۔"!

"تو پھر؟؟"اس نے بھنویں اچکائیں۔

"تمہاری بہن چاہئیے مجھے۔۔وہ کیا بھلا سا نام ہے اسکا۔۔ہاں۔۔مروہ۔۔؟" اپنی بات مکمل کرتے ہوئے اس نے شاہ میر کے چہرے کے تاثرات بڑی تیزی سے بدلتے دیکھے تھے۔

"سیریسلی خاور۔۔پاگل ہو چکے ہو تم؟؟"خود پر قابو رکھے وہ بڑی مشکل سے ضبط کا مظاہرہ کر پایا تھا۔جبکہ اس کے چہرے کے بگڑتے زاویے دیکھتا خاور چئیر کی پشت سے ٹیک لگا گیا۔

"اس میں مذاق والا کچھ بھی نہیں ہے آفریدی۔۔ تمہاری بہن مجھے پسند آ چکی ہے میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں!" خاور نے ممکن حد تک آسان لفظوں کا استعمال کیا تھا جنہیں سننا شاہ میر خان کے لیے کتنا مشکل رہا تھا، یہ اس کی آنکھوں سے واضح تھا۔

"تم شاید بھول رہے ہو کہ تمہاری شادی ہو چکی ہے!" شاہ میر نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا تو وہ مسکرایا۔

"ہاں اور باقی کی تین ابھی رہتی ہیں۔۔!" وہ بالکل مطمئن تھا۔

"بکواس بند کرو خاور۔۔ یہ ناممکن ہے!" کرسی چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوتا وہ میز پر ہتھیلی جما کر بولا تو خاور نے اسے ایسے دیکھا جیسے اس کی کم عقلی پر افسوس کر رہا ہو۔

"ناممکن کو ممکنات میں بدلنا میں بخوبی جانتا ہوں آفریدی۔۔!" میز پر پڑا پیپر ویٹ ہاتھ میں لیتے ہوئے اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

"میں نے بڑی شرافت سے تمہارے سامنے پرپوزل رکھا ہے، لیکن اگر تمہیں قبول نہیں ہے تو دوسرے بہت سے راستے آتے ہیں خاور یامین کو۔۔!" پیپر ویٹ میز پر گھماتا وہ جتنے آرام سے کہہ رہا تھا، شاہ میر کو اندازہ تھا کہ وہ اسی آسانی سے اپنے کہے الفاظ پورے بھی کر سکتا ہے۔

"تم مجھے دھمکا رہے ہو؟ حالانکہ تم جانتے ہو کہ مجھ پر یہ بے اثر رہے گا؟" اس کے رعب میں آئے بنا وہ غرایا تو خاور بے اختیار ہنس دیا۔

"دیکھو شاہ میر ہم دوست ہیں۔۔ اگر یہ دوستی رشتہ داری میں بدل جاتی ہے تو تم ہر ماہ کے نقصان سے بچ سکتے ہو ورنہ دوسری صورت میں۔۔ ایک ہی بڑا

نقصان تمہیں سلاخوں پیچھے دھکیل دے گا، اور وہ تم سہہ نہیں پاؤ گے۔۔!"

خاور نے بڑے ہمدردانہ لہجے میں اسے حالات کی نزاکت کا احساس دلایا تو شاہ میر کا خون کھول اٹھا۔

"کس قدر کمینہ ہے تو سالے۔۔!" شاہ میر بڑبڑایا۔

"سالا تو تُو بنے گا کمینے۔۔ رہی بات میری کمینگی کی تو اس سے تم کبھی ناواقف نہیں تھے آفریدی۔۔ اب نکلو یہاں سے اور گھر جا کر اچھے سے سوچو۔۔ رشتہ داری۔۔ یا پھر دشمن داری۔۔؟؟ چوائس از یورز۔۔!" وہ بال اس کے کورٹ میں پھینک چکا تھا۔ شاہ میر کی آنکھوں میں مروہ کا بے ریا چہرہ گھوم گیا۔

"جو تم چاہتے ہو وہ کبھی نہیں ہو سکتا خاور۔۔ رہی بات دشمن داری کی تو کر کے دیکھ لو۔۔ نقصان اٹھانے والا میں تنہا نہیں ہوں گا۔۔!" شہادت کی انگلی اٹھاتا وہ مکمل اعتماد سے بولا تو خاور کی ٹیک چھوڑ دی۔

"مجھے مروہ چاہئیے شاہ میر آفریدی۔۔ چاہئیے۔۔ تو مطلب چاہئیے۔۔!" خود بھی اپنی چئیر سے اٹھ کھڑا ہوتا وہ شاہ میر کی آنکھوں میں جھانکتا اٹل لہجے میں بولا تو شاہ نے اپنے لب سختی سے بھینچ لیے پھر سر اثبات میں ہلاتا پلٹ گیا۔

"ویسے میرے پاس تمہارے لیے ایک اور آفر ہے۔۔!" خاور نے پیچھے سے ہانک لگائی تو شاہ میر کے قدم پل بھر کو تھمے۔

"اپنی خوبصورت بیوی کو ایک ہفتے کے لیے میرے فارم ہاؤس پر چھوڑ جانا۔۔ تمہاری بہن پر صبر کر لوں گا!" اسکا لہجہ صاف حظ اڑاتا ہوا تھا۔ شاہ میر کو اپنے ارد گرد دھماکے ہوتے محسوس ہوئے۔ اس کا بس چلتا تو پلٹ کر اس شخص کا منہ تھپڑا دیتا مگر بس چلتا تب نا؟؟ صبر کے کڑوے گھونٹ بھرتا وہ اس کے آفس سے نکلتا چلا گیا جبکہ پیچھے وہ مطمئن سا ہو کر واپس ریوالنگ چئیر پر بیٹھ گیا جیسے جانتا تھا کہ شاہ میر کیا فیصلہ کرنے والا ہے۔

✿✿✿✿✿✿✿

بہت دنوں بعد وہ آج اس کے مقابل تھا۔ گول میز کے اس پار۔۔ کرسی پر براجمان۔۔ گھونٹ گھونٹ شام کی چائے حلق میں اتارتا وہ اس کے علاوہ وہاں ہر شے کی طرف متوجہ تھا۔ راشدہ بیگم کے مختصر سوالات کے یونہی سے جواب دیتا وہ ہنساتو ہاتھ میں پکڑے ناول سے نظر ہٹا کر اس نے عالیان

کی طرف دیکھا تبھی عالیان نے بھی اس کی طرف دیکھا تھا۔ مروہ نے جھٹ ناول چہرے کے سامنے کر لیا۔ عنیزہ اور ارصم لان کے عقبی حصے میں چڑی چھکا کھیل رہے تھے۔ بخت آور کچن میں مصروف تھی جبکہ راشدہ بیگم، مروہ اور عالیان شام کی چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ تب ہی وہ وہاں آئی تھی۔

"خالہ زرا کچن میں آ کر کڑھی چیک کر لیں۔۔ مجھے لگتا ہے تیار ہو گئی ہے" دوپٹے سے چہرے پر آیا پسینہ پونچھتے ہوئے اس نے جلدی سے کہا تو انھوں نے ہاتھ سے اسے اپنے آنے کا اشارہ کیا۔

"لو تم چائے پیو۔۔ میں آتی ہوں۔۔!" عالیان سے کہتی وہ اٹھ کھڑی ہوئیں تو سر اثبات میں ہلاتا وہ کپ کی طرف ہاتھ بڑھا گیا۔ راشدہ بیگم کے جاتے

ہی مروہ نے اپنا چہرہ ناول سے باہر نکالا۔ نگاہیں بے اختیار مقابل کی نگاہوں سے ملی تھیں جو ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھا مکمل توجہ سے اب اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ مروہ کو اپنا حلق خشک پڑتا محسوس ہوا۔

"ناراض ہو مجھ سے۔۔؟؟" ناول بند کر کے سینے سے لگاتی وہ ناچاہتے ہوئے بھی پوچھ بیٹھی۔ اسے دیکھتا وہ مختصر سا مسکرایا۔

"کوئی اپنے آپ سے بھی ناراض ہو سکتا ہے کیا؟؟" اس کی آنکھوں میں دیکھتا وہ مدھم، آنچ دیتے لہجے میں بولا تو مروہ کا دل شدتوں سے دھڑکا۔

"ہاں مگر تت۔۔ تم۔۔ پچھلے تین ماہ میں پہلی بار مجھ سے ڈائریکٹ بات کر رہے ہو!" مروہ نے جتانے والے انداز میں کہا۔

"میں نے تو اب بھی نہیں کی۔۔ بات تو تم نے شروع کی ہے!" اطمینان سے کہتے ہوئے عالیان نے چائے کا کپ لبوں سے لگایا تو مروہ کا چہرہ خفت سے سرخ پڑ گیا۔

"یعنی اگر میں تمہیں مخاطب نہ کرتی تو تم بھی مجھ سے بات نہ کرتے۔۔؟" ناول کو میز پر پٹختی وہ سلگ کر بولی تو عالیان کے لبوں پر کھیلتی مسکراہٹ بے اختیار گہری ہوتی چلی گئی۔

"شاید نہ کرتا۔۔!" اس نے کندھے اچکائے۔ اس کے جواب پر مروہ ٹھیک ٹھاک تپی تھی۔

"تو ٹھیک ہے پھر۔۔ انجوائے یور ٹی۔۔!" اس کے سامنے سے اٹھتی وہ اپنا ناول اٹھانا نہیں بھولی تھی۔ اسے یوں فوراً اٹھتے دیکھ وہ سرعت سے کرسی چھوڑتا اس کے سامنے آیا تھا۔ مروہ کو اپنے قدم روکنے پڑے۔

"مت جاؤ مروہ۔۔ میں مذاق کر رہا تھا" اس کی جھکی پلکیں دیکھتا وہ نرم لہجے میں ملتجی ہوا تو مروہ نے پلکوں کی جھالر اٹھا کر اسے دیکھا۔ آنکھوں میں دنیا جہان کا شوق لیے وہ اسے ہی تک رہا تھا۔

"بیٹھ کر بھی کیا کروں گی؟ کرنے کو کوئی بات ہے تمہارے پاس۔۔؟؟" مروہ نے بازو لپیٹتے ہوئے بھنویں اچکائیں۔

"باتیں سننے کی خواہش مت کرو مروہ۔۔کہنے لگوں گا تو تم سن نہیں پاؤ گی!" کہتے ہوئے بے ساختگی میں اس کے چہرے پر آتی سنہرے بالوں کی لٹ پیچھے کرنا چاہی تھی تبھی وہاں آتی راشدہ بیگم کی نظر ان دونوں پر پڑی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے یہاں پر۔۔۔؟؟" سرعت سے ان دونوں کے قریب آتی وہ سخت لہجے میں بولیں تو مروہ نے بے اختیار نظریں چرائیں۔ہاتھ کپکپا اٹھے تھے جبکہ عالیان نے خود پر قابو پاتے ہوئے اپنا ایک ہاتھ جینز کی جیب میں پھنساتے ہوئے دوسرے کو بالوں میں چلایا۔

"مچھر تھا یہاں۔۔ بچ گیا۔۔!" راشدہ بیگم کی طرف دیکھتا وہ مکمل اعتماد سے جھوٹ بول گیا جبکہ مروہ نے سر جھکاتے ہوئے بال خود ہی کان کے پیچھے کر لیے۔

"وہ مجھے بخت بلا رہی ہے شاید۔۔ میں جاتی ہوں" وہ ایک پل میں وہاں سے

نو دو گیارہ ہوئی تھی۔

"ہوں۔۔ ندرت کی کال آئی ہے میرے پاس۔۔ اس نے تمہیں کافی کالز کی ہیں تم نے ریسیو ہی نہیں کیں، گھر چلے جاؤ شاید اسے تم سے کام ہے!" لہجے کو ممکن حد تک نرم رکھتی وہ سنجیدگی سے بولیں تو اس نے جلدی سے میز پر رکھا اپنا موبائل اٹھا کر دیکھا۔ کال لسٹ میں ندرت بیگم کی طرف سے کوئی مسڈ کال نہیں تھی۔ مگر انھیں بنا کچھ کہے اس نے ان کی طرف ایک مسکراہٹ اچھالی پھر موبائل جیب میں رکھتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ جبکہ اس کے جاتے ہی وہ مروہ کے کمرے میں آئی تھیں۔ وہ بیڈ پر پیٹ کے بل لیٹی ناول پڑھنے میں مصروف تھی۔

"بتانا پسند کرو گی کہ یہ کس موسم کا مچھر تھا جو عالیان تمہارے چہرے سے ہٹا رہا تھا؟" اس کے سر پر پہنچتی وہ کرخت لہجے میں استفسار کر رہی تھیں۔

مروہ نے ناول بند کرتے ہوئے ان کی طرف دیکھا۔

"کیا ہو گیا ہے امی۔۔ آپکو پتہ تو ہے کہ وہ عالی پاگل ہے۔۔ مچھر تھا وہ تو شکر ہے کہ میرا منہ لال نہیں ہوا" مروہ نے عالیان کا جھوٹ برقرار رکھنے کی کوشش کی تو راشدہ بیگم نے سرعت سے اس کا بازو اپنی گرفت میں لے کر اسے جھٹکا دیا۔

"عالی کا تو پتہ نہیں لیکن میں پاگل نہیں ہوں مروہ۔۔ جس طرح وہ تمہارے چہرے سے بال ہٹا رہا تھا یہ منظر شاہ میر تو دور اگر ارصم بھی دیکھ لیتا تو تمہارے ساتھ ساتھ اسکا منہ بھی نہ صرف لال ہوتا بلکہ نیلا پیلا بھی ہو

جاتا!" اس کے چہرے کو سخت نظروں سے دیکھتی وہ درشت لہجے میں بولتی چلی گئیں تو مروہ کی رنگت کچھ پھیکی پڑ گئی۔

"اب مجھے بتاؤ کہ یہ سب کیا ہے اور کب سے چل رہا ہے" اس کا بازو چھوڑتی وہ مزید بولیں تو مروہ نے خشک پڑتے گلے کو تر کرنے کے لیے تھوک نگلا۔

"امی وہ۔۔ عالیان مجھے پسند کرتا ہے، شش۔۔ شادی کرنا چاہتا ہے!" مروہ نے ہمت مجتمع کرتے ہوئے لبوں پر زبان پھیر کر کہا۔

"اور تم۔۔؟؟" وہ خشمگیں نگاہوں سے اسے گھور رہی تھیں۔ مروہ نے نظریں چرا لیں۔

"میری بات سنو مروہ۔۔ شاہ ویز نکاح والے دن عنیزہ کو چھوڑ کر بھاگا ہے۔۔ اور اب یہ عالیان والا معاملہ۔۔ اگر وہ سنجیدہ ہے تو اپنے ماں باپ

سے بات کرے۔۔ یوں چکر چلانے کی قطعی گنجائش نہیں ہے، سمجھیں تم۔۔؟" اس کی ٹھوڑی تھام کر اس کا چہرہ اونچا کرتی وہ تند لہجے میں گویا ہوئیں تو اس نے بامشکل سر اثبات میں ہلایا۔

"آئندہ تم اس کے آس پاس بھی نظر آئیں تو میں تمہارے باپ سے بات کروں گی مروہ۔۔!" اسے آخری تنبیہہ کرتی وہ اس کے کمرے سے نکلتی چلی گئیں۔ مروہ بے دم سی ہو کر بیڈ پر ڈھے گئی۔ ناول میں اس کی ساری دلچسپی ختم ہو چکی تھی۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

چھنن چھنن کی آواز پر اس نے جلدی میں ہاتھ سے ہی پتیلی کا ڈھکن ہٹایا تو بھاپ سیدھا اس کی ہتھیلی پر پڑی تھی۔ بے اختیار ڈھکن ہاتھ سے چھوٹ کر

زمین پر ٹھاک ٹھک کی آواز کرتا گرتا چلا گیا جبکہ وہ اپنا ہاتھ جھٹکتی دوسرے ہاتھ سے پتیلی میں چمچ چلانے لگی۔۔ شاہ میر کی واپسی کا وقت قریب تھا اور ابھی تک سالن تیار نہیں ہوا تھا۔ راشدہ بیگم کی طبیعت کچھ ناساز تھی سو آج دوسری بار اس نے آلو کوفتے کا سالن بنانے کا بیڑہ اٹھایا تھا۔ پہلی بار جب اس نے کوشش کی تھی تو کوفتے کھل گئے تھے۔ یہ اس کی شادی کے دو ہفتے بعد کی بات کی تھی۔

"یہ کیا فضول سالن ہے۔۔ تم کوئی کام ڈھنگ سے کر سکتی ہو یا نہیں۔۔؟؟"

وہ کھانے کی میز پر سب کے سامنے اس پر برہم ہوا تھا۔

"شاہ میر یہ کیا بدتمیزی ہے؟" قدرت صاحب نے اسے ڈپٹا لیکن شاہ میر پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

"ابو پلیز۔۔ میں قیمے کا شوربہ نہیں کھا سکتا۔۔ ہاں آپ سب شوق سے کھائیے۔۔!" وہ کرسی کھسکاتا وہاں سے نکلتا چلا گیا تھا۔ بخت آور ان سب کے درمیان چور سی بن گئی تھی۔ نوالہ حلق میں ہی اٹکا رہ گیا تھا۔ جبکہ آج کوفتوں کو ان کی صحیح شکل میں دیکھ کر اسے کوئی بہت بڑا معرکہ سر کر لینے جتنا اطمینان محسوس ہو رہا تھا۔۔ بخت آور نے شکر کا کلمہ پڑھتے ہوئے سالن میں پانی کا اضافہ کر کے شوربہ تیار کیا پھر اسے پکنے کے لیے دھیمی آنچ پر چھوڑ کر وہ کچن سے باہر نکلی تو جلدی میں عنیزہ سے جا ٹکرائی۔

"واہ واہ۔۔ پسینے اور لہسن کی کیا خوشگوار بُو ہے۔۔ بھائی کا دل تو آج باغ باغ ہو جائے گا" ہاتھ نچاتی وہ لہک کر اک ادا سے بولی تو بخت آور نے بے اختیار دوپٹے کا پلو ناک سے سونگھا۔

"کوئی بُو شُو نہیں آرہی۔۔ اور ویسے بھی میں چینج کرنے جا ہی رہی ہوں"

اسے ناک چڑھا کر جواب دیتی وہ تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔

"آہاں مگر بھائی تو گھر آچکے ہیں۔۔روم میں ہی ہیں "عنیزہ نے شریر لہجے میں اسے اطلاع دی تو بخت آور کے قدم کچھ سست پڑ گئے۔ لیکن بہر طور۔۔ کمرے میں جانا تو تھا ہی۔۔ سو دوپٹہ درست کرتی وہ اپنے کمرے میں آگئی۔ شاہ میر شاید شاور لے رہا تھا۔ الماری سے سے اپنے کپڑے نکال کر اس نے لاپرواہی سے بیڈ پر پھینکے اور ایک طائرانہ نگاہ کمرے پر ڈالی۔ ہر شے اپنی جگہ پر تھی کیونکہ شاہ میر کو چیزوں کی ترتیب خراب ہونے سے بے حد مسئلہ ہو جاتا تھا سو وہ کمرے کی صفائی کا پورا خیال رکھتی تھی۔ یونہی بیٹھے بیٹھے اسے ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے پر کچھ گرد محسوس ہوئی تو وہ فوراً اٹھی اور جلدی میں دوپٹے سے ہی شیشے پر لگی گرد صاف کرنے لگی۔

" کبھی اپنے چہرے پر لگی گرد بھی صاف کر لیا کرو۔۔!" اسے شاہ میر کی طنزیہ آواز سنائی دی تو بے اختیار نگاہ اٹھا کر آئینے میں دیکھا۔ وہاں صرف اسکا عکس جھلملا رہا تھا۔

"چہرے پر لگی گرد نظر آتی ہے، آنکھوں میں جمی تھکن کیوں نہیں میر۔۔؟؟" اس نے خود کو کہتے پایا تھا۔ اس کے سوال پر وہ یوں حیران ہوا تھا جیسے اس نے کوئی انوکھی بات کہی ہو۔

"کیوں۔۔؟ کون سے پہاڑ توڑ رہی ہو تم جو تمہیں تھکا رہے ہیں۔۔؟؟" اسے اپنے بازو پر آج بھی اس کے ہاتھ کی سخت گرفت محسوس ہوئی تو بخت آور نے تھک کر آنکھیں میچ لیں۔

"زندگی تو میری عذاب ہو گئی ہے جس دن سے تم اس کمرے میں آئی ہو۔۔ عجیب نحوست پھیلائے رکھتی ہو اور کچھ کہہ دو تو یوں مسکراتی ہو جیسے کوئی مرگ ہو گئی ہو۔۔!" اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر وہ بس اپنے دل کی بھڑاس نکال رہا تھا۔

"میری نظروں سے دور ہو جاؤ اور جب یہ سوگ ختم ہو جائے تب واپس آنا۔۔!" شاہ میر نے اسے دروازے کی طرف دھکا دیا تو وہ لڑکھڑا سی گئی۔ بخت آور نے تڑپ کر آنکھیں کھولیں۔ٹپ ٹپ۔۔ آئینے میں نظر آتا اسکا عکس رونے لگا۔ اس نے سرعت سے دوپٹے کے پلو سے آئینہ رگڑا۔۔ ایک بار۔۔ دو بار۔۔ بار۔۔ بار بار۔۔ شیشہ اب بھی بھیگ رہا تھا یا نہیں۔۔ شاید اس کا چہرہ بھیگ رہا تھا۔ سر جھکاتی وہ بے اختیار سسک اٹھی۔

ہمیں تم دل پہ لکھ لیتے

اگر تقدیر سے پہلے

چھلکتا عشق رنگوں سے

ہر اک تصویر سے پہلے

یہ ہم بھی جانتے ہیں کس طرح تم نے

یہ دل توڑا۔۔۔

ٹھک۔۔ واش روم کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی تو اس نے جلدی سے اسی دوپٹے سے اپنا چہرہ رگڑ ڈالا۔ چہرے کی سرخی چھپانے کو یونہی سر جھکائے وہ ڈریسنگ ٹیبل پر رکھے سامان کی ترتیب بدلنے لگی۔ شاہ میر کی نگاہ اس پر پڑی تو بالوں میں تولیہ رگڑتا وہ اس کے قریب ہی آگیا۔

"کیا ہوا ہے؟ کوئی پریشانی ہے؟" نرمی سے پوچھا تھا۔

"نن۔۔ نہیں تو۔۔!" اس نے بنا سر اٹھائے جواب دیا۔ ہاتھ مسلسل حرکت کر رہے تھے۔ شاہ میر نے کچھ اچٹتی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"یہاں دیکھو۔۔ کیا ہوا ہے؟ رو کیوں رہی ہو؟" اسکا ہاتھ تھام کر اس کے چہرے کا رخ اپنی طرف کرتا وہ دھیمے لہجے میں بولا تو بخت آور نے بامشکل

سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ پلکوں کی نوک پر ٹھہری نمی شاہ میر کی نگاہوں سے مخفی نہیں رہی تھی۔

"وہ۔۔ ویسے ہی بس۔۔ کچھ یاد آ گیا تھا تو۔۔!" نگاہیں چراتی وہ پلکیں جھپکا کر کہتی شاہ میر کی بے چینیوں میں اضافہ کر گئی تھی۔

"کیا یاد آ گیا تھا۔۔؟" لہجہ ہنوز نرم تھا۔ بخت آور کو اور رونا آنے لگا۔ کبھی دھوپ کبھی چھاؤں۔۔ وہ شخص اس کے لیے امتحان ہی تو تھا۔

"کچھ نہیں۔۔ آپ بتائیں کھانا لگاؤں آپ کے لیے۔۔؟" خود کو سنبھالتی وہ بامشکل اس کی طرف دیکھ کر بولی تو شاہ میر نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"موضوع مت بدلو۔۔ کیا یاد آیا تھا۔۔؟" شاہ میر نے اپنے الفاظ پر زور دیا تو وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

"کیا کیا بتاؤں۔۔؟ کچھ نہ کچھ یاد آتا ہے تو رونا آجاتا ہے اور جب رونا آتا ہے تو یاد آتا ہے کہ۔۔ مجھے نہیں رونا چاہئیے۔۔ آس پاس۔۔ نحوست پھیل جائے گی۔۔!" ڈائریکٹ اس کی آنکھوں میں دیکھتی وہ بھرائی آواز میں بولتی پل بھر کے لیے شاہ میر کو ساکت کر گئی تھی۔ اسے سمجھ نہ آیا کہ مقابل کھڑی اس لڑکی کو کیا جواب دے۔

"تم۔۔ تم کیوں یہ سب۔۔ ایسے لمحات کیوں نہیں بھولتی تم۔۔؟؟" کچھ بولنے کی کوشش میں وہ عاجز سا ہوا تو وہ روتے روتے مسکرائی۔

"جو لمحات دل کو ٹھیس پہنچاتے ہیں وہ دل میں ہی کہیں ٹھہر جاتے ہیں میر۔۔۔ یاد آنے پر بار بار آنکھوں میں چبھن کا باعث بنتے ہیں۔۔ آنسوؤں

کو راستہ دے دیتے ہیں لیکن خیر۔۔!" دھیمی آواز میں بولتی وہ ایک پل کو رکی۔ ہتھیلی سے بھیگا گال رگڑ ڈالا۔

"یہ باتیں آپ کے نزدیک فلسفیانہ ہیں۔۔ آپ نہیں سمجھیں گے۔۔!" نگاہیں پھیر کر کہتی وہ اس کے پاس سے گزرنے لگی تو شاہ میر نے اس کی کلائی تھام لی۔

"ایسا بھی کون سا ظلم کر دیا ہے میں نے تم پر جو تم ایسی باتیں کر رہی ہو بخت۔۔ بس یہی تو چاہتا ہوں کہ تم سجی سنوری رہو، کام احتیاط سے کرو اور اٹھتے بیٹھتے وقت تہذیب کا خیال رکھو تو اس میں کیا غلط ہے؟؟" اس کے جھکے سر کو سنجیدگی سے دیکھتا وہ بے تاثر لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"کیا تمہیں خود احساس نہیں ہے؟ ہر وقت بکھرے حلیے میں رہتی ہو خود کو دیکھو ایک بار۔۔ دوسری نظر ڈالنے کو دل نہیں کرتا مگر میں نے کبھی تمہارے علاوہ کہیں اور دیکھا ہی کب ہے؟؟" وہ اسے مان بخش رہا تھا یا ذلیل کر رہا تھا۔۔؟؟ بخت آور کو سمجھ نہ آئی تو سر اٹھا کر اسکا چہرہ دیکھا۔ وجاہت سے بھرپور چہرے پر سنجیدگی سی سنجیدگی تھی۔

"میں بس نہانے ہی جا رہی تھی۔۔!" اس کے لب نا چاہتے ہوئے بھی ہلے۔

دل پر ایک اور زخم لگ چکا تھا۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔ تمہارے فریش ہو جانے سے میرا موڈ فریش نہیں ہو گا اب۔۔!" بہت آہستگی سے کہہ کر اس کی کلائی چھوڑتا وہ اس کے

آنسوؤں کو ایک بار پھر رستہ دے گیا تھا۔ سر جھکاتی وہ ہونٹ مروڑ کر رو دی۔

"تم وہ بخت آور ہو ہی نہیں جس کی میں نے خواہش کی تھی!" وہ ایک دوسرا تیر پھینک رہا تھا۔ آج اسکا رونا بھی شاہ میر پر بے اثر تھا جیسے۔

"تم خود بتاؤ۔۔ جو تمہاری حرکتیں ہیں تمہیں نہیں لگتا تم۔۔ تم ادھوری ہو؟" دھیمے لہجے میں وہ بڑے اطمینان سے پوچھ رہا تھا۔ روتی ہوئی بخت آور کی ٹھوڑی ہچکیاں لیتے لیتے سینے سے جا لگی۔ وہ کیوں تھا اتنا ظالم..؟ کیوں ہو گیا تھا اتنا بے حس۔۔؟ یا پھر وہ اول روز سے ہی ایسا تھا۔۔!!!

"رونا بند کرو پلیز۔۔" اس نے مزید کہا مگر وہ خود کو روک نہیں پائی تھی۔ شاہ میر چڑ گیا۔

"کیا کہہ رہا ہوں میں سمجھ نہیں آ رہی تمہیں۔۔!" اسے ہچکولے کھاتے دیکھ وہ چیخا تو بخت آور سہم کر دو قدم پیچھے ہٹی۔ روتی ہوئی گلابی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

"اپنی خوبصورت بیوی کو ایک ہفتے کے لیے میرے فارم ہاؤس پر چھوڑ جانا۔۔ تمہاری بہن پر صبر کرلوں گا۔۔!" دس دن پہلے کہی گئی خاور کی بات شاہ میر کے کانوں میں گونجی تو اس کے دماغ میں ٹیسیں سی اٹھنے لگیں۔ دکھتا ہوا سر مزید دکھنے لگا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر اس کا منہ سختی سے اپنے ہاتھ میں دبوچ لیا۔

"تم پر صرف میرا حق ہے، ادھوری ہو پر میری ہو۔۔ سمجھی تم۔۔؟؟" اس کی پانی بھری آنکھوں میں دیکھتا وہ غرایا۔ بخت آور کو وہ اس پل اپنے

حواسوں میں نہ لگا۔ اسے سمجھ نہ آئی کہ وہ اچانک یہ بات کیوں کر رہا ہے پر اپنے دکھتے جبڑے اس کی گرفت سے چھڑوانے کو اس نے بامشکل سر اثبات میں ہلایا۔

"جاؤ فریش ہو کر آؤ۔۔ میں انتظار کر رہا ہوں تمہارا۔۔!" ہاتھ میں پکڑا تولیہ بیڈ پر اچھالتا وہ اس کا چہرہ چھوڑ کر بولا تو بیڈ پر سے اپنا سوٹ اٹھاتی وہ بھاگ کر واش روم میں بند ہوئی تھی۔ پھر کتنی ہی دیر بند دروازے سے ٹیک لگائے وہ آنسو بہاتی رہی تھی۔

✿✿✿✿✿✿✿

ٹوں ٹوں۔۔۔ میسج رنگ بجی تو اپنے کمرے کی بالکونی میں کھڑے ہو کر کافی پیتے شاہ ویز کی توجہ ٹراؤزر کی جیب میں موجود موبائل پر گئی۔ مگ کو بائیں

ہاتھ میں منتقل کرتے ہوئے اس نے سیدھے ہاتھ سے موبائل باہر نکالا اور نظروں کے سامنے کیا۔ عنیزہ کی طرف سے ٹیکسٹ میسج تھا۔ ناچاہتے ہوئے بھی اس نے میسج اوپن کرلیا۔

ہم کہ دیکھیں کبھی دالان کبھی سوکھا چمن

اُس پہ دھیمی سی تمنا کہ پکارے جائیں ...

پھر سے ایک بار تیری خواب سی آنکھیں دیکھیں

پھر تیرے ہجر کے ہاتھوں بھلے مارے جائیں ..

شعر پڑھ کر اس کے لبوں پر مختصر سی مسکراہٹ در آئی۔ اگلے ہی پل اس نے عنیزہ کا نمبر ملایا تھا۔ پہلی ہی بیل پر اس نے کال ریسیو کرلی تھی۔

"ہیلو۔۔" اس کی مدھم آواز فون کے سپیکر سے ابھری تو شاہ ویز نے کافی کا گھونٹ بھر کر ہنکارا ابھرا۔

"کیسی ہو؟؟" وہی پہلو سوال۔۔ جو وہ کال پر کیا کرتا تھا۔

"ٹھیک ہوں۔۔!" عنیزہ کی آواز فون کے سپیکر سے ابھری۔

"دیٹس گڈ۔۔ گھر میں سب کیسے ہیں۔۔؟ ماموں مامی، ارصم مروہ اور۔۔ شاہ میر۔۔؟" کافی کے گھونٹ بھرتا وہ بالکونی سے کمرے میں آگیا۔

"سب ٹھیک ہیں، اپنی اپنی زندگی میں مگن۔۔!" عنیزہ نے لاپرواہی سے کہا۔

"اور تم..؟" شاہ ویز نے آہستگی سے پوچھا۔

"میری زندگی اور اس کی مصروفیت تو تم اپنے ساتھ ہی اسلام آباد لے گئے ہو۔۔!" اس کی غیر سنجیدہ سی آواز سن کر وہ دھیرے سے ہنسا۔

"ڈائیلاگز اچھے بول لیتی ہو۔۔!" خالی ہو چکا مگ سائیڈ ٹیبل پر رکھتا وہ ہنستے ہوئے بولا تو وہ بھی مدھم سا ہنسی۔

"ہاں بس آج کل وقت اردو ناولز ڑھتے ہوئے ہی گزر جاتا ہے تو۔۔!" عنیزہ نے بڑی صفائی سے جھوٹ بولا جس سے انجان وہ یہاں اپنے بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"کیوں..؟ تمہارے بی۔ایس کے کورس کو آگ لگ گئی ہے کیا۔۔؟" شاہ ویز نے بڑی سنجیدگی سے مذاق کیا تو دوسری جانب وہ خوب ہی ہنسی۔

"جو محبت میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کا دل پھر نصاب میں نہیں لگا کرتا جناب۔۔!" اپنی ہنسی دباتی وہ اک ادا سے بولی تو اس بار وہ ہنسا تھا۔

"جو آنکھیں ناولز پڑھ سکتی ہیں وہ نصاب بھی پڑھ سکتی ہیں۔۔ سٹڈی پر توجہ دو ورنہ میں بی ایس فیل عنیزہ سے شادی نہیں کرنے والا۔۔!" لہجے کو سنجیدہ کرتا وہ اسے ڈرانے کو بولا تو دوسری جانب خاموشی چھا گئی۔ خاموشی طویل ہونے لگی تو شاہ ویز نے اسے پکارا۔

"عینہ۔۔؟"

"ہوں۔۔" اس نے اپنی موجودگی کا احساس دلایا تھا۔

"مذاق کر رہا تھا یار۔۔!" وہ نرمی سے گویا ہوا۔

"مجھے جان لیوا مذاق پسند نہیں ہیں" کہہ کر اس نے کال کاٹ دی۔ ٹوں ٹوں کی آواز پر شاہ ویز نے فون کان سے ہٹا کر دیکھا۔ رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔ لب بھینچتا وہ سونے کے لیے لیٹ گیا اور ذہن میں اگلے دن کا لائحہ عمل ترتیب دینے لگا۔ کمشنر نے جو کیس اسے دیا تھا اس کی الجھی گرہوں کا سِرا کراچی سے بندھا معلوم ہو رہا تھا اور وہ۔۔ واپس کراچی جانا نہیں چاہتا تھا مگر پھر کیس کا کیا کرتا؟ اس کی زمہ داریاں معمولی نہ تھیں کیونکہ اسکا عہدہ معمولی نہیں تھا۔ وہ سپیشل کرائم برانچ میں ڈی۔ ایس۔ پی کے عہدے پر فائز ہوا تھا۔۔ اگر کیس کی تحقیق کے لیے اسے کراچی جانا پڑتا۔۔ تو وہ چاہ کر بھی یہیں رک نہیں سکتا تھا۔ مختلف سوچوں میں گھرا وہ جانے کب نیند کی وادیوں میں اترتا چلا گیا۔

✿✿✿✿✿✿✿

وہ نیند کی وادیوں میں گم خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا۔ اس کی سانسوں کی آواز مدھم خراٹوں کی مانند کمرے کی خاموشی میں گونج رہی تھی جبکہ اس سے ایک ہاتھ کے فاصلے پر لیٹی وہ ساکت نگاہوں سے چھت کو گھور رہی تھی۔ یہ پہلی بار نہیں تھا، پچھلے تین ماہ میں لاتعداد مرتبہ یہی ہوا تھا۔ دن بھر اس کے وجود میں کمیاں نکال کر وہ شخص رات کی تاریکیوں میں اسی وجود سے سکون لیا کرتا تھا۔ قربت کے چند دلفریب لمحات اسے دان کر۔۔ وہ سو جایا کرتا اور بخت آور۔۔

بخت آور پہروں جاگ کر اس کے رویے کی بابت سوچتی رہتی۔۔ آج کی رات بھی ایسا ہی تھا مگر اس کے ذہن کے ساتھ ساتھ آج وجود بھی کچھ تھکا تھکا سا تھا۔ شاید کوئی جسمانی بیماری تھی یا پھر۔۔؟؟ اسکا جی متلایا تو منہ پر ہاتھ رکھتی وہ واش روم کی طرف بھاگی۔ آدھی رات واش بیس پر جھک کر

ابکائیاں کرتی وہ اپنی پسلیوں میں درد اٹھتا محسوس کر رہی تھی۔ آنکھیں بھیگ سی گئیں۔ وہاں کوئی نہیں تھا جو اس کی پیٹھ سہلا کر اس کے لبوں سے پانی لگا دیتا۔۔ اور جو تھا۔۔ وہ اول روز کی طرح آج بھی بے خبر تھا۔ کتنا ہی وقت یونہی بیڈ سے واش روم۔۔ اور واش روم سے بیڈ تک کے چکر لگاتے کٹ گیا مگر شاہ میر کی آنکھ نہیں کھلی تھی۔ بخت آور کو بے تحاشا رونا آیا تو وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔ دوپٹہ سر پر جماتی وہ چھت پر چلی آئی تھی جہاں سناٹے اور خاموشیوں کا راج تھا۔ سیاہ آسمان کو نم آنکھوں سے تکتی وہ چھت کی باؤنڈری پر نصب گرل کے قریب آئی ہی تھی کہ نگاہ کونے میں کھڑے وجود پر پڑی۔ بخت آور کچھ چونک سی گئی۔ وہ مروہ تھی۔

"یہ اندھیرے میں کون سا ناول پڑھ رہی ہو تم۔۔؟؟" بخت آور نے دھیمی آواز میں پوچھا تو مروہ اپنی جگہ اچھل پڑی۔

"اُفف۔۔ڈرا دیا تم نے ظالم۔۔!" دل پر ہاتھ رکھتی وہ گہرا سانس لیتے ہوئے بولی۔

"اتنی خوفناک دکھتی نہیں ہوں میں ویسے.!" بخت آور نے گرل پر کہنیاں ٹکاتے ہوئے کہا۔

"میں بس اپنے دھیان میں تھی تو۔۔ اسی لیے۔۔" مروہ نے مسکراتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"تمہارا دھیان بٹا ہوا لگ رہا ہے مجھے۔۔" اس کی طرف گردن موڑتی بخت آور سنجیدگی سے بولی تو مروہ نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

"پتہ نہیں بخت۔۔!" اس نے جھک کر گرل پر پیشانی ٹکائی۔

"مجھے نہیں بتاؤ گی؟" بخت آور نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو کچھ پل وہ یونہی سر جھکائے سانس لیتی رہی۔ پھر سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تو آنکھوں میں ناراضی سے تھی۔

"تم بتاتی ہو کچھ۔۔؟" وہ الٹا سوال پوچھ رہی تھی۔ بخت آور نظریں چرانے کی بجائے مسکرا دی۔

"ایک تم ہی تو ہو جسے سب کچھ بتا دیتی ہوں۔۔!" اس نے حقیقت بیان کی تھی۔

"تو پھر بتاؤ اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو؟ کیوں جاگ رہی ہو؟" اپنے کندھے پر رکھا اسکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتی مروہ فکرمندی سے بولی۔ چاند کی

مدھم روشنی میں نظر آتی اس کی پلکوں پر نمی مروہ کی نگاہوں سے مخفی نہیں رہی تھی۔

"پتہ نہیں بس جی متلا رہا تھا تو۔۔!" اس نے نگاہیں چرائیں۔

"مجھے 'یہ پتہ نہیں' نہیں سننا بخت۔۔!" مروہ نے اسے ڈپٹا تو بخت آور کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"مروہ یہ محبت نا۔۔" وہ بولنے لگی تھی جب مروہ نے اس کی بات کاٹ دی۔

"مت کہنا کہ بری چیز ہے کیونکہ میں محبت کر بیٹھی ہوں۔۔!" اس کی بات پر بخت آور نے بے یقینی کے عالم میں اس کی طرف دیکھا۔

"عالیان سے۔۔؟؟" اس کے لب ہلے۔ مروہ نے اثبات میں سر ہلایا تو بخت آور نے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے کھینچ کر گرل پر ٹکا لیا۔

"دو طرفہ محبت کی بات اور ہوتی ہے مروہ۔۔ یک طرفہ محبت تو اذیت کے سوا کچھ بھی نہیں۔" آسمان کو تکتی وہ دھیمے سروں میں بولی تھی۔

"لیکن تم محبت کے سفر میں تنہا نہیں ہو بخت۔۔"!

"شادی سے پہلے مجھے بھی یہی لگتا تھا۔!" وہ پھیکے پن سے مسکرائی۔ آنکھوں کی اداسی لبوں کا ساتھ دینے سے قاصر ہو رہی تھی۔ مروہ خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتی رہی جو کچھ بولنے کے لیے پر تول رہی تھی۔

"مسئلہ پتہ کیا ہے مروہ۔۔" اس نے اپنے لبوں پر زبان پھیری۔

"یکطرفہ محبت میں عاشق اپنے محبوب کو جیتنے کی سر توڑ کوششوں میں خود کو اس کے مطابق ڈھالنے کی حماقت کر بیٹھتا ہے۔۔ نتیجتاً وہ خود کو محبوب کا منظور نظر تو بنالیتا ہے لیکن وہ خود کہیں باقی نہیں رہتا۔ اس کی خوشی۔۔؟؟

اس کی اذیت۔۔؟؟ اس کا دکھ۔۔؟ سب کچھ ایک ہی شخص کے اعمال و افعال سے جڑ جاتا ہے۔۔ وہ جب چاہے اسے جوڑ دے، جب چاہے توڑ دے۔۔ اُس کی مرضی۔۔۔ محبوب جو ٹھہرا۔۔۔۔۔۔!!!" بھیگے لہجے میں بولتے بولتے وہ دھیرے سے ہنسی۔ کھنکھتی ہوئی مترنم آواز۔۔ مروہ چپ چاپ اسے دیکھتی رہ گئی جو شاہ میر کے عشق میں پور پور ڈوب جانے کب ایسی باتیں سیکھ گئی تھی؟

"اس نے کہا کہ میں ادھوری ہوں۔۔؟؟ میں اسے کیسے سمجھاؤں۔۔؟؟ اسے پانے کی جستجو میں، میں نے خود کو کھو دیا ہے۔۔ میں، میں نہیں رہی۔۔۔ کیا تھی اور اب دیکھو کیا بن گئی ہوں۔۔؟؟؟" مروہ کی طرف گھومتی وہ سادگی سے پوچھ رہی تھی۔

"محبت پا کر کون ادھورا رہتا ہے بخت۔۔؟" مروہ بامشکل بولی۔

میں ہوں وہ بد بخت۔۔ مجھے لگتا تھا میں میر کو پالوں گی، ان کی محبت پالوں گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔ میری تمام تر تشنگی مٹ جائے گی لیکن سب الٹ ہو گیا۔۔!" بولتے ہوئے وہ رونے کے قریب تھی۔ آنسو حلق میں اٹکنے لگے تھے۔

"انھیں پا کر میں نے خود کو کھو دیا ہے۔۔ اور خود کو کھو کر کون پورا رہا ہے مروہ۔۔؟؟ میں ادھوری ہو گئی ہوں۔۔ ہمیشہ، ہمیشہ کے لیے۔۔۔ اب کبھی پوری نہیں ہو سکوں گی۔۔۔!!!" لرزتی ہوئی آواز میں کہتے ہوئے اس نے سیاہ آسمان کی طرف چہرہ موڑ لیا۔ آنکھوں سے دو آنسو ٹوٹ کر کنپٹیوں تک لکیر بنا گئے تھے۔ مروہ نے ہولے سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"اگر ایسا ہے تو تمھیں ان سے بات کرنی چاہئیے۔۔۔ شاید وہ خود کو بدل لیں۔۔؟؟ تمہاری خاطر۔۔؟؟" مروہ نے نرمی سے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"میری خاطر۔۔۔؟؟؟" حیران ہوتی وہ روتے روتے ہنسی۔

"قدر، محبت، اور پرواہ۔۔ کہہ کر نہیں کروائی جاتی مروہ۔۔۔ یہ جذبات خود سے دل میں پنپتے ہیں۔۔ جنہیں خود سے پرواہ نہیں ہوتی ناں۔۔ انہیں کہہ دینے سے بھی ہماری پرواہ نہیں ہوتی۔۔ وہ خود کو نہیں بدلے گا، وہ بدل ہی نہیں سکتا۔۔ کیونکہ اسے۔۔۔ مجھ سے "محبت" نہیں ہے!!" مروہ کی جانب دیکھ کر کہتی بخت آور کی آنکھوں سے آنسو کا ایک آخری قطرہ گال پر ٹپکا

تھا۔ مروہ کا دل دکھ سے بھر گیا اسے سمجھ نہ آئی کہ بخت آور کو کیا تسلی دے۔

"اچھا رو تو نہیں پلیز.. مجھے تکلیف ہو رہی ہے" مروہ نے اسے پشت سے ہولے سے گلے لگایا تو وہ نچلا لب دانتوں میں دبا گئی۔

"سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔ بھائی بدل جائیں گے دیکھنا تم۔۔!" وہ یہی کہہ سکتی تھی۔

"جسے اپنا آپ ہمیشہ صحیح لگتا ہو خود کو کیوں بدلنا چاہے گا؟؟" اپنے بھیگے گال رگڑتی وہ آہستگی سے بولی۔

"وقت لگے گا بخت۔۔ تھوڑا وقت لگے گا پھر سمجھ جائیں گے وہ۔۔ تمہیں بھی اور تمہارے جذبات کو بھی!" مروہ اسے تسلی دے رہی تھی۔

"جو مرد عورت کو فقط 'جسم' سمجھتے ہیں ناں مروہ۔۔ ان کی رسائی فقط جسم تک ہی رہتی ہے، وہ عورت کے دل اور دل کے جذبات سے ہمیشہ غیر آشنا ہی رہتے ہیں" بار بار بھیگتی آنکھوں کو مسلتے ہوئے کہتی وہ اذیتوں گھری مایوسی کی آخری حد پر تھی۔

"ایسی باتیں مت کرو۔۔ ہر مرد ایک جیسا نہیں ہوتا۔۔!" اس نے کہا تو وہ پھر سے رو پڑی۔

'تمہیں کیسے سمجھاؤں مروہ؟ بھلا میرا ہر مرد سے کیا لینا دینا؟ جسے میں نے چاہا ہے وہ تو ایسا ہی ہے ناں۔۔!" بچوں کی طرح روتے ہوئے کہتی وہ تو بات ہی ختم کر گئی تھی۔ مروہ کے پاس اسے تسلی دینے کو اب کچھ نہیں بچا تھا۔ وہ لب بھینچتی اپنا سر ہاتھوں میں تھام گئی۔ مروہ نے اس سے پوچھا تھا۔۔ اور

بخت آور نے اسے سب بتا بھی دیا تھا۔ وہ پچھتا رہی تھی کہ اس نے کچھ بھی پوچھا ہی کیوں تھا۔۔؟ مروہ کے لیے سن کر برداشت کرنا مشکل ہو رہا تھا۔۔ جانے وہ سہہ کیسے رہی تھی۔۔؟؟؟

✿✿✿✿✿✿✿

"خاور یامین۔۔!" ڈریس پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنساتے ہوئے اس نے چوکیدار کو اپنا نام بتایا۔

"مجھے شاہ میر سے ملنا ہے۔" اس کے پوچھنے پر خاور نے مدعا بیان کیا تو چوکیدار فوراً ٹیلی فون روم میں گیا اور گھر کا لینڈ لائن نمبر ڈائل کیا۔ یہ شاہ میر کی بدنصیبی تھی شاید کہ اسی نے کال ریسیو کی تھی۔ خاور کا نام سن کر وہ انکار

نہیں کر پایا تھا سو تھوڑی ہی دیر میں وہ اس کے گھر کے ڈرائنگ روم میں اس کے مقابل۔۔ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے براجمان تھا۔

"بیس دن گزر چکے ہیں۔۔ تم نے کوئی جواب نہیں دیا تو میں دوبارہ سوالی بن کر آگیا ہوں شاہ میر۔۔!" ٹانگ پر رکھی ٹانگ کو ہولے سے ہلاتا وہ سنجیدگی سے بولا تو شاہ میر نے ایک نظر ڈرائنگ روم کے بند دروازے کو دیکھا۔ کمرے میں اے۔سی چلنے کے باوجود اسکے اندر گرمی سی بڑھ رہی تھی۔

"خاور میں تم سے درخواست کرتا ہوں، تم جتنا منافع چاہو گے میں تمہیں دینے کو تیار ہوں لیکن پلیز تم مروہ کا خیال ذہن سے نکال دو۔۔!" شاہ میر نے مفاہمتی انداز اپناتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا کہ اس کے سوا کوئی اور چارہ بھی نہیں تھا۔ وہ دریا میں رہ کر مگرمچھ سے بیر نہیں پال سکتا تھا۔

"بات منافع کی نہیں ہے شاہ میر۔۔ بات میری پسند کی ہے۔۔ اگر تمہیں بات سمجھ نہیں آرہی تو مجھے بتاؤ میں تمھیں سسرال بھیجنے کا بندوبست کیے دیتا ہوں۔۔ وہاں تمہیں اچھے سے سمجھ آئے گی!" ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہو بیٹھتا وہ سرد لہجے میں بولا تو شاہ میر کی گردن میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔

"پولیس کو انوالو مت کرو پلیز۔۔!" لفظ 'سسرال' کا مطلب سمجھتا وہ ملتجی ہوا۔

"تمہیں پتہ ہے آفریدی التجائیں مجھ پر اثر نہیں کرتیں تو کیوں اپنا اور میرا وقت ضائع کر رہے ہو؟" خاور نے اپنی نیلی آنکھوں سے اسے گھورا۔

"تمہارے پاس کل تک کا وقت ہے۔۔ ایک ہفتے کے لیے بیوی یا پھر زندگی بھر کے لیے بہن۔۔ جس کو دینا چاہو مجھے ایک کال کر کے انفارم کر دینا ورنہ

پرسوں سے پہلے پولیس تمہارے گھر پر بھجوا دوں گا!" حتمی انداز میں کہتا وہ
اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"خاور ایسا مت کرو۔۔ میں تمہارے ساتھ کچھ غلط نہیں کرنا چاہتا!" شاہ میر
نے دھیمے مگر سخت لہجے میں اسے وارن کیا تو وہ دروازے کی طرف بڑھتے
بڑھتے رکا۔ گردن موڑ کر سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"مثلاً کیا۔۔؟ میرا قتل کروانے کی کوشش کرو گے؟؟" خاور ایک پل میں
اس کی دھمکی کی انتہا تک پہنچا تھا۔

" آج تک ایسا کوئی ماں کا لعل پیدا ہی نہیں ہوا جو خاور یامین کو قبر کے اندر
اتارنے میں کامیاب ہوا ہو۔۔ ہاں کوشش بہت سوں نے کی ہے!" پینٹ کی

جیب میں ہاتھ پھنساتا وہ مدھم مگر اطمینان بھرے لہجے میں بولا تو شاہ میر نے اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ لیں۔

"کل رات ٹھیک۔۔ گیارہ بجے تک کا ٹائم ہے تمھارے پاس" کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھتا وہ بے تاثر لہجے میں کہتا ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول گیا تبھی وہ باہر سے اندر آئی تھی۔ بامشکل خاور سے ٹکراتے بچی تھی جسے مکمل نظر انداز کرتا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا جبکہ اسے وہاں دیکھ کر شاہ میر کی آنکھوں میں مرچیں سی بھرتی چلی گئیں۔ گہرے مونگیا رنگ کے سوٹ میں ملبوس، زرد رنگ کا دوپٹہ کندھوں پر پھیلائے وہ گلاب کی کلی کی مانند نازک دکھائی دے رہی تھی۔ اس پر مستزاد شہابی رنگت پر سجی معصوم آنکھیں۔۔ وہ اس کے دل پر وار کرنے کی بجائے جانے کیوں اس کی غیرت پر وار کر گئی تھی۔

"وہ۔۔وہ میں غلطی سے۔۔!" مومی ہاتھوں کی انگلیاں چٹخاتی وہ کچھ گھبرا کر بول ہی رہی تھی جب میکانکی انداز میں شاہ میر کا ہاتھ اٹھا تھا اور اس کے چہرے پر نشان چھوڑ گیا۔

"ایک ہفتے کے لیے اپنی بیوی یا پھر۔۔۔!" خاور کی آواز اس کے کانوں میں سیسہ انڈیل رہی تھی۔ پھر وہ رکا نہیں تھا، پے در پے کئی تھپڑ اس کے چہرے پر مارتا چلا گیا۔ وہ لہرا کر زمین بوس ہوئی تھی۔

"غلطی غلطی۔۔اس کے علاوہ اور کچھ آتا ہے تمھیں۔۔؟؟" جھک کر اس کے بال پکڑتا وہ دھیمی آواز میں اس پر غرایا تھا۔ ساتھ ہی ایک نظر اطراف میں دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا ہر کوئی اپنے کمرے میں سونے کے لیے جا چکا تھا شاید۔۔ جبکہ بخت آور۔۔وہ تو اس کے ہاتھ کے پہلے تھپڑ سے

ہی آدھی ہو گئی تھی۔ دماغ جھنجھنا اٹھا تھا۔ آنکھیں اس افتاد پر بے یقینی سے وہ محبوب چہرہ دیکھ رہی تھیں جسے انھوں نے ہر پل۔۔پل پل چاہا تھا۔

"بہت شوق ہے تمہیں غیر مردوں کے سامنے آنے کا۔۔؟ بولو۔۔؟؟" اس کے سر کو جھٹکا دیتا وہ پھنکارا۔ وہ خاموش رہی کہ بولنے کی سکت باقی ہی کہاں تھی؟ ناک اور منہ سے خون نکل رہا تھا جبکہ آنکھ کے نیچے دایاں گال سوجھ چکا تھا۔ ایک جھٹکے سے اس کے بال چھوڑتا وہ پیچھے ہٹا۔

"پتہ نہیں مجھے پتہ کیوں نہیں چلا۔۔ تمہارے اصل رنگ تو اب سامنے آرہے ہیں!" نفرت سے اسے دیکھتا وہ لفظوں سے ایک کے بعد ایک تیر چلا رہا تھا۔ بخت آور نے اذیت سے آنکھیں میچ لیں۔

"اٹھو یہاں سے۔۔ گم کرو اپنی شکل۔۔!" اسے بازو سے پکڑ کر زبردستی کھڑا کرتا وہ غصے سے بولا۔ وہ کسی بے جان لاش کی مانند ٹس سے مس نہ ہوئی تو وہ غصے سے جھنجھلا گیا پھر کچھ سمجھ نہ آئی تو اسے گھسیٹ کر اپنے کمرے تک لایا اور اندر لا کر بیڈ پر دھکا دیا۔

"یہاں مرو۔۔!" چلا کر کہتا وہ خود کمرے سے باہر نکل گیا۔ جاتے جاتے زور دار آواز سے دروازہ بند کیا تھا۔

✿✿✿✿✿✿

کانوں میں ہیڈ فونز لگائے وہ معمول کے مطابق ننگے پاؤں لان میں چہل قدمی کر رہی تھی جب اسے کچھ غیر معمولی پن کا احساس ہوا۔ مروہ نے یونہی قدم

روک کر اطراف میں دیکھا۔ وہاں رات، تاریکی اور سبزے کے سوا کچھ نہیں تھا۔

"تم شاید مجھے ڈھونڈ رہی ہو۔۔؟" بھاری، سحر انگیز آواز پر مروہ نے پلٹ کر دیکھا تو اسے خود سے دو قدم کے فاصلے پر کھڑا پایا۔ نیلی آنکھوں میں شوق سموئے وہ ہاتھوں کو پینٹ کی جیبوں میں گھسائے کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"آ۔۔ آپ۔۔ یہاں کیا کرنے آئے ہیں۔۔؟!" رات کے اس وقت مقابل کی اپنے گھر کے اندر موجودگی نے اسے حقیقتاً چونکا دیا تھا مگر اسے احساس دلائے بغیر وہ اپنا اعتماد بحال کرتے ہوئے بولی تھی۔

"پیاسا کنویں کے پاس کیا کرنے آتا ہے؟" زرا سا اس کی طرف جھک کر وہ مدھم آواز میں بولا تو مروہ ایک قدم پیچھے ہٹی۔ پلکیں جھپکا کر اسے دیکھا تو وہ مختصر سا مسکرایا۔

"پیاس بجھانے۔۔!" خاور نے خود ہی جواب دیا تھا۔ آنچ دیتا معنی خیز لہجہ۔۔ سن کر مروہ کی پیشانی تپ اٹھی اس پر مستزاد خاور کی بولتی نگاہیں۔۔۔! اس نے لب بھینچتے ہوئے اطراف میں دیکھا۔ اس وقت اگر کوئی اسے ایک غیر مرد کے ساتھ دیکھ لیتا تو یقیناً قدرت ہاؤس میں طوفان برپا ہو جاتا۔

"اگر اپنی زندگی چاہتے ہیں تو یہاں سے چلے جائیں ورنہ کنویں میں چھلانگ بھی لگائی جاتی ہے اور نتیجے میں موت بھی واقع ہو جاتی ہے محترم۔۔!" بڑی

مشکلوں سے خود کو سنبھالتی وہ کڑک آواز میں بولی تو اس کی حاضر جوابی پر وہ مبہم سا مسکرایا۔

"زندگی ہی تو چاہتا ہوں۔۔ وہ جو میرے سامنے کھڑی ہے!" اس کے پاس بھی جواب تیار تھا۔ مروہ کا دل گھبرانے لگا۔

"بدتمیزی مت کریں۔۔ اپنے دوست کی بہن سے فلرٹ کرتے شرم آنی چاہیئے آپ کو۔۔!" ہاتھوں کی انگلیاں مسلتی وہ اس کی نیلی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔ ہمت ہی تو تھی۔۔ اور تھی بھی بے مثال۔۔! خاور متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

"میری بدتمیزیوں سے ابھی تم واقف نہیں ہو لیکن خیر۔۔ جب میرے پاس آؤ گی تو۔۔ ہو جاؤ گی۔۔!" وقفہ لے کر اپنی بات مکمل کرتا وہ اس کے

ہوش ہی تو اڑا رہا تھا۔ مروہ کو سمجھ نہ آئی کہ اسے وہاں سے جانے کو کہے یا خود وہاں سے بھاگ جائے۔۔

"عجیب خبطی انسان ہیں آپ۔۔ مجھے کیا کسی پاگل کتے نے کاٹا ہے جو میں آپ کے پاس آؤں گی۔۔!" جلدی سے کہتی وہ وہاں سے جانے کے لیے اس کے قریب سے گزرنے ہی لگی تھی کہ خاور نے سرعت سے اس کی کلائی جکڑ لی۔ اس کے مضبوط ہاتھ کے سرد لمس نے مروہ کے وجود میں سنسناہٹ سی دوڑا دی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے ہل نہ سکی۔

"میں نے کہا نا تم آؤ گی۔۔ تم خود میرے پاس آؤ گی!" وہ بڑے یقین سے کہہ رہا تھا۔ مروہ نے پوری قوت سے اپنی کلائی اس کی گرفت سے چھڑوائی تھی۔

"خوش فہمی کا علاج تو کوئی ہے نہیں، دعا ہی کی جا سکتی ہے وہ میں آپ کے لیے ضرور کروں گی!" بے دھڑک اسے منہ توڑ جواب دیتی وہ وہاں سے بھاگتی چلی گئی۔ خاور نے پلٹ کر اس کے وجود کو نگاہوں سے اوجھل ہوتے دیکھا۔ اس کا وہاں مزید رکنا اب بے کار ہی تو تھا۔ لبوں پر دھیما تبسم سجائے وہ وہاں سے نکل آیا۔۔ گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اس کی سوچیں مکمل طور پر مروہ کی جانب گامزن تھیں۔

محبت کوئی ان دیکھی،

ان سنی ان چھوئی شے نہیں ہے

محبت ایک جیتے جاگتے وجود کا نام ہے۔

کیونکہ تم 'وجود' رکھتے ہو

میں نے محبت کا سراپا دیکھا ہے

کیونکہ میں نے تمہیں دیکھا ہے

✿✿✿✿✿✿✿

عشق گھڑے دا مٹھا پانی

پی نہ بیٹھیں زہر اے اڑیا

خالی خالی آنکھوں سے چھت کو گھورتی وہ جانے کتنا وقت یونہی بے دم سی بیڈ پر لیٹی رہی۔ ذہن بالکل خالی تھا اور دل۔۔۔؟ ساکت۔۔ جامد اور خاموش۔۔ دماغ اب تک جھنجھنا رہا تھا جبکہ ہاتھ پاؤں بے جان سے تھے مگر کب تک۔۔؟ کب تک وہ یونہی پڑی رہتی۔۔؟ بخت آور نے پیٹ پر ہاتھ رکھتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کی تو درد کرتے جبڑے کی تکلیف کا احساس ہوا۔ لب بھینچتی وہ بیڈ سے اتری وہ قدم قدم چلتی واش روم کی طرف بڑھی تب ہی اس کی نگاہ ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں نظر آتے اپنے عکس پر پڑی تو قدم تھم سے گئے۔ بے اختیار وہ تیز تیز قدموں سے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھی تھی۔ آئینے کی طرف جھکتے ہوئے بغور اپنا چہرہ دیکھا۔ ناک اور منہ سے نکلتا خون تھم کر جم چکا تھا۔ دائیں گال پر آنکھ کے نیچے کچھ سوجن زدہ سا نیل پڑا ہوا تھا جبکہ بائیں گال کا حال بھی کچھ مختلف نہ تھا۔ آنکھوں کے

پپوٹے رونے کے باعث سوجھ چکے تھے۔ کیا وہ روتی رہی تھی؟؟ بخت آور نے بے یقینی سے اپنی نم پلکوں کو چھوا۔ دل میں درد کی لہر سی اٹھی تھی۔ وہ کربناک منظر آنکھوں میں گھومتا چلا گیا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ منہ میں خون کا ذائقہ اس دورانیے میں پہلی بار محسوس ہوا تھا۔ بے دم سی ہوتی وہ وہیں بیٹھتی چلی گئی۔ دل پھٹنے کی حد تک تکلیف میں تھا۔ کیوں کیا تھا اس نے ایسا۔۔؟ کیوں۔۔؟ کیا قصور تھا اس کا؟

"کچھ بھی تو نہیں۔۔" اندر اٹھتے سوالات کے جواب میں روتے روتے وہ بڑبڑائی۔

"نخ۔۔۔خالہ۔۔ خالہ مجھے درد ہو رہا ہے۔۔" گھٹنوں میں منہ چھپاتی وہ سسک اٹھی۔ وہ چیخنا چاہتی تھی۔ خود پر بیتی اذیت بتانا چاہتی تھی مگر کسے بتاتی۔۔؟اس کمرے میں اس کی سننے والا کوئی نہیں تھا۔

"خالہ ۔۔ خالہ میری بات سنیں پلیز۔۔ مروہ۔۔ مروہ کہاں ہو تم۔۔!" دھیمی آواز میں سسکیاں بھرتی وہ روتے روتے فرش سے جا لگی۔ پورا وجود ہچکیوں کی زد میں تھا۔

"اللہ۔۔ اللہ میری مشکل۔۔ مشکل۔۔!" اس کے لیے بولنا محال ہی تو تھا۔

"اللہ جی۔۔!" سجدے میں سر جھکاتی وہ تڑپ ہی تو رہی تھی۔ کتنا ظالم ثابت ہوا تھا وہ۔۔؟ کس قدر سفاک۔۔!! زمین پر ہتھیلیاں جمائے وہ بلک ہی رہی تھی جب دروازہ کھلنے کی آواز پر اس کا لرزتا وجود رکا۔ سر اٹھا کر سامنے دیکھا

تھا جہاں وہ لب بھینچے کھڑا اسی کی طرف متوجہ تھا۔ بخت نے دوپٹے کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں۔ وہ قریب ہی زمین پر پڑا تھا۔ دوپٹہ اٹھا کر شانوں پر پھیلاتے ہوئے اس نے جلدی سے بھیگے گال رگڑ ڈالے جبکہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا وہ اس کی جانب آیا تھا اور جھک کر اس کے سامنے، پنجوں کے بل بیٹھ گیا۔ بخت آور نے نظریں فرش پر جما لیں۔ اس کا زخمی چہرہ دیکھتے شاہ میر نے بہت آہستگی سے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تو وہ سہم کر پیچھے ہٹتی ڈریسنگ ٹیبل سے جا لگی۔

"زیادہ درد ہو رہا ہے؟" نرم لہجہ۔۔ دھیمی آواز۔ بخت آور کا دل کیا اس شخص کو اپنی پوری قوت سے خود سے دور دھکیل دے مگر دل کی خواہش کو دل ہی میں دباتی وہ ہولے سے نفی میں سر ہلا گئی۔

"ایم۔۔ ایم ساری بخت ۔۔ پتہ نہیں۔۔ مجھے کیا ہو گیا تھا۔۔!" شرمندگی سے بھرپور لہجے میں کہتا وہ بخت آور کو سر اٹھانے پر مجبور کر گیا تھا۔ لرزتے لبوں کو آپس میں بھینچتی وہ کچھ بے یقینی کے عالم میں اس کی طرف دیکھنے لگی۔ کیا کیا نہ تھا ان آنکھوں میں؟

دکھ۔۔

صدمہ۔۔

اذیت۔۔ بے یقینی۔۔ ہاں سب سے زور آور تاثر بے یقینی کا ہی تھا۔ شاہ میر سمجھ سکتا تھا مگر اس پل اپنا آپ اسے سمجھا نہیں سکتا تھا۔

"آئی ایم ساری پلیز۔۔!" سر جھکا کر دوبارہ کہتا وہ اس کا ہاتھ تھام گیا تو آنسوؤں کو حلق میں انڈیلتی بخت آور نے مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

مشکل تھا۔۔یا شاید ناممکن۔۔ مگر اس نے ممکن بناتے ہوئے ہونٹ پھیلائے تھے۔

"کوئی بات نہیں۔۔!" آہستگی سے کہتی بخت آور کو اپنی آواز پرائی لگی۔ اس کے جواب پر اس بار شاہ میر نے بے یقینی سے سر اٹھایا تھا۔

"کیا سچ میں۔۔؟؟" وہ خود بھی مسکرایا۔ بخت آور کو پہلی بار وہ مسکراہٹ مکروہ لگی۔ اس نے بامشکل سر اثبات میں ہلایا تو شاہ میر نے اس کے ہاتھ کی پشت پر اپنے لب رکھ دیے۔

"تم بہت اچھی ہو۔۔ بہت بہت اچھی۔۔!" وہ فرطِ جذبات کے عالم میں بار بار اس کی ہتھیلی چوم رہا تھا۔ بخت آور کے دل میں دھواں سا بھرنے لگا۔۔

وہ لمس اس کے وجود میں آگ سی لگا رہا تھا۔ روح جھلسنے لگی تھی مگر خود کو سنبھالے وہ بڑے ضبط سے کھڑی ہوئی۔

"تم میرے ساتھ چلو۔۔ تمہیں بخار ہو رہا کے ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں!" بڑی توجہ سے اسے اپنے بازو کے گھیرے میں لیتا وہ بولا تو بخت آور نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔ مجھے کہیں نہیں جانا!" اس کے حصار کو توڑ کر بیڈ کی طرف بڑھتی وہ بے تاثر لہجے میں بولی تو شاہ میر نے کچھ جانچتی نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھنے کی کوشش کی۔

"تم شاید ناراض ہو مجھ سے۔۔؟؟ میں سچ کہہ رہا ہوں وہ میرے بس میں نہیں تھا۔ یقین کرو میں۔۔ میں پاگل ہو گیا تھا!" اسے بازو سے تھام کر اپنی

طرف گھماتا وہ لہجے میں بے بسی سمو کر بولا تو بخت آور نے خاموش نگاہوں سے اسکا چہرہ دیکھا۔

"نہیں میں ناراض نہیں ہوں میر۔۔ بس میں ڈَل فیل کر رہی ہوں، کچھ دیر سوؤں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی" جذبات سے عاری۔۔ صاف کورے لہجے میں کہہ کر وہ بیڈ پر بیٹھ گئی۔ شاہ میر کو اندازہ تھا کہ اس کی ذہنی حالت ابتر ہو رہی ہے سو اس کی خاموشی کو غنیمت جان کر وہ پیچھے ہٹ گیا۔ پھر وہ واقعی ہی کچھ دیر میں سو گئی تھی جبکہ وہ کافی دیر جاگ کر اپنی ہتھیلیاں گھورتا رہا تھا۔ اگلی صبح وہ جاگا تو بخت آور ہنوز سو رہی تھی۔ وہ فریش ہو کر واش روم سے باہر نکل آیا مگر تب بھی اس کے وجود میں کوئی حرکت نہ دیکھی تو اس کے قریب چلا آیا۔ شاہ میر نے اس کے چہرے سے کمفرٹر ہٹایا تو سوجن کچھ کم محسوس ہوئی مگر گال پر پڑا نیل، ناک اور ہونٹ کی سوجن نے اس کی نگاہ

ساکت کر دی تھی۔ یہ کیا کِیا تھا اس نے؟ اور کیوں۔۔؟ اپنے اس روپ سے تو وہ خود میں واقف نہیں تھا۔ اس قدر وحشی۔۔؟ اس حد تک حیوانیت۔۔ لب بھینچتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کے ہونٹوں کو چھوا۔ وہ جل رہے تھے۔ شاہ میر کے ضمیر نے اسے جھنجھوڑا تو خوفزدہ سا ہوتا وہ بے ساختہ اس سے دور ہوا۔ بے چینی کے عالم میں اپنے بالوں میں انگلیاں چلائی تھیں۔ کئی پل وہ یونہی ٹہلتا رہا پھر ہمت کرتا دوبارہ اس کے قریب آیا اور اسے آہستگی سے ہلایا۔ بخار بڑھ چکا تھا وہ دہکتے ہوئے کوئلے کی مانند جھلس رہی تھی۔

"بخت۔۔ آنکھیں کھولو میری جان۔۔!" اس کا رخسار چھوتے ہوئے اس نے نرم لہجے میں اسے پکارا تو بخت آور نے بامشکل دکھتی آنکھیں کھولنے کی

کوشش کی۔ اپنے مقابل شاہ میر کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں بہت تیزی سے پانی جما ہوا تھا۔

"تم ٹھیک ہو۔۔؟ تم ٹھیک نہیں ہو۔۔ اٹھو ہم ڈاکٹر کے پاس جائیں گے!" فکر مندی سے کہتے ہوئے اس نے بخت آور کو سہارا دیا تو اس نے شاہ میر کے ہاتھ جھٹک دیے۔

"ہاتھ مت لگائیں مجھے ۔۔ بہت برے ہیں آپ۔۔!" پیچھے ہٹ کر بیڈ کراؤن سے لگتی وہ نیند کے زیر اثر روتے ہوئے بولی۔

"پلیز ایسے مت کرو میں۔۔ میں بہت شرمندہ ہوں تم سے۔۔ بخت پلیز" وہ ملتجی ہوا تو بخت آور نے نفی میں سر ہلایا۔ اسکا دماغ دکھ رہا تھا۔

"یہاں سے چلے جائیں پلیز۔۔ میں آپ کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی!" چہرہ ہاتھوں میں چھپاتی وہ دھیمی آواز میں چلائی۔

"نہیں پلیز۔۔ میں۔۔ میں تمہارے پیروں کو ہاتھ لگاتا ہوں مجھ سے۔۔ مجھ سے غلطی ہو گئی پلیز معاف کر دو۔۔!" اس کے پیر پکڑتا وہ بھاری ہوتی آواز میں چلایا۔ آنکھیں سرخ پڑ رہی تھیں۔ بخت آور کا رونا۔۔ اسکا بلکنا۔۔ شاہ میر کو اپنے آپ سے نفرت ہو رہی تھی۔ بخت آور نے اپنے پاؤں پیچھے کھینچ لیے اور ضبط بھری نم آنکھوں سے اسکا چہرہ دیکھا جس میں شرمندگی سی شرمندگی تھی۔

"تم۔۔ تم ایک کام کرو۔۔ تم بھی مجھے مارو۔۔ میری جان لے لو مجھے جان سے مار دو۔۔!" اس کے ہاتھ تھام کر اپنے چہرے کی طرف لے جاتا وہ

جذبات کے دھارے میں بہنے کو تھا۔ بخت آور نے اپنے ہاتھ اس کی گرفت سے کھینچ کر آنکھیں میچ لیں۔

"تم نے تو رات کہا تھا کہ تم ناراض نہیں ہو۔۔؟ بولو کہا تھا نا۔۔؟" اپنی نم ہوتی آنکھیں رگڑتے ہوئے اس نے بخت آور کو یاد دلانے کی کوشش کی تو روتی ہوئی بخت آور نے اپنے لب بھینچ لیے۔ پھر گال صاف کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ سر جھکائے وہ کئی ثانیے بھیگی آنکھوں سے اس کے ہاتھ دیکھتی رہی جو اس کے سامنے جڑے ہوئے تھے۔ پھر لرزتا ہوا ہاتھ بڑھایا اور اس کے ہاتھوں کو چھوا۔

"میں بس۔۔ جذباتی ہو گئی تھی۔۔ مجھے آپ سے ناراض نہیں ہونا۔۔ میں ہو ہی نہیں سکتی!" اپنے جذبات کا گلا گھونٹتی وہ بڑے ضبط سے بولی تھی۔ شاہ میر

کو اس کے الفاظ پر یقین نہ آیا۔ کیا وہ واقعی سچ کہہ رہی تھی؟ وہ سوچ ہی رہا تھا کہ جب بخت آور نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور جھک کر اس کی چوڑی ہتھیلی پر اپنے لب رکھ دیے۔ شاہ میر کو لگا اس چھوٹی سی لڑکی نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا ہے۔ وہ خود کو زمین کے اندر کئی فٹ دھنستا محسوس کر رہا تھا۔ اپنی جگہ ساکت بیٹھا وہ کئی لمحے اسے دیکھتا رہ گیا جو اب مسکرا رہی تھی۔ وہی مسکراہٹ۔۔ جس سے اسے چڑ تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ ہوش کی دنیا میں واپس آتا وہ اس کے پاس سے اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ وہاں راشدہ بیگم تھیں۔ شاہ میر کا دل ڈوب سا گیا۔ بخت آور کی حالت کے لیے کیا جواب دے گا وہ انھیں؟ سوچ کر ہی اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہونے لگے تھے۔

"کہاں ہو صبح سے تم دونوں۔۔؟ دوپہر ہونے کو آئی ہے کمرے سے نکل کر نہیں دیکھا سب ٹھیک تو ہے؟" شاہ میر کے ستے ہوئے چہرے پر نظر پڑتے ہی وہ بولی تھیں۔

"وہ امی۔۔ بخت کی طبعیت کچھ ٹھیک نہیں ہے تو۔۔!" شاہ میر کو سمجھ نہ آیا کہ انھیں کیا جواز پیش کرے۔

"کیا ہوا ہے میری بچی کو؟ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا مجھے شاہ میر۔۔!" پریشان ہوتی وہ اسی پر برسی تھیں۔

"اب ہٹو تو سامنے سے۔۔ دیکھنے دو مجھے۔۔" اسے خاموشی سے اپنے سامنے ایستادہ دیکھ وہ تیز لہجے میں بولیں تو چار و ناچار اسے انھیں راستہ دینا پڑا۔ اندر آتے ہی نظر اس کے چہرے پر پڑی تو وہ دل پر ہاتھ رکھتی سرعت سے اس

کی طرف لپکیں۔ بخت آور انھیں دیکھتے ہی کمزور سی پڑ گئی۔ فوراً ان کے گلے لگی تھی۔

"یہ۔۔ یہ کیا۔۔ ہوا ہے کیا ہے تمہیں۔۔؟ بخار بھی ہو رہا ہے؟" اسے خود سے الگ کرتی اس کا چہرہ چھوتی وہ پل میں بوکھلا سی گئی تھیں۔

"امی یہ رات واش روم میں گر گئی تھی مجھے بتایا بھی نہیں اس نے اور پھر۔۔ ایسے ہی بیڈ پر آکر سو گئی وہ تو صبح میں جاگا تو مجھے پتہ چلا۔۔!" شاہ میر کو بروقت بہانہ سوجھا تھا جسے زبان دیتا وہ ان دونوں کی طرف آیا۔ بخت آور نے بے بسی کے عالم میں اثبات میں سر ہلایا۔

"تو تم کیا بھنگ پی کر سو رہے تھے جو تمہیں بچی کے گرنے کی آواز ہی نہیں آئی شاہ میر۔۔؟' اس کی طرف پلٹتی وہ اس پر برہم ہوئیں۔

"اور تو اور اسے ڈاکٹر کے پاس لے جانے کی بجائے کمرے میں قید کر رکھا ہے خدا پوچھے تمہیں شاہ میر۔۔!" بخت آور کے لیے فکر مند ہوتی وہ رو ہی پڑی تھیں۔

"میں تو صبح سے اسے یہی کہہ رہا ہوں کہ چلتے ہیں مگر۔۔!" شاہ میر اپنی جگہ مجرم سا بن گیا۔

"مگر میں نے ہی منع کیا تھا خالہ۔۔ میں اس چہرے کے ساتھ اپنا مذاق نہیں بنوانا چاہتی۔۔ ارصم پھر مجھے تنگ کرے گا" بخت آور نے سر جھکاتے ہوئے شاہ میر کی بات مکمل کی تو اس کی رکی سانس کچھ بحال ہوئی۔

"ان سب کو میں دیکھ لوں گی تم اٹھو چلو میرے ساتھ۔۔ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں شاباش۔۔!" اسے ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ کھڑا کرتی وہ روتے ہوئے بولیں تو بخت آور نے ہاتھ بڑھا کر ان کے گال صاف کیے۔

"خالہ آپ روئیں تو مت۔۔"!

"ارے کیسے نہ روؤں میرا کلیجہ پھٹا جارہا ہے تمہیں ایسے دیکھ کر۔۔!" اس کے گال پر پیار کرتی وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولیں تو وہ دھیرے سے مسکرائی۔

"کیا خالہ۔۔ آپ بھی نا۔۔ آپکو پتہ تو ہے کہ جب بھی گرتی ہوں میرا کچھ نہ کچھ ٹوٹ جاتا ہے۔۔!" انھیں مطمئن کرنے کو اس نے عام سے انداز میں کہا۔

"اب منہ کے بل گری ہوں تو منہ ہی ٹوٹے گا ناں۔۔ دل تو ٹوٹنے سے رہا۔۔!" ہنس کر کہتی وہ شاہ میر کو شرمندہ کر گئی تھی۔ جبکہ اس کی فکر میں ہلکان ہوتی راشدہ بیگم کے تو خاک بھی پلے نہ پڑی تھی۔ پھر وہ شاہ میر کے ساتھ اسے ڈاکٹر کے پاس لے گئی تھیں۔ اس نے بختاور کا مکمل چیک اپ کر کے ساتھ ساتھ اس کی پریگنینسی کی خبر بھی ان کے گوش گزار کر دی تھی۔ راشدہ بیگم تو جیسے جھوم اٹھی تھیں۔ ڈاکٹر کے پاس جاتے ہوئے وہ جتنی ملول تھیں واپسی پر اتنی ہی شاداں و فرحاں تھیں جبکہ شاہ میر۔۔ اس کو تو جیسے گہری چپ ہی لگ گئی تھی۔

✿✿✿✿✿✿✿

رات کے سرمئی آنچل میں لپٹی سمندری ہوائیں ہولے سے لہروں کو چھو کر انھیں گھاٹ کنارے پہنچاتی تو کسی گم نام منزل کی مسافر وہ لہریں سر پٹخ کر

واپس پلٹ جاتیں۔۔ سیاہ آسمان میں سفر کرتا روشن چاند پانی پر رقص کرتی لہروں کی مستیاں بڑی دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ اور دیکھ تو خاور بھی رہا تھا مگر نگاہ کے ارتکاز کے برعکس ذہن کا ٹھہراؤ کہیں اور کیف پا تھا۔ پشت پر ہاتھ باندھے اپنے پورے قد سے گھاٹ کے کنارے کھڑا وہ سمندری لہروں پر پڑتی چاند کی روشنی کو دیکھتا سوچوں میں ایک نازک وجود کو بسائے ہوئے تھا۔ ایک قطار میں لنگر انداز ہوئے بحری جہازوں پر اس پل خاموشی کا راج تھا مگر اف۔۔ یہ شور کرتی لہریں اور اس کا دل۔۔۔!!!

موبائل کی گھنٹی بجی تو وہ ہوش کی دنیا میں واپس آیا۔ 'شاہ میر کالنگ' جگمگاتے دیکھ اس کے لبوں پر ایک مدھم مسکراہٹ در آئی۔ گیارہ بجنے میں کچھ ہی وقت باقی تھا۔ اس نے کال ریسیو کر کے موبائل کان سے لگا لیا۔

"بولو شاہ میر۔۔ کیا سوچا ہے تم نے؟" پلٹ کر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا وہ سنجیدہ لہجے میں گویا ہوا۔

"مجھے تمہاری پیش کش منظور ہے۔۔ میں اپنی بیوی کو تمہارے فارم ہاؤس چھوڑنے کے لیے تیار ہوں۔۔"!

شاہ میر کی شکست خوردہ آواز فون کے سپیکر سے ابھری تو خاور کے چلتے قدم تھم گئے۔ لبوں کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔ وہ اس کی سوچ سے بڑھ کر بیچ ثابت ہوا تھا۔

"لگتا ہے تمہارے سسرالی قبرستان میں رہتے ہیں آفریدی۔۔ ورنہ میری دوسری آفر قبول کرنے سے پہلے تم دس بار سوچتے۔۔!" خاور نے کچھ سوچ کر کہا تو دوسری جانب وہ کچھ پل خاموش رہا۔

"ٹھیک سمجھے ہو مگر۔۔ یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے خاور۔۔ جو تم چاہتے تھے وہ میں تمہیں دے رہا ہوں۔۔ تم میرا مال نکالنے کی تیاری کرو!" شاہ میر نے سیدھا مدعے کی بات کی تو خاور نے پرسوچ نظروں سے سمندر کے پار دیکھنے کی ناکام کوشش کی۔

"ٹھیک ہے۔۔ کل اپنی بیوی کو چھوڑنا اور پرسوں اپنا مال لے جانا۔۔!" بے تاثر لہجے میں کہہ کر اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔ پھر لب بھینچ کر سمندر کی طرف بڑھا۔ کنارے پر پہنچ کر اس نے کئی فٹ نیچے بے لگام پانی کو دیکھا۔ نیلی آنکھوں میں تباہ کن سنجیدگی در آئی تھی۔

"ایک اور قتل۔۔ ایک اور جرم۔۔!" وہ بڑبڑایا۔

"یعنی سزائے موت۔۔!" اس نے بوٹ کی نوک سے قریب پڑے پتھر کو ٹھوکر ماری۔۔پہلے سی ہے مشتعل سمندر کو اس معمولی ہلچل سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

"اوہ مروہ۔۔میری پیاری گولڈن۔۔ تم مجھ سے نہیں بچ سکتی۔۔نہ ہی تمہارا بے غیرت بھائی تمہیں مجھ سے بچا سکتا ہے!" موبائل فون کو انگلیوں میں گھماتا وہ دھیمے، پر یقین لہجے میں بولا تو ہواؤں نے لہروں کے سنگ قہقہے لگائے تھے۔وہ کھل کر مسکرایا۔

✿✿✿✿✿✿✿✿

وہ بیڈ پر لیٹی "غریق رحمت" پڑھ رہی تھی جب وہ کمرے میں آیا تھا۔اس کے وجود میں کوئی ہلچل نہ ہوئی۔وہ بڑی محویت سے ناول کے پنے پلٹ رہی

تھی۔ قدم قدم چلتا وہ اس کے قریب آیا اور اس کے چہرے سے ناول ہٹا دیا۔ وہی زخمی چہرہ۔۔ شاہ میر کے دل پر گھونسا پڑا تھا۔ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتی وہ اٹھ بیٹھی۔ جبکہ اس کا چہرہ دیکھتا وہ اپنے فیصلے کی بابت سوچ رہا تھا۔ کیا وہ سہہ پائے گا وہ اذیت۔۔؟ وہ اذیت جو وہ بخت آور کا وجود سیاہ ہو جانے کے بعد محسوس کرنے والا تھا۔ کیا یہ آسان تھا۔۔؟ یا پھر وہ مشکل جو اس نے اپنے ماں باپ کو غم سے بچانے کے لیے ہونے ہی نہیں دیا تھا۔۔؟ وہ کیسے مروہ کو ایک شادی شدہ مرد کے نکاح میں دے سکتا تھا۔۔؟ اور سب جانتے بوجھتے اپنے ماں باپ کو کیا جواب دیتا وہ۔۔

"کیا ہوا؟ کوئی کام ہے؟؟" دوپٹہ درست کرتی وہ پوچھ رہی تھی۔ شاہ میر نے بامشکل نفی میں سر ہلایا۔ بخت آور کے معاملے میں وہ خود کے سوا کسی کو جواب دہ نہیں تھا۔ ہاں۔۔ ایسا ہی تھا۔۔ وہ یتیم تھی، اور مسکین بھی۔۔ کوئی

بھی شاہ میر کے گریبان پر ہاتھ نہیں ڈالے گا۔ شاہ میر نے یہی سوچ کر خود کو رضامند کیا تھا۔ بس ایک ہفتہ۔۔ فقط ایک ہفتے کی ہی تو بات تھی۔۔ اس نے ایک بار پھر خود کو سمجھایا۔

"ہم نیکسٹ سیٹرڈے کو ہنزہ کے لیے نکلیں گے بخت۔۔ اپنی تیاری دیکھ لینا اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے بتا دینا۔۔ میں دلوا لاؤں گا!" جو وہ کہنے آیا تھا اس نے بالآخر کہہ ہی دیا تھا۔ اس کی بات پر وہ کچھ حیران ہوئی۔

"لیکن۔۔ میں کیسے اتنا لمبا سفر کروں گی؟ ابھی صرف دو ماہ کی ہی۔۔ تو۔۔ پریگنینسی ہے۔۔" اسے جواب دینے کی کوشش میں وہ اٹک گئی۔

"ڈاکٹر نے احتیاط کرنے کے لیے کہا ہے!" بخت آور نے ہمت کر کے کہا۔ شاہ میر کی آنکھوں میں سرد مہری سی در آئی۔

"تم کیا چاہتی ہو؟ اس بچے کی خاطر میں اپنی میرڈ لائف سپوئل کر دوں..؟ شادی کے ابتدائی مہینوں میں کپلز ہنی مون پلان کرتے ہیں اور تم بے بی پلان کر کے بیٹھ گئی ہو!" خاردار لہجے میں بولتا وہ اپنی جون میں واپس لوٹ چکا تھا۔ بخت آور پر کیے گئے تشدد کی شرمندگی ایک ہی دن میں اڑن چھو ہو چکی تھی یا شاید۔۔ بخت آور کو ایسا لگ رہا تھا۔ وہ بیڈ سے اتر کر اس کے مقابل آ کھڑی ہوئی۔

"آپ مجھے ناپسند کرتے ہیں دیٹس فائن۔۔ میں نے قبول کر لیا۔۔ لیکن جس سے آپ الجھ رہے ہیں یہ آپ کی اولاد ہے میر!" گزشتہ تین ماہ میں وہ پہلی بار اس کی آنکھوں کی آنکھیں ڈال کر بات کر رہی تھی۔

"میں نے کب کہا کہ تمہیں ناپسند کرتا ہوں۔۔؟ پسند کرتا ہوں تبھی تو تمہارے ساتھ ہنی مون پلان کیا ہے میری جان!" اس کا ہاتھ تھامتا وہ دھیمے لہجے میں بولا تو بخت آور نے لب بھینچتے ہوئے نظروں کا رخ بدل لیا۔

"میں ڈاکٹر سے پوچھوں گی!" اس نے شکست خوردہ سے لہجے میں کہا تو شاہ میر مسکرایا۔

"تو ٹھیک ہے۔۔ تم تیار ہو جاؤ ہم ڈاکٹر کے پاس جا رہے ہیں۔!" اس کا گال تھپتھپا کر کہتا وہ اسے نئی کشمکش میں ڈال رہا تھا۔

"اتنی جلدی کیا ہے۔۔؟ میں نے ناول شروع کیا ہوا ہے یہ مکمل تو کر لینے دیں۔۔" بخت آور نے اسے ٹالنا چاہا۔

"پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے، میں مزید دیر نہیں ہونے دوں گا۔ باہر ویٹ کر رہا ہوں تیار ہو کر آجاؤ!" حتمی انداز میں کہتا وہ اسے مزید بولنے کا موقع دیے بغیر کمرے سے نکل گیا۔ وہ اس چہرے کے ساتھ گھر سے نکلنا ہی نہیں چاہتی تھی مگر شاہ میر کے سامنے اس کی کیا خاک چلنی تھی۔ سو صبر کے کڑوے گھونٹ بھرتی وہ تیار ہونے چل دی۔

✿✿✿✿✿✿✿

آج اسکا دل صبح سے ہی اداس تھا اور شام پڑتے ہی مزید بے چینی سی ہونے لگی تھی سو خود کو پر سکون کرنے کو وہ قریبی پارک تک چلی آئی کہ شاید خوشگوار فضا اس کی طبعیت کی سوگواریت دور کر دے۔ ارصم اپنی اکیڈمک کلاسز اٹینڈ کرنے گیا ہوا تھا جبکہ عنیزہ اپنے کمرے میں شام کی نیند کے مزے لوٹ رہی تھی۔ جبکہ شاہ میر، بخت آور کو چیک اپ کے لیے اس کی

ڈاکٹر کے پاس لے کر گیا ہوا تھا۔ وہ لان میں چائے پیتے قدرے اللہ صاحب کو مطلع کر کے آئی تھی، راشدہ بیگم نے اسکو کافی منع کیا تھا مگر باپ کی شہہ پر وہ ہمیشہ یونہی من مانی کیا کرتی تھی۔ دوپٹہ لاپرواہی سے گردن میں ڈالے، بلیو جینز پر لیمن کرتا پہنے وہ اردگرد سے بے پرواہ سنگی بنچ پر آنکھیں موندے بیٹھی ہوئی تھی۔ کچھ بچے قریب ہی کھیل رہے تھے ان کی آوازیں سنتی وہ خود کو ان کے درمیان تصور کر رہی تھی کہ تبھی اپنے اردگرد اسے ایک مخصوص کلون کی مہک محسوس ہوئی تھی۔ مروہ نے فوراً آنکھیں کھول کر دیکھا۔ بلیو جینز پر ڈاؤن شولڈر ٹی شرٹ پہنے وہ ہاتھ لپیٹے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ مروہ نے گردن گھما کر اطراف میں دیکھا۔

"تمہیں الہام ہوا ہے کہ میں پارک آئی ہوں۔۔؟؟" حیران ہوتی وہ اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔

"محبت میں الہام ہوتے ہیں کیا؟؟" اس کے ساتھ بیٹھتا وہ غیر سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

"پتہ نہیں۔۔مجھے کبھی الہام نہیں ہوا۔۔!" مروہ نے کندھے اچکائے۔

"یعنی محبت ہو چکی ہے؟؟" عالیان نے گردن اس کی طرف گھمائی تو مروہ نے بھی گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

"یہ پیار۔۔محبت عشق۔۔اس کے علاوہ اور کوئی بات آتی ہے تمہیں۔۔؟" ایک ہاتھ کمر پر ٹکاتی وہ آنکھیں چھوٹی کرتے ہوئے بولی تو وہ اسے دیکھتا رہ گیا۔

"اور تمہیں یہ پیار محبت۔۔عشق۔۔اس کے علاوہ ہر بات آتی ہے.. اتنی بے ذوق کیوں ہو تم۔۔؟" اس کی آنکھوں میں جھانکتا وہ غیر سنجیدگی سے

بولا تو مروہ نے چہرے کا رخ موڑ لیا۔ کوئی جواب دیے بغیر کچھ پل خاموشی کی نظر ہو گئے۔ پھر مروہ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسا کر دوبارہ اس کی طرف دیکھا۔

"دیکھو عالیان یوں چھپ چھپ کر محبت بھری پینگیں میں نہیں چڑھا سکتی۔۔ پلیز ٹرائے ٹو انڈر سٹینڈ!" وہ مکمل طور پر سنجیدہ تھی۔ عالیان کو بھی سنجیدہ ہونا پڑا۔

"تو پھر کیا چاہتی ہو تم۔۔؟ "

"اگر تم سیریس ہو تو پھپھو سے کہو کہ ابو سے بات کریں۔۔ ورنہ یہ آنکھ مچولی کا کھیل چھوڑ دو پلیز" حتمی انداز میں کہتی وہ اس کے پاس سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اس میں اگر مگر کا تو سوال ہے کی نہیں مروہ۔۔ میں تمہارے لیے مر جانے کی حد تک سیریس ہوں یار۔۔!" خود بھی کھڑا ہوتا وہ جینز کی جیبوں میں ہاتھ پھنسا کر بولا تو مروہ ہولے سے مسکرائی۔

"ناولز میں پڑھتی ہوں اور ڈائیلاگز تم بولتے ہو۔۔ حد نہیں ہو گئی۔۔!" اپنے جواب کا لطف لیتی وہ بے اختیار ہنس پڑی۔

"بڑی بے قدری ہو تم۔۔ پچھتاؤ گی ایک دن دیکھ لینا۔۔!" عالیان نے بڑی غیر سنجیدگی سے اسے ڈرایا تو وہ ہنستی چلی گئی۔

"بس بس۔۔ اب یہ بتاؤ کہ یہاں کیسے پہنچے تم؟" پارک کے گیٹ کی طرف مڑتی وہ سنجیدہ ہو کر بولی۔

"الہام ہوا تھا۔۔!" اس کے پیچھے لپکتا وہ ہنوز غیر سنجیدہ تھا۔

"جھوٹ نہیں بولو۔۔سچ بتاؤ!" مروہ نے پلٹ کر اس کے شانے پر مکا مارا۔

"ماموں نے بتایا تھا۔۔ ساتھ یہ بھی کہا کہ تمہیں گھر لے آؤں" عالیان نے سرینڈر کرنے والے انداز میں کہا تو سر ہلاتی وہ پارک کا گیٹ پار کر گئی۔

"ویسے گھر میں لان ہوتے ہوئے تمہارا پارک آنا مجھے سمجھ نہیں آیا۔۔"

"گھر کے لان میں تم سے ملاقات ممکن نہیں تھی" وہ پٹری سے اتری۔ عالیان غش کھاتے کھاتے بچا تھا۔

"حق ہا۔۔اور تمہیں کیسے پتہ کہ میں آج آنے والا ہوں؟؟" وہ ہنسا۔۔

"مجھے الہام ہوا تھا۔۔!" اس نے کہا پھر دونوں ہنس دیے۔ محبت کی انگلی تھامے، آگے پیچھے چلتے وہ قدرت ہاؤس کی جانب قدم اٹھا رہے تھے۔ جبکہ

ان دونوں کی گفتگو سنتی، شام۔۔ اداس سی ہو کر رات کے آنچل میں چھپ گئی۔۔

✿✿✿✿✿✿

سیاہ تارکول پر فراٹے بھرتی سیاہ کرولا کے ساتھ ہی چاند بھی سفر کر رہا تھا۔ بادلوں کی اوٹ سے جھانکتی چاندنی آسمان کا سینے پر پھیلتی اس کی آنکھوں میں چمک رہی تھی۔ ہتھیلی پر ٹھوڑی ٹکائے وہ بڑی محویت سے سیاہ پڑ چکے آسمان کو تک رہی تھی۔ ڈاکٹر نے اسے سفر کرنے سے منع کر دیا تھا سو شاہ میر کا موڈ خراب تھا۔ وہ اثر لیے بغیر اپنی ذات میں گم گاڑی کے دروازے سے چپک کر بیٹھی ہوئی تھی۔ ذہن کے پردے پر ایک وہی منظر بھاگتا چلا جا رہا تھا جسے بھلانے کی سعی وہ پچھلے اڑتالیس گھنٹوں سے کر رہی تھی۔ رات

پھر اپنے پر پھیلائے آ کھڑی ہوئی تھی مگر بخت آور وہیں تھی، اسی پل۔۔

اسی لمحے میں جب شاہ میر کا ہاتھ اس پر اٹھا تھا۔

"بہت شوق ہے تمہیں غیر مردوں کے سامنے آنے کا؟؟" وہ سنگدلی کی انتہاؤں پر ہی تو کھڑا تھا۔۔بخت آور نے تنگ آکر آنکھیں میچ لیں۔

"نو مس بخت آور۔۔ ویسے تو سب ٹھیک ہے لیکن فرسٹ ٹرائمسٹر میں ہم پیشنٹ کو چڑھائی والے سفر سے منع ہی کرتے ہیں۔۔ بہتر ہو گا کہ آپ اوائیڈ کریں۔!"لیڈی ڈاکٹر کی آواز اس کے کانوں میں گونجنے لگی۔

"زندگی کو بے رنگ بنانے میں تم نے کوئی کسر نہیں چھوڑی بخت۔۔ سوچا تھا تم مل جاؤ گی تو زندگی حسین ہو جائے گی مگر۔۔ تم نے اسے بدصورت ترین بنا دیا ہے" وہ کلینک سے نکلتے ہی اس پر الٹ پڑا تھا۔ بخت آور نے گھبرا کر

آنکھیں کھول لیں۔ گردن موڑ کر اس کی جانب دیکھا جو خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

"بہت پیار کرتا ہوں میں تم سے۔۔!" اسے شاہ میر کے الفاظ یاد آئے۔

"بلیک سوٹ پہن لو۔۔ اس میں آفت لگو گی تم۔۔!" اس کی گردن میں چہرہ چھپاتا وہ کہہ رہا تھا۔ یہ شاید ان کی شادی کے بعد ان کے پہلے ڈنر والی رات کی بات تھی۔ بخت آور نے چہرہ پھیر لیا۔

"زندگی عذاب بن گئی ہے میری۔۔ عجیب بے وقوف لڑکی ہو تم۔۔!" وہی چہرہ۔۔ وہی آنکھیں۔۔ مگر محبت سے خالی الفاظ۔۔ شفقت سے عاری لہجہ۔۔!! وہ کچھ بھی تو بھول نہیں پا رہی تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟؟" شاہ میر کی مدھم آواز گاڑی میں ابھری تو وہ ہوش کی دنیا میں واپس آئی۔ چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"میں نے پوچھا کیا سوچ رہی رہو؟؟" وہ سوال دہرا رہا تھا۔

"کچھ نہیں، بس راستہ کچھ زیادہ ہی لمبا ہو گیا ہے شاید۔۔!" پلکیں جھپکاتی وہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔

"تمہیں تو بہت خوشی ہوئی ہو گی اپنی مرضی کا جواب جو ملا ہے اس ڈاکٹرنی سے۔۔!" شاہ میر نے دھیرے سے ہنستے ہوئے طنز کیا تو وہ نگاہوں کا رخ بدل گئی۔

"اتنی معمولی سی بات میری خوشی کا باعث کیوں بنے گی میر؟" ہاتھ لپیٹتے وہ سامنے سڑک پر دیکھتے ہوئے بولی۔

"کیونکہ اسی معمولی سی بات کی وجہ سے میرا موڈ غارت ہو چکا ہے!" شاہ میر نے کاٹ دار لہجے میں کہا تو وہ اسے دیکھنے پر مجبور ہوئی۔

"مجھے آپکا موڈ غارت کر کے کیوں خوشی ملے گی؟" وہ حیران ہوئی۔

"وہ تمہیں پتہ ہو گا۔۔ لیکن تم ہمیشہ ایسے ہی کرتی ہو بخت۔۔ میرا موڈ خراب کر کے خود مظلوم بن جاتی ہو!" گاڑی کی سپیڈ ہلکی کرتا وہ سرد مہری سے گویا ہوا تو اس نئے الزام پر وہ اسے دیکھتی رہ گئی مگر بولی کچھ نہیں۔ اس کی طرف سے خاموشی پا کر وہ بھی چپ کر گیا۔ کچھ لمحے یونہی سرک گئے جب عجیب سا شور کرتی گاڑی رک گئی۔ شاہ میر نے گاڑی سٹارٹ کرنا چاہی مگر ناکام۔۔ سڑک قدرے سنسان تھی۔ دروازہ کھول کر وہ باہر نکلا اور گاڑی کا بونٹ کھول کر دیکھا۔ بخت اور اندر ہی بیٹھی اس کے واپس لوٹنے کا

انتظار کر رہی تھی۔ اکا دکا گاڑیاں قریب سے گزر کر جاتیں تو سڑک چند ثانیے کو روشن ہو جاتی ورنہ پھر سے اندھیرا۔۔ بونٹ بند کر کے وہ دوبارہ ڈرائیونگ سیٹ پر واپس آیا اور گاڑی سٹارٹ کرنے کی کوشش کی مگر بے سود۔۔

"شٹ۔۔ آج کا دن ہی منحوس ہے۔۔!" سٹئیرنگ وہیل پر ہاتھ مارتا وہ بڑبڑایا۔

"آس پاس کوئی مکینک دیکھ لیں ناں۔۔!" بخت آور نے جڑے لب کھولے۔

"تم تو پلیز چپ ہی رہو نا۔۔!" بے زاریت سے پُر تلخ لہجہ۔۔ وہ لب بھینچتی گاڑی سے باہر دیکھنے لگی۔ تبھی اس نے وہاں سے گزرتی ایک وین کو کچھ فاصلے پر رکتے اور اس میں سے دو نقاب پوش آدمیوں کو اس طرف آتے

دیکھا تھا۔ جھنجھلاہٹ میں مبتلا شاہ میر گاڑی کے اگینشن سے الجھ رہا تھا مگر ان دو نقاب پوشوں کو اپنی گاڑی کی طرف آتا دیکھ وہ بوکھلا گئی۔

"شاہ میر کوئی ہماری طرف آ رہا ہے۔۔!" اس نے جلدی سے شاہ میر کا کندھا ہلایا لیکن تب تک ان میں سے ایک قریب پہنچ کر شاہ میر پر ریوالور تان چکا تھا۔

"باہر نکل۔۔ دونوں باہر نکلو۔۔!" وہ چلایا۔ اس صورتحال پر شاہ میر کا رہا سہا ضبط بھی جواب دے گیا۔ اس نے پلٹ کر اس شخص کو پوری قوت سے پیچھے دھکیلا اور باہر نکل کر اس کے چہرے پر مکا مارا۔

"اوئے ہیرو ہاتھ روک ورنہ ٹھوک دوں گا۔۔!" ہوائی فائر کرتا دوسرا آدمی بھی چیخا تو شاہ میر پل بھر کو رکا۔

"جو کچھ ہے ہمارے حوالے کر ورنہ جان سے جاؤ گے۔!" اس کی پیشانی پر ریوالور کی نال رکھتا وہ غرایا۔

"اے لڑکی باہر نکل تُو بھی۔۔ جلدی کر۔!" پہلا والا اپنا چہرہ سہلاتا گھوم کر بخت آور کی جانب آیا تھا۔ وہ خوفزدہ سی ہوتی گاڑی سے باہر نکل آئی۔

"ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔۔ یہ گاڑی بھی خراب ہے ہمیں جانے دو۔۔!" بخت آور نے ڈرتے ڈرتے لب کشائی کی۔

"ابے او زنخے۔۔ تُو کیا منہ میں دہی جمائے کھڑا ہے۔۔؟ روکڑا نکال ورنہ دونوں کو جان سے مار دوں گا" شاہ میر کے سر پر کھڑا شخص شاہ میر پر گرجا تو اس نے لب بھینچتے ہوئے اپنا موبائل اور والٹ اس کے حوالے کر دیا۔

"تُو زیور اتار جلدی کر۔!" پہلے والے نے بخت آور کو جھنجھوڑا تو اس نے انگلیوں میں پہنی سونے کی انگوٹھیاں اتار کر ان کے حوالے کر دیں۔ کانوں کی بالیاں بھی اتار دی تھیں۔

"چین بھی اتار۔۔!" اس کے سر سے دوپٹہ جھپٹ کر اتارتے ہوئے وہ غرایا تو بخت آور نے بے بسی سے شاہ میر کی طرف دیکھا۔

" دے دو یار.. " وہ سلگ کر بولا۔ اتنے میں ایک تیسرا آدمی وین سے نکل کر ان کے قریب آیا اور گاڑی کی چابی شاہ میر سے لے کر خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔ نقاب پوشوں میں سے پہلے والے نے بخت آور کو شاہ میر کی طرف دھکا دیا تو وہ اس کا بازو دبوچتی اس کے پیچھے چھپ گئی۔

"سٹارٹ نہیں ہو رہی باس۔۔" گاڑی سے باہر نکلتا وہ تیسرا آدمی اپنے ساتھیوں سے بولا تھا۔

"لڑکی کو ساتھ لے لو۔۔ جلدی کرو ٹائم کم ہے" بخت آور کا بازو تھام کر اسے اپنے ساتھیوں کی طرف دھکیلتا وہ کچھ سوچ کر بولا تو بخت آور نے نفی میں سر ہلایا۔ آنکھیں بہت تیزی سے بھیگی تھیں۔

"تمہیں جو چاہئیے تھا میں دے چکا ہوں میری بیوی کو چھوڑ دو۔۔!" شاہ میر بے اختیار بخت آور کی طرف لپکا۔

"چل ہٹ بے زنخے۔۔!" اس کے پیٹ میں لات مارتے ہوئے تینوں میں سے ایک ہنسا تو وہ لڑکھڑا کر زمین بوس ہوا۔

"نن۔۔ نہیں۔۔ میر پلیز مجھے بچا لیں۔۔!" اپنا آپ چھڑوانے کی کوشش کرتی وہ چلائی۔

"بے ہوش کرا سے۔۔!" ان میں سے ایک کی آواز بخت آور کے کانوں میں سنائی دی تو اس نے ہراساں ہو کر نفی میں سر ہلایا۔

"چھوڑو اسے میں کہتا ہوں چھوڑ دو۔۔!" سڑک سے اٹھتا شاہ میر پوری رفتار سے ان کی طرف بھاگا۔ بخت آور کا دل سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا۔ شاہ میر کو قریب آتے دیکھ ان میں سے ایک نے اس پر گولی چلا دی۔ تبھی ان چوروں میں سے کسی نے اس کی ناک پر رومال رکھا تھا۔ گندی بو کے بھبھوکے نے اسکا دماغ سن کر ڈالا۔ بند ہوتی آنکھوں سے اس نے شاہ میر کو زمین بوس ہوتے دیکھا تھا۔

✿✿✿✿✿✿

اسلام آباد کی سڑکوں پر دھول اڑاتی جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے وہ اپنے اپارٹمنٹ کی طرف روانہ تھا۔ تین مہینوں کی انتھک محنت کے بعد اس کے ہاتھ میں کراچی کا پروانہ تھما دیا گیا تھا۔۔ اسے اب کراچی جانا تھا۔۔ اسی شہر جس سے بھاگ کر وہ یہاں آیا تھا۔ کل اسے کراچی کے لیے نکلنا تھا سو آج وہ ایک پر سکون نیند لینا چاہتا تھا مگر فون کی بجتی گھنٹی نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ قدرت ہاؤس سے آتی کال پر اسے عنیزہ کا ہی گمان ہوا تھا مگر دوسری جانب قدرت اللہ صاحب خود تھے۔ شاہ ویز کو جیپ روک کر ان کی بات سننا پڑی۔ شاہ میر کے ساتھ پیش آیا حادثہ انھوں نے بڑی تفصیل سے اس کے گوش گزار کیا تھا۔ بخت آور کے اغوا کی بابت سن کر پتہ نہیں کیا ہوا تھا مگر سانس لینے کو وہ جیپ سے باہر نکل آیا تھا۔ چہار سو رات کا

اندھیرا تھا۔ سڑک کے اطراف میں آگے درخت عجب ہولناکی برپا کر رہے تھے۔ کچھ خوشگوار نہ تھا۔۔ کچھ بھی تو نہیں۔۔

"شاہ۔۔ میر۔۔ کہاں ہے؟؟" اس کے لب بامشکل ہلے۔

"وہ ہاسپٹل میں ہے۔۔ چوروں نے اس پر گولی چلادی تھی مگر شکر ہے خدا کا کہ بازو چھو کر گزر گئی!" ان کی متفکر آواز فون کے سپیکر سے ابھری تو شاہ ویز نے گہرا سانس لیا۔

"میں کل صبح کی فلائٹ سے آرہا ہوں واپس آپ پریشان نہیں ہوں" انھیں تسلی دیتا وہ خود کو بھی تسلی دے رہا تھا۔

"پریشان کیسے نہ ہوں۔۔؟ شاہ میر کہہ رہا ہے کہ پولیس کو درمیان میں انوالو نہ کروں۔۔ اسے لگتا ہے کہ چور تاوان کے لیے کال کریں گے وہ دے کر

بخت آور کو چھڑوالیں گے مگر بیٹا تمہاری ممانی کے دل کو سکون نہیں۔۔ اور پھر لڑکی ذات ہے کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو زمانے کو کیا منہ دیکھائیں گے ہم۔۔!" ان کی مدھم پریشان زدہ سی آواز شاہ ویز کے کانوں میں اتر رہی تھی۔

"پاگل ہو گیا ہے وہ؟ ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے چوروں کے فون کال کا ویٹ کرتے رہیں اور وہاں وہ بخت کے ساتھ۔۔!" سنجیدگی سے بولتا وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ گیا۔ دماغ کو فکروں نے گھیر لیا تھا۔

"میں آرہا ہوں پھر دیکھتے ہیں۔۔ آپ بس دعا کریں۔۔!" اپنی بات مکمل کر کے اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔ پھر جیپ کی طرف پلٹا مگر سوار ہونے کی بجائے اس کے بونٹ پر ہتھیلی جمالی۔ سر جھکایا تو سر دکھتا محسوس ہوا۔

"بخت آور۔۔ تم کیا چیز ہو۔۔!" بونٹ پر ہاتھ مارتا وہ بڑبڑایا۔ پھر سرعت سے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور جیپ موڑ لی۔ وہ صبح ہونے کا انتظار نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا رخ کراچی کو جاتی شاہراہ کی طرف تھا۔ مناسب رفتار سے گاڑی چلاتا وہ حسب معمول کل کا لائحہ عمل سوچ رہا تھا، اسلام آباد کی حدود چھوڑے اسے بیس منٹ ہی ہوئے تھے کہ تب ہی موڑ کاٹتے ہوئے اس کی جیپ دوسری جانب سے آتے ٹرک سے جا ٹکرائی تھی نتیجتاً گاڑی الٹ کر سڑک کی اطراف میں بنی ڈھلوانی کھائی کی طرف الٹ گئی۔۔ یہ اتنی اچانک ہوا تھا کہ اسے سنبھلنے کا موقع بھی نہیں مل سکا تھا۔ لیکن بہر طور اسے خود کو بچانے کی کوشش تو کرنا ہی تھی جس کی کامیابی کے نتیجے میں وہ چند سیکنڈز میں ہی جیپ سے باہر کودنے میں کامیاب ہو گیا تھا مگر جسم کا توازن بگڑا تو کلا بازیاں کھاتا کئی فٹ نیچے کی طرف گرتا چلا گیا۔۔ ہوش گنوانے سے پہلے

اس نے اپنی جیپ کو جلتے دیکھا تھا۔ شاہ ویز و کا دماغ مفلوج ہوتا چلا گیا مگر اسکا شعور جانتا تھا کہ یہ 'حادثہ '۔۔ فقط حادثہ نہیں ہے۔

✿✿✿✿✿✿

کچھ دیر پہلے ہی ارصم نے اسے شاہ ویز کی واپسی کی اطلاع دی تھی جو کراچی آنے کے لیے اسلام آباد سے نکل چکا تھا۔ سوچ سوچ کر ہی اسے غصہ آرہا تھا مجبوراً اسے وہ کرنا پڑا تھا جو وہ کرنا نہیں چاہتا تھا۔۔ تیس سے پینتیس منٹ ہی گزرے تھے کہ اس نے گلاس وال سے قدرت صاحب کو کوریڈور میں داخل ہوتے دیکھا۔ وہ اس کے کمرے کی طرف ہی آرہے تھے۔

" یہ آپ نے کیا کیا ابو۔۔ میں نے آپ کو منع بھی کیا تھا کہ پولیس کو انوالو مت کریں لیکن آپ نے۔۔ آپ نے شاہ ویز کو بلا لیا۔۔!" وہ جیسے ہی کمرے میں آئے شاہ میران ان سے مخاطب ہوا تھا۔

"بیٹا وہ تمہارا بھائی بھی تو ہے۔۔ بڑی رازداری سے انویسٹیگیشن کرے گا ہم بخت آور تک پہنچ جائیں گے!" قدرت اللہ صاحب نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو اس نے خفگی سے ان کی طرف دیکھا۔

"وہ سب بگاڑ دے گا آپ نہیں جانتے مجھے پتہ ہے اسکا۔۔!" بستر سے اترتا وہ سلیپرز پہنتے ہوئے بولا۔

"اسے منع کر دیں کہ یہاں نہ آئے۔۔ مجھے اس کی مدد کی ضرورت نہیں ہے ابو۔۔!" وہ کسی ضدی بچے کا روپ دھارے عجیب ہی بات کر رہا تھا۔ قدرے اللہ صاحب کا ضبط جواب دے گیا۔

"تمھارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔۔ بچی کو لا پتہ ہوئے سولہ گھنٹے ہو گئے ہیں اور تم کہہ رہے ہو کہ ہم ہاتھوں میں چوڑیاں پہن کر بیٹھے رہیں۔۔ گھر جاؤ اور اپنی ماں کو دیکھو۔۔ رو رو کر مرنے والی ہوئی ہے۔۔!" اس کی نہ نہ کی تکرار سنتے وہ خود غصے میں آ گئے تھے۔

"تو ابو میں لاؤں گا نا اسے واپس مگر۔۔ اپنے طریقے سے۔۔ شاہ ویز صرف ہماری مشکلات بڑھائے گا اور کچھ نہیں۔۔!" ان کے مقابل آتا وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولا تو انھوں نے اپنی پیشانی مسل ڈالی۔ تبھی شاہ میر

کا موبائل بجنے لگا۔ وہ فوراً پلٹا اور بستر سے موبائل اٹھا کر نگاہوں کے سامنے کیا۔ نمبر جانا پہچانا تھا۔ ایک نظر باپ پر ڈال کر وہ کمرے سے نکل گیا۔

"ہاں بولو۔۔ کام ہوا۔۔؟؟" سپیکر پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

"کام تو ہو گیا ہے مگر ایک غلطی ہو گئی ہے صاحب۔۔!" دوسری جانب موجود شخص کی پریشان زدہ سی آواز فون کے سپیکر سے ابھری تو شاہ میر کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"کیا کیا ہے تُو نے؟؟" اس نے ہلکی آواز میں پوچھا۔ دوسری جانب موجود شخص جو کچھ بول رہا تھا وہ شاہ میر کے قدموں تلے زمین نکالنے کو کافی تھا۔ اس نے بے اختیار سہارے کے لیے دیوار تھام لی۔

✿✿✿✿✿

مجھ کو سیاہ رنگ سے الفت بلا کی تھی...؟

پھر یوں ہوا کہ بخت میں کالک، بکھر گئی!...

اس کی آنکھ کھلی تو خود کو آرام دہ بستر پر پایا۔ وہ فوراً سیدھی ہوئی مگر ایسا کرنے سے سر میں درد کی لہر سی اٹھی تھی سو پیشانی پر ہاتھ رکھتی وہ دوبارہ تکیے پر سر ٹکا گئی۔ ایک ہی کروٹ سے لیٹے لیٹے گردن میں اکڑاہٹ ہو رہی تھی۔ ذہن اس پل خالی ہو رہا تھا۔ چند پل لگے تھے خود کو یاد دلانے میں۔۔ پھر جیسے سارا منظر کسی فلم کی ریل کی مانند اس کی نظروں کے سامنے گھومتا چلا گیا۔ بخت آور ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھی تھی۔ گردن گھما کر اچھی طرح

اطراف کا جائزہ لیا۔ وہ ایک ہال نما کمرہ تھا جس کی دیواروں کی زیبائش دیکھنے لائق تھی۔ امارت اور خوبصورتی کا منہ بولتا ثبوت وہ شاید کسی کی خواب گاہ تھی جس کے وسط میں فقط ایک جہازی سائز بیڈ نصب تھا جس پر وہ محو استراحت تھی۔ بخت آور نے اپنے دوپٹے کی تلاش میں نگاہیں دوڑائیں تو وہ اسے تکیے کے پاس ہی پڑا نظر آ گیا۔ اٹھا کر فوراً شانوں پر پھیلایا اور بیڈ سے اتر گئی۔ گھوم کر ضرورت کی کسی دوسری شے کے لیے اطراف میں دیکھا مگر اسے ایک طرف لکڑی کے دروازے کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔ وہ یقیناً باتھ روم کا دروازہ تھا۔ جبکہ کمرے کا دروازہ عین اس کی نگاہ کے سامنے تھا۔

"کوئی ہے۔۔؟؟" دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بخت آور نے پکارا مگر جواب ندارد۔۔ قریب جا کر اس نے دروازہ بجایا مگر دوسری جانب خاموشی سی خاموشی تھی۔ یہ کیسے چور تھے اور اسے کہاں لے آئے تھے۔۔؟ معاً

اس کے دماغ میں جھماکا ہوا۔ گولی کا چلنا اور شاہ میر کا ڈھے جانا۔۔!! بخت آور کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ بے بسی کے عالم میں اس نے وہ دروازہ پیٹ ڈالا۔

"کھولو۔۔ دروازہ کھولو۔۔ پلیز کوئی کھولو۔۔ شاہ میر۔۔۔ شاہ میر پلیز مجھے بچا لیں۔!" دروازہ بجانے کے ساتھ ساتھ وہ چیخ بھی رہی تھی مگر دوسری جانب کوئی ہوتا تو اس کی مدد کرتا۔۔!!

"پلیز کوئی تو مدد کرو۔۔ کوئی ہے۔۔ کوئی ہے..!" وہ باقاعدہ رونے لگی تھی۔ دل ڈوب رہا تھا۔ گو وہ کمرہ پر تعیش تھا مگر بخت آور وہاں قیدی تھی۔۔ اور قیدی کو بس ایک ہی تمنا تھی۔۔ تمناء رہائی۔۔!!!

✿✿✿✿✿✿

"امی اب بس بھی کر دیں۔۔ اور کتنا روئیں گی تھوڑی فکر بھائی کی بھی کر لیں کل رات سے ہاسپٹل میں پڑے ہیں بے چارے۔۔!" راشدہ بیگم کو جائے نماز پر سسکتے دیکھ عنیزہ کچھ چڑ کر بولی تو مروہ جو رو رو کر تھک چکی تھی اس کی بات پر کشن گود سے نکال اس کی جانب اچھالتی صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"یہ تسلی دینے کا کون سا انداز ہے ویسے۔۔؟ اور تھوڑی سی بھی شرم باقی ہے تم میں عنیزہ۔۔؟ جو پچھلے اٹھارہ گھنٹوں سے لاپتہ ہے وہ کوئی غیر نہیں ہماری بہن ہے!" اس کے سامنے آتی مروہ بھرائی ہوئی آواز میں چلائی۔

"ہاں تو دعا کر رہی ہوں میں لیکن رونے سے وہ واپس تھوڑی آ جائے گی۔۔!" کندھے اچکاتی وہ دھیمے لہجے میں بولی۔

"جب دل پریشان ہوتا ہے تو رونا تو آتا ہی ہے عنیزہ۔۔!" مروہ پھر سے رو دینے کو تھی۔

"اچھا پلیز اب تم نے شروع ہو جانا۔۔!" اسے خود سے لگاتے ہوئے عنیزہ نے روہانسی ہو کر کہا تو مروہ نے گہرا سانس لیتے ہوئے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ شاہ میر کی ضد کو بالائے طاق رکھ کر قدرت اللہ صاحب، شیر افگن اور عالیان کو لے کر قریبی پولیس اسٹیشن تک گئے تھے جبکہ ارصم ہاسپٹل میں ہی شاہ میر کے ساتھ تھا۔

"اللہ میری بچی کی جان و عصمت کی حفاظت کرنا۔۔!" دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے بیٹھی راشدہ بیگم کے لبوں پر یہی دعا تھی۔

"پتہ نہیں کون منحوس لوگ تھے۔۔ اگر پیسے چاہئیں تھے تو تاوان کے لیے فون کر دیتے ہم ان کے منہ پر مارتے پیسے۔۔!" بے چینی سے ہاتھوں کی انگلیاں مسلتی مروہ کلس کر بولی۔

"چائے بناؤں آپ دونوں کے لیے؟' عنیزہ کو سمجھ نہ آئی کہ انھیں کیسے پرسکون کرے سو پوچھ بیٹھی۔ اس کے سوال پر دونوں ماں بیٹی نے بیک وقت اسے گھورا تھا۔

"تم اپنی شکل گم کرلو یہاں سے۔۔ اور بس۔۔!" راشدہ بیگم اس پر ٹوٹ کر پڑی تھیں۔ وہ منہ بسورتی وہاں سے نو دو گیارہ ہو گئی۔

"اور یہ شاہ ویز کو دیکھ لیں آپ۔۔ کبھی کبھی تو لگتا ہی نہیں کہ اس بندے کا ہم سے کوئی خونی رشتہ ہے۔۔ کل جب بابا نے اسے کال کی تو کہہ رہا تھا میں

بس نکل رہا ہوں۔۔ اور دیکھ لیجئے۔۔ ابھی تک نہیں پہنچا!" مروہ کو نیا دکھ ستایا۔

"جلنے کڑھنے کی بجائے بہن کے لیے دعا کرو مروہ۔۔!" جاء نماز لپیٹتی راشدہ بیگم نم آواز میں بولیں تو وہ واپس صوفے پر ڈھے گئی۔ جاء نماز کو اس کی جگہ پر رکھ کر راشدہ بیگم کچن میں جا گھسیں تو وہ بے چینی سے پاؤں ہلانے لگی۔ کئی لمحے یونہی بیت گئے تو اس نے لان میں جا کر قدرت اللہ صاحب کی واپسی کا انتظار کرنا مناسب سمجھا۔ وہ اٹھی ہی تھی کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ مروہ نے بنا توقف کے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا.

"ہیلو۔۔جی کون۔۔؟" اس نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔ رونے کے باعث آواز بھاری ہو رہی تھی۔

"میں کڈ نیپر بات کر رہا ہوں۔۔!" دوسری جانب سے پر سکون آواز میں اسے مطلع کیا تو ریسیور اس کے ہاتھ سے گرتے گرتے بچا۔

"رکو میں امی کو بلاتی ہوں۔!" اس نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"مجھے تمھاری امی سے نہیں تم سے بات کرنی ہے مروہ۔۔!" دوسری جانب سے فوری جواب آیا تو مروہ نے بے اختیار اطراف میں دیکھا۔

"تم میرا نام کیسے جانتے ہو۔۔؟؟" وہ دبی دبی آواز میں غرائی۔

"فضول سوالات کر کے میرا وقت ضائع مت کرو اور میری بات غور سے سنو۔۔!" وہ جو کوئی بھی تھا بڑی جلدی میں تھا۔

"مجھے پانچ تولے سونا چاہئیے۔۔ صرف پانچ تولے سونا۔۔" اس شخص نے آواز کو دھیما کرتے ہوئے کہا۔

"میرے پاس ہے میں دینے کو تیار ہوں۔۔!" مروہ نے فوراً کہا۔

"ویری گڈ۔۔ ایک گھنٹے کے اندر وہ سونا لو اور xxx مال آجاؤ۔۔ وہاں تمہیں مین اینٹرینس سے داخل ہونا ہے اور پچھلی سائیڈ سے نکل کر پارکنگ ایریا میں ویٹ کرنا ہے۔۔ میرا آدمی تم تک آئے گا اور گولڈ لے جائے گا۔۔!" وہ اسے تفصیل بتا رہا تھا۔

"جیسا میں نے کہا بالکل ویسے ہی سب فالو کرنا ہو گا اور میں تمہاری بہن کو آزاد کر دوں گا۔ اور ہاں۔۔ کوئی چالاکی نہیں ورنہ تمہیں اور تمہارے گھر والوں کو بخت آور نہیں اس کی لاش ملے گی۔۔!" اس شخص نے بڑی سفاکی سے اپنی بات مکمل کی تو مروہ کو رونا آ گیا۔

"اسے کچھ مت کرنا پلیز۔۔ اور تم میرے بابا کو کال کر لو وہ تمہیں پانچ کی بجائے دس تولے سونا دے دیں گے" مروہ نے آنسو پینے کی کوشش میں لرزتی آواز میں کہا تو دوسری جانب وہ شخص ہنسا۔

"میں بے وقوف نہیں ہوں۔۔ وہ بڈھا پولیس تھانے گیا ہوا ہے، سونے کی جگہ مجھے چکما ملے گا میں اچھے سے جانتا ہوں" ہنسی روکتا وہ سخت لہجے میں غرایا تو مروہ کا حلق خشک پڑنے لگا۔ کون تھا وہ۔۔؟ اور کیسے وہ قدرت ہاؤس کے پل پل سے آگاہ تھا۔۔ اور کیوں۔۔؟ کس لیے۔۔؟ فقط پانچ تولے سونے کے لیے۔۔؟؟ کئی سوالات تھے جو مروہ کے سامنے آ کھڑے ہوئے تھے۔

"سوچ کیا رہی ہو؟ سونا یا پھر بخت آور کی لاش۔۔؟ فیصلہ تمھیں کرنا ہے۔۔ "!

"اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ تم بخت آور کو چھوڑ دو گے۔۔؟" مروہ نے تھوڑی عقلمندی کا مظاہرہ کیا تو دوسری جانب وہ مسکرایا۔

"میں تمہیں کوئی بھی گارنٹی دے دوں کیا تم یقین کر لو گی؟؟" وہ بڑے اطمینان سے پوچھ رہا تھا۔ مروہ کو اپنے اندر ہر طرف 'نہیں' سنائی دیا تھا۔

"تمہارے پاس یقین کے علاوہ کوئی دُوسرا آپشن نہیں ہے۔۔ جلدی سوچو آنا ہے یا نہیں۔۔؟؟ "

"میں آرہی ہوں۔۔ سوچنے کے لیے تم نے وقت ہی کب چھوڑا ہے!" دوسرا جملہ اس نے زیر لب کہا تھا۔ اس کے ہامی بھرتے ہی دوسری جانب سے رابطہ منقطع ہو گیا تھا۔ مروہ نے پریشانی کے عالم میں اپنا سر تھام لیا۔

"کسے بتاؤں کس سے کہوں۔۔؟؟" آنکھوں میں امڈتے آنسو صاف کرتی وہ بڑبڑائی۔

"اگر یہ کوئی دھوکہ ہوا تو پھر۔۔؟" اسکا دماغ اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"اور اگر میں نے کسی کو بتایا اور بخت۔۔ بخت کے ساتھ کچھ ہو گیا تو۔۔؟؟"
مروہ نے آنکھیں میچ لیں۔۔

"یا اللہ بخت کو کچھ نہ ہو۔۔!" دل ہی دل میں دعا کرتی وہ اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی۔ دروازہ اندر سے بند کرکے اس نے الماری کا پٹ کھولا اور لاکر کو ان لاک کیا۔ اپنی سونے کی چار چوڑیاں، دو انگوٹھیاں, چھلا، بالیاں، ٹاپس سب نکال کر اس نے جلدی جلدی ایک رومال میں لپیٹا اور پرس میں رکھ لیا۔ یہ ساری جیولری اسے زندگی کے مختلف مواقع پر قدرت اللہ صاحب اور شاہ میر کی طرف سے ملے تحائف تھے۔ لیکن بخت آور کے لیے تو وہ اپنی جان بھی وار سکتی تھی پھر یہ 'گولڈ' کیا چیز تھا۔۔؟؟ دروازے سے جانے کی بجائے وہ اپنے کمرے کی کھڑکی سے لان کے عقبی حصے میں کودی تھی۔ شام اپنے پر سمیٹ رہی تھی۔ اطراف کا جائزہ لیتی پچھلے دروازے تک آئی اور چابی سے تالا کھولا۔ اُس صبح گھر واپسی پر پچھلے دروازے کی چابی اس کے پاس ہی رہ گئی تھی سو آج کام آرہی تھی۔ دروازہ

کھول کر وہ باہر نکلی اور وہی تالا باہر کی طرف لگا کر دروازہ بند کر دیا۔ تیز تیز قدم اٹھاتی وہ مین روڈ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اسکا ارادہ جلد از جلد اسی راستے سے واپس آکر اپنے کمرے میں جانے کا تھا۔۔ کیب روک کر اس نے مطلوبہ مال کا کرایہ طے کیا اور کیب میں بیٹھ گئی۔ لاکھوں وسوسے پالتی وہ دل ہی دل میں بخت آور کی سلامتی کے لیے دعائیں کرتی اپنی سلامتی کی دعا کرنا بھول گئی تھی۔۔

✿✿✿✿✿✿✿

اسے ہوش آیا تو خود کو ہاسپٹل کے بستر پر پایا۔ داہنے بازو پر پلستر چڑھا ہوا تھا ایک ٹانگ بھی بری طرح متاثر ہوئی تھی۔ پیشانی پر سات ٹانکے آئے تھے جبکہ ناک کی ہڈی ٹوٹتے ٹوٹتے بچی تھی۔ وہ پورے جسم کو پھوڑے کی مانند

دکھتا محسوس کر رہا تھا۔ آنکھیں بند کرتے ہوئے اس نے گہرا سانس لیا۔ جیسے زندہ بچ جانے پر شکر ادا کیا تھا۔

"بخت آور کڈنیپ ہو چکی ہے۔۔!" سماعتوں میں قدرت اللہ صاحب کی آواز گونجی تو شاہ ویز نے فوراً آنکھیں کھولی۔ اس وقت کراچی جانا دیوانے کے خواب سے کم نہ تھا۔ اس کے ماتحت آفیسر کوریڈور میں ہی چکر کاٹ رہے تھے۔ اس کے ہوش میں آجانے کی خبر کمشنر صاحب تک پہنچادی گئی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ اس کے مقابل تھے۔

"سر آپ نے میرے گھر انفارم تو نہیں کیا؟؟" اس نے پہلا سوال یہی پوچھا تھا۔

"ابھی تک تو نہیں شاہ ویز۔۔!" پشت پر ہاتھ باندھتے وہ سنجیدگی سے بولے تو اس نے سکون کا سانس خارج کیا۔ گھر میں پہلے ہی کافی پیچیدہ صورتحال تھی وہ اپنی بابت گھر بتا کر انھیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"تھینک یو سر۔۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ میرے گھر والوں کو میرے متعلق پریشان نہ کیا جائے جب تک بات مجھے قبر میں اتارنے تک نہ پہنچ جائے۔۔!" اس نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو کمشنر مسکرایا۔

"مجھے آپکا انٹرویو یاد ہے شاہ ویز۔۔ ڈونٹ ریپیٹ اٹ۔۔!" اس نے انٹرویو کے دوران پوچھے جانے والے سوال کا جو جواب دیا تھا وہ آج اسے دہرا رہا

تھا مگر کمشنر کو اس کے الفاظ اچھے سے یاد تھے اسی لیے اس کے ایکسیڈنٹ کی خبر انھوں نے شاہ ویز کے گھر تک نہیں پہنچائی تھی۔

"پوچھ سکتا ہوں کہ ایسی کون سی ایمرجنسی آن پڑی تھی کہ فلائٹ تھرو جانے کی بجائے آپ نے رات میں ہی جیپ تھرو کراچی جانے کی کوشش کیوں کی۔؟" کمرے میں رکھا واحد صوفہ سنبھالتے وہ اپنے مخصوص لہجے میں استفسار کر رہے تھے۔

"سر اٹس اے فیملی ایشو۔۔!" اس نے نظریں جھکاتے ہوئے کہا۔

"فیملی ایشو کو اتنا سوار کیا کہ ایکسیڈنٹ کروا بیٹھے آپ۔۔؟ کیس کتنا ڈیلے ہو جائے گا آپ کو اندازہ ہے؟" اس کے جھکے سر کو دیکھتے وہ لہجے کو قدرے سخت کر کے بولے تو شاہ ویز نے سر اٹھایا۔

"سر میں رش ڈرائیو نہیں کر رہا تھا۔۔ٹرک والا اچانک سامنے آیا اور ٹکر لگنے سے جیپ الٹ گئی۔۔!"شاہ ویز نے انھیں سمجھانے کی کوشش کی۔

"اسکا مطلب جانتے ہو شاہ ویز۔۔؟؟ مناسب رفتار سے چلانے کے باوجود آپ کی جیپ کھائی میں تھی۔۔ سمجھ آ رہا ہے کچھ۔۔؟وہ نہیں چاہتے کہ آپ کیس سولو کریں۔۔ آپ کی ڈائریکشن ٹھیک تھی اسی لیے آپ کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کی گئی ہے!" ٹیک چھوڑ کر بیٹھتے کمشنر نے شہادت کی انگلی اٹھاتے ہوئے کہا تو شاہ ویز نے ہولے سے سر کو ہلایا۔

"میں ریسٹ نہیں کرنے والا سر بیلیو می۔۔ میں کل ہی کراچی کے لیے نکل جاؤں گا" شاہ ویز نے تندہی سے کہا تو وہ دھیرے سے ہنسے اور نفی میں سر ہلایا۔

"اس حالت میں اگر تم وہاں چلے بھی جاؤ گے تو کچھ کر نہیں پاؤ گے شاہ ویز ۔۔ گو ہوم اینڈ ٹیک ریسٹ فار آمنتھ ۔۔ اس کے بعد دیکھتے ہیں ۔۔!" حتمی انداز میں کہتے وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"میرا گھر کراچی میں ہے سر ۔۔ میں یہ ایک ماہ وہیں گزرنا چاہتا ہوں" شاہ ویز نے کہا تو کمشنر نے دھیرے سے سر ہلایا۔

"میں فلائٹ بک کرواتا ہوں فکر مت کرو ۔۔!" اسے مطمئن کرتے وہ کمرے سے نکل گئے۔ شاہ ویز آنکھیں بند کرتا گزشتہ رات کے بارے میں سوچنے لگا جب اس کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔

✿✿✿✿✿✿

اسکا حلق خشک تھا، بھوک سے انتڑیاں کٹ رہی تھیں۔ رو رو کر آنکھیں سوج چکی تھی مگر صیاد نے نہ تو پنجرہ کھولا تھا اور نہ ہی اسے کھانے کو کچھ دیا تھا۔ بخت آور لگا وہ یونہی روتے روتے اس عالیشان کمرے میں مر جائے گی۔ اسے کچھ اندازہ نہ تھا کہ وہ کتنے وقت سے یہاں ہے۔ اب تو اس سے چیخا بھی نہیں جا رہا تھا کہ بول بول کر گلا بھی بیٹھ چکا تھا۔ جانے وہ کب سے کمرے کے دروازے سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی، تھک گئی تو واپس بیڈ پر ڈھے گئی۔ تب ہی کلک کی آواز سے کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ وہ کوئی ادھیڑ عمر ملازمہ تھی شاید۔۔ ہاتھ میں کھانے کی ٹرے لیے وہ اس تک آئی تھی۔ اس کے پیچھے ہی ایک گارڈ تھا جس کے ہاتھ میں موجود ریوالور کا رخ اسی کی جانب تھا۔ بخت آور بامشکل اٹھتی بیڈ کراؤن سے جا لگی۔

"کک۔۔ کون ہو تم لوگ۔۔؟؟" اس کے حلق سے مری مری سی آواز نکلی۔ نظروں کا مرکز گارڈ کے ہاتھ میں موجود ریوالور تھا۔

"میں مارتھا ہوں۔۔ اپنے خاندان کے ساتھ اس فارم ہاؤس کی دیکھ بھال کرتی ہوں۔۔!" اس کے قریب آتی وہ نرمی سے بولی۔

"یہ۔۔ یہ کس کا فارم ہاؤس ہے اور میں۔۔ میں یہاں کیسے آئی ہوں مجھے کون لایا ہے؟" وہ ایک ہی سانس میں کئی سوال پوچھتی چلی گئی۔

"دو گھڑی کو سانس لو۔۔!" اس کے قریب بیٹھ کر اس کی کلائی تھامتی وہ اطمینان سے گویا ہوئی۔ اس کی نبض ٹٹولتی وہ چونک اٹھی پھر بغور اس کا زرد چہرہ دیکھا جس پر تشدد کے نشانات باقی تھے۔

"تم شاید پیٹ سے ہو۔۔پہلے کھانا کھالو بقیہ سوال جواب پھر ہوں گے۔۔!"

اس کے پاس سے اٹھتی وہ دھیمی آواز میں بولی تو بخت آور نے مشکوک نگاہوں سے کھانے کی ٹرے کو گھورا۔

"فکر مت کرو اس میں کوئی ملاوٹ نہیں ہے۔۔ اگر کہتی ہو تو میں چکھ لیتی ہوں" مارتھا نے مسکرا کر کہا تو بخت آور نے نفی میں سر ہلایا۔ پھر ٹرے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور کھانا کھانے لگی۔ پیٹ کی آگ بجھانے کو اس نے ناچاہتے ہوئے بھی اچھے سے کھانا کھایا تھا۔ پھر ٹرے کھسکاتی مارتھا کی طرف متوجہ ہوئی جو اس سارے دورانیے میں خاموش تماشائی کا کردار ادا کرتی اس کے علاوہ کمرے میں ہر طرف دیکھتی رہی تھی۔

"اب بتاؤ مجھے تم لوگ کون ہو اور وہ چور کہاں ہیں۔۔؟ "

"کون سے چور۔۔؟؟ ہمارا چوروں سے کیا واسطہ۔۔؟" اس کے مقابل آ کر بیٹھتی مارتھا کچھ حیرت سے بولی۔

"جھوٹ بول رہی ہو تم۔۔ مجھ پر اور میرے شوہر پر چوروں نے حملہ کیا تھا اور پھر انھوں نے مجھے اغواء کیا اور یہاں بند کر دیا" مارتھا کو دیکھتی وہ دھیمی آواز میں چلائی۔

"دیکھو لڑکی مجھے نہیں پتہ کہ تمھارے ساتھ کیا ہوا ہے لیکن یہ فارم ہاؤس ہمارے صاحب کی عیاشی کا اڈا ہے۔۔ یہاں آج تک کوئی لڑکی زبردستی نہیں لائی گئی، مجھے حیرت ہے کہ تم کیا کہانی سنا رہی ہو!" مارتھا نے کافی سنجیدگی سے اپنی بات مکمل کی تو بخت آور اسے دیکھتی رہ گئی۔ اسکا ذہن "عیاشی کا اڈا" پر ہی اٹک گیا تھا۔

"دیکھو پلیز مجھے یہاں سے جانے دو میں اپنی مرضی سے یہاں نہیں ہوں۔۔ میں پریگنینٹ ہوں پلیز مجھ پر رحم کرو!" اس کے سامنے ہاتھ جوڑتی وہ ملتجی ہوئی۔

"رحم تو صاحب ہی کر سکتا ہے۔۔ ہمارے ہاتھ میں تو کچھ بھی نہیں۔۔!" سپاٹ لہجے میں کہتی وہ اس کے پاس سے اٹھ گئی۔

"نہیں پلیز مجھے تم جانے دو۔۔ تمہاری بھی تو مجھ جیسی بیٹی ہو گی اس کے صدقے میری عزت بچالو۔۔!" بخت آور اس کے پیچھے لپکی تو وہ پلٹی اور اسے گھورا۔

"زبان بند رکھو ورنہ کھینچ لوں گی" اسے تنبیہہ کرتی وہ کمرے سے نکلتی چلی گئی۔ پیچھے ہی گارڈ نے بھی کمرے سے باہر قدم رکھے تھے اور دروازہ بند کر دیا۔ بخت آور بے بسی کے عالم میں وہیں بیٹھتی چلی گئی۔

❀❀❀❀❀❀

کیب مطلوبہ مال کی عمارت کے باہر مین روڈ پر رکی تو کیب ڈرائیور کو کرایہ دے کر وہ باہر نکل آئی۔ ایک نظر مال کی بلند عمارت پر ڈالی پھر سرعت سے پارکنگ ایریا سے گزرتی مال کے اندر داخل ہو گئی۔ دس منٹ لگے تھے اسے پچھلی سائیڈ سے نکلنے میں پھر اُس جانب پارکنگ ایریا کی طرف بڑھتی وہ ساتھ ہی ساتھ گردن بھی گھما رہی تھی۔ نگاہیں اس شخص کو تلاشنا چاہتی تھیں جسے وہ سونا دے کر بخت آور کو اس سے لے سکے۔۔

"باجی یہ تسبیح لے لو نا باجی۔۔!" اچانک ایک بارہ تیرہ سالہ بچہ اس کے سامنے آیا تھا۔

"نہیں چاہئیے۔۔!" اس کی طرف دیکھے بنا وہ آگے بڑھتی بولی۔

"باجی لے لو نا باجی اماں بیمار ہیں میری۔۔!" اس کے دوپٹے کا کونہ پکڑتا وہ گڑگڑایا۔

"میں نے کہا نا نہیں لینی۔۔!" اپنا دوپٹہ اس سے چھڑواتی وہ الجھ کر بولی۔ تبھی اسے اپنی کہنی پر جھٹکا سا محسوس ہوا تھا۔ ایک پل کو تو مروہ کو سمجھ ہی نہ آئی کہ ہوا کیا ہے اور جب تک آئی، تب تک وہ بچہ اس کا پرس لے کر بھاگ چکا تھا۔

"اوئے۔۔اوئے چور۔۔!" اس کے پیچھے لپکتی وہ چلائی مگر ارد گرد کوئی اس کی طرف متوجہ نہ ہوا اور جو ہوئے تھے وہ پھر سے اپنے آپ میں گم ہو گئے تھے۔ ایک ہاتھ میں تسبیحاں اور دوسرے میں پرس لیے وہ سڑک کراس کر گیا تھا۔ مروہ بھی اس کے پیچھے ہی تھی۔ سڑک کے پار بھاگتا وہ منٹوں میں گلی کے اندر غائب ہوا تھا۔ مروہ کا سانس پھول گیا لیکن بالآخر اس نے اس بچے کو جالیا تھا یا کون جانے۔۔؟ وہ خود وہاں رکا تھا۔۔؟؟

"یہاں دو۔۔ شرم نہیں آتی تمہیں چوری کرتے ہوئے۔۔؟" پرس اس کے ہاتھ سے جھپٹتی وہ چلائی۔

"باجی میری اماں بیمار ہیں۔۔مجھے پیسے چاہئیں۔۔" وہ رونے کے قریب تھا۔ مجبوراََمروہ کو پرس سے کچھ لال نوٹ نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھنے پڑے۔

"میرے پاس یہی ہیں بس۔۔!" اسے گھورتی وہ کچھ تپے تپے سے لہجے میں بولی تو وہ دانت نکوس کر شکریہ کہتا جلدی سے وہاں سے نو دو گیارہ ہوا تھا۔ معاً مروہ کو اپنی پشت پر کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔

"سونا لائی ہو۔۔؟؟" سگریٹ اور دلفریب کلون کی ملی جلی مہک کے ساتھ۔۔ بھاری گھمبیر آواز نے مروہ کے اوسان خطا کر دیے تھے۔ کیا یہ ایک جال تھا۔۔؟ وہ بچہ۔؟؟ اور مروہ کا یہاں تک آنا۔۔؟ اسکا دل ڈوب کر ابھرا۔ وہ سرعت سے پلٹی۔ ایک ہاتھ سے بھی کم کے فاصلے پر کھڑا وہ شخص مروہ کے لیے ہرگز انجان نہیں تھا۔

"آ۔۔آ۔۔پ۔۔؟؟" اس کے لب پھڑپھڑائے تو وہ وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"میں نے کہا تھا نا۔۔؟ تم خود میرے پاس آؤ گی!" اس کی آنکھوں میں جھانکتا وہ اپنے مخصوص سحر انگیز لہجے میں بولا تو مروہ نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔ رات کی تاریکی اور گلی کا سناٹا۔۔ مروہ کا دل خوف کے مارے تیز تیز دھڑکنے لگا۔ اس سے بہت بڑی غلطی ہوئی تھی۔ اسے یہاں نہیں ہونا چاہئیے تھا۔۔ ہرگز نہیں۔۔!

"یہ دھوکا ہے۔۔!" زیرلب کہتی وہ ہوش میں آتی اس کی سائیڈ سے گزرنے ہی لگی تھی جب مقابل نے بروقت سوڈااض اسے بازو سے تھام کر پیچھے کھینچ لیا۔

"محبت اور جنگ میں سب جائز ہے مس گولڈن۔۔!" اس کے بازو کو اپنی آہنی گرفت میں جکڑے وہ اطمینان بھرے لہجے میں بولا تو مروہ نے نا سمجھی سے اس کی طرف دیکھا۔

"کون سی محبت۔۔؟ کیسی جنگ؟؟" لرزتی ہوئی آواز میں پوچھتی وہ اسے حد درجہ خوفزدہ لگی۔

"وہی محبت جو آئندہ ہر دن اور ہر رات تم محسوس کرو گی۔۔!" اس کے چہرے کے نقوش بے تابانہ تکتا وہ معنی خیزی سے گویا ہوا تو مروہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ سر آپ ہی آپ نفی میں ہلا تھا۔

"نن۔۔ نہیں۔۔ مجھے جانے دو۔۔!" اس کی آواز کپکپانے لگی۔ اسے اپنی بے وقوفی کا شدت سے احساس ہوا۔

"مجھے گھر جانا ہے چھوڑو مجھے۔۔!" اپنا بازو اس کی گرفت سے چھڑوانے کی کوشش کرتی وہ بڑی مشکلوں سے چلائی تھی۔ آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"شش۔۔ میں تمہیں روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔۔!" اس کی پانی بھری آنکھوں میں دیکھ کر کہتے ہوئے اس نے دوسرے ہاتھ سے اس کی ناک پر رومال رکھ دیا۔ مروہ پھڑپھڑا کر رہ گئی۔ ایک ہاتھ سے ہی اس کا بھاری ہاتھ چہرے سے ہٹانے کی کوشش کی تھی مگر ناکام۔۔ وہ چند پلوں میں اس کے بازوؤں میں جھول گئی۔ بند آنکھوں سے دو آنسو ٹوٹ کر کنپٹیوں میں جذب ہوئے تھے۔ خاور نے بہت نرمی سے اسے اپنی گود میں اٹھایا اور اسی گلی کے اندر نکلتی ایک دوسری گلی میں مڑ گیا۔۔ گلی کے آخری مکان میں داخل ہو کر اس کے پچھلے دروازے سے وہ مین روڈ پر نکلا تھا جہاں اسکا ڈرائیور گاڑی

سٹارٹ کیے اسکا منتظر تھا۔ مروہ کے بے ہوش وجود کو پچھلی سیٹ پر احتیاط سے ڈال کر وہ خود فرنٹ سیٹ پر آ بیٹھا۔

"گاڑی چلاؤ ڈرائیور۔۔!" اسے حکم دیتے ہوئے اس نے موبائل اپنی جیب سے نکالا اور ایک نمبر ڈائل کیا۔۔

"ہاں۔۔ ایک لینڈ لائن نمبر سینڈ کر رہا ہوں تمہیں۔۔ اس کی کال ہسٹری سے میرے نمبر کا ریکارڈ ڈیلیٹ کر دو۔۔ ابھی!" سنجیدگی سے پُر، تحکم آمیز لہجے میں کہہ کر اس نے رابطہ منقطع کر دیا تھا۔ گرے لیموزین بڑی تیزی سے سیاہ تارکول پر فراٹے بھر رہی تھی۔

✿✿✿✿✿✿

اسے ہاسپٹل سے چھٹی مل گئی تھی سو قدرت اللہ صاحب اسے گھر لے آئے۔۔ ندرت بیگم بھی وہیں تھی۔ عالیان، ارصم عنیزہ وہ سب لاؤنج میں بیٹھے بزرگ پارٹی کے درمیان ہوتی گفتگو کی طرف متوجہ تھے جن کا موضوع بخت آور کی بازیابی تھی۔ شاہ میر انھیں اپنے طور پر قائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن قدرت اللہ صاحب کا موقف کچھ اور ہی تھا۔ کافی دیر بحث چلتی رہی رات دھیرے دھیرے گہری ہوتی چلی جا رہی تھی لیکن نیند ان تمام نفوس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ ایسے میں مروہ کی مسلسل غیر موجودگی عالیان کو محسوس ہوئی تو اس نے عنیزہ کو اشارہ کیا۔ اسکا سوال سمجھتی وہ کندھے اچکا گئی۔ شاہ میر نے اتفاقاً ان دونوں کے مابین اشارہ کنائی دیکھ لی تھی۔ اگر وہ عالیان کی مروہ کے متعلق پسندیدگی سے آگاہ نہ ہوتا تو شاید کچھ اور سمجھ بیٹھتا۔۔ تبھی اس کے ذہن میں کچھ کلک ہوا۔

"مروہ کہاں ہے۔۔؟؟" ندرت بیگم کے ساتھ محو گفتگو راشدہ بیگم کو مخاطب کرتا وہ اونچی آواز میں بولا تو انھوں نے اطراف میں گردن گھمائی۔

"یہیں کہیں ہو گی۔۔!" انھوں نے عام سے انداز میں کہا تو شاہ میر نے صوفے سے ٹیک چھوڑ دی۔

"مروہ کو بلائیں امی۔۔!" شاہ میر نے سنجیدگی سے کہا تو انھوں نے فوراً عنیزہ کو اٹھایا سو وہ مروہ کی تلاش میں وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ کچن، چھت، لان اور آخر میں اسکا کمرہ۔۔ہاں اسکا کمرہ اندر سے لاک تھا۔

"وہ شاید سو گئی ہے اسکا کمرہ اندر سے لاک ہے" عنیزہ نے واپس آکر باآواز بلند سب کو مطلع کیا تو شاہ میر نے سامنے پڑی شیشے کی میز کو گھورا۔چند ثانیے وہ یونہی بیٹھا رہا پھر اٹھا اور مروہ کے کمرے کی طرف بڑھا۔

"شاہ میر کہاں جا رہے ہو بیٹا۔۔ کل ساری رات نہیں سوئی وہ تھک گئی ہو گی اسے سونے دو۔۔!" راشدہ بیگم اس کے پیچھے آتی نرمی سے بولیں مگر وہ بنا رکے چلتا رہا۔

"شاہ میر۔۔؟" انھوں نے اسے پکارا مگر اس نے بنا اثر لیے مروہ کے کمرے کا دروازہ بجایا۔۔ ایک بار۔۔ دو بار۔۔ بار بار۔۔ وہ بجا رہا تھا مگر دوسری جانب مکمل خاموشی تھی۔ دروازہ بجنے کی آواز لیونگ روم میں بیٹھے تمام نفوس تک گئی تو مجبوراً ارصم اور عالیان وہاں آئے تھے۔

"پرابلم کیا ہے یہ کیوں کر رہے ہو تم۔۔؟" راشدہ بیگم اس پر خفا ہوئیں۔

"بخت آور غائب ہے اور مروہ سو رہی ہے۔۔؟ گھر میں ہر فرد جاگ رہا ہے اور اسے نیند سوجھ رہی ہے؟؟" ماں کی طرف پلٹتا وہ چلایا۔

"بھائی کیا ہو گیا آپ کو۔۔؟ اٹس اوکے نا۔۔!" اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے عالیان نے مدھم لہجے میں کہا مگر اسکا ہاتھ جھٹکتا وہ ارصم کی طرف گھوما۔

"باہر جاؤ اور کھڑکی سے اس کے کمرے میں گھس کر اسے جگاؤ۔۔ جلدی کرو" شاہ میر نے بے چینی کے عالم میں کہا تو ناسمجھی کے عالم میں سر ہلاتا ارصم لان میں جانے کے لیے تیزی سے پلٹا۔ پھر دو منٹ سے بھی کم کے وقفے میں وہ لان میں تھا۔ مروہ کے کمرے کی کھڑکی کھلی ہوئی تھا۔ وہ اندر کودا اور کمرے کا دروازہ کھول دیا۔

"مروہ اندر نہیں ہے" وہ آہستہ آواز میں گویا ہوا۔ اسے سامنے سے ہٹاتا عالیان شاہ میر سے پہلے اندر داخل ہوا تھا۔ مروہ اندر نہیں تھی۔۔ نہ تو بستر

پر۔۔ اور نہ ہی واش روم میں۔۔ اسکا کمرہ خالی تھا۔ عالیان کو اپنا دل خالی ہوتا محسوس ہوا جبکہ شاہ میر کے پیروں تلے زمین نکل چکی تھی۔

"مروہ کہاں ہے امی..؟؟" ماں کی طرف گھومتا وہ چیخا۔

"مم۔۔ مجھے نہیں پتہ۔۔ کیا پتہ چھت پر ہو یا لان میں۔۔!" وہ بوکھلا سی گئیں۔

"رات کے ایک بجے وہ لان میں کیا کرے گی امی۔۔؟؟" شاہ میر کی آنکھوں میں سرخائی اترنے لگی۔

"اچھا جو بھی ہے آواز دھیمی رکھو۔۔ یہیں کہیں ہو گی وہ بھلا کہاں جائے گی۔۔!" راشدہ بیگم نے ڈوبتے دل کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"میں پورا گھر دیکھ چکی ہوں امی وہ کہیں نہیں ہے" عنیزہ نے اس دوران بڑی مشکل سے جڑے لب کھولے تھے۔

"تم تو ویسے ہی آنکھوں سے اندھی ہو۔۔ جاؤ تم تینوں ایک بار اچھے سے دیکھ کر آؤ وہ گھر میں ہی ہو گی!" عنیزہ کو ڈپٹتی وہ شاہ میر، ارصم اور عالیان سے مخاطب تھیں۔ دل گھبرا رہا تھا۔ اس کے کمرے کا اندر سے بند دروازہ اور لان کی طرف کھلی کھڑکی۔۔ کوئی اور ہی کہانی سنا رہے تھے۔ شاہ میر لب بھینچتا تیزی سے پلٹا تھا۔ جبکہ ندرت بیگم بھی وہیں چلی آئی تھیں۔

"کیا ہوا ہے یہ شاہ میر اتنا شور کیوں مچا رہا ہے؟" ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتی وہ فکر مندی سے استفسار کرنے لگیں۔۔

"کک۔۔ کچھ بھی تو نہیں۔۔ مروہ اوپر چھت پر ہے شاید۔۔ شاہ میر اس سے کوئی بات کرنا چاہتا ہے اسی کے پاس گیا ہے!" زبردستی مسکرانے کی کوشش کرتی وہ بات سنبھالنے کو بولیں۔ پریشانی کے عالم میں ٹہلتی عنیزہ کو اپنی جوتی تلے کچھ کرکر سی محسوس ہوئی تو اس فرش پر دیکھا۔ جھکنے پر اسے سونے کا ایک ٹاپس نظر آیا تھا۔ عنیزہ نے وہ ٹاپس ہاتھ میں لے کر ماں کی طرف بڑھایا۔

"امی یہ ٹاپس۔۔ مروہ کا ہے شاید مگر۔۔ یہ تو لاکر میں رکھا ہوا تھا۔۔!" عنیزہ نے دھیمی آواز میں کہا تو انھوں نے ٹاپس ہاتھ میں لیا جو اس کی جوتی کے دباؤ سے پچک چکا تھا۔ پھر اسے سامنے سے ہٹاتی تیزی سے الماری کی طرف بڑھیں۔ دروازہ کھولتے ہی ان کی نظر لاکر میں لگی چابی پر پڑی تھی۔ وہ ان لوک تھا۔ انھوں نے ہاتھ بڑھا کر لاکر کا دروازہ کھولا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ اندر

چند ضروری کاغذات کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ راشدہ بیگم کو اپنے سامنے زمین و آسمان گھومتے محسوس ہوئے۔ ہاتھ مار کر اچھی طرح لاکر کی تلاشی لی مگر بے سود۔۔ خالی ڈبیاں ان کا منہ چڑھا رہی تھیں۔ عنیزہ بھی ان کے پیچھے الماری تک آئی۔ صرف مروہ ہی نہیں مروہ کا سارا سونا بھی غائب تھا۔۔ ندرت بیگم نے فق چہرہ لیے دنگ کھڑی اپنی بھابھی کی طرف دیکھا۔

"کچھ بولو گی یہاں کیا ہو رہا ہے۔۔؟؟" وہ مکمل سنجیدگی سے پوچھ رہی تھیں۔

"مروہ کہیں نہیں ہے۔۔!" پھولی سانسوں سمیت اندر داخل ہوتے ارصم نے تابوت میں آخری کیل ٹھونکی تھی۔ راشدہ بیگم وہیں بیٹھتی چلی گئیں۔ قدرت اللہ، اور شیر افگن صاحب بھی وہیں چلے آئے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے اس گھر میں کوئی بتائے گا مجھے۔۔؟؟" قدرت اللہ حیرت زدہ سے پوچھ رہے تھے۔ بوڑھی آنکھوں میں اذیت سی اذیت تھی۔

"ابو مروہ گھر سے سارا سونا لے کر بھاگ گئی ہے۔۔!" عنیزہ نے ڈرتے ڈرتے انھیں بتایا تھا۔ ایک شکست خوردہ آنسو راشدہ بیگم کی آنکھ سے ٹوٹ کر گال پر پھسلا تھا۔ جبکہ دہلیز میں کھڑے عالیان کو اپنے سر پر قیامت ٹوٹتی محسوس ہوئی۔ دل یک دم بنجر ہو گیا ہے۔ ذہن یقین کرنے سے قاصر تھا۔
وہ ایسا کیسے کر سکتی تھی۔۔؟ کیسے۔۔؟؟

✿✿✿✿✿✿

ایک یا دو بار نہیں۔۔ جانے کتنی بار اس نے پورے قدرت ہاؤس میں اسے تلاش کیا تھا حتی کہ اس نے سٹور روم بھی نہیں چھوڑا تھا مگر نہ تو مروہ وہاں

تھی اور نہ ہی اسے وہاں ہونا تھا۔ شاہ میر کا سانس پھول چکا تھا دل کی

دھڑکن بے ربط تھی۔ ہاتھ کا زخم کسی ناسور کی مانند دکھنے لگا تھا اور دماغ..؟

اس کی ہر سوچ مفلوج ہوتی جارہی تھی۔ موبائل کی بجتی مسلسل گھنٹی نے

اسے ہوش کی دنیا میں پٹخا تو شاہ میر نے بھیگی آنکھوں سے سکرین کو دیکھا۔

دھندلائی نظر سے وہ نمبر نہیں دیکھ پایا تھا بس میکانکی انداز میں کال ریسیو

کر کے فون کان سے لگایا تھا۔

"مروہ کو ڈھونڈ رہے ہو؟؟" خاور یامین کی زہر آلود آواز اس کے کانوں میں

اتری تو شاہ میر نے لب بھینچتے ہوئے اپنے بال دوسرے ہاتھ کی مٹھی میں

جکڑ لیے۔

"تمہیں میں نے کہا تھا کہ مجھے دوسرے بہت سے راستے آتے ہیں مگر تمہیں سمجھ ہی نہیں آئی۔۔!" شاہ میر کی جانب سے خاموشی پا کر وہ مزید بولا تو شاہ میر نے اپنے لبوں پر زبان پھیری۔

"تم نے کہا تھا کہ مروہ۔۔ یا پھر بخت آور۔۔۔!" وہ منہ میں لوہے کے چنے چباتے ہوئے گویا ہوا۔

"میں نے تمہیں اپنی بیوی دے دی خاور۔۔ تو پھر مروہ کو کیوں لیا تم نے۔۔؟؟" اپنی چیخوں کو حلق میں دبائے وہ بڑے ضبط سے بولا تھا۔

"میں عورتوں کے ساتھ زور زبردستی کا قائل نہیں ہوں آفریدی۔۔ اور پریگنینٹ عورت کے ساتھ تو بالکل بھی نہیں۔۔!" اس کی سنجیدگی سے پر بھاری آواز فون کے سپیکر سے ابھری تو شاہ میر نے اپنی آنکھیں میچ لیں۔

"تم اتنے بے غیرت ہو کہ اپنی پریگنینٹ بیوی کو میرے لیے چھوڑ گئے ہو۔۔ اس بے چاری کو تو کچھ بھی نہیں پتہ تو پھر بتاؤ ایسے میں تم مجھ سے کیا چاہتے تھے۔۔؟؟ میں یعنی خاور یامین اس لڑکی کے ساتھ جسمانی زبردستی کروں جو تمھارے جائز بچے کی ماں بننے والی ہے۔۔؟؟" وہ لفظوں سے ہی اسے کوڑے مار رہا تھا۔

"خاور میری بات سنو پلیز۔۔ ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تم مروہ کو چھوڑ دو۔۔ صبح سے پہلے وہ گھر آئے گی تو ہماری عزت بچ جائے گی۔۔!" شاہ میر نے بولنے کی کوشش کی جب دوسری جانب وہ دھیرے سے ہنسا۔۔

"ٹھیک ہے۔۔ چھوڑ دیتا ہوں۔۔ لیکن اپنی بیوی بنا کر۔۔ کیا کہتا ہے؟؟" وہ باقاعدہ قہقہہ لگا کر ہنس رہا تھا۔ شاہ میر کا دل کیا وہ شخص سامنے ہو اور وہ اسے قتل کر دے۔

"ٹھیک ہے۔۔ کر تُو اپنی مرضی۔۔ میں کل ہی پولیس لے کر تیرے گھر آؤں گا۔۔!" فون سختی سے پکڑے شاہ میر چلایا۔

"خاور یامین کچا کھلاڑی نہیں ہے آفریدی۔۔ تیرے مجھ تک آنے سے پہلے بخت آور قدرت ہاؤس پہنچے گی اور وہاں سب کو بتائے گی۔۔ وہ سچ جو میں اسے بتاؤں گا۔۔ وہ ڈیل جو ہمارے مابین ہوئی تھی میرے پاس ہماری کال ریکارڈنگز ہیں۔۔ پھر اسے اور اپنے بوڑھے باپ کو وضاحت دینا کہ کیسے اپنے کالے دھندے کو بچانے کے لیے تُو نے اپنی بیوی میرے فارم ہاؤس پر

چھوڑی تھی سالے۔۔!" خاور یامین پھنکار رہا تھا اور شاہ میر خود کو دلدل میں دھنستا محسوس کر رہا تھا۔

"سب کو پتہ چلے گا کہ تیرے انڈر ورلڈ سے تعلقات ہیں۔۔ پولیس کو پتہ چلے گا کہ تو پچھلے پانچ سالوں سے ملک میں کیا کچھ سمگل کر رہا ہے۔۔ یُو بلڈی سمگلر۔۔"!

"بکواس بند کرو۔۔ میں اس سب میں تنہا نہیں ہوں تم اول روز سے میرے ساتھ ہو۔۔۔!!!" شاہ میر بے بسی سے چلایا۔۔

"ثابت کیسے کرو گے؟؟

"تم اب کیا چاہتے ہو مجھ سے یہ بتاؤ؟" شاہ میر نے بامشکل پوچھا۔

"تمھاری موت۔۔ سمپل۔۔"!

"نہیں خاور۔۔" وہ بڑبڑایا۔

"ہاں شاہ میر۔۔ تمھارا وقت ختم ہو چکا ہے۔!" خاور کی پر سکون آواز شاہ میر کا دماغ ہلا رہی تھی۔

"میں مرنا نہیں چاہتا۔۔ میرا بچہ دنیا میں آنے سے پہلے یتیم۔۔"

"اوہ شٹ اپ۔۔ اس بچے کی تجھے کوئی فکر ہوتی تو تُو اپنی بیوی کے ساتھ وہ سب نہیں کرتا۔۔!" خاور نے اس کی بات کاٹ دی۔

"چوائس تمھاری ہے شاہ میر خان آفریدی۔۔ موت یا پھر اپنوں کے سامنے رسوائی۔۔؟ اور ہاں میں یہ بھی جانتا ہوں کہ کیسے تم نے اپنے بھائی کو کراچی آنے سے روکنے کے لیے موت کے منہ میں پہنچایا ہے۔۔ تم نہیں چاہتے

تھے کہ وہ تمہاری بیوی کی گمشدگی کو انویسٹیگیٹ کرے.. "وہ سب جانتا تھا سب کچھ۔۔شاہ میر کا دل کیا وہاں سے کہیں دور بھاگ جائے۔

"میں اسے مروانا نہیں چاہتا تھا۔۔ مم۔۔ میں نے تو صرف ایک معمولی سا ۔۔ ایکسیڈنٹ کروایا تھا۔۔ غلطی ٹرک ڈرائیور کی ہے!" شاہ میر نے لڑکھڑاتے لہجے میں اسے وضاحت دینے کی کوشش کی۔

"نام تو تمھارا ہی آئے گا آفریدی "!

"خاور پلیز۔۔ ہم کل دن میں اطمینان سے بات کریں گے "!

"کیسے کرو گے۔۔؟ لاش باتیں نہیں کرتی شاہ میر۔۔!" وہ کتنا پر یقین تھا۔۔؟شاہ میر کو اس کے لہجے سے خوف محسوس ہوا۔

"خاور ایسا مت کرو پلیز۔۔"وہ منتوں پر اتر آیا۔

"مظلوم مت بنو آفریدی۔۔ ظالم سزا کا حقدار ہوتا ہے اور وہ تم ہو۔۔!"

خاور نے اٹل لہجے میں کہا۔ شاہ میر کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔ وہ جانتا تھا، خاور یامین قتل نہیں کرتا، جسے قتل کرنا ہو اسے خودکشی پر مجبور کرتا ہے۔۔ اور وہ یہی کر رہا تھا۔

"صبح ہونے میں دو گھنٹے باقی ہیں۔۔ صبح سے پہلے یا تو خود کو شوٹ کر دو یا پھر۔۔!" خاور نے بڑے اطمینان سے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی۔

"اگر تم زندہ رہے تو تمہاری اصلیت سب کے سامنے آئے گی شاہ میر۔۔ تمہاری بیوی تمہارے منہ پر تھوکے گی، فیملی تم سے نفرت کرے گی اور تمہارا بھائی۔۔ شاہ ویز۔۔ تمہارے کالے کرتوتوں کے ثبوت دیکھ کر تمہیں

خود جیل تک پہنچائے گا۔۔ میرا یقین کرو ایسا ہی ہو گا" وہ بول نہیں رہا تھا، اس کے کانوں میں صور پھونک رہا تھا۔

"تم کسی کو کچھ نہیں بتاؤ گے خاور۔۔ کسی کو بھی نہیں۔۔!" گھٹنوں کے بل بیٹھتا وہ رو پڑا۔

"دیکھو تمھارے یہ آنسو میرا منہ بند نہیں کروا سکتے ہاں مگر تمہاری موت مجھے خاموش کروا دے گی یقین کرو "

"خاور میں مرنا نہیں چاہتا۔۔!" وہ روتے روتے چیخا۔

"تو پھر جیتے جی پل پل مرنے کے لیے خود کو تیار کرو۔۔ کل صبح کا سورج اور سچائی۔۔ دونوں ایک ساتھ قدرت ہاؤس میں وارد ہوں گے "

بے تاثر لہجے میں کہہ کر اس نے رابطہ منقطع کر دیا۔ بھیگی آنکھوں سے سیاہ آسمان کو تکتا وہ رو دیا۔ اب کیا کرے ؟ جیے یا مر جائے۔۔؟؟ غیر قانونی دھندا چلانے کے لیے قدرت اللہ کو کیا جواب دے گا وہ..؟؟ شاہ ویز سے کیسے نظریں ملائے گا اور بخت آور..؟؟ اس لڑکی کا سامنا کیسے کرے گا جسے خدا کو گواہ بنا کر اس نے اپنی زندگی میں شامل کیا تھا۔۔؟؟ احساس جرم میں مبتلا ہوتا وہ پاگل ہونے لگا۔۔

"یہ مجھ سے کیا ہو گیا اللہ۔۔!" وہ بھیگی آواز میں بڑبڑایا۔

"یہ میں نے کیا کر دیا۔۔!" اب جب تمام گناہ سر پر آن پڑے تھے تو اسے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ یونہی بے بس سا بیٹھا رو رہا تھا جب ارصم وہاں آیا تھا۔

"بھائی خود کو سنبھالیں پلیز۔۔ ہم مروہ کو ڈھونڈ لیں گے۔۔"اس کے رونے کو مروہ کے فرار سے منسوب کرتا وہ اسے خود سے لگاتے ہوئے بولا تو شاہ میر نے بے بسی کے عالم میں اسے خود میں بھینچ لیا۔ ارصم خود بھی رو پڑا۔۔ اور رو تو اس گھر کا ہر فرد رہا تھا کہ ایک بیٹی اغواء ہو چکی تھی اور دوسری موقع سے فایدہ اٹھا کر فرار۔۔ مگر ان میں سے کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ اگلی صبح قدرت ہاؤس ماتم کدے میں بدل جائے گا۔۔ شاہ میر نے بزدلی کی انتہا کرتے ہوئے صبح سورج نکلنے سے پہلے ہی خود کو گولی مار لی تھی۔ اُس میں رشتوں کو استعمال کرنے کا جگرا تو تھا، مگر انھی رشتوں کی نفرت سہنے کا یارا نہ تھا۔

✿✿✿✿✿✿✿

"تم آزاد ہو۔۔!" اسے قدرت ہاؤس سے کچھ دور چھوڑ کر وہ لوگ گاڑی بھگا لے گئے تھے۔ صبح کا سورج چڑھ چکا تھا مگر کالونی میں لوگ گلیوں کے اندر کم ہی مٹر گشت کیا کرتے تھے سو اس وقت آس پاس خاموشی اور سناٹے کا ہی راج تھا۔ بخت آور سمجھنے سے قاصر تھی کہ اسے اغواء کیوں کیا گیا تھا، کس نے کروایا تھا اور اب چھوڑ کیوں دیا تھا۔۔؟ اس نے تو کوئی جرم نہیں کیا تھا نا ہی ناول کی کسی ہیروئن کی طرح کسی سے کبھی لڑائی جھگڑا بد تمیزی کی تھی پھر کیوں۔۔؟ اس کے ساتھ ہی کیوں۔۔؟ وہ یہی سوچ سکی تھی۔ سر سے ڈھلکتا دوپٹہ درست کرتے ہوئے اس نے قدرت ہاؤس کی طرف قدم بڑھا دیے۔ ٹانگیں کانپ رہی تھیں, جسم بے جان ہو رہا تھا۔۔ دو راتیں۔۔ وہ دو راتیں گھر سے باہر رہی تھی جانے کوئی اسے قبول کرے گا بھی یا نہیں۔۔؟؟ مختلف سوچوں میں گھری وہ اپنی گلی میں داخل ہوئی تو دور سے

ہی قدرت ہاؤس کے باہر رش لگا نظر آیا۔ کچھ پولیس اہلکار وہاں محلے کے معززین کے ساتھ محو گفتگو تھے اور ان سب کے درمیان گھرے وہ۔۔ وہ قدرت اللہ صاحب تھے۔ مغموم۔۔ ملول۔۔ پریشان حال۔۔ جن کے اندر کی اذیت ان کے چہرے سے ہی عیاں تھی۔ اپنے دل کو سنبھالتی وہ تیزی سے گھر کی طرف بڑھی۔ شرمندگی اور بدنامی کے ڈر سے اس نے اپنا چہرہ دوپٹے سے چھپالیا مگر وجود کیسے چھپاتی۔۔؟؟ قدرت ہاؤس کا بیرونی دروازہ پار کر اندر جاتے اسے کئی نظروں نے دیکھ کر پہچان لیا تھا۔

"دیکھو وہ راشدہ کی بھانجی ہے نا۔۔!" کسی نے باآواز بلند سرگوشی کی تھی۔

"مجھے تو بیٹی لگ رہی ہے۔۔!" کوئی اور بولا تو اپنا چہرہ مزید چھپاتی وہ قدرت ہاؤس کی اندرونی عمارت کے باہر لگے ہجوم کی طرف بڑھی۔ لان میں

عورتوں کا جھمگٹا لگا ہوا تھا۔ بین۔۔ ماتم۔۔ التجائیں۔۔ جانے یہ کیسی آوازیں تھیں۔۔ بخت آور کا دل سوکھے پتے کی مانند لرزنے لگا۔۔ ہجوم کی کہانی واضح تھی۔ وہاں کوئی انہونی بیت چکی تھی مگر کب۔۔؟ کیسے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا کیونکہ جواب بخت آور کا اپنا وجود تھا۔ فاصلے سے ہی اسے چارپائی کی پٹی پر سر ٹکائے بری طرح بلکتی راشدہ بیگم نظر آگئی تھیں۔ دوسری جانب ندرت بیگم اور عنیزہ کی حالت بھی ان سے کچھ مختلف نہ تھی ارصم عالیان سب روتے بلکتے چہرے۔۔ سب وہیں تو تھے۔۔ لرزتے قدموں سے ہجوم کی طرف بڑھتی بخت آور کا چھوٹا سا دماغ سوچنے سے قاصر تھا کے خواتین کے نرغے میں رکھی میت کس کی ہے۔۔ اپنے گھر کے تمام نفوس کی سلامتی کی دعائیں مانگتی وہ تیز تیز قدموں سے قریب پہنچی تو میت کے چہرے پر نظر پڑتے ہیں قدم بے اختیار رکتے چلے گئے۔ بخت آور

کو لگا وہ اگلا سانس نہیں لے پائے گی۔ حلق میں کچھ اٹک سا گیا تھا۔ پھٹی پھٹی بے یقین نگاہوں سے شاہ میر کا بے رونق چہرہ دیکھتی بخت آور نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ وہ شخص۔۔ہاں وہی۔۔اسکی پہلی محبت۔۔ عشق۔۔ عقیدت۔۔ وہی تو تھا وہ۔۔!

اس کی نگاہوں کے عین سامنے۔۔ بالکل سامنے وہ بے جان پڑا تھا۔ پیشانی کو سفید پٹیوں سے لپیٹا ہوا تھا جن پر جا بجا خون کے دھبے تھے۔ بخت آور کی آنکھیں بہت تیزی سے نم ہوئی تھیں۔ ہاتھ سے دوپٹہ پھسلا تو چہرہ بے نقاب ہو گیا۔

"لو اس کی بیوی آگئی۔۔" کسی عورت نے باقاعدہ اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا تھا۔

"اسی کے غم میں تو بے چارے نے خود کو گولی مارلی۔۔!" دوسری آواز۔۔

"کیسا زمانہ آگیا ہے توبہ توبہ۔۔!" آوازیں بڑھتی جارہی تھیں۔ راشدہ بیگم کی اس پر نظر پڑی تو وہ سرعت سے اس کی طرف لپکیں۔

"کہاں تھیں تم۔۔ کہاں چلی گئی تھیں۔۔۔؟؟؟" اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر جھنجھوڑتی وہ روتے ہوئے چلائیں۔

"دیکھو میرا بیٹا مر گیا۔۔ بخت میرا بیٹا مر گیا۔۔!" اس کے گلے لگتی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھیں۔

"نن۔۔ نہیں۔۔ یہ نہیں ہو سکتا۔۔ یہ نہیں ہو سکتا۔!" انھیں خود سے الگ کرتی وہ عورتوں کے درمیان سے گزرتی تو کسی کو پھلانگتی شاہ میر کے بے جان وجود تک پہنچی تھی۔

"آنکھیں کھولو میر۔۔ آنکھیں کھولو پلیز۔۔!" اس کا گال چھوتی وہ بھرائی ہوئی آواز میں بڑبڑائی۔

"یہ تمہیں کیا ہوا ہے۔۔؟؟ کیسے ہو گیا میری طرف دیکھو۔۔!" کانپتی انگلیوں سے اس کی پیشانی چھوتی وہ روتی چلی جا رہی تھی۔

"ایسے مت کرو میرا دل پھٹ جائے گا۔۔ میر آنکھیں کھولو پلیز۔۔۔ خدا کا واسطہ ہے آنکھیں کھولو۔۔!" اس نے شاہ میر کے بے حرکت وجود سے گزارش کی مگر بے سود۔۔ خواتین کی زبانیں چند لمحوں کے لیے خاموش ہو چکی تھی مگر آخر کب تک۔۔ ذلت اور رسوائی کا باب تو اب شروع ہوا تھا اور جس نے اسے وہاں دھکیلا تھا۔۔؟ وہ موت کو گلے لگا کر خود ہر جرم سے بری الزمہ ہو چکا تھا۔۔۔ شاہ میر کا چہرہ تکتی وہ گھوم کر اپنی جانب آتی ندرت بیگم

کو نہیں دیکھ سکی تھیں جنہوں نے قریب آتے ہی اسے شاہ میر کی میت سے دور دھکیل دیا تھا۔ مغلظات کا طوفان تھا جو ان کی زبان سے اُمڈ نا شروع ہو گیا تھا۔ وہ اسے دھتکار رہی تھیں۔۔ شاہ میر کی موت کے لیے زمہ دار ٹھہرا رہی تھیں۔ اور بخت آور۔۔؟ شاہ میر کی موت کے غم میں غرق ہوتی بخت آور کا دماغ ان کے الزامات پر سن ہونے لگا۔ عنیزہ نے بادقت اسے سنبھالا تھا۔ راشدہ بیگم بھی اس پل بے بس سی تھیں۔

"میں نے۔۔ میں نے تمہیں اپنا بیٹا پالنے کے لیے دیا تھا۔۔ مارنے کے لیے نہیں۔۔!" وہ حلق کے بل چیخ رہی تھیں۔ انکا مخاطب راشدہ بیگم تھیں۔

"امی پلیز خاموش ہو جائیں کیوں تماشا بنا رہی ہیں۔۔!" انھیں بازو کے گھیرے میں لیتا عالیان بے بسی کے عالم میں بولا۔

"کیسے۔۔ کیسے خاموش رہوں عالی۔۔ میرا۔۔ میرا بچہ۔۔ ہائے میرا شاہ میر۔۔!" رو رو کر ان کا گلا بیٹھ چکا تھا۔

"اس منحوس کو میری نظروں سے دور کر دو۔۔ دور کر دو۔۔!" وہ ایک بار پھر بخت آور کی طرف لپکی تھیں۔ وہ جو پہلے ہی بے دم ہو رہی تھی ان کے ہاتھ کے دھکے سے لڑکھڑا سی گئی۔ عنیزہ کے لیے صورتحال سنبھالنا ناممکن ہی تو تھا۔ بخت آور کو ان کی عتاب سے بچانے کو ارصم نے اس کی کلائی پکڑی اور اسے گھسیٹ کر اندر لے گیا۔ وہ کسی بے جان مورت کی طرح اس کے ساتھ چلتی چلی گئی۔ اسے مروہ کے کمرے میں چھوڑ کر ارصم دروازے بند کرتے کرتے رکا۔

"یہاں سے باہر مت آنا پلیز۔۔!" سرخ آنکھوں سے اسے گھورتا وہ سپاٹ لہجے میں بولا تو بخت آور نے پانی بھری آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا جو اس کے دیکھتے ہی دیکھتے دروازہ بند کر کے چلا گیا تھا۔ ٹپ ٹپ ٹپ۔۔ آنسو بہاتی آنکھوں کو رگڑتی وہ سرعت سے دروازے کی طرف بڑھی مگر دروازہ باہر سے مقفل تھا۔ بخت آور نے زور و شور سے دروازہ بجایا۔۔

"کھولو ارصم۔۔ دروازہ کھولو۔۔ پلیز مجھے۔۔ مجھے شاہ میر سے۔۔ بات کرنے دو۔۔ ارصم۔۔ ارصم۔۔!" دروازہ بجا بجا کر اس کا ہاتھ دکھ گیا تھا۔ آواز تو پہلے ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ رو رو کر اُن سب کو پکارتی وہ وہیں بیٹھتی چلی گئی۔ پھر کب یونہی تڑپتے تڑپتے اس نے ہوش گنوائے۔۔ اسے کچھ پتہ نہ چلا۔۔

✿✿✿✿✿

بند دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا تو وہ جو دروازے سے سر ٹکائے بیٹھی تھی منہ کے بل زمین بوس ہونے ہی لگی تھی کہ مقابل نے سرعت سے جھک کر اسے تھاما تھا۔ مروہ نے آدھ کھلی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا جس کی نیلی آنکھوں میں اس کے لیے نرمیاں ہی نرمیاں تھیں۔ خاور یامین کو اپنے سامنے دیکھ کر وہ ہوش کی دنیا میں واپس آئی تھی اور ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ اپنے بازوؤں سے ہٹائے۔

"ہاتھ مت لگاؤ مجھے۔۔" پیچھے کھسکتی وہ چلائی۔ آنکھوں میں نفرت ہلکورے لے رہی تھی۔ اس کی بات پر وہ ہولے سے مسکرایا۔

"ناراض لگتی ہو۔۔؟" اس کی گھمبیر آواز اسے سخت بری لگی تھی۔

"میرا آپ سے ایسا کوئی تعلق نہیں ہے" اپنا دوپٹہ سنبھال کر اٹھ کھڑی ہوتی وہ پھنکاری تو خاور کے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"تعلق نہیں ہے تو بنا لیتے ہیں، اسی لیے تو یہاں لایا ہوں تمہیں۔۔!" ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ پھنساتا وہ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا تو مروہ ایک قدم پیچھے ہٹی۔ دل بڑی تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

"مجھے آپ سے کوئی تعلق نہیں بنانا۔۔ مجھے گھر جانا ہے پلیز جانے دیں۔۔!" اس کا وجیہہ چہرہ دیکھتی وہ سنجیدگی سے بولی۔ گزشتہ پوری رات اس نے روتے اور اس کمرے کے بند دروازے کو بجاتے ہوئے گزاری تھی اب تو جیسے آنسو بھی آنکھوں کا بوجھ ہلکا کرنے سے انکاری تھے۔

"اُس گھر کو اب بھول جاؤ مروہ۔۔ تمہیں اب ساری زندگی میرے پاس۔۔ میرے گھر میں رہنا ہے!" اس سے ایک قدم کے فاصلے پر رکتا وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تو اس کے لہجے کی سنگینی محسوس کرتی مروہ کا دل ڈوب سا گیا۔

"یہ کیسی زبردستی ہے۔۔ میں آپ کے ساتھ کیوں رہوں میں آپ کو پسند نہیں کرتی۔۔!" خود کو مضبوط بنانے کی ناکام کوشش کرتی وہ دھیمی آواز میں چلائی۔

"تو پھر کس کو کرتی ہو۔۔؟ یہ بھی بتادو۔۔؟" اس کے سوال پر وہ چند ثانیے خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

"عالیان کو۔۔میں عالیان کو پسند کرتی ہوں اب پلیز مجھے جانے دیں۔۔ایک ایسی لڑکی سے شادی کر کے کیا کریں گے آپ جو کسی اور کو پسند کرتی ہے؟" وہ اس کی غیرت ابھارنے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔اس کے جواب پر خاور کے چہرے پر عجیب سا سایہ لہرا کر گزر گیا۔

"اسے مار دوں گا۔۔ سمپل۔۔!" وہ سرد لہجے میں بولا تو مروہ کو اپنی روح فنا ہوتی محسوس ہوئی۔

"نن۔۔ نہیں نہیں پلیز۔۔ اسے کچھ مت کرنا۔۔!" اسے پلٹتا دیکھ وہ سرعت سے اس کے سامنے آئی۔ آنسو پھر سے آنکھوں میں امڈنے لگے تھے۔

"اس کی زندگی چاہتی ہو تو خود کو مجھ سے نکاح کے لیے تیار کرو۔۔ ورنہ قتل کرنا اور کروانا۔۔ خاور یامین کے لیے کچھ مشکل نہیں" وہ کتنی ڈھیٹ تھا۔۔؟ اس کا اندازہ مروہ کو اب ہو رہا تھا۔

"میں آپ سے شادی نہیں کر سکتی آپ کیوں نہیں سمجھ رہے۔۔ مم۔۔ میرے بابا جیتے جی مر جائیں گے پلیز مجھ ہم پر رحم کریں۔۔ مجھے۔۔ مجھے جانے دیں!" اس کے سامنے باقاعدہ ہاتھ جوڑتی وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی تو خاور نے سنجیدہ نگاہوں سے اس کا ملیح چہرہ دیکھا۔

"مجھے کسی کے مرنے یا جینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا میری پیاری گولڈن۔۔!" ہاتھ بڑھا کر اس کی سنہری آنکھوں کی نم پلکیں چھوتا وہ مدھم

لہجے میں بولا تو مروہ نے چہرہ پھیرتے ہوئے آنکھیں میچ لیں۔یعنی وہ سفاک بھی تھا۔۔ !!

"خاور پلیز۔۔!" اس کے قدموں میں بیٹھتی مروہ نے ایک آخری کوشش کی تھی۔

"مجھے جانے دیں۔۔!" اسے سسکتے دیکھ وہ آہستگی سے اس کے پاس بیٹھ گیا۔

"کیا کہا تم نے۔۔؟ پھر سے کہو۔۔!" اس کی ٹھوڑی اونچی کرتے ہوئے وہ نرم لہجے میں بولا تو مروہ نے ڈبڈبائی نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"مجھے جانے دیں۔۔!" سوکھے ہونٹ بامشکل ہلے۔ خاور نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں اس سے پہلے۔۔!" وہ بھرپور اشتیاق سے اس کے سرخ پڑ چکی آنکھیں اور ناک دیکھ رہا تھا۔ مروہ کے حلق میں کچھ اٹکا۔۔

"پھر سے کہو۔۔!" مروہ کے لیے بولنا محال ہوا۔

"خ۔۔خاور۔۔!" اس کے لب بے آواز ہلے تو خاور یامین اسے دیکھتا رہ گیا۔ پھر جب بولا تو لہجہ جذبات سے بوجھل ہو رہا تھا۔

"آج سے پہلے کبھی مجھے اپنا نام اتنا اچھا نہیں لگا میری مروہ!" اس کے لہجے سے چھلکتی خوشی، مروہ کے اندر آگ سی لگا گئی تھی اس پر مستزاد اسکا طرز تخاطب۔۔

"میں تمھاری نہیں ہوں۔۔ نہیں ہوں میں تمہاری سمجھے تم۔۔!" پوری قوت سے اسے پیچھے دھکا دیتی وہ سرعت سے کھڑی ہوئی اور باہر کی جانب

بھاگی۔ خاور نے اس سے زیادہ پھرتی دکھائی تھی۔ دروازے کے باہر کھڑے اس کے گارڈز میں سے کسی نے کوئی حرکت نہیں کی تھی۔ خاور نے خود ایک منٹ سے بھی کم کے وقفے میں اسے جالیا تھا۔

"چھوڑو۔۔ چھوڑو مجھے گھٹیا انسان۔۔!" اس کی گرفت میں مچلتی وہ غرائی کہ اس شخص کے سامنے منت سماجت فضول ہی تو تھی۔

"تمہارے چوبیس گھنٹے ہیں، اس کے بعد اگر تم نے ہاں نہ کہی تو تمہارا وہ کزن بے موت مر جائے گا مروہ۔۔ میرا یقین کرو میں جو کہتا ہوں وہ لازمی کرتا ہوں!" اسے واپس کمرے کی طرف گھسیٹتے ہوئے وہ سرد لہجے میں بولا تو بری طرح روتی مروہ نے نفی میں گردن ہلائی۔۔

"چھوڑ دو مجھے۔۔ جانے دو۔۔۔!!" وہ حلق کے بل چلائی مگر خاور نے ان سنی کرتے ہوئے اسے کمرے میں دھکیل کر دروازہ باہر سے بند کر دیا۔

"کھولو۔۔ دروازہ کھولو۔۔۔!" وہ دونوں ہاتھوں سے دروازہ پیٹنے لگی مگر اثر کس پر تھا؟

تیرا امیں ہو گیا

بس تجھ میں کھو گیا

دنیا کیا کہے گی اس سے

میں بری ہو گیا۔۔

ہولے سے گنگناتا وہ وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ پیچھے مروہ دروازے سے ٹیک لگا کر بیٹھتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ گارڈز چپ چاپ کسی بت کی مانند اپنی ڈیوٹی پر مامور تھے۔

"دیکھئے محترمہ آپ کو واردات کی ساری تفصیل بتانا ہوگی۔۔ وہ کتنے آدمی تھے۔۔ آپ کو کہاں لے کر گئے تھے اور انھوں نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟؟" ایس۔ایچ۔او منور شکیل اس کے بیڈ سے دو قدموں کے فاصلے پر کھڑا بڑے کھردرے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ بخت آور جو پچھلے آدھے گھنٹے میں کوئی دس بار اس کے سوالات کے جوابات دے چکی تھی، اسے پھر سے

وہی سوال دہراتا دیکھ بے بس سی ہونے لگی۔ بہت زیادہ رو چکنے کے باعث سر پہلے ہی بھاری ہو رہا تھا اس پر مستزاد اس پولیس اہلکار کے سوالات۔۔۔ !

"کتنی بار کہوں وہ تین آدمی تھے اور میں نہیں جانتی کہ وہ مجھے کہاں لے کر گئے تھے میں بے ہوش تھی۔!" بھرائی ہوئی آواز میں بولتی وہ اس بار چیخنے کو تھی۔

"تو کیا بے ہوشی میں ہی انھوں نے آپ کے ساتھ۔۔!" بات پوری کرتے کرتے وہ رکا۔ بخت آور کی آنکھیں صدمے اور اذیت سے پھٹنے کی حد تک پھیل گئیں۔

"میرا مطلب ہے کہ آپ جو آپ کہہ رہی ہیں وہ ناقابل یقین ہے، بھلا کوئی بلا مقصد ایک جوان خوبصورت لڑکی کو اٹھا کر کیوں لے جائے گا۔۔؟؟"

ایس۔ایچ۔او نے بات سنبھالنے کی کوشش کرتے ہوئے ایک مکار مسکراہٹ اس کی جانب اچھالی تو بخت آور نے سسکتے لب بھینچتے ہوئے فرش کو گھورا۔ وہ مروہ کے کمرے میں ہی کمزوری اور بھوک کے باعث بے ہوش ہوگئی تھی۔ آنکھ کھلی تو خود کو ہاسپٹل کے ایک کمرے میں پایا جہاں ہوش میں آجانے کے بیس منٹ بعد جو شخص اس سے ملنے آیا تھا وہ منور شکیل تھا۔ گھر سے جو کوئی بھی اسے یہاں لایا تھا اسے شاید اس کے ہوش میں آنے یا بے ہوش رہنے سے کوئی سروکار نہ تھا۔

"میں نہیں جانتی۔۔!" اپنے آنسو پینے کی کوشش کرتی وہ دھیمی آواز میں بولی۔

"آپ نہیں جانتی تو پھر اور کون جانتا ہے؟ کیونکہ چور آپ کے علاوہ اور کچھ نہیں لے کر گئے تھے۔۔!" ایس۔ایچ۔او سختی سے گویا ہوا تو بخت آور ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنساتی پھر سے رونے لگی۔۔

"مجھے کیا پتہ کہ وہ مجھے کیوں لے گئے تھے۔۔؟؟؟ چوروں کو ڈھونڈیے اور ان سے پوچھیے۔۔ یہاں سے جائیے پلیز۔۔!" اس کے سامنے باقاعدہ ہاتھ جوڑتی وہ روتے ہوئے چلائی۔

"دیکھو بی بی یہ ڈرامہ ہمارے سامنے نہیں چلے گا۔۔ مجھے بتاؤ کہ اغواکاروں نے تمھارے ساتھ کیا کِیا ورنہ ہمیں تمہارا میڈیکل کروانا پڑے گا۔۔ پھر خوامخواہ منہ چھپاتی پھروگی" ایس۔ایچ۔او کی چنگھاڑتی ہوئی آواز وہاں آتے شاہ ویز کے کانوں میں پڑی تو اس کی بھنویں تن گئیں۔

"کیا بکواس ہے۔۔یہ کون سا طریقہ ہے انویسٹیگیٹ کرنے کا؟؟" اندر آتا وہ سرد لہجے میں ایس۔ایچ۔او پر برسا تو وہ اس کی طرف گھوما۔ بائیں ہاتھ پر پلستر چڑھائے، لنگڑا کر چلتے اس شخص کا قد چھ فٹ سے نکلتا ہوا تھا۔ پیشانی پر بکھرے بال اور سرخ آنکھیں۔۔بخت آور کو اندازہ ہوا وہ رو کر آیا ہے۔

"تُو کون ہے بے۔۔؟ پولیس کے کام میں دخل دینے کے جرم میں اندر کردوں گا سمجھا۔۔؟؟" شاہ ویز کے پلستر زدہ بازو کو گھورتا وہ غرایا تو شاہ ویز نے لب بھینچتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اپنا والٹ باہر نکالا اور کھول کر اس میں سے اپنا کارڈ نکال کر اس کے سینے پر دے مارا۔

"اے۔ایس۔پی شاہ ویز خان آفریدی فرام سپیشل کرائم برانچ اسلام آباد۔۔!" اس کی آنکھوں میں دیکھ کر سخت لہجے میں کہتا وہ اسے گڑبڑانے پر مجبور کر گیا تھا۔

"سس۔۔سر۔۔!" بوٹ اٹھا کر زمین پر مارتا وہ اسے سلام کرنے کو ہاتھ پیشانی تک لے گیا تو شاہ ویز کا دل کیا اس کے سلام کا جواب ایک کرارے تھپڑ سے دے مگر چاہنے کے باوجود وہ ضبط کر گیا تھا۔

"ہوں۔۔نکلو یہاں سے، میں خود دیکھ لوں گا یہ میرا فیملی میٹر ہے!" شہادت اور تیسری انگلی کو جوڑ کر اٹھاتے وہ اسے کمرے سے باہر نکلنے کا اشارہ کر گیا تو وہ کچھ شرمندہ سا ہوتا سر پر پہنی ٹوپی درست کرتا کمرے سے نکل گیا۔ اس کے پیچھے ہی حوالدار نے بھی کمرے سے باہر نکلنے میں عافیت جانی تھی

جبکہ بھیگی آنکھوں سے ساری صورتحال دیکھتی بخت آور نے چہرے کا رخ موڑ لیا۔

"تم ٹھیک ہو۔۔؟" اس کے قریب آتا وہ جذبات سے عاری لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ بخت آور نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ رو رو کر سوجی ہوئی آنکھوں میں اذیت سی اذیت تھی۔۔ شاہ ویز کا دل عجیب حالت کا شکار ہونے لگا۔

"تم کب آئے۔۔؟ اور یہاں کیا کر رہے ہو؟" بخت آور نے جڑے لب بامشکل کھولے تھے۔

"میں تو اچانک ہی آیا تھا مگر۔۔!" وہ چاہ کر بھی جملہ مکمل نہیں پایا۔

"تمہیں لینے آیا ہوں۔۔ چلو گھر چلتے ہیں ڈاکٹرز نے تمہاری ڈسچارج سلپ دے دی ہے" اس نے دھیمی آواز میں کہا تو بخت آور نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں اس گھر میں نہیں جا سکتی۔۔ وہاں۔۔ وہاں شاہ میر کی۔۔!" روتے ہوئے بولنے کی کوشش کرتی بخت آور کو ہچکیاں لگ گئیں۔

"میں کیسے یقین کروں۔۔ اپنے دل کو۔۔ کک۔۔ کیسے سمجھاؤں کہ وہاں شاہ میر نہیں ہے۔۔!" ہچکیوں کے درمیان بامشکل بولتی وہ شاہ ویز کو اذیتوں کا شکار لگی تھی۔

"جو ہو چکا ہے وہ بدل نہیں سکتا۔۔ خود کو سنبھالو ورنہ تم اپنی طبعیت مزید خراب کرلو گی" اس کے سر پر ہاتھ رکھتا وہ جانے کس ضبط سے گویا ہوا تھا۔

"مجھے پرواہ نہیں ہے۔۔ نہیں ہے پرواہ۔۔!" اس کا ہاتھ پیچھے کرتی وہ چہرہ گھٹنوں میں چھپاتے ہوئے بولی۔ کتنا مشکل تھا یہ وقت۔۔؟ کتنے کٹھن تھے سے لمحات۔۔ !!

"تمہیں نہیں ہے لیکن گھر میں سب کو ہے۔۔ مت بھولو کہ تم۔۔ تم۔۔ بخت آور تم۔۔!" شاہ ویز کو سمجھ نہ آئی کہ بات کیسے مکمل کرے۔ اس کی ادھوری بات کا مطلب سمجھتی بخت آور نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا تھا۔

"ہاں جانتی ہوں۔۔" اپنے بھیگے گال صاف کرتی وہ بے دردی سے مسکرائی۔

"ہوں۔۔ تو چلو پھر۔۔ ممانی تمھارا ویٹ کر رہی ہیں!" شاہ ویز نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا جسے نظر انداز کرتے ہوئے بخت آور بستر سے اتر گئی۔

دوپٹہ اچھی طرح سر پر لپیٹ کر وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی دروازے کی طرف بڑھی۔

"پہلے مجھے قبرستان جانا ہے!" اس کی لرزتی مدھم آواز شاہ ویز کی سماعتوں میں اتری تو وہ لبوں کو سختی سے بھینچ گیا۔ اس کے پاس بخت آور کا تقاضا پورا کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔

"مجھے ہاسپٹل کون لایا تھا۔۔؟؟" اس کے ساتھ چلتی وہ پوچھ رہی تھی۔

"عالیان اور ارصم لے کر آئے تھے، ارصم تو ابھی بھی باہر پارکنگ ایریا میں ہے ہمارا ویٹ کر رہا ہے!" شاہ ویز نے اسے جواب دیا لیکن وہ خاموش نہیں ہوئی تھی۔

"اور وہ پولیس والا۔۔ اسے کس نے بھیجا تھا میرے پاس۔۔؟؟" اس کے اگلے سوال نے شاہ ویز کو قدم روکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"ماموں اور ابو نے تمہاری گمشدگی کی رپورٹ درج کروائی تھی تو وہ بس۔۔ انویسٹیگیٹ کرنے آیا ہو گا" بتاتے ہوئے وہ اسے اس ایس۔ایچ۔او کے سوالات پھر سے یاد آئے تو اس کی کنپٹیاں سلگنے لگیں۔

"اور مروہ کہاں ہے۔۔؟ وہ نظر ہی نہیں آئی مجھے۔۔!" بخت آور کو مروہ کا خیال آیا تو اس بار شاہ ویز نے لب بھینچتے ہوئے اسے گھورا۔

"اب مجھے تمہاری آواز نہ آئے۔۔ چپ کر کے گاڑی میں بیٹھو۔۔!" پارکنگ ایریا میں پہنچتے ہی اپنی گاڑی کا دروازہ کھولتا وہ قدرے سخت لہجے میں بولا تو بخت آور نے ایک نظر پہلے شاہ ویز کو پھر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے

ارصم کو دیکھا۔۔ لب سیے وہ چپ چاپ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ شاہ ویز نے فرنٹ سیٹ سنبھالی تو ارصم نے گاڑی آگے بڑھا دی۔

✿✿✿✿✿✿

"مروہ قدرت۔۔ ولد قدرت اللہ خان آپ کا نکاح یامین خاور ولد یامین بن روؤف کے ساتھ، سکہٰ رائج الوقت روپیہ دس کروڑ کے عوض کیا جارہا ہے ،کیا آپکو یہ نکاح قبول ہے؟" مولوی کی بھاری آواز صور کی مانند اس کے کانوں میں اتری تھی۔ مروہ کو اپنا دم گھٹتا محسوس ہوا۔

"میں اگلے سو سال تک تمہارا انتظار کر سکتا ہوں" عالیان کی مسکراتی آواز اس کے پاس ہی کہیں ابھری تو سر جھکائے بیٹھی مروہ نے حلق سے اڈتی

چیخوں کا گلا گھونٹنے کو منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ مولوی پھر سے اپنا سوال دہرا رہا تھا۔

"کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟" مروہ کا دل کیا وہاں سے بھاگ جائے مگر کہاں۔۔؟ وہ شخص تو اسے گھر سے خود تک لے آیا تھا تو پھر وہ اور کہاں جاتی۔۔!

"اگر تم نے ہاں نہ کہی تو تمہارا وہ کزن بے موت مر جائے گا۔۔!" خاور کی دھمکی۔۔اور سخت لہجہ۔۔!

"قبول ہے" مروہ کے جڑے لب بامشکل ہلے تھے۔ آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گال پر پھسلا تھا۔

"میں تمہارے لیے مر جانے کی حد تک سیریس ہوں!" عالیان کی آوازیں مروہ کا پیچھا چھوڑنے کو تیار نہیں تھیں۔ سر جھکاتی وہ بے بسی کے عالم میں خود کو اس شخص کے نکاح میں قبول کرتی چلی گئی جس کے بارے میں وہ کچھ نہیں جانتی تھی سوائے اس کے کہ وہ ایک سرپھرا خبطی امیر ہے۔ کئی قصے کہانیوں میں اس نے ایسا ہوتے پڑھا تھا مگر اب جب خود پر بیت رہی تھی تو موت کی سی تکلیف محسوس ہو رہی تھی۔ جانے اس کے پیچھے اس کے گھر والے کیا سوچ رہے ہوں گے؟ کس مشکل کا شکار ہوں گے۔۔؟ کئی سوالات تھے جو اس کے ذہن میں سر ابھار رہے تھے مگر جواب کس سے مانگتی۔۔؟ خاور نے بڑے اطمینان سے نکاح نامے پر دستخط کیے تھے۔ وہ سرشار تھا۔۔بے حد پر سکون۔۔ نیلی آنکھوں میں فتح کا غرور چمک رہا تھا اور لب۔۔ لب بات بے بات مسکرائے جا رہے تھے۔ مروہ نے پانی بھری

آنکھوں میں نفرت سموئے اس کے وجیہہ چہرے کو گھورا تھا جو اب مولوی کی جیب بھر رہا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کس جگہ ہے مگر اتنا سمجھ چکی تھی کہ وہ جگہ، وہ گھر، وہ علاقہ۔۔ سب کچھ خاور یامین کا ہے۔ وہ جب سے یہاں تھی اس نے ایک بار بھی آسمان نہیں دیکھا تھا وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کتنے دنوں سے یہاں ہے۔

"نکاح مبارک ہو میری مروہ۔۔!" خاور کی گھمبیر آواز اس کی پشت سے ابھری تو وہ چونک اٹھی۔ پلٹ کر زخمی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میں تمہاری نہیں ہوں۔۔!" وہ کہنا چاہتی تھی مگر لب سیے بس اسے گھورتی رہی۔

"رہنے کے لیے یہ ایک خوبصورت جگہ ہے مگر میں تمھیں اپنے گھر لے کر جاؤں گا۔۔!" وہ اسے بتا رہا تھا مروہ نے ہاتھ لپیٹ کر نگاہوں کا رخ بدل لیا جیسے اسے نظر انداز کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کے اس انداز بے نیازی پر وہ دھیرے سے مسکرایا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی تھامی اور دائیں جانب اوپر کو جاتی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ مروہ چپ چاپ بنا کوئی مزاحمت کیے اس کے پیچھے چلتی رہی۔ سیڑھیوں کے اختتام پر ایک ہال نما لاؤنج تھا جس کی دیواریں گلاس وال کی تھیں۔۔ بالکل سامنے گلاس وال کے پار کا منظر اس کی نظر ٹھٹھکا گیا۔ وہاں دور دور تک نیلا سمندر تھا۔۔ خاموش۔۔ پرسکون۔۔ اور طاقت ور۔۔۔ وہ اسے لیے گیٹ وے تک آیا تو مروہ نے باہر قدم رکھتے ہی پلٹ کر دیکھا۔ یہ اس فارم ہاؤس کا عقبی حصہ تھا جہاں لکڑی کی پل نما سڑک کے اختتام پر ایک شاندار جہاز تیار کھڑا تھا۔ مروہ کو

احساس ہوا کہ وہ کوئی جزیرہ ہے۔ گہرا سانس لیتی وہ بے اس شخص کی طرف دیکھنے پر مجبور ہوئی تھی جو اس کی سوچ سے زیادہ با اثر تھا۔ بیرونی دروازے سے باہر نکلتے ہی ڈھلتی شام نے ان کا استقبال کیا جس کی سحر انگیزی سے بے پرواہ وہ لب

بھینچے اس کے ساتھ چلتی اس پل کے کنارے تک آئی اور جہاز میں چڑھ گئی۔ یہ اس کی زندگی میں پہلی بار تھا، عام حالات میں شاید وہ اس دور تک پھیلے نیلے پانی کی طاقت سے خوفزدہ ہو جاتی مگر اس پل۔۔ اس لمحے دل اس قدر تکلیف میں تھا کہ اسے کسی حادثے کا کوئی خوف لاحق نہیں ہوا تھا۔۔ جہاز میں ہر طرف مسلحہ افراد مستعدی سے کھڑے نظر آ رہے تھے وہ یقیناً خاور یامین کے پالتو تھے۔ مر وہ یہی سوچ سکی تھی۔ وہ اسے لیے جہاز کے نچلے حصے کو جاتی سیڑھیوں کی طرف آیا اور پھر راہداری کے آخر میں کمرے کا دروازہ

کھولا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی سرخ گلابوں کی مہک مروہ کی سانسوں سے ٹکرائی تو وہ اندر تک لرز اٹھی۔ وہ ایک آرام دہ کمرہ تھا جس کے وسط میں نصب بیڈ پر گلاب کی پتیاں بکھری ہوئی تھی۔ سائیڈ ٹیبل پر دھرے سیاہ و سفید گلابوں کے بکے پر نظر پڑتے ہی مروہ کو رونا آیا تھا۔ کاش وہ اس شخص سے کہیں دور بھاگ سکتی۔۔ کمرے کا فرش پتیوں سے ڈھکا ہوا تھا اطراف میں لٹکتے نفیس پردے۔۔ دھیمی روشنیاں۔۔ مروہ کا جی گھبرانے لگا۔۔ اس کا دل کیا دھاڑے مار مار کر روئے۔۔ نم پڑتی آنکھوں کی پلکیں جھپکاتی وہ اس کے ساتھ بیڈ تک آئی تھی۔

"کیسا لگا۔۔؟ اچھا ہے نا؟" اس کی آنکھوں میں دیکھتا وہ نرم لہجے میں استفسار کر رہا تھا۔ مروہ کی جھکی آنکھوں میں بہت تیزی سے پانی جمع ہوا تھا۔

"میں نے آج تک کبھی کسی کے لیے ایسے جذبات محسوس نہیں کیے جو تمھارے لیے کر رہا ہوں۔۔!" اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتا وہ مزید کہہ رہا تھا۔ مروہ کا دل ڈوب رہا تھا۔ کہیں نیچے۔۔ گہرے پانیوں میں۔۔ اسے بھاگنا تھا۔۔ اس شخص سے۔۔ ان لمحات سے۔۔ اپنے اور خاور یامین کے مابین موجود اس تنہائی سے مگر کہاں۔۔؟ اور کیسے۔۔؟ آنکھیں میچتی وہ سر جھکا گئی۔ آنسو بہت تیزی سے اس کے گالوں پر پھسلے تھے۔

"خاموش کیوں ہو۔۔؟ میری طرف دیکھو۔۔!" اس کی ٹھوڑی کو شہادت کی انگلی سے اونچا کرتے وہ سنجیدگی سے بولا تو مروہ نے نفرت سے اس کا ہاتھ پیچھے جھٹکا۔

"چھونا مت۔۔" وہ روتے ہوئے پھنکاری تو اس کے تنبیہہ سنتا وہ دھیرے سے ہنسا۔

"چھونا تو پڑے گا، نکاح ہوا ہے۔۔!" اس کی طرف جھکتا وہ مدھم لہجے میں بولا تو مروہ بے اختیار پیچھے کھسکی۔

"ہوا نہیں ہے، تم نے زبردستی کیا ہے۔۔ لیکن اگر تمہیں لگتا ہے کہ تم میرے وجود پر بھی زبردستی قبضہ جما لو گے تو یہ تمہاری بھول ہے۔۔" دھندلی نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھتی وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی تو خاور نے بغور اس کی پلکوں کا لرزنا دیکھا۔ اسے احساس ہوا کہ اس کا پورا وجود ہولے ہولے کانپ رہا ہے۔ وہ خوفزدہ تھی۔۔ بے حد خوفزدہ۔۔ کچھ حیران ہوتا وہ مسکرایا۔

"تم میری ہو مروہ۔۔ میرے نکاح میں، میری حدود میں، میری رسائی میں ہو پھر بھی یہ ہمت۔۔؟ یہ دعویٰ۔۔ کتنی خوش فہم ہو تم کہ تم۔۔۔" سنجیدگی سے کہتے کہتے وہ رکا۔

" تمہمم۔۔ خاور یامین کو روک لو گی؟" کچھ حیران۔۔ کچھ مغرور سا وہ بڑی لگاوٹ سے پوچھ رہا تھا۔ گہرے سانس لیتی مروہ رونے لگی۔ خاور کی حیرت میں اضافہ ہوا۔ آنکھیں میچتی وہ بچوں کی طرح رو رہی تھی۔ لب بھینچتا وہ نا چاہتے ہوئے بھی اس سے دور ہو کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اسے اندازہ ہوا وہ واقعی اس لڑکی کو روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"رونا بند کرو شاباش۔۔ پہلے کچھ کھا لیتے ہیں پھر مزید بات کریں گے۔۔!" اپنے آپ کو سنبھالتا وہ مزید دو قدم دور ہوا تو اپنا دوپٹہ درست کرتی مروہ

بامشکل سیدھی ہو کر بیٹھی۔ اس کی شرم۔۔ جھجک۔۔ حیا۔۔ ہر روپ خاور یامین کے لیے نیا تھا ورنہ لڑکیاں تو اس کے قریب آکر یہ تمام حدود و قیود پھلانگ دیا کرتی تھیں۔ اور وہ۔۔؟ وہ چھوٹی سی لڑکی اس کے نکاح میں ہونے کے باوجود خود کو اس سے بچانے کی کوششوں میں غلطاں تھی۔ خاور کے دل کی حالت عجیب ہونے لگی۔

"مجھے کچھ نہیں کھانا۔۔ زہر ہے تو وہ لا دو.." اپنے آنسو روکنے کی کوششوں میں ہچکیاں لیتی وہ اٹک اٹک کر بولی تو خاور نے سنجیدہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"ایسا سوچنا بھی مت.." اس تمام دورانیے میں وہ پہلی بار سختی سے بولا تھا۔ تبھی اس کے موبائل پر بیل ہوئی تھی۔ اپنے گھر کے لینڈ لائن نمبر سے کال

آتے دیکھ وہ کال ریسیو کر کے کمرے سے باہر نکل گیا۔ وہ گیا تو مروہ کچھ پل یونہی بیٹھی رہی پھر کچھ سوچ کر تیزی سے بیڈ سے اٹھی اور کمرے کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔ وہ باہر سے لاک تھا۔ ہاتھوں کی انگلیاں مسلتی وہ پلٹی اور کمرے میں نگاہ دوڑائی۔ اسے ایک جانب کھڑکی نظر آگئی تھی جس پر پڑا جالی دار پردہ ہوا کے سنگ اڑ رہا تھا۔ وہ سرعت سے اس طرف بڑھی۔ وہ تقریباً ڈیڑھ فٹ چوڑی اور تین فٹ لمبی تھی۔ مروہ نے باہر جھانکا۔ وہاں ایک تنگ سی راہداری تھی۔ وہ ترچھی ہو کر اس کھڑکی سے باہر نکلنے کی کوشش میں چند منٹوں میں کامیاب ہو گئی تھی۔ پیچھے دیکھتی وہ آگے کی طرف بڑھنے لگی۔۔ راہداری کے اختتام میں وہ ایک قدرے وسیع راہداری میں نکلی تھی مگر وہاں دائیں جانب خاور کو فون کان سے لگائے بات کرتے دیکھ وہ سرعت سے پیچھے ہوئی۔ دل تیزی سے دھڑکا تھا۔ چند منٹ وہ وہیں

کھڑی رہی پھر اس نے خاور کو دروازہ کھول کر کمرے میں جاتے دیکھا تو مروہ اوپر کو جاتی سیڑھیوں کی طرف بھاگی۔ اسی راستے سے وہ اسے لے کر وہاں آیا تھا۔ وہ اوپر آئی تو آسمان کو سیاہ پایا۔ شام ڈھل کر رات کے آنچل میں چھپ چکی تھی۔ پانی کی نیلاہٹیں سیاہی میں بدل رہی تھیں جن پر پڑتی چاند کی زرد روشنی عجب بہار دکھلا رہی تھی مگر مروہ قدرت اللہ کی زندگی میں تو خزاں کا موسم آن ٹھہرا تھا۔ اس نے گردن موڑ کر دائیں بائیں دیکھا۔ بائیں جانب کافی فاصلے پر ایک گارڈ سمندر کی جانب رخ کیے کھڑا تھا۔ اپنی بھیگی آنکھیں رگڑتی وہ تیزی سے آگے بڑھی اور اگلے ہی پل بنا سوچے سمجھے جہاز سے نیچے کود گئی۔ چھپاک کی تیز آواز کے ساتھ ٹھنڈے یخ پانی نے اس کے وجود جھٹکا لگایا تھا۔ تیرنا تو اسے ویسے بھی نہیں آتا تھا، ہاتھ پاؤں چلانے کی ناکام کوششوں میں اس نے غوطہ لگایا اور اگلے ہی پل دوبارہ پانی نے اسے

اپنے اندر کھینچ لیا۔ اس کی ناک اور حلق سے اندر گھستا پانی اس کی سانسیں روک رہا تھا۔ وہ ایک بار پھر سطح پر آئی اور بس۔۔ یہ دوسری اور آخری بار تھا۔ مروہ کو لگا پانی اس کے پیروں سے لپٹ کر اسے اندر۔۔ اپنے اندر کھینچ رہا ہے۔ ہاتھ پیروں کی لاشعوری حرکت رک چکی تھی۔ وہ اس سیاہ پانی میں اندر ہی اندر اترتی چلی گئی۔

"ہیلو۔۔!" فون کان سے لگائے وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔

"سر محمل بی بی کی طبعیت بہت خراب ہے آپ کو یاد کر رہی ہیں" دوسری جانب اس کی بیٹی کی آیا تھی۔

"حریم کہاں ہے ؟؟" اس نے فوراً اپنی بیوی کی بابت دریافت کیا۔ دوسری جانب موجود عورت کچھ تذبذب کا شکار ہوئی۔

"سر۔۔ وہ۔۔ وہ پارٹی میں گئی ہوئی ہیں" اٹکتی ہوئی کمزور سی آواز خاور کا پارہ ہائی کر گئی تھی۔

"حریم کو پتہ ہے ؟" وہ مزید پوچھ رہا تھا۔

"سر انھیں معلوم ہے۔۔ محمل بی بی نے بہت ضد کی کہ وہ پارٹی میں نہ جائیں مگر آپ جانتے تو ہیں کہ وہ نہیں رکتی۔۔!" آپا کی افسردہ سی آواز فون کے سپیکر سے ابھری تو خاور کے قدم تھم گئے۔ وہ جزیرے سے کافی دور آچکا تھا اور جہاز کے ذریعے صبح سے پہلے کراچی پہنچنا ناممکن سا تھا۔

"ڈاکٹر کو کال کر و اس کا چیک اپ کرواؤ میں آرہا ہوں" اسے ہدایت دے کر اس نے رابطہ منقطع کیا۔ پریشانی اس کے سر پر سوار ہو چکی تھی۔ اس نے حریم کا نمبر ملایا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ وہ کال ریسیو نہیں کرے گی اور ایسا ہی ہوا تھا۔ ایک۔۔ دو۔۔ تین۔۔ اس نے چار پانچ بار اسکا نمبر ملایا تھا مگر بے سود۔۔ خاور نے پریشانی کے عالم میں اپنی پیشانی کھجائی پھر کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا اور دیوار سے لگا ٹیلی فون اٹھایا۔

"شپ کو واپس آئی لینڈ کی طرف لو۔۔!" اس نے کیپٹین کو ہدایت دی اور پھر فارم ہاؤس کا نمبر ملاتے ہوئے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اس نے

اپنے موبائل سے جزیرے پر موجود ملازمین کے ہیڈ کو کال ملائی تھی۔ خاور کی توجہ مکمل طور پر محمل کی طرف مبذول تھی سو وہ فوری طور پر مروہ کی غیر موجودگی نوٹ نہیں کر پایا تھا۔

"ہاں رؤوف۔۔ کیپٹین سے کہو میرا جیٹ تیار کرے میں پچیس منٹ میں پہنچ رہا ہوں مجھے کراچی کے لیے... "بات کرتے کرتے وہ رکا۔

"نکلنا۔۔ ہے!" مروہ کی غیر موجودگی محسوس کرتا وہ بمشکل اپنی بات مکمل کر پایا تھا۔ کال کاٹ کر تیزی سے گھوم کر کمرے کا جائزہ لیا۔ وہ کہیں نہیں تھی۔ خاور سرعت سے کھڑکی کی طرف لپکا۔ وہاں باہر تنگ سی راہداری میں گلاب کی چند پتیاں بکھری پڑی تھیں۔ وہ یقیناً مروہ کے پیروں سے لگ کر وہاں گری تھیں۔ تب ہی اسے باہر کچھ شور سنائی دیا۔ وہ الٹے قدموں باہر کی جانب بھاگا تھا۔ تین تین سیڑھیاں پھلانگتا وہ اوپر پہنچا تو گارڈز کو اپنی ہی طرف آتا پایا۔

"سر وہ لڑکی سمندر میں کود گئی ہے!" حواس باختہ سا وہ جلدی میں چلایا تو اسے سامنے سے ہٹاتا خاور تیزی سے جہاز کی ریلنگ کی طرف بھاگا۔ جھک کر نیچے دیکھا تھا۔ سیاہ پانی میں بے حد مدھم ہلچل ہوتی کافی پیچھے رہ چکی تھی۔

"شپ روکو۔۔ شپ روک۔۔۔۔۔!" وہ چیخا نہیں دہاڑا تھا۔

"سر۔۔ سر پلیز یہ خطرناک ہے۔۔ وہ لڑکی نہیں ملے گی!" گارڈز میں سے ایک قدرے ادھیڑ عمر اور اسکا کافی پرانا وفادار تھا سو ہمت کر کے بولا تھا۔

"تو تم لوگ کیا آنکھیں بند کر کے ڈیوٹی دے رہے تھے۔۔؟؟" اسے پیچھے دھکیلتا وہ غرایا۔

"سر وہ آپ۔۔ پرائیوٹ روم میں تھے تو۔۔ میں نے سیکیورٹی وہاں سے ہٹادی تھی!" وہ منمنایا۔

"تمہیں تو میں بعد میں دیکھوں گا۔۔!"اس کے سینے پر ہاتھ مارتے ہوئے وہ دھیمے لہجے میں غرایا۔

"ٹارچ لے کر آؤ۔۔ٹارچ لاؤ۔۔!" پچھلے حصے کی جانب بھاگتا وہ چلایا۔وہ گارڈ بھی اس کے پیچھے ہی لپکا۔

"سر۔۔خاور سر پلیز ایسا مت کریں,وہ لڑکی بہت پیچھے رہ چکی ہے آپ اسے نہیں بچا پائیں گے"گارڈ نے ایک بار پھر کوشش کی تو خاور اس کی طرف پلٹا اور ایک جھٹکے سے اس کا کالر اپنی مٹھی میں جکڑ لیا۔

"وہ لڑکی میری بیوی ہے،اگر اسے بچانے کے لیے سمندر کی ساتویں تہہ میں بھی اترنا پڑا تو خاور یامین پیچھے نہیں ہٹے گا!"ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہتا وہ اسے پیچھے دھکیل گیا۔پھر اگلے ہی پل قریب آتے دوسرے گارڈ سے ٹارچ لے کر ایک لمحے کی دیر کیے بغیر پانی میں کود گیا۔چھپاک کی ایک دوسری آواز نے ساکت سمندر میں ہلچل سی مچائی تھی۔جہاز رک چکا تھا۔

"لائف بوٹ کو پانی میں اتارو۔۔ ہم خاور سر کے پیچھے جائیں گے!" اس ادھیڑ عمر گارڈ نے باقیوں کو حکم دیا۔ وہ سب جانتے تھے کہ خاور یامین ایک ماہر تیراک ہے مگر اس وقت۔۔ پانیوں کے پیچ و پیچ۔۔ رات کے اندھیرے میں ایک ڈوبتی ہوئی لڑکی کو بچانا۔۔ یقیناً خاور کے لیے آسان نہیں ہونے والا تھا جو پانی کے اندر سانس روکے ٹارچ کی روشنی سے مروہ کو ڈھونڈنے کی کوشش میں گہرائی کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اس کی نظریں وہ وجود ڈھونڈ رہی تھیں جو کچھ گھنٹے قبل ہی اس کے نام ہوا تھا۔ جسے پانے کے لیے وہ کسی کو بھی مار دینے کی حد تک پاگل ہو گیا تھا اسے مرنے کے لیے کیسے چھوڑ سکتا تھا۔۔؟ اسے ڈھونڈنے میں جتنا وقت لگ رہا تھا وہ اتنا ہی پاگل ہو رہا تھا مگر پھر شاید قدرت کو اس پر رحم آ گیا تھا، تقریباً ڈھائی منٹ کی خواری کے بعد اسے وہ نظر آ گئی تھی۔ اسکا جسم بے حرکت تھا اور بڑی تیزی سے ڈوب رہا تھا۔ وہ بے تابانہ اس کی طرف بڑھا اور چند پلوں میں ہی اس کے بے جان ہوتے وجود کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس کے نرم و نازک وجود کو خود سے لگاتے

خاور کو اپنا دل رکتا محسوس ہوا۔۔ کیا تھی وہ لڑکی۔۔؟ ایسا کیا خاص تھا اس میں کہ وہ کسی نو عمر لڑکے کی مانند اس کے لیے دیوانہ ہو گیا تھا۔۔؟ خود کو سنبھالتا وہ اسے لیے سطح کی طرف بڑھا تھا اور ایک منٹ سے بھی کم کے وقفے میں سطح سمندر پر لے آیا۔ وہ ہوش و خرد سے بے گانہ ہو چکی تھی۔ اتنے میں لائف بوٹ میں سوار اس کے دو گارڈز کی نظر بھی اس پر پڑ گئی تھی۔ وہ فوراً بوٹ قریب لے آئے تو خاور مروہ کو لیے بوٹ میں چڑھ گیا۔ بوٹ واپس شپ تک آئی تو خاور نے اسے اپنے کندھے پر ڈالا اور جہاز سے لٹکتی سیڑھی پر احتیاط سے چڑھتا وہ واپس جہاز پر چڑھ گیا۔ اس نے گارڈز میں سے کسی کو بھی مروہ کو ہاتھ نہیں لگانے دیا تھا۔ پندرہ سے بیس منٹ کا یہ دورانیہ خاور یامین کی زندگی کا بدترین وقت تھا۔ اسکا دل ابھی تک سینہ چیر کر باہر نکلنے کی حد تک تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ مروہ کو واپس کمرے میں لا کر اس نے بیڈ پر لٹایا اور اس کے سینے پر دباؤ ڈال کر پانی نکالنے کوشش کرنے لگا۔۔ ہر کوشش خاور یامین کے دل کی دھڑکن تیز کر رہی تھی۔ وہ اس کا

مرنا ہرگز اور ہرگز برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اور پھر سات سے آٹھویں کوشش میں مروہ کو کھانسی کا دورسا پڑا تو خاور یامین ایک گہرا سانس لیتا اس سے دور ہو گیا پیشانی پر آتے گیلے بال پیچھے کرتے ہوئے وہ گہرے سانس لیتا خود کو یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ لڑکی زندہ ہے۔ جبکہ اس کی دلی حالت سے انجان مروہ نے بامشکل آنکھیں کھول کر سامنے دیکھا۔ خاور کو وہاں دیکھ کر اسے شدید بے بسی کا احساس ہوا۔ وہ شخص اسے موت کے منہ سے واپس کھینچ لایا تھا۔ یعنی اس شخص سے فرار ناممکن تھا۔ تبھی وہ اس کی جانب پلٹا۔ نیلی آنکھوں میں ضبط کی سرخی لیے وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ مروہ کو اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا۔

"کیوں کیا۔۔؟؟؟" اس کی جانب آتا وہ دہاڑا تھا۔ مروہ سہم کر پیچھے بیڈ کراؤن سے جا لگی۔ مقابل کی آنکھوں میں تباہ کن شعلے لپک رہے تھے۔ مروہ کا دل سوکھے پتے کی مانند لرزنے لگا۔

✿✿✿✿✿✿✿

"السلام علیکم پھپھو۔۔!" انھیں سلام کرتی وہ ان کے گلے لگی تو ندرت بیگم نے اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے اسے خود سے الگ کیا۔

"وعلیکم السلام۔۔ تم کب آئیں۔۔؟" مسکرانے کی کوشش کرتی وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولیں تو عنیزہ ہولے سے مسکرائی۔

"میں کچھ دیر پہلے ہی آئی تھی، آپ اپنے روم میں نماز ادا کر رہی تھیں تو عالی نے بتایا کہ شاہ ویز ٹیرس پر ہے تو میں بس وہیں چلی گئی تھی!" اس نے عام سے انداز میں انھیں جواب دیا تو انھوں نے سر اثبات میں ہلایا۔

"کس کے ساتھ آئی تھیں۔۔؟" کچھ یاد آنے پر مزید پوچھا تو کچن کی طرف بڑھتی عنیزہ کے قدم رکے۔

"کسی کے ساتھ بھی نہیں۔۔ کیب کروا کر خود ہی آگئی تھی!" اس نے کندھے اچکا کر لاپرواہی سے کہا تو ندرت بیگم کی پیشانی تپ اٹھی۔ انھوں نے اسے بنا کچھ کہے عالیان کے کمرے کا رخ کیا تھا۔

"جاؤ عنیزہ کو گھر چھوڑ کر آؤ۔۔ کافی رات ہو رہی ہے میں اسے اس وقت اکیلے نہیں جانے دے سکتی!" انھوں نے نرم لہجے میں بیٹے کو مخاطب کیا جو اوندھے منہ بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔ ماں کی آواز پر ان کی طرف پلٹا۔

"امی میرا اس گھر میں جانے کا کوئی موڈ نہیں ہے، اسے جانے دیں پلیز۔۔ وہ اکیلی آ سکتی ہے تو اکیلی جا بھی سکتی ہے!" اپنی سرخ آنکھوں کی پلکیں جھپکاتا وہ بھاری ہوتی آواز میں بولا تو ندرت بیگم اس کے کمرے میں داخل ہو گئیں۔

"ایسے نہیں کہتے بیٹا۔۔ تمہارے ماموں کا گھر ہے" ندرت بیگم نے اسے سمجھانے کی غرض سے کہا تو وہ لیٹے سے اٹھ بیٹھا۔

"میرے لیے وہ گھر اب صرف ایک کھنڈر ہے امی۔۔ پلیز مجھے مجبور نہ کریں!"

ضبط بھری نگاہوں سے ماں کا چہرہ دیکھتا وہ سنجیدگی سے بولا تو ندرت بیگم لب بھینچ کر رہ گئیں۔۔ جانتی تھیں کہ مروہ کی گمشدگی نے عالیان کو نڈھال کر دیا ہے اس پر مستزاد شاہ میر کی موت۔۔ !

"ٹھیک ہے۔۔" آہستگی سے کہتی وہ الٹے قدموں پلٹ آئیں۔ عنیزہ کچن میں اپنے اور شاہ ویز کے لیے کافی بنا رہی تھی۔ ندرت بیگم نے لینڈ لائن نمبر سے قدرت ہاؤس کا نمبر ملا لیا۔ کال راشدہ بیگم نے ریسیو کی تھی۔

"عنیزہ کہاں ہے کچھ علم ہے تمہیں؟" سلام دعا کے فوراً بعد انھوں نے راشدہ سے کہا تو دوسری جانب وہ کچھ تذبذب کا شکار ہوئیں۔

"وہ شاید اپنے کمرے میں سو رہی ہے۔" ان کی افسردہ سی آواز فون کے سپیکر سے ابھری تو ندرت بیگم کے لبوں پر طنزیہ مسکراہٹ آ ٹھہری۔

"ہاں اور نیند میں چلتے چلتے یہاں میرے گھر کے کچن میں کھڑی اب کافی بنا رہی ہے!" انھوں نے کڑوے ترین لہجے میں طنز میں بجھا تیر پھینکا تو دوسری جانب وہ پل بھر کو کچھ بول ہی نہ سکیں۔

"بھانجی کی خدمتوں سے فرصت ملے تو ذرا بیٹی پر بھی نظر رکھو راشدہ۔۔ ایک تو گھر چھوڑ کر بھاگ ہی گئی ہے، یہ نہ ہو کہ دوسری بھی کسی روز کوئی چاند چڑھا دے اور میری سنو بات۔۔!" کاٹ دار لہجے میں بولتے بولتے وہ ایک لمحے کو رکیں۔

"بیٹے کا غم بڑی مشکلوں سے برداشت کیا ہے میں نے۔۔ بھائی کا صدمہ میں سہہ نہیں پاؤں گی۔۔!" درشتگی سے کہہ کر انھوں نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا تھا۔ انھیں یقیناً راشدہ بیگم کی کوئی وضاحت سننے میں دلچسپی نہیں تھی۔ پیشانی مسلتی وہ صوفے سے اٹھیں تو نگاہ کچن کی دہلیز میں کھڑی عنیزہ پر پڑی۔ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو لیے وہ بے یقینی و دکھ کے عالم میں انھیں ہی دیکھ رہی تھی۔ ندرت بیگم نے بے اختیار نظریں چرائیں۔

"مجھے آپ سے یہ امید نہیں تھی پھپھو۔۔!" بھرائی ہوئی آواز میں کہتی وہ وہاں مزید رکی نہیں تھی۔ اپنا دوپٹہ سنبھالتی تیزی سے بھاگتی چلی گئی۔ ندرت بیگم نے اپنا سر تھام لیا۔۔

✿✿✿✿✿✿

وہ آج کافی دنوں بعد سٹڈی روم میں آئی تھی۔ وہاں پہلے بلب کی مدھم زرد روشنی ہر سُو پھیلی ہوئی تھی۔ شاید قدرت اللہ صاحب نے بھی ادھر کا رخ نہیں کیا تھا۔ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی وہ اپنی اور مروہ کی مشترکہ بک شیلف کی طرف آ گئی۔ وہاں ڈھیروں اردو ناولز ترتیب سے رکھے ہوئے تھے۔ وہ سب اس نے ضد کر کر کے شاہ میر سے منگوائے تھے جنہیں دیکھتی بخت آور کے لبوں پر پھیکی سی مسکان آ ٹھہری۔۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر نبیلہ عزیز کا 'در دل' نکال لیا۔ کتاب کے سر ورق پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کی آنکھیں پھر سے نم پڑنے لگیں۔ وہ رو رو کر

تھک چکی تھی مگر جانے کیوں آنکھیں سمندر بنی ہوئی تھیں جن کا پانی خشک ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔

"یہ فضول ناولز پڑھ کر تمہیں ملتا کیا ہے ویسے۔۔؟؟" اس کے ہاتھ سے 'آن' بقلم میرب حیات چھینتا وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔ جانے کب وہ اس کے سر پر آن پہنچا تھا۔

"آ۔۔ آپ واپس کریں میرا ناول۔۔!" کرسی سے اٹھ کھڑی ہوتی وہ بے تابانہ بولی تھی۔

"بالکل نہیں۔۔ پہلے کیمسٹری کی بک نکالو۔۔ کل ٹیسٹ ہے ناں تمھارا۔۔ تیاری کرنی پڑے گی" وہ قریب ہی صوفے پر پھیل کر بیٹھ گیا تھا۔

"میر پلیز بہت ہی ٹریجک سین چل رہا ہے مجھے پڑھنے دیں پلیز۔۔!"بخت آور نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے ناول لینے کی کوشش کی مگر اس نے بڑے آرام سے ہاتھ پیچھے کر لیا۔

"میں نے منع کر دیا ہے نا۔۔ جاؤ کیمسٹری کی بک لے کر آؤ شاباش۔۔!"شاہ میر نے حتمی انداز میں کہا تو وہ رونے والی ہو گئی۔

"خالہ۔۔ خالہ۔۔ میں خالہ کو بتاؤں گی۔۔!"ہونٹ مروڑ کر کہتی وہ بس رونے کو ہوئی تو شاہ میر نے سرعت سے اس کی کلائی تھام لی۔

"خبردار رونا مت۔۔"اس کے لبوں پر انگلی رکھتا وہ نرمی سے بولا تبھی بخت آور کی آنکھ سے ایک آنسو چھلکا تھا۔

"اُفف۔۔ یہ پکڑو۔۔ لو پڑھتی رہو تم سے تو سر ٹکرانا ہی فضول ہے!"ناول کی کتاب میز پر پٹختا وہ عاجز سا ہو کر بولا تو بخت آور نے فوراً وہ ناول جھپٹ لیا۔

"تمہارا رونا مجھ سے برداشت نہیں ہوتا نا اسی بات کا فایدہ اٹھاتی ہو تم!" وہ ناراضی سے کہتا سٹڈی روم سے نکلتا چلا گیا تھا۔

"نہیں ایسی بات نہیں میر رکیے تو۔۔" وہ اس کے پیچھے لپکی مگر کرسی سے ٹکرا کر لڑکھڑا سی گئی۔ گرنے سے بچنے کو اس نے میز کے کونے پر ہاتھ رکھ لیا۔

ٹپ ٹپ ٹپ۔۔ آنسو پھر سے اس کی آنکھ سے چھلکے تھے مگر آج وہ نہیں تھا۔۔ نہ ہی اسے اب آئندہ کبھی وہاں ہونا تھا۔ بخت آور نے آنکھیں بند کر کے ایک گہرا سانس لیا اور پھر ہاتھ میں پکڑا 'درد دل' واپس اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ بھیگے گال دوپٹے کے کونے سے رگڑتی وہ سٹڈی روم کی دیوار گیر کھڑکی کی طرف آ گئی جس پر گرے جالی دار پردے ساکت تھے۔ تنہائی اور اداسی۔۔ بخت آور کو لگا اب تاعمر اسے انھی دو کے ساتھ جینا ہے کیونکہ وہ۔۔ اپنی تنہائی کی ساتھی۔۔ سکھ دکھ میں سانجھی۔۔ دوست کم بہن زیادہ، مروہ قدرت اللہ سے بھی محروم ہو چکی تھی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی غیر موجودگی میں مروہ کے ساتھ ایسا کیا ہوا کہ وہ خود

گھر سے چلی گئی مگر وہ اتنا ضرور جانتی تھی کہ مروہ بھاگی نہیں ہے، وہ بھاگ ہی نہیں سکتی تھی۔۔ بخت آور کو اس پر پورا یقین تھا۔ مروہ کی سلامتی کے لیے دعا گو ہوتی وہ کافی دیر وہیں ٹہلتی رہی۔۔ رات گہری ہوتی جا رہی تھی مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔۔ کیا کرتی۔۔؟ کیسے اس کمرے میں جاتی جہاں شاہ میر کی خوشبو تھی، اس کی یادیں۔۔ تلخ، میٹھی ہر طرح کی باتیں اس کے کانوں میں گونجتی رہتی تھیں وہ فرار ہو کر کہاں جاتی۔۔؟ تھک کر وہ وہیں کرسی پر بیٹھ گئی کہ تبھی اسے باہر گاڑی کا ہارن بجنے کی آواز آئی تھی۔ اس وقت کون آ سکتا تھا۔۔؟ کرسی سے اٹھتی وہ کھڑکی کی طرف آئی اور پردہ ہٹا کر دیکھا۔ شاہ ویز کی گاڑی سے عنیزہ اتر رہی تھی۔ وہ خود ڈرائیونگ سیٹ سے باہر نکل کر اس کے ساتھ اندر کی جانب آ رہا تھا۔ دونوں شاید کسی سنجیدہ موضوع پر بات کر رہے تھے۔ بخت آور نے لب بھینچتے ہوئے پردہ واپس کھڑکی پر ڈال دیا۔ اسے عنیزہ اور شاہ ویز سے کوئی سروکار نہ تھا۔

بے روح ساوجود میرے پاس رہ گیا

یعنی تُمہارے بعد مُجھے موت آگئی

✿✿✿✿✿✿

"تم سے پوچھ رہا ہوں۔۔؟ جواب دو مجھے۔!" اس کی طرف جھک کر اسے بازو سے پکڑتا وہ اپنا سوال دہرا رہا تھا۔

"میں تمہیں جواب دینے کی پابند نہیں ہوں سمجھے تم۔۔؟" اپنا بازو اس کی گرفت سے چھڑوانے کی کوشش کرتی وہ ہمت کرتی تڑخ کر بولی تو خاور نے اسکا بازو چھوڑنے کی بجائے اسے ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ بھیگے چہرے پر سجی وہ

سنہری آنکھیں اور باریک ناک۔۔ مروہ کے بھیگے بھیگے نقوش عجب ہی بہار دکھلا رہے تھے مگر اس وقت وہ کسی اور ہی موڈ میں تھا۔

"بیوی ہو مگر میری پابند نہیں ہو؟ یہ کیسے ممکن ہے!" اس کی سنہری آنکھوں میں جھانکتا وہ سرد لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"زبردستی کی بیویاں، شوہروں کی پابند نہیں ہوتیں اب چھوڑو مجھے۔۔!" اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے دھکیلنے کی کوشش کرتی وہ غرائی تو خاور نے دوسرے ہاتھ سے اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے خود سے قریب ترین کر لیا۔

"چھوڑنے کے لیے تم سے نکاح نہیں کیا میری مروہ۔۔ اور میری بات اچھے سے اپنے اس ننھے دماغ میں بٹھا لو کہ اگر تم نے آئندہ ایسی کوئی حماقت کرنے کی کوشش کی تو تمہاری سوچ سے زیادہ برا کرے گا خاور یامین۔۔!" سنجیدگی سے پر لہجے میں کہتے ہوئے اس نے آخر میں مروہ کے گال سے چپکی لٹیں پیچھے کیں تو مروہ نے نفرت سے چہرے کا رخ پھیر لیا۔

"جتنا برا کر چکے ہو اس سے زیادہ کچھ برا نہیں ہو سکتا۔۔!"اس کی طرف دیکھے بغیر وہ بھیگتی آواز میں بولی تو خاور نے بغور اس کی جھکی پلکوں کو دیکھا۔

"تم مجھے جانتی ہی نہیں ہو مروہ۔۔ تم نہیں جانتی کہ میں کیا کچھ کر سکتا ہوں" بہت آہستگی سے اسے اپنی قید سے آزاد کرتا وہ مکمل سنجیدگی سے بولا تو مروہ کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"میرے مرنے کے بعد تم جو مرضی کرنا۔۔ لاش کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس کے ساتھ کون کیا کر رہا ہے" پیچھے ہٹ کر بیڈ کراؤن سے لگتی وہ بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھتے ہوئے بولی تو اس بار خاور کچھ نہ بولا۔۔ چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔ وہ لڑکی اسے پاگل کر رہی تھی اور حد یہ تھی کہ وہ پاگل ہو بھی رہا تھا۔

"میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا۔۔!" وہ بے اختیار گویا ہوا۔

"میں تمہیں مر کر دکھاؤں گی۔۔!" وہ دھیرے سے ہنستی بڑے وثوق سے بولی تو خاور کو اپنا دل عجیب سی حالت کا شکار ہوتا محسوس ہوا۔

"تم کیوں مرنا چاہتی ہو۔۔؟ میرے پاس وہ سب کچھ ہے جس کی خواہش کوئی بھی لڑکی کر سکتی ہے پھر تم کیوں۔۔؟ کیوں مجھ سے اور اس عیش بھری زندگی سے فرار چاہتی ہو؟؟" اس کے قریب ہی بیڈ پر بیٹھتا وہ سنجیدگی سے بولا تو اسے دیکھتی مروہ کے بھیگے لب سمٹ گئے۔

"کیوں کہ مجھے تم پسند نہیں ہو۔۔!" بڑا صاف، مختصر اور واضح جواب تھا۔ وہ بڑے اطمینان سے اسے رد کر رہی تھی۔ خاور کے اندر آگ سی بھڑکنے لگی۔

"لیکن مجھے تم پسند ہو، اور مجھے جو کچھ پسند آتا ہے وہ میری ملکیت میں آجاتا ہے جیسا کہ 'تم'..!" اندر کی آگ کو چھپائے وہ بظاہر مطمئن انداز میں بولا تو مروہ کے اندر بھانبھڑ سے جلنے لگے۔

"فکر نہ یہ کرو، بہت جلد میں موت کو گلے لگا کر خود کو آزاد کروالوں گی!" سپاٹ لہجے میں کہتی وہ اس کے پاس سے اٹھنے لگی تو خاور نے سرعت سے اس کی کلائی تھام لی۔ کیا کرے؟ اس لڑکی سے التجا کرے۔۔؟ گڑگڑائے؟ یا رعب جمائے۔۔؟ جو بھی تھا وہ اسے مرتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"مروہ میری بات سنو پلیز۔۔ اب جو ہو چکا ہے وہ بدل تو نہیں سکتا۔۔ تم اس رشتے کو قبول کرلو تم جو چاہو گی میں وہ کروں گا۔۔!" اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتا وہ لہجے کو نرم کرکے بولا تو مروہ نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے تم سے آزادی کے سوا اور کچھ نہیں چاہئیے۔ "!

"وہ تو ناممکن ہے" خاور نے بنا تامل کہا۔ مروہ کو پھر سے رونا آنے لگا۔

"تمہیں میرے ساتھ میرے پاس رہنا ہے بدلے میں جو مانگو گی ملے گا یہ خاور یامین کا وعدہ ہے!" بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوتا وہ اس کے چہرے کو نرم نگاہوں سے تکتا بول رہا تھا۔ مروہ نے ڈبڈبائی نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"تم مجھے ہاتھ مت لگایا کرو۔۔ مجھے چھونے کا سوچنا بھی مت۔۔!" مروہ کو سمجھ نہ آئی کہ اس کے سامنے کیا شرط رکھے مگر فی الحال یہ شرط بے حد ضروری تھی سو اس نے جلدی سے کہا۔ خاور نے لب بھینچتے ہوئے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

"میں تمہیں دیکھ کر گزارا کر لوں گا۔۔" اسنے بڑی شرافت سے ہاتھ باندھتے ہوئے کہا تھا۔

"تم اور میں ایک کمرے میں نہیں رہیں گے۔۔!" ناولز کی ہیپی اینڈنگ یاد کرتی مروہ نے بیڈ اور صوفے والا چکر ہی ختم کر دیا تھا۔ اس کی دوسری شرط پر وہ مبہم سا مسکرایا۔

"میرے لیے ایک چھت تلے ہم دونوں کی موجودگی ہی کافی ہے!" وہ اطمینان سے گویا ہوا۔

"میں تمہارا کوئی کام نہیں کروں گی مثلاً ناشتہ، کھانا، کپڑے پریس کرنا اور وغیرہ وغیرہ۔۔!" وہ اپنے تئیں اسے زچ کرنے کی کوشش کر رہی تھی مگر اس کی اس شرط پر اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔

"میرے پاس ان سب کاموں کے لیے نوکروں کی ایک فوج ہے۔۔ سو ٹھیک ہے اور بتاؤ؟" مروہ کو اب واقعی رونا آیا تھا۔ ایسی کیا شرط رکھے کہ وہ شخص اسے چھوڑ دے۔

"تم مجھے میرے گھر لے کر جاؤ گے اور مجھے میرے گھر والوں سے ملواؤ گے۔۔!" اپنی بھیگتی آنکھیں صاف کرتی وہ دھیمے لہجے میں بولی تو خاور کے لبوں کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔ یعنی وہ کامیاب رہی تھی۔۔

"ان کو سچ بتاؤ گے کہ کیسے تم نے مجھے ٹریپ کیا۔۔"ہمت کرتی وہ مزید بولی تو خاور کی آنکھوں میں سرد مہری چمکنے لگی۔

"یہ ناممکن ہے۔۔!"اسکا جواب حسب توقع تھا۔

"تو ٹھیک ہے پھر۔۔مجھے نہیں جینا۔۔میں مر جاؤں گی کسی روز۔۔کسی رات۔۔کسی بھی پل!"وہ بڑے اطمینان سے خاوریامین کی گردن پر پاؤں رکھ رہی تھی۔وہ اس صورتحال سے عاجز آنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔۔مجھے تمہاری تمام شرائط منظور ہیں۔۔اور کچھ رہتا ہے؟"کچھ سوچ کر اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔مروہ کو گھبراہٹ ہونے لگی۔اگر بابا نے اسے واپس اسی شخص کے ساتھ بھیج دیا تو۔۔؟؟؟

"میں عالیان سے ملوں گی۔۔صرف ایک بار!"اس نے آخری پتہ پھینکا۔۔خاور کی کنپٹیاں سلگ اٹھیں۔وہ لڑکی اب اسکا ضبط آزما رہی تھی۔

"تم مجھے پاگل کر رہی ہو۔۔!" اسے جواب دینے کی بجائے وہ اپنا غصہ ضبط کرتا کمرے سے ہی نکل گیا۔ مروہ نے سکون کا سانس لیتے ہوئے بیڈ پر خود کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ خاور 'ہاں' ہی کہے گا۔ سو مروہ نے سوچ لیا تھا کہ وہ عالیان کو سچ بتا کر اس شخص سے چھٹکارا حاصل کر لے گی۔

✿✿✿✿✿✿✿

دن چڑھتے ہی آج گرمی کا زور محسوس ہو رہا تھا۔ سردیوں کی بچی کچھی چھاپ تو جاتا مارچ اپنے ساتھ ہی لے گیا تھا اور اب تو اپریل بھی رخصت ہونے کو تھا۔ ایسے میں شام کی ہوائیں کراچی کے باشندوں کے لیے کسی نعمت سے کم نہ تھیں۔ ایک تو گرمی اور دوم اس کے بازو پر چڑھا پلستر۔۔ وہ ٹھیک ٹھاک بے زاریت محسوس کر رہا تھا۔ گھر میں کرنے کے لیے کچھ تھا نہیں اور گھر سے باہر وہ تنہا جا نہیں سکتا تھا۔ گزشتہ رات عنیزہ کو گھر چھوڑنے وہ اکیلا ہی گیا تھا اور بڑی احتیاط سے گاڑی ڈرائیو کرنے کے باوجود وہ دو بار حادثے سے بچا تھا۔ وہ رات کی بات تھی، اب تو چڑھا

دن تھا، گاڑی لے کر نکلنے کا مطلب کسی حادثے کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔۔ کچھ دیر اپنے کمرے میں ٹہلتا وہ عنیزہ اور اپنے مابین ہوئی گفتگو سوچتا رہا جس کا موضوع مروہ کی گمشدگی تھی۔ پھر کچھ سوچ کر اپنا والٹ اور موبائل لیتا وہ کمرے سے نکل آیا۔

"کہیں جا رہے ہو۔۔؟" لاؤنج میں ہی اسے ندرت بیگم مل گئی تھیں۔

"جی وہ ایک ضروری کام ہے مجھے۔" مصروف سے انداز میں کہتا وہ وہاں سے نکل گیا کہ رک کر ان کے کسی سوال کا جواب وہ دینا نہیں چاہتا تھا۔ گیٹ سے نکل کر اس نے قدرت اللہ صاحب کی کالونی تک کی کیب کروائی اور اس میں سوار ہو گیا۔

"ہاں اس شام ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو تھی مگر کال کس نے اٹھائی یہ مجھے معلوم نہیں "عنیزہ نے کل رات ہی اسے بتایا تھا۔

"اس وقت گھر میں تم تینوں خواتین کی ہی موجود تھیں، اگر تم نے ریسیو نہیں کی تو مروہ یا مامی میں سے کسی نے کی ہو گی۔۔ تم کل صبح ہوتے ہی مامی سے پوچھ کر مجھے بتانا اوکے۔۔؟" اسے عنیزہ کو دی گئی اپنی ہدایت یاد آئی تو اس نے موبائل نکال کر دیکھا۔ وہاں عنیزہ کی طرف سے کوئی میسج نہیں تھا۔ مجبوراً شاہ ویز نے اسکا نمبر ملایا تھا۔ اس نے پہلی ہی بیل پر کال ریسیو کر لی تھی.

"میں نے کل تمہیں کچھ کہا تھا شاید۔۔؟" اس کے ہیلو کہتے ہی وہ مدعے کی طرف آیا تھا۔

"کیا بھلا۔۔؟؟" وہ بھول چکی تھی۔

"لائیک سیریسلی۔۔؟ میں نے تم سے کہا تھا کہ مامی سے اس دن کی کال کے بارے میں پوچھنا ہے!" شاہ ویز نے مکمل سنجیدگی سے کہا۔

"اوہ وہ میں نے پوچھا تھا ان سے۔۔ شی سیڈ انھوں نے کوئی کال ریسیو نہیں کی تھی اس دن۔۔!"عنیزہ نے اسے بتایا تھا۔

"کیا تمہیں یاد ہے کہ ٹیلی فون کی وہ بیل کتنے بجے کے قریب بجی تھی؟ "

"یاد تو نہیں ہے مگر۔۔ ہاں تب امی نے مغرب کی نماز ادا کی تھی شاید۔۔!"عنیزہ نے کہا تو اس نے مزید کچھ کہے یا سنے بغیر رابطہ منقطع کر دیا۔ دوسری جانب وہ اس کی اس مختصر کال پر حق دق رہ گئی مگر شاہ ویز کو مطلق پرواہ نہیں تھی۔ وہ کالونی کے ہیڈ آفس جا پہنچا تھا۔ اس دوران اس نے نیناں کو قدرت ہاؤس کا لینڈ لائین نمبر بھیج دیا تھا۔ اسے اس نمبر کی کال ڈیٹیلز چاہئیں تھیں۔ اس نے اندر جا کر آپریٹنگ روم کا رخ کیا اور گارڈز کو اپنا پروفیشنل کارڈ دکھایا۔

"مجھے پچھلے ایک ہفتے کی سی سی ٹی وی فوٹیج دیکھنی ہے!"کرسی پر بیٹھتے ہوئے اس نے اطمینان سے کہا تھا۔ گارڈ کچھ تذبذب کا شکار ہوا مگر پھر اسے فوٹیج دکھانے لگا۔ شاہ ویز نے قدرت اللہ صاحب کی گلی کی فوٹیج پلے کروالی تھی۔ شروعات اس نے

اسی دن سے کی تھی جس دن مروہ غائب ہوئی تھی۔ اس نے پورے دن کی فوٹیج دو تین بار دیکھ لی تھی مگر مروہ گھر سے نکلتی نظر نہیں آئی تھی۔ کرسی کی پشت سے ٹیک لگا تا وہ سوچ میں پڑ گیا۔ پھر جیسے ذہن میں جھماکا سا ہوا تو ٹیک چھوڑ تا سیدھا ہو بیٹھا.

"قدرت ہاؤس کی بیک سائیڈ کو جو گلی لگتی ہے اس کی فوٹیج پلے کرو۔" شاہ ویز نے کچھ سوچ کر کہا تو گارڈ نے اس کا چہرہ دیکھا۔

"سر اس سائیڈ پر صرف سٹریٹ کارنر پر ایک کیمرہ ہے۔۔ قدرت صاحب کا بیک گیٹ اس کی رینج میں نہیں آئے گا!" گارڈ نے کمپیوٹر سکرین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو شاہ ویز نے اسے گھورا۔

"کیمرہ جہاں بھی ہے تم فوٹیج پلے کرو۔" شاہ ویز نے سختی سے کہا تو اس نے اسی گلی کی فوٹیج پلے کر دی۔ صبح سے دوپہر اور دوپہر سے شام تک وہ گلی سے گزرتے مختلف چہرے دیکھتا رہا اور پھر رات کی سیاہی۔۔ ہاں رات کی تاریکی میں اس نے

ایک نازک وجود کو گلی سے نکلتے دیکھ لیا تھا جس کا چہرہ تو واضح نہیں تھا مگر اس کی ڈریسنگ اور چال سے ہی شاہ ویز نے پہچان لیا تھا کہ وہ مروہ ہے۔۔

"اس سے اگلی گلی، یہی ڈیٹ اور یہی ٹائم۔۔ جلدی کرو۔۔!" شاہ ویز اسے ہدایت دے رہا تھا۔ گارڈ نے پوری سکرین پر مختلف گلیوں کی فوٹیج پلے کر دی جو اسی تاریخ اور اسی وقت کی تھیں جب مروہ گھر سے نکلی تھی۔ وہ مین روڈ تک آئی تھی اور ایک کیب کروائی۔

"سٹاپ کرواور یہ۔۔ یہ کیب کا نمبر نوٹ کرواؤ۔۔ ہاں۔۔ زوم کرو اسے۔" اپنا موبائل نکالتا وہ جلدی سے بولا۔ نیناں کا جواب آچکا تھا۔ قدرت ہاؤس کے لینڈ لائین نمبر پر اس دن، شام کے وقت کوئی کال نہیں تھی۔ وہاں کوئی کال ریکارڈ نہیں تھا۔

"شٹ۔۔ یہ کیسے پاسیبل ہے" وہ بڑبڑایا۔ وہ بغیر کسی فون کال یا رابطے کے کیسے گھر سے نکل سکتی تھی؟ مروہ کے فون نمبر کی ڈیٹیلز تو اس نے دو دن پہلے ہی نکلوالی

تھیں مگر اس میں کچھ بھی مشکوک نہیں تھا۔ اور تو اور وہ اپنا موبائل فون بھی گھر پر ہی چھوڑ گئی تھی۔ گہری سانس لیتا وہ وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ کیب کا نمبر وہ نوٹ کر چکا تھا۔ وہ نمبر بھی اس کے نیناں کو بھیج دیا۔

"تیئیس اپریل کی شام سات بجے کے بعد اس کیب کا جی۔پی۔ایس چیک کرو نیناں۔۔!" شاہ ویز نے اسے میسج کیا تو اس کی کال آگئی۔

'یہ آپ کیا کرتے پھر رہے ہیں سر۔۔؟ آپ تو غالباً ایک ماہ کی چھٹی پر ہیں نا۔۔؟" اس کی طنزیہ آواز فون کے سپیکر سے ابھری تھی۔

"تم سے جو کہا ہے تم وہ کرو نا۔۔!" شاہ ویز نے کھردرے لہجے میں اسے حکم دیا تو وہ جانے کیا بڑبڑائی۔

"میں کیا کہہ رہا ہوں تم سے۔۔؟؟' وہ مزید سختی سے گویا ہوا تو دوسری جانب موجود نینان کو جڑے لب کھولنے پڑے۔

"میرے کمپیوٹر کی ایکسیس سائبر کرائمز سے ریلیٹڈ ٹیکنالوجی تک ہے آپکو پتہ تو ہے" وہ منمنائی۔

"ہاں مگر تمہاری ایکسیس رضا (آئی۔ٹی ایمپلائی) کے کمپیوٹر تک بھی ہے میں اچھے سے جانتا ہوں۔۔چیک کر کے پانچ منٹ میں بتاؤ مجھے۔۔!" سخت لہجہ۔۔اور سرد آواز۔۔دوسری جانب نینان کو مانتے ہی بنی۔جب کہ رابطہ منقطع کیے بغیر وہ مین روڈ تک آیا تھا اور اپنے لیے کیب کروا کر اس میں سوار ہو گیا۔دوسری جانب کوئی سرگرمی محسوس ہو رہی تھی وہ یقیناً رضا سے بات کر رہی تھی۔پھر تین سے چار منٹ بعد وہ جی۔پی۔ایس ٹریک کر کے اسے انفارمیشن دے رہی تھی۔۔دو تین لوکیشنز کے بعد نیناں نے اسی کالونی سے xxxx مال تک کی رائڈ کی بابت اسے بتایا تھا جس سے نکل کر وہ کیب میں سوار ہوا تھا۔ٹائم بھی وہی تھا جس میں مروہ کیب میں بیٹھی تھی۔

"ڈرائیور۔۔ xxx مال کی طرف لے لو۔۔" اس نے کیب ڈرائیور کو مخاطب کیا تو اس نے گاڑی کا رخ موڑ لیا۔ بیس سے پچیس منٹ میں وہ مطلوبہ مال کے سامنے تھا۔ اب یہاں پر اسے پھر سے آپریٹنگ روم وزٹ کرنا تھا۔ مسئلہ یہی تھا کہ کراچی کے اندر سٹی سیفٹی کیمرہ اتھارٹی اِن پراسیس تھی ورنہ اس گتھی کو سلجھانا اس کے لیے قدرے آسان رہتا۔۔ ایک سٹال سے جوس لے کر لبوں سے لگاتا وہ آپریٹنگ روم کا پتہ کرتا اس جانب آگیا۔ اسکا کارڈ دیکھنے کے بعد گارڈز نے اس کے کہنے پر تیئس اپریل کی شام کی ریکارڈنگ اسے دکھا دی تھی۔ مروہ کا فرنٹ ڈور سے مال کے اندر داخل ہونا اور بیک ڈور سے نکلنا۔۔ ایک پھیری والے بچے کا اس کا پرس لے کر بھاگنا اور مروہ کا اس کے پیچھے دوڑنا۔۔ اس نے سب کچھ بہت غور سے دیکھا تھا۔ مال کے کیمرہ کی ایکسیس سڑک پر جہاں تک تھی وہاں مروہ بھاگتی ہی نظر آئی تھی۔ واپسی کے لیے شاہ ویز نے اگلے دو تین گھنٹے کی ریکارڈنگ

دیکھی تھی مگر وہ واپس نہیں آئی تھی۔ اس نے اُس پھیری والے بچے کی تصویر اپنے موبائل میں لے لی اور وہاں سے نکل آیا۔۔ اب اسے اُس بچے کو ڈھونڈنا تھا۔

✿✿✿✿✿✿

تُو کہ خوشبو تھا، تیرے وصل سے نسبت پا کر

خود سے مِلتے ہیں ___ سرِ شام بچھڑ جاتے ہیں

تُو نے سوچا ہے ___ کبھی راہ بدلنے والے

جو تیرے ہجر میں رُلتے ہیں، کِدھر جاتے ہیں؟

سرخ آنکھوں میں جمع ہوتی نمی کو حلق میں اتارتا وہ بے راستہ سفر پر گامزن ایک سے دوسری سڑک پر گاڑی کو بھگائے چلے جا رہا تھا۔ دل کی حالت حد سے سوا

تھی۔ سوچ سوچ کر اب تو ذہن بھی تھکنے لگا تھا۔ کرے تو کیا کرے؟ جائے تو کہاں جائے؟ اسے کیسے تلاش کرے؟ اسے کیوں نہ جھنجھوڑے؟ وہ لڑکی اس کی پوری ہستی تلپٹ کر کے غائب ہو گئی تھی۔ اس کا بھائی بدنامی کے ڈر سے مر گیا تھا اور وہ۔۔؟ جانے وہ کہاں کس کے ساتھ اپنی زندگی گزار رہی تھی۔ کیا وہ کسی اور کو چاہتی تھی؟ اگر ہاں تو پھر اسے کیوں آس کا سرا تھمایا تھا۔۔؟ مختلف سوالات سوچتے عالیان کی نگاہیں دھندلانے لگیں۔ اس نے سرعت سے شرٹ کے بازو سے آنکھوں کو رگڑا تھا۔

"تم نے ایسا کیوں کیا مروہ۔۔؟؟" اس کا دل چاہا کہ مروہ سامنے ہو اور وہ اسے جھنجھوڑ ڈالے۔ شاہ میر کا بے جان چہرہ، اس کی میت کا قبر میں اترتا اور پھر منوں مٹی تلے دب جانا۔۔ سارے مناظر اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہے تھے۔ جانے کتنے دنوں سے اس نے قدرت ہاؤس کا رخ نہیں کیا تھا کہ اس جانب نہ قدم

اٹھتے تھے اور نہ ہی دل۔۔ عجیب اذیتوں کا شکار اس کا دل ہر گزرتے دن کے ساتھ مزید وحشی ہوتا چلا جا رہا تھا۔

"مجھے ابھی پڑھنا ہے!" اس کی پرسکون آواز عالیان کے آس پاس ابھر رہی تھی۔ وہ ان آوازوں سے پاگل ہونے لگا۔ دماغ زہریلی سوچیں سوچتا زخمی ہو رہا تھا اور دل یادوں سے گھائل۔۔ تھک کر گاڑی روکتا وہ سٹیئرنگ وہیل پر سر ٹکا گیا۔ ٹپ۔۔ ٹپ۔۔ دو شکست خوردہ آنسو اس کی آنکھوں سے ٹوٹ کر گم ہوتے چلے گئے۔ جانے کتنا ہی وقت یونہی بیت گیا جب خود سے تھک کر اس نے سر اٹھایا تھا۔ نگاہ سامنے پڑی تو قدرت ہاؤس کا گیٹ نظر آیا۔

"شٹ۔۔!" لب بھینچتے ہوئے اس نے سٹیئرنگ وہیل پر ہاتھ مارا۔ اسے حقیقتاً پتہ نہیں چلا تھا کہ وہ کب وہاں آن پہنچا تھا۔ گاڑی کو ریورس کرنے کی نیت سے اس نے ابھی اگنیشن میں چابی گھمائی ہی تھی جب اس کی نگاہ کے عین سامنے سیاہ لیمبرگینی آ کر رکی تھی۔ دروازہ کھلا اور وہ اس سے باہر نکلی تھی۔

وہ ہی۔۔

بے وفا۔۔

کج ادا۔۔

بے مہر۔۔

عالیان کو اپنی سانسیں رکتی محسوس ہوئیں۔ وہ مروہ تھی۔۔ سیاہ قیمتی لباس میں ملبوس مروہ قدرت اللہ۔۔ خود کو سنبھالتا وہ سرعت سے باہر نکلا اور دیوانہ وار اس کی جانب لپکا تھا۔ مروہ کی نظر بھی اس پر پڑ چکی تھی۔ عالیان کو اپنی طرف آتا دیکھا اس کے قدم من من بھر کے ہو گئے۔ مروہ کو لگا سفر تمام ہو گیا ہے۔۔ شاید اب اس کی مشکل آسان ہونے والی تھی یا کون جانے کیا ہونے والا تھا۔

✿✿✿✿✿✿

سیاہ لینڈ کروزر نے "ایوانِ یامین" کا وسیع و عریض گیٹ پار کیا تو پچھلی سیٹ سے ٹیک لگائے بیٹھی مروہ سیدھی ہو بیٹھی۔ گردن گھما کر کچھ حیرت سے اطراف میں دیکھا تھا۔ پتھریلی روش پر بیک وقت شاید چار لینڈ کروزر ایک ہی قطار میں بھگائی جاسکتی تھیں جس کے اطراف میں دور دور تک پھیلے سبزے کی باؤنڈری فاصلہ زیادہ ہونے کے باعث مروہ کو کافی چھوٹی نظر آرہی تھی۔ گاڑی اپنی پوری رفتار سے ایک سے ڈیڑھ منٹ چلنے کے بعد مڑتی روش کے سنگ پورچ کی طرف مڑ گئی۔ پورچ کی وسعت بھی دیکھنے لائق تھی جہاں لشکارے مارتے سیاہ رنگ کی مختلف گاڑیاں قطار در قطار کھڑی تھیں۔ مروہ نے شاید اپنی زندگی میں کسی گھر کی شروعات میں اتنی وسعت نہیں دیکھی تھی۔ گاڑی کے رکتے ہی جانے کہاں سے ایک ڈرائیور نمودار ہوا تھا اس نے بڑی پھرتی سے خاور کی جانب والا دروازہ کھولا تھا۔ وہ باہر نکلا اور گھوم کر اس کی جانب آیا۔ مروہ کے لیے اس نے خود دروازہ کھولا تھا۔ ڈرائیور نے کچھ حیرت سے یہ منظر دیکھا پھر ہاتھ باندھتا وہ نگاہ جھکا گیا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ پہلے ہم میرے گھر جائیں گے !" خاور نے اسکا ہاتھ تھام کر اسے اپنے ساتھ گھسیٹا تو اس کے پیچھے قدم اٹھاتی وہ دبی دبی آواز میں بولی۔

"یہ تمھارا ہی گھر ہے میری گولڈن۔۔!" وہ اطمینان سے پُر لہجے میں بولا تھا۔

پورچ سے نکل کر وہ اندرونی عمارت کو جاتی دو دو انچ اونچی روش نما سر مئی سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔

"یہ میرا گھر نہیں ہے اور نا ہی میں تمھاری ہوں۔۔!" اپنی کلائی اس کی گرفت سے چھڑوانے کی کوشش کرتی وہ چلائی۔ اس کے جواب پر قدم روک کر وہ اس کی طرف پلٹا۔

"تم شاید بھول رہی ہو، ہمارے درمیان کل رات ڈیل ہوئی ہے ؟" اس کی آنکھوں میں دیکھتا وہ سنجیدگی سے بولا۔

"جس کی پہلی شرط یہ تھی کہ تم مجھے ہاتھ نہیں لگاؤ گے" بناڈرے وہ دوبدو بولی تھی۔ خاور پر مطلق اثر نہ ہوا۔

"یہ تم نے کیا 'تم تم' لگار کھا ہے؟ آپ کہو تم سے بہت بڑا ہوں۔" ہلکی سی مسکراہٹ اس کی جانب اچھالتا وہ مدھم آواز میں گویا ہوا۔ مروہ کی کلائی ہنوز اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس پر اپنی بات کا اثر نہ ہوتے دیکھ مروہ کا روم روم سلگ اٹھا۔

"جن بڑوں کی حرکتیں چھوٹی ہوں انھیں 'آپ' نہیں 'تم' ہی کہا جاتا ہے۔!" اس نے منہ توڑ جواب دیا تو خاور کے لبوں کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔

"مجھے لگا تھا صرف ہائٹ ہی ہے، مگر اب پتہ چل رہا ہے کہ تمہاری زبان بھی کافی لمبی ہے" اس کی کلائی کو جھٹکا دے کر اسے اپنے قریب کرتا وہ سرد لہجے میں بولا تو اس کی سالگرہ سانسیں اپنی پیشانی پر محسوس کرتی وہ چہرے کا رخ پھیرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔

"اسے لمبی نہیں آئیڈیل ہائٹ کہتے ہیں۔۔!" اپنے قد پر مقابل کا طنز اسے بالکل برداشت نہیں ہوا تھا۔

"اور زبان کے متعلق کیا وضاحت دو گی؟" اس کی سنہری رنگت میں گھلتی سرخیاں دیکھتا وہ دلچسپ انداز میں گویا ہوا۔ جانے کیوں اس کا غصہ وہ لڑکی منٹوں میں زائل کر دیتی تھی۔

"مجھے آپ سے کوئی بحث نہیں کرنی ابھی کے ابھی اپنے گھر جانا ہے!" تڑخ کر کہتی وہ ایک بار پھر اپنی کلائی چھڑوانے کی کوشش کرنے لگی مگر مقابل کی گرفت سخت تھی۔

"تمہیں تمہارے گھر ہی لے کر جا رہا ہوں!" پلٹ کر پھر سے سیڑھیاں چڑھتا وہ لاپرواہی سے بولا۔ مروہ اس کی ساتھ چلنے پر مجبور تھی۔ اسے غصے اور بے بسی کے عالم میں رونا آنے لگا جسے بامشکل ضبط کیے وہ اس کی ہمراہی میں "ایوان یامین" کی اندرونی عمارت میں داخل ہوئی تھی۔ دروازے کے باہر کھڑے گارڈز نے ان کی

لیے دروازہ کھول دیا تھا۔ چکنے فرش پر پاؤں رکھتے ہی مروہ کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔ لب بھینچتی وہ گردن گھما کر اطراف میں دیکھنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ وہ گھر نہیں تھا۔۔ کوئی محل تھا۔۔ تیس فٹ سے بھی اونچی چھت کو دیکھنے کے لیے اسے سر باقاعدہ اونچا کرنا پڑا تھا جو اوپر دیکھنے کی کوشش میں کافی پیچھے چلا گیا تھا۔

مرکری بلبوں اور جھومر سے سجی چھت امارت منہ بولتا ثبوت تھی۔ دائیں جانب قطار در قطار سات آٹھ دیوار گیر کھڑکیوں کے درمیان لکڑی کا خارجی دروازہ تھا۔ کھڑکیوں پر گرے سفید جالی دار پردوں کے پار پار تا حد نگاہ سبزہ پھیلا ہوا تھا جبکہ بائیں جانب گلاس وال کے پار سوئمنگ پول میں ٹھہرے نیلے پانی پر سمندر کا گمان ہو رہا تھا۔ مروہ کو لگا اسے جائزہ لینے کے لیے فرصت کی ضرورت پڑ جائے گی۔

پہلی کھڑکی کے قریب ہی امریکن سٹائل میں اوپن کچن کی curve سلیب پندرہ بیس فٹ لمبائی میں آئی لینڈ کی طرف ختم ہو رہی تھی۔ وہاں کام کرتے خانساماں کی نگاہ اس طرف اٹھی تو کچن کی صفائی کو مزید نکھارتی ملازمہ نے بھی خاور کے ساتھ

چلتی اس لڑکی کو دیکھا۔۔وہ اسے سلیب کے قریب ہی ڈائننگ ٹیبل تک لے آیا جس کے گرد رکھی چنیوٹی لکڑی کی شاندار ڈیزائن کی کرسیوں میں سے ایک اس نے خود مروہ کے لیے کھینچ کر پیچھے کی تھی۔بے شک ملازمین کے لیے یہ منظر حیران کن تھا۔

"ناشتے میں کیا لو گی؟؟"اس کی طرف جھکتا وہ بڑی لگاوٹ سے پوچھ رہا تھا۔کرسی پر بیٹھتی مروہ نے ساکت نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"زہر۔۔!"اسکا یک لفظی جواب مقابل کا موڈ ایک بار پھر غارت کر گیا تھا۔اس نے لب بھینچتے ہوئے اس کا ملیح چہرہ دیکھا پھر خانساماں کی طرف متوجہ ہوا۔

"ناشتہ لگاؤ۔۔"اسے حکم دیتا وہ پلٹا تو مروہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میرا ناشتہ کرنے کا کوئی موڈ نہیں آپ کو سمجھ کیوں نہیں آتی۔۔؟" نا چاہتے ہوئے بھی وہ ملازمین کی موجودگی میں اپنا طرز تخاطب تبدیل کر گئی تھی۔ آواز اتنی اونچی ضرور تھی کہ خاور کے علاوہ اس کے ملازمین نے بھی سنی تھی۔

" سمجھنے کی ضرورت مجھے نہیں تمہیں ہے، ناشتہ کرو فریش ہو جاؤ پھر چلتے ہیں۔۔!" اس کی طرف گھوم کر خاور نے نرم لہجے میں کہا تو اس بار مروہ کچھ نہ بولی۔ چپ چاپ واپس بیٹھ گئی۔ جبکہ خاور لمبے لمبے ڈگ بھرتا بالکل سامنے کی جانب اوپر کو جاتی سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔ زینے کے بالکل سامنے کمرے کا دروازہ تھا جسے کھول کر وہ اندر گم ہو گیا تھا۔ مروہ کے دیکھتے ہی دیکھتے خانساماں اور دو ملازماؤں نے ڈائننگ ٹیبل ناشتے کے لوازمات سے بھر دیا تھا۔ کہنیاں ڈائننگ ٹیبل پر رکھ کر ٹھوڑی کو ہاتھوں پر جماتی وہ ٹیبل پر سجے لوازمات سے نظریں چراتی پھر سے اطراف میں دیکھنے لگی۔ سیڑھیوں کے ساتھ ہی دوسری منزل کی چھت تلے وسیع و عریض ٹی وی لاونج تھا جس میں جہازی سائز صوفوں کے مخالف سمت

میں فش ایکورم میں مچلتی ست رنگی مچھلیوں کا رقص دیکھتی مروہ چند پلوں کے لیے اس محل کی خوبصورتی میں کھو سی گئی۔ پھر اسے دوسری جانب کی سیڑھیوں سے اترتا دیکھا تو وہ ہوش میں آئی تھی۔ دل ہی دل میں خود کو ڈپٹتی وہ نگاہوں کو قابو میں رکھنے کی کوشش میں نظر جھکا گئی۔ سیاہ شلوار سوٹ میں ملبوس گیلے بالوں کو جھٹکتا اس کی طرف آ گیا مگر مروہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔ خاور کو اپنی وجاہت پر پہلی بار شک ہوا تھا۔ لب بھینچتا وہ کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھ گیا۔ خانساماں اسے ناشتہ سرو کرنے لگا۔

"مجھے ناشتہ نہیں کرنا۔۔!" مروہ نے ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے سے نکالتے ہوئے کہا۔

خاور نے خانساماں کو ہاتھ سے اشارہ کر کے مروہ کے لیے پلیٹ سجانے سے منع کر دیا اور خود اس کے لیے پلیٹ میں آملیٹ نکالنے لگا۔

"میں نے منع کیا ہے" وہ دبی دبی سی آواز میں چلائی۔

"ششش۔۔ شور مت کرو۔۔" اسے ٹوکتا وہ اب اس کے لیے توس پر بریڈ لگا رہا تھا پھر آہستگی سے توس اس کی پلیٹ میں رکھے۔ جوس گلاس میں نکال کر اس کی طرف بڑھایا تو ملازمین ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ وہ محمل کے علاوہ کبھی کسی کے لیے کھانا نہیں نکالتا تھا، حریم کے لیے تو کبھی نہیں۔۔

"مجھے ناشتہ نہیں کرنا مطلب نہیں کرنا۔۔!" گلاس والا اسکا ہاتھ پیچھے جھٹکتی وہ اس بار اونچی آواز میں چلائی تھی۔ گلاس سے جوس چھلک کر کچھ خاور کے ہاتھ پر تو کچھ نیچے فرش پر گرا تھا۔ خاور کی برداشت جواب دینے لگی۔

"میں نے کہا ہے آواز نیچی رکھو۔۔ میری بیٹی کی طبیعت خراب ہے" اس کی آنکھوں میں دیکھتا وہ سخت مگر دھیمے لہجے میں بولا تو اس کی بات سنتی مروہ کے چہرے پر سایہ سا لہرا گیا۔

"اوہ۔۔ تو موصوف شادی شدہ ہیں، بیٹی کے باپ ہونے کے باوجود کسی اور کی بیٹی سے زبردستی شادی کرتے ہوئے حیا بھی نہیں آئی ہو گی ہے نا۔۔؟؟" مروہ تو اندر

تک سلگ اٹھی تھی سو ایک جھٹکے سے کرسی سے اٹھتی طنزیہ لہجے میں پھنکاری تھی۔

"حیا۔۔وفا۔۔دعا۔۔بہت سی آتی ہیں میرے پاس مگر پھر ایک رات گزار کر چلی جاتی ہیں!" اپنی گود میں نیپکین بچھاتا وہ عام سے لہجے میں بولتا اس پر دوسرا انکشاف کر رہا تھا۔۔مروہ کی حالت غم و غصّے سے خراب ہونے لگی۔

"آپ ایک انتہائی گھٹیا انسان ہیں مجھے آپ کے ساتھ نہیں رہنا۔۔!" ملازمین کی موجودگی کی پرواہ کیے بغیر وہ شہادت کی انگلی اٹھاتی بھرائی ہوئی آواز میں چلائی۔

"گھٹیا تو ہوں۔۔مگر تمھارے بھائی کی طرح منافق نہیں ہوں" وہ کانٹے میں آملیٹ پھنسا کر دانتوں سے اندر کھینچتا مکمل سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔شاید اسے بھی کسی کی موجودگی کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔

"میرے بھائی کو خود سے مت ملائیں۔۔ آپ ان کے قدموں کی دھول تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔۔!" نفرت سے اسے تکتی مروہ نے زہر خند لہجے میں کہا تو جوس کا گلاس لبوں سے لگاتا وہ پل بھر کو رکا پھر دھیرے سے نفی میں سر ہلا کر گلاس لبوں سے لگا گیا۔

"بڑی نادان ہو تم۔۔" وہ یہی کہہ سکتا تھا۔ مروہ کا دل کیا اس شخص کا منہ نوچ ڈالے۔ خاور نے مکمل اطمینان سے ناشتہ کر رہا تھا جبکہ اس دوران وہ ضبط کیے وہیں کھڑی رہی۔

"عارفہ بی بی کو ڈریسنگ روم میں لے جاؤ۔۔ اور تم۔۔" اس نے قریب ہی کھڑی ملازمہ کو حکم دیتے ہوئے آخر میں اسے مخاطب کیا تو مروہ نے بادل ناخواستہ اس کی طرف دیکھا۔ گندمی رنگت پر سجی نیلی آنکھوں میں سنجیدگی سی سنجیدگی تھی۔

"چینج کر لو پھر چلتے ہیں۔!" اس کی طرف دیکھتا وہ بے تاثر لہجے میں کہہ رہا تھا۔ مروہ نے مزید کوئی بحث کیے بنا ملازمہ کی تقلید میں قدم بڑھا دیے۔ اس گھر کی

بھول بھلیوں میں ڈریسنگ روم تک پہنچتے پہنچتے اس بار مروہ نے نظریں نہیں اٹھائی تھیں مگر جھکی نظروں نے قدموں کو دبیز قالین کو روندتے ضرور دیکھا تھا۔

ڈریسنگ روم کیا تھا، ایک شاپنگ مال کا سا منظر تھا جہاں قطار در قطار لیڈیز سوٹ کی بہتات تھی۔ دیواروں میں بنے میں لکڑی کے شُوریکس میں جڑی مختلف رنگوں اور ڈیزائنز کی سینڈلز، ہینڈ بیگز، پرفیومز کی شیشیاں۔۔ مروہ کا دماغ چکرانے لگا۔ کیا تھا وہ شخص۔۔؟ اتنا پیسہ۔۔؟ اتنی جائیداد۔۔ اس قدر دولت کیا وہ تن تنہا اس کا مالک تھا۔۔؟ ماؤف ہوتے دماغ کو سنبھالتی وہ ایک جانب صوفے پر بیٹھ گئی۔

"بلیک کلر میں کوئی بھی سوٹ نکالا دو۔" مروہ نے کچھ جھجھکتے ہوئے ملازمہ کو کہا تو اس نے تھوڑی سوچ بچار کے بعد ایک سیاہ سوٹ اس کے سامنے رکھ دیا۔ پھر اس کے ساتھ کی میچنگ سینڈلز پہن کر وہ دوپٹے کو طریقے سے سر پر جماتی اسی ملازمہ کے ساتھ ڈریسنگ روم سے باہر نکل آئی۔ خاور جو ناشتہ کر چکا تھا اسے وہاں آتے دیکھ تو ایک پل کے لیے مبہوت رہ گیا۔ سیاہ رنگ میں اس کی سنہری رنگت کھل

اٹھی تھی۔ سنہری آنکھوں کی پلکوں پر کچھ موتی سے اٹکے شاید اپنی بے بسی پر خفا سے تھے۔ خاور کے دل کو کچھ ہوا۔ جانے کیوں وہ اس لڑکی کی معاملے میں اپنے دل کے ہاتھوں یوں مجبور ہو گیا تھا ورنہ عورت ذات کے ساتھ زور زبردستی کا قائل تو وہ کبھی نہیں رہا تھا۔

"اب چلیں۔۔؟" نم آنکھوں سے اسے گھورتی وہ تپے تپے سے لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

"ہاں بالکل۔۔" خاور کے لب بامشکل ہلے۔ نظریں اس کے چہرے سے ہٹنے کو انکاری تھیں جبکہ سینے میں قید دل ہمک ہمک کر اسے چھونے کی خواہش کر رہا تھا۔ پشت پر ہاتھ باندھتا وہ دل کی بڑھتی تمناؤں پاؤں رکھتا بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ مروہ نے مرے مرے قدموں سے اس کی تقلید کی تھی۔

✿✿✿✿✿✿

گاڑی قدرت ہاؤس سے کچھ فاصلے پر رکی تو دور سے ہی اپنے گھر کا گیٹ دیکھتی مروہ کی نظریں دھندلا گئیں۔ آنسو حلق میں اٹکنے لگے تھے۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اندر جائے گی تو کیا کہے گی۔۔؟ خاور نے گاڑی ریورس کر کے روک دی تاکہ بس سٹارٹ کر کے فوراً وہاں سے نکلا جا سکے۔

"پہلے میں اندر جاؤں گی!" مروہ نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا تو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے خاور نے گردن موڑ کر اس کی جانب دیکھا۔

"تاکہ مجھے ولن ثابت کر سکو۔۔؟؟" لبوں پر مدھم مسکراہٹ سجائے وہ بڑے اطمینان سے پوچھ رہا تھا۔

"جو آپ 'ہیں' وہ ثابت کرنے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے" اس کی طرف دیکھتی وہ تڑخ کر بولی۔ لہجے میں اس کے لیے کوئی رعایت نہیں تھی۔ خاور کی لبوں پر رینگتی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"یہ ولن ہی اب تمہاری زندگی کا ہیرو ہے، جاؤ اور بتاؤ اپنے گھر والوں کو۔۔!"

سیٹ کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے اس نے اپنی بھاری آواز میں کہا سر جھٹکتی مروہ اس دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

"وہ تمھیں قبول نہیں کریں گے میری مروہ۔۔ تم واپس میرے ہی پاس آؤ گی!"

ہولے سے آنکھیں بند کرتا وہ سرگوشیانہ بولا تھا۔ سڑک پر قدم رکھتے ہی وہ اپنے گھر کے گیٹ کی طرف بڑھی تھی معاً وہ ٹھٹھکی۔ قدم روک کر اس نے سامنے دیکھا تو دیکھتی رہ گئی۔ عالیان کو وہاں دیکھ کر وہ اپنی جگہ سے ہلنے کی قابل نہیں رہی تھی۔ اسے اپنی جانب آتا دیکھ مروہ کی آنکھیں بہت تیزی سے بھیگی تھیں۔ اس نے پلٹ کر ایک نظر سیاہ لیمبر گینی کی طرف دیکھا جس کا رخ دوسری جانب تھا۔ فرنٹ مرر کے سوا اخاور اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ سرعت سے عالیان کی طرف بڑھی۔

"عالیان۔۔عالی میری بات سنو پلیز۔۔!"اس کے قریب آتی وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"اب کیا لینے آئی ہو یہاں۔۔؟؟؟"اسے دونوں بازوؤں سے تھامتا وہ چلایا۔

رونے کے باعث اس کی آواز بھاری اور آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"میں تم سب سے بات کرنے آئی ہوں پلیز سنو تو۔۔!"مروہ نے بولنے کی کوشش کی جب عالیان نے اس کی بات کاٹ دی۔

"سننے کے لیے کچھ نہیں بچا مروہ۔۔تم نے سب ختم کر دیا۔۔سب تباہ۔۔!"ایک جھٹکے سے اس کے بازو چھوڑتا وہ سرد لہجے میں غرایا۔مروہ نے بے اختیار نفی میں سر ہلایا تھا۔

"تم نے صرف بھائی کو نہیں مارا۔۔تم نے ہم سب کو مار دیا ہے۔۔!" نفرت و حقارت سے اسے تکتا وہ بھیگی ہوئی آواز میں بولا تو مروہ کا نفی میں ہلتا سر رک گیا۔

"کک۔۔ کیا مطلب۔۔؟ یہ کیا کہہ رہے ہو تم۔۔؟؟" اس کا بازو تھامتی وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"بھائی نے اسی رات خودکشی کرلی تھی جس رات تم گھر سے بھاگی تھیں۔۔ ذلت و رسوائی کے ڈر نے انھیں ہم سے چھین لیا مروہ اور اس کی زمہ دار تم ہو۔۔ صرف تم۔۔!" اس کی آنکھوں میں اپنی سرخ انگارہ آنکھیں گاڑھتا وہ دھیمی آواز میں چلایا۔ مروہ کو لگا اس نے کچھ غلط سن لیا ہے۔ دل کی دھڑکن رک سی گئی تھی۔ وہ بے دم ہوتی دو قدم پیچھے ہٹی اور نفی میں سر ہلایا۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔۔!" وہ بڑبڑائی۔ آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گال پر چھلکا تھا۔

"یہ ہو چکا ہے۔۔ بہتر اب یہی ہے کہ جہاں سے آئی ہو وہیں واپس لوٹ جاؤ ورنہ۔۔!" سرد۔۔ بے حد سرد لہجے میں بولتا وہ لمحہ بھر کو رکا۔

"ورنہ۔۔؟" مروہ کے لب پھڑپھڑائے۔

"ورنہ میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔۔!" وہ بنا تامل غرایا تھا۔ اور مروہ تو اتنے میں ہی مر گئی تھی۔ پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے اس نے پھر سے نفی میں سر ہلایا۔

"تم ایسا نہیں کر سکتے تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔۔!" وہ بچوں کی طرح روتی پاگل سی ہو کر بولی۔

"تم سے محبت میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔۔!" زہر خند لہجے میں کہتا وہ پلٹ گیا۔ اسے جاتا دیکھ مروہ دیوانہ وار اس کی جانب لپکی تھی۔

"نہیں عالیان پلیز نہیں۔۔ ایسا مت کہو۔۔ عالی۔۔ عالی رکو" مروہ نے اس کا بازو تھامنے کی کوشش کی جسے عالیان نے ایک جھٹکے سے چھڑایا تھا۔

"دور رہو مجھ سے۔۔ تم میرے لیے بلکہ ہم سب کے لیے مر چکی ہو۔۔!" وہ بے رخی کی انتہا پر تھا۔ مروہ کو لگا وہ واقعی مر گئی ہے۔

"تم ایسے نہیں جاسکتے۔۔عالیان ایسا مت کرو۔۔" وہ روتے روتے چلائی۔کچھ غیر معمولی پن کا احساس ہوا تو سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھے خاور نے آنکھیں کھول کر گردن موڑی۔ تھوڑی اور پھر زیادہ۔۔اگلے ہی پل وہ سرعت سے گاڑی سے باہر نکلا اور عالیان کی طرف لپکتی مروہ کی جانب بھاگا تھا۔

"مجھے مت چھوڑ عالیان پلیز سنو تو۔۔!" عالیان گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی ریورس کر رہا تھا۔مروہ باقاعدہ اس کی گاڑی کا دروازہ بجارہی تھی۔اسے یوں روتے بلکتے دیکھ خاور یامین کا دل ڈوب سا گیا۔سرعت سے آگے بڑھ کر اسے بازو سے تھاما تھا۔

"تم نے کہا تھا تم سو سال تک میرا انتظار کروگے۔۔!" خاور سے اپنا بازو چھڑوانے کی کوشش کرتی وہ حلق کے بل چلائی تھی۔عالیان کی گاڑی دھول اڑاتی لمحہ بالمحہ دور ہوتی چلی گئی۔وہ نہیں رکا تھا۔اس نے مروہ کی ایک نہ سنی تھی اور مروہ۔۔وہ اس کے لفظوں سے گھائل ہو کر مرنے کے قریب ہی تو تھی۔

"تم نے کہا تھا عالیان۔۔!" ہچکیوں کے درمیان بولتی وہ وہیں بیٹھتی چلی گئی۔ خاور نے جھک کر اسے دونوں بازوؤں سے تھام کر زبردستی کھڑا کیا تھا۔

"چھوڑو مجھے۔۔ چھوڑو ظالم انسان۔۔!" اسے پیچھے دھکیلتی وہ چلائی۔ خاور نے بنا اثر لیے اسے اپنے ساتھ گھسیٹا اور ایک نظر اطراف میں دیکھا۔ گرمیوں کی دوپہر میں پوری گلی میں سناٹا تھا لیکن گلی میں لگے کیمروں کی نگاہوں سے اسکا وجود اور یہ ساری کاروائی مخفی نہیں رہی ہو گی اس بات کا اسے باخوبی اندازہ تھا۔ مروہ کو اپنے ساتھ گھسیٹتا وہ گاڑی تک لایا اور اسے فرنٹ سیٹ پر دھکیل کر دروازہ بند کر دیا۔ پھر گھوم کر خود ڈرائیونگ سیٹ پر آیا گاڑی سٹارٹ کر دی تھی۔

"گاڑی روکو مجھے نہیں جانا۔۔ روکو گاڑی۔۔!" اسکا منہ نوچنے کی کوشش کی وہ روتے ہوئے چیخی۔

"زبان بند ورنہ حلق سے کھینچ لوں گا۔۔!" اس کے دونوں ہاتھ تھام کر پیچھے جھٹکتا وہ سخت لہجے میں غرایا تو اس کا خطرناک انداز دیکھ کر وہ ایک لمحے کو سہم گئی۔ اسے

عالیان کے لیے یوں روتے تڑپتے دیکھ خاور یامین کے دماغ کی رگیں غصے سے پھڑپھڑا رہی تھیں۔

"چپ چاپ بیٹھی رہو۔" گاڑی آگے بڑھاتا سرد مہری سی بولا تو ہچکیاں لیتی مروہ دروازہ سے لگ کر بیٹھ گئی۔ پھر پاؤں اونچے کرتی وہ گھٹنوں میں منہ دیتی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ خاور کی برداشت جواب دے رہی تھی مگر ضبط کیے وہ لب بھینچ کر گاڑی ڈرائیو کرتا رہا۔ پھر کچھ سوچ کر اپنے ایک خاص آدمی کا نمبر ملایا تھا۔

"قریشی میں تم سے اپنی کرنٹ لوکیشن شئیر کر رہا ہوں۔۔۔ اس کالونی کے ہیڈ آفس اپنے آدمی بھیجو ابھی۔۔۔!" وہ بے حد مدھم آواز میں بات کر رہا تھا۔

"ہاں ڈیٹیلز میں تمہیں واٹس ایپ کرتا ہوں۔۔ تمہیں جو کہا ہے وہ کرو۔۔!" سنجیدگی سے کہہ کر اس نے کال کاٹ دی۔ اسے کالونی کے کیمروں سے کچھ ریکارڈز ڈیلیٹ کروانے تھے۔

وہ آج پھر قدرت ہاؤس میں آن ٹپکا تھا۔ عنیزہ کے لیے تو اس کی آمد خوشی کا باعث ہی بنی تھی۔ راشدہ بیگم کا رویہ بھی آج کچھ بہتر تھا۔ قدرت اللہ صاحب کچھ دیر پہلے ہی آفس سے واپس آئے تھے۔ اس نے ان سے کافی تسلی سے بات کی تھی مگر ان کی حالت حقیقتاً قابل رحم تھی۔ شاہ میر کی موت نے انھیں نڈھال کر ڈالا تھا۔ گھر میں عجیب اداسی و۔ خاموشی کا سا عالم تھا یا شاید شاہ ویز کو محسوس ہو رہا تھا۔ عنیزہ اس کے اور اپنے لیے کافی بنا کوئی تھی وہ اسی ے گھونٹ بھر رہا تھا جب چادر لپیٹے وہ لاونج میں آئی تھی۔

"ارصم نہیں آیا ابھی تک۔۔؟" اسکا مخاطب رات کے کھانے کے لیے سبزی بناتی راشدہ بیگم تھیں۔

"ابھی تک تو نہیں۔۔ میں تمھارے خالو سے کہتی ہوں وہ لے جائیں گے تمہیں!" دیوار پر لگی گھڑی میں وقت دیکھتی وہ نرمی سے بولیں تو بخت آور وہیں سنگل صوفہ پر بیٹھ گئی۔

"ابو کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے بخت۔۔۔ اور وہ صبح کے گئے کچھ دیر پہلے ہی تو لوٹے ہیں۔۔ تم کچھ دیر ویٹ کر لو ارصم آئے گا تو چلی جانا۔" لاپرواہی سے پاؤں ہلاتی عنیزہ نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے کہا تو بخت آور کچھ تذبذب کا شکار ہوئی۔

"وہ۔۔ اپائمنٹ کا ٹائم نکل جائے گا۔۔ تم اس کو فون کرو نا!" اس نے ہاتھوں کی انگلیاں مسلتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا تو عنیزہ نے کافی کا مگ لبوں سے ہٹا کر اس کی طرف دیکھا۔

"تو کل چلی جانا۔ اب جاؤ روم میں۔۔!" عنیزہ نے تحکم آمیز انداز میں کہا تو بخت آور نے مدد طلب نظروں سے راشدہ بیگم کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک کہہ رہی ہے عنیزہ، ویسے بھی تھوڑی دیر میں رات ہونے والی ہے شہر کی حالات پہلے ہی خراب ہیں۔۔ ایک بار تو پہلے ہی عزت کو بٹہ لگ چکا ہے اب دوبارہ۔۔!" روانگی میں بات کرتے کرتے انھوں نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

ساری گفتگو سنتا شاہ ویز ٹیک چھوڑتا سیدھا ہو بیٹھا۔ جبکہ راشدہ بیگم کے جواب پر بخت آور کی آنکھیں یک دم ماند پڑی تھی مگر شاہ ویز نے دیکھا کہ رونے کی بجائے وہ پھیکے پن سے مسکرادی تھی۔

"آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں خالہ۔۔میں کل چلی جاؤں گی" چادر سنبھالتی وہ اپنی جگہ سے کھڑی ہو گئی۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے، میں لے چلتا ہوں تمھیں۔۔!" صوفے سے اٹھ کھڑا ہوتا وہ اس دوران پہلی مرتبہ بولا تو عنیزہ نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"ارے بیٹا تم خوامخواہ تکلف کرو گے، کل چلی جائے گی ایسی بھی کیا جلدی ہے" اس سے پہلے کہ عنیزہ کچھ کہتی راشدہ بیگم نے لب کشائی کی۔

"آپ میرے تکلف میں پڑنے کی فکر مت کریں ممانی۔۔جو میں کر رہا ہوں یہ میرا فرض ہے"ہلکی سی مسکراہٹ ان کی جانب اچھال کر بے تاثر لہجے میں کہتا وہ بت بنی کھڑی بخت آور کی طرف آیا اور ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی تھام لی۔

"میں کل چلی جاؤں گی!"بخت آور نے دھیمے لہجے میں احتجاج کیا۔

"میں نے تم سے نہیں پوچھا۔۔!"بڑے کھردرے لہجے میں جواب ملا تھا۔وہ دونوں ماں بیٹی اسے دیکھتی رہ گئیں مگر وہ بخت آور کی کلائی تھامے اسے باہر تک لے آیا اور پورچ میں آکر اس کے لیے گاڑی کا فرنٹ ڈور کھولا۔

"میں پیچھے بیٹھوں گی۔!"اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑواتی وہ پچھلا دروازہ کھولتے ہوئے بولی تو شاہ ویز نے کندھے اچکائے۔یک دم پلستر والے بازو میں تکلیف سی اٹھی تو وہ لب بھینچ کر درد ضبط کرتا ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے گاڑی میں بیٹھ گیا۔بخت آور بھی چادر سمیٹ کر پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی تو شاہ ویز نے گاڑی قدرت ہاؤس کے گیٹ سے باہر نکال لی۔پھر ڈاکٹر کے کلینک تک ان کے مابین

کوئی بات نہ ہوئی۔ واپسی پر شاہ ویز نے پچھلا دروازہ پہلے ہی لاک کر دیا تھا۔ کافی کوشش کے بعد بھی نہ کھلا تو وہ فرنٹ ڈور کی طرف آئی۔

"ڈور ان لاک کرو مجھے بیٹھنا ہے۔۔!" دروازے کے کھلے شیشے سے اندر جھانکتی وہ سنجیدگی سے بولی۔

"ہاں تو بیٹھ جاؤ ڈور ان لاک ہی ہے" سٹئیرنگ وہیل پر بائیں ہاتھ کی انگلیاں جمائے وہ آنکھوں سے فرنٹ ڈور کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"مجھے پیچھے بیٹھنا ہے" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی تو شاہ ویز نے سنجیدہ نگاہوں سے اسکا چہرہ دیکھا۔

"میں تمھارا ڈرائیور نہیں ہوں بخت آور۔۔ چپ چاپ میرے ساتھ بیٹھو ورنہ وہاں مین روڈ پر تمہیں بہت سی موٹر وہیکلز مل جائیں گی، کسی کو بھی ہائر کرو اور گھر جاؤ۔۔!" سرد مہری سے کہتے ہوئے اس نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔ ایک آخری

سوالیہ نظر اس پر ڈالی تھی جیسے جواب جاننا چاہ رہا ہوں۔ بخت آور لب بھینچتی فرنٹ ڈور کھول کر اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"تم ایک انتہائی فضول انسان ہو۔۔!" بخت آور نے سامنے سڑک پر دیکھتے ہوئے اس کی عزت افزائی کی۔

"بدتمیزی کرو گی تو بیچ راستے میں اتار دوں گا!" وہ ٹھنڈے ٹھار لہجے میں بولا تو بخت آور نے گردن موڑ کر تاسف بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔۔

"اس کے علاوہ تم سے اور کوئی امید رکھی بھی نہیں جاسکتی۔۔!" وہ فوراً بولی تو شاہ ویز نے گاڑی کی رفتار بڑھادی۔ وہ پہلے ہی بائیں ہاتھ سے گاڑی ڈرائیور کر رہا تھا اس پر مستزاد یہ تیز رفتاری۔۔ یعنی وہ بخت آور کو 'اس کے علاوہ' والی صورتحال کی بابت باور کروا رہا تھا؟

"مجھے موت سے ڈر نہیں لگتا تم چاہو تو سپیڈ مزید تیز کر دو۔۔!" سیٹ کی پشت سے ٹیک لگاتی وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی تو شاہ ویز نے لبوں کو سختی سے بھینچتے ہوئے گاڑی کی رفتار ہلکی کر دی۔

"یعنی تمہیں اس دوسری جان کی زندگی کی کوئی پرواہ نہیں ہے؟' گاڑی باقاعدہ روک کر وہ پورے کا پورا اس کی جانب گھوم گیا۔

"تمہیں ہے؟؟" اس نے الٹا اسی سے سوال پوچھ لیا۔

"اگر نہ ہوتی تو تمہیں چیک اپ کروانے کے لیے کیوں لے کر آتا؟" وہ فوراً بولا تھا۔ آنکھوں میں کچھ غصہ تھا۔

"میرے پاس ان فالتو سوال جواب کے لیے وقت نہیں ہے شاہ ویز۔۔ رات کافی ہو رہی ہے پلیز گھر چلو۔۔!" چہرے کا رخ پھیرتی وہ بے تاثر لہجے میں بولی تو شاہ ویز نے نچلا لب دانتوں میں دباتے ہوئے گاڑی سے باہر دیکھا۔

"جب تک تم میرے تمام سوالات کے جواب نہیں دو گی ہم گھر واپس نہیں جائیں گے بخت۔۔!"شاہ ویز نے واپس اس کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تو بخت آور نے کچھ نا سمجھی سے اس کی طرف دیکھا۔

"کیسے سوالات۔۔؟"اس کی حیرت فطری تھی۔

"مروہ کہاں ہے؟"وہ سنجیدگی سے پُر بھاری آواز میں بولا تو بخت آور نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا۔

✿✿✿✿✿✿

مجھے یہ خوش گمانی تھی

کہ تم میری صداؤں پر

کسی لمحہ تو پلٹو گے

مگر کچھ اس طرح تم نے

ہنر سیکھا بچھڑنے کا

نظر انداز کرنے کا

چلو چھوڑو یہ سب باتیں

فقط اتنا تو بتلا دو

محبت ”ہم“ نے کی تھی نا؟

اس کی آنکھ کھلی تو خود کو اسی گاڑی میں پایا۔ سیٹ کی پشت کو کھول کر اس کے لیٹنے کے لیے بستر کی مانند بنا دیا گیا تھا۔ مروہ نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے اطراف میں دیکھا۔ نگاہوں کے عین سامنے سمندر میں گُل ہوتا سورج اسے پورے دن کی یاد دلا گیا تھا۔ جانے وہ کتنی دیر روتی رہی تھی مگر اس دوران وہ کچھ بھی کہے بنا خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرتا رہا۔ وہ اسے گھر لے کر نہیں گیا تھا۔ جانے کن کن راستوں پر سفر

کرتی اس کی گاڑی ساری دوپہر سڑکوں پر ہی دھول اڑاتی رہی۔۔ غصہ تھا، خفگی تھی یا اداسی۔۔وہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ وہ شخص کس جذبے سے مجبور ہو کر گاڑی اور خود کو تھکا رہا ہے۔۔ شاہ میر کے ساتھ گزرے تمام پل یاد کرتی روتے روتے کب اس کی آنکھ لگی اسے کچھ پتہ نہ چلا۔ خاور نے سیٹ کھول کر اسے مروہ کے لیے صوفہ بنا دیا تھا۔ گاڑی کی رفتار دھیمی کر کے وہ گاڑی سمندر کنارے لے گیا تھا اور خود باہر نکل کر وہیں ٹہلنے لگا۔ اس نے یونہی ٹہلتے ٹہلتے اپنی آنکھوں سے دھوپ کو ڈھلتے دیکھا تھا۔ دل و دماغ شل ہونے لگا تو واپس گاڑی میں آ بیٹھا اور سٹئیرنگ وہیل پر سر رکھ لیا۔ یونہی سر رکھے اس کی بھی آنکھ لگ گئی تھی۔ سامنے سے نظر ہٹا کر مروہ نے گردن موڑ کر دیکھا تو خاور کو سوتا ہوا پایا۔ وہ لب بھینچتی گاڑی سے باہر دیکھنے لگی۔ اس نے صبح غصے میں ناشتہ کرنے سے انکار کر تو دیا تھا مگر اب پیٹ میں بھوک کی شدت سے مروڑ اٹھ رہے تھے۔ ذہن بھٹک بھٹک کر بھوک سے سکڑتے پیٹ کی طرف جا رہا تھا مگر کہتی کس سے۔۔؟ اس شخص سے تو

بالکل نہیں جس کی خود غرضی کی وجہ سے اس کا بھائی مر گیا تھا۔ شاہ میر کا خیال آیا تو اسے پھر سے رونا آنے لگا۔ آنکھیں جو پہلے ہی رو رو کر دکھتا پھوڑا بنی ہوئی تھیں دل کے درد پر پھر سے بہنے لگیں۔ بھوک، دکھ۔۔ نارسائی کا عذاب اور ان چاہا بندھن۔۔ ایک بار پھر سمندر اس کے سامنے تھا۔ موقع بھی غنیمت تھا۔۔ لب بھینچتی مروہ نے ایک نظر خاور پر ڈالی پھر دروازہ کھولنے کے لیے ہینڈل کھینچا مگر۔۔ وہ لاک تھا۔۔ نچلا لب دانتوں میں دباتی مروہ کا دل کیا اپنا گلا گھونٹ لے۔ خود کا مار لے۔۔ اپنی ہستی مٹا لے یا پھر اس شخص کو خاکستر کر دے۔۔ دبی دبی سسکیوں کی آواز سن کر خاور کی آنکھ کھل گئی تھی۔ اس نے سر اٹھا کر مروہ کی جانب دیکھا جو دروازہ سے چپکے بیٹھی پھر سے رونے کا شغل فرما رہی تھی۔ لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے خاور نے پیشانی پر آتے ناک پیچھے کیا اور کچی نیند کے خمار سے سرخ ہوتی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"مت رو مروہ پلیز چپ کر جاؤ۔۔!" ہاتھ بڑھا کر اس کا رخسار چھوتا وہ نرم لہجے میں بولا تو مروہ نے تڑپ کر اسکا ہاتھ جھٹکا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے چھونا مت۔۔!" نفرت سے اسکا چہرہ تکتی وہ حلق کے بل چلائی تھی۔ رو رو کر چہرہ سرخ ہو چکا تھا آنکھوں کے سوجے پپوٹے خاور کے دل میں دراڑ سی ڈال رہے تھے۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔!" اس نے دونوں ہاتھ سرینڈر کرنے والے انداز میں اٹھائے۔

"نہیں چھوؤں گا لیکن تم چپ کر جاؤ!" اس نے ہار ماننے والے انداز کی کہا تو اپنے بھیگے گال رگڑتی مروہ نے تنفر سے سر جھٹکا۔

"رونا تو اب تا عمر کے لیے میری قسمت میں لکھا جا چکا ہے" چہرے کا رخ پھیرتی وہ بڑبڑائی تو خاور نے لب بھینچتے ہوئے اپنی پیشانی مسل ڈالی۔ وہ لڑکی چند دنوں میں

ہی اس کے دل و دماغ کا ناکارہ کر چکی تھی۔ اسے اس کے سوا کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

"تم نے۔۔ اور تمہاری اس زور زبردستی نے میرے بھائی کو ہم سے دور کر دیا۔۔ وہ اب کبھی واپس نہیں آئیں گے اور میں۔۔ میں اتنی بدنصیب ہوں کہ آخری بار ان کا چہرہ بھی نہیں دیکھ سکی۔۔!" اس کی طرف گھومتی وہ آنسوؤں کے درمیان بڑی مشکلوں سے بولی تھی۔ شاہ میر کے ذکر پر خاور کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"تمھارا وہ بھائی بے غیرت تھا میری جان۔۔۔ اپنی بیوی کو خود میرے فارم ہاؤس پر چھوڑ گیا تھا!" سیٹ کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے خاور نے کافی سفاکی سے سچائی کا پردہ چاک کیا تو مروہ نے بے یقینی سے اس کی جانب دیکھا پھر ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔

"جھوٹ بول رہے ہو تم۔۔ جھوٹے مکار۔۔ فریبی ہو تم۔۔!" مروہ کے لب پھڑ پھڑائے۔ آنکھیں مسلسل بہہ رہی تھیں۔

"شوہر کو یوں برا بھلا کہو گی تو سیدھا جہنم کی ٹکٹ کٹے گی تمھاری۔۔!" گاڑی سٹارٹ کرتا وہ اسے چھیڑنے والے انداز میں بولا تو مروہ نے سلگ کر اسے گھورا۔

"مجھے تمھارا ٹھکانہ وزٹ کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے!" آنسو حلق میں انڈیلتی وہ زہر خند لہجے میں غرائی تو خاور کے لبوں پر دھیمی مسکان در آئی۔ یقیناً وہ اسے تپا کر ہی خاموش کروا سکتا تھا۔

"میرا ٹھکانہ ہی اب سے تمہارا آشیانہ ہے میری مروہ۔۔ اس جہان میں بھی، اور اُس جہان میں۔۔!" گاڑی ریورس کرتا وہ مطمئن انداز میں بولا تو مروہ کا دل کیا اسکا منہ نوچ لے۔

"مروتم۔۔!" ہاتھ لپیٹتی وہ دانت کچکچا کر بولی۔ آنسو واقعی تھم گئے تھے مگر خاور کو اب مزہ آنے لگا تھا۔

"تم بھری جوانی میں بیوہ ہو جاؤ گی۔۔!" وہ بنا اثر لیے مصنوعی تفکر جتاتے بولا تھا۔ عنابی ہونٹوں پر ایک مدھم مسکراہٹ رینگ رہی تھی۔

"ایسی بیاہتا ہونے سے بیوہ ہونا بہتر ہے" وہ سفاکی کی حد کر گئی تھی۔خاور نے اب بھی اس کی بات کا اثر نہ لیا اور گاڑی ایک پزاہٹ کے سامنے روک دی۔

"چلو پھر تم گڑگڑا کر اللہ سے میرے مرنے کی دعائیں مانگو میں اتنے پیزا کا آرڈر دے کر آتا ہوں" لاپرواہی سے کہتا وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔

"تم جیسے ولن دعاؤں سے نہیں۔۔بددعاؤں اور آہوں سے مرتے ہیں۔۔!" وہ پیچھے سے پھنکاری تو اس بار خاور کے قدم رکے تھے۔پلٹا اور دروازے کے کھلے شیشے سے اندر جھانکا۔

"یقین رکھو کہ تم پر۔۔تمھارے وجود پر۔۔تمھاری روح پر اپنی چھاپ لگانے سے پہلے خاور یامین ہرگز نہیں مرے گا" اس کی گلابی آنکھوں میں اپنی نیلی سمندر

آنکھیں گاڑھتا وہ سنجیدگی سے بولا۔ اس کی اس قدر گہری بات پر مروہ کی پیشانی تپ اٹھی۔

"اور ہاں میں جانتا ہوں کہ۔۔ میں ہیرو نہیں ولن ہوں۔۔ وہ۔۔ جسے ختم کرنے کی کوشش میں تمھاری زندگی کا ہیرو (شاہ میر) مر گیا۔۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتا وہ سرد لہجے میں گویا ہوا تھا۔ پہلے وہ چاہتا تھا کہ وہ شاہ میر کے لیے نہ روئے۔ لیکن اب وہ خود اس کے رونے کا سامان کر رہا تھا۔ اس لڑکی نے اپنی زبان سے ایک بار پھر اس کے اندر کے ڈھیٹ اور خود سر انسان کو جگا دیا تھا۔۔ اس کی بات سنتی مروہ قدرے جھک کر دروازے کے شیشے کے قریب ہوئی۔

"زندہ تو آپ بھی نہیں رہیں گے۔۔ اتنی اذیت دوں گی کہ موت کو ترسیں گے آپ۔۔!" بنا ڈرے۔۔ بنا جھجکے وہ دوبدو بولی تو اس کا اعتماد دیکھتا وہ بے اختیار مسکرایا۔

"یہ کہانی میری ہے مس گولڈن۔۔اس میں ولن آخر تک زندہ بھی رہے گا اور۔۔تمھارے ساتھ اپنی happy ending بھی منائے گا!" ہاتھ بڑھا کر اس کا رخسار چھوتا وہ ذو معنی لہجے میں بولا تو اس کی سنہری آنکھوں میں مرچیں سی بھرنے لگیں۔

"زبردستی کے نکاح کی اینڈنگ۔۔ہیپی نہیں ہوا کرتی خاور یامین۔۔!" اس کا ہاتھ جھٹکتی وہ غرائی تو خاور دھیرے سے ہنسا۔

"افف۔۔۔ایک تو جب تم میرا نام لیتی ہونا۔۔دل گارڈن گارڈن ہو جاتا ہے!" سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے سیدھا ہو کر کہتا وہ اسے زہر سے بھی برا لگا۔

"بھاڑ میں جاؤ۔۔!" وہ پیچھے ہوتی واپس سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا گئی۔

"مجھے تمہارے خوابوں کا محل (بھاڑ) دیکھنے کا کوئی شوق نہیں ہے!" جوابی کاروائی کرتا وہ تیز تیز قدم اٹھاتا پیزا ہٹ کی طرف بڑھ گیا۔ مروہ نے پھر سے دروازہ

کھولنے کی کوشش کی مگر ناکام۔۔ دروازہ لاک تھا۔ ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچتی وہ بے بس سی ہوتی پھر سے رودی۔۔

✿✿✿✿✿✿

کیا وہ اس پر شک کر رہا تھا؟؟ حیرت سے اسے تکتی بخت آور کے چہرے پر سایہ سا لہرا گیا۔

"مجھے کیا پتہ کہ مروہ کہاں ہے!" اس کی طرف دیکھتی بخت آور نے سر سراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"اوہ رئیلی۔۔؟ تم کڈنیپ ہوئیں اور کڈنیپرز نے کچھ بھی ڈیمانڈ کیے یا تمہیں نقصان پہنچائے بغیر تمہیں واپس تمھارے گھر کے باہر ڈراپ کر دیا۔۔ ایسا ہی ہے نا۔۔؟" اس کی طرف سنجیدہ نظروں سے دیکھتا وہ تفتیشی انداز میں پوچھتا اسے ایک پولیس آفیسر ہی لگا۔۔ فقط ایک پولیس آفیسر۔۔ !!

"ہاں ایسا ہے لیکن اس میں میرا کیا قصور ہے؟ مجھے کیا پتہ کہ مروہ کہاں ہے میں تو خود اس کے لیے بہت پریشان ہوں" اس کی طرف دیکھتی وہ وضاحتی انداز میں گویا ہوئی۔

"میں تمہیں قصوروار نہیں کہہ رہا۔۔ میں بس اس کیس کو سولو کرنے کی کوشش کر رہا ہوں" شاہ ویز نے سنجیدگی سے کہا بخت آور نے گردن موڑ کر سڑک سے باہر دیکھنے کی کوشش کی۔ آنکھیں دھندلانے لگیں۔

"تمہارے چہرے پر جو نیل تھے وہ کیسی آئے۔۔ کڈنیپرز نے تشدد کیا تھا؟" اسے خاموش دیکھ وہ مزید بولا تو بخت آور نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔

"کڈنیپ ہونے سے پہلے میں واش روم میں گر گئی تھی" اس نے وہی جھوٹ گھڑا۔

"چہرے کے علاوہ اور کہاں چوٹ آئی تھی نشان دکھاؤ۔۔!" وہ واقعی تفتیش پر اترا ہوا تھا۔

"اور کہیں چوٹ نہیں آئی میں منہ کے بل گری تھی۔۔!" اسے وہ جھوٹ حرف به حرف یاد تھا۔

"منہ کے بل گرنے سے چہرے پر چوٹ نہیں آتی کیونکہ ہاتھ یا کہنی زمین پر پہلے لگتے ہیں۔۔!" اس کے فوری جواب نے بخت آور کو گردن موڑ اس کی جانب دیکھا۔ وہ اپنی ہر بات، ہر سوال اور ہر جواب سے اسے باور کروا رہا تھا کہ وہ پولیس والا ہے۔

"کہنا کیا چاہتے ہو؟" اس کے لب بامشکل ہلے۔

"یہی کہ ہوش و حواس میں منہ کے بل گرنے کی صورت میں منہ نہیں ٹوٹتا۔۔ اور ہوش گنوا کر منہ کے بل گرنے کی صورت میں صرف منہ ہی نہیں دانت اور ناک بھی ٹوٹ جاتی ہے۔۔ اب تم بتاؤ کیا چھپا رہی ہو؟" وہ مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ تھا۔

"چھپانے کو کچھ نہیں ہے میں نے جو کہا وہی سچ ہے۔۔اب گھر چلو پلیز۔!"بخت آور نے بے تاثر لہجے میں کہا تو وہ چند ثانیے اسے تکتا اس کے چہرے پر کچھ کھوجتا رہا مگر اسکا چہرہ بالکل سپاٹ تھے۔جذبات سے بالکل خالی۔۔

"یعنی تم چاہتی ہی نہیں کہ ہمیں مروہ کی خیریت پتہ چلے۔۔!"شاہ ویز نے تاسف بھرے انداز میں کہا تو بخت آور نے اپنے بازو لپیٹ لیے۔

"اگر مروہ کی خیریت دریافت کرنا چاہتے ہو تو اپنے بھائی سے پوچھو۔۔وہ آج اس سے ملا تھا!"اس کی اس مسلسل جرح سے تنگ آتی وہ تپ کر بولی تو شاہ ویز کو حیرت کا ایک جھٹکا لگا۔

"کیا مطلب۔۔؟؟"بخت آور کے جواب نے اسے ایک پل کو سن کر ڈالا تھا۔

"آج محلے کی ایک عورت گھر آئی تھی اور خالہ کو بتایا کہ ان کے بارہ سالہ بیٹے نے اپنے گھر کے ٹیرس سے مروہ اور عالیان کو آج گلی میں دیکھا ہے"بخت آور نے

ناچاہتے ہوئے بھی اسے وہ بتایا جو کسی کو بھی بتانے سے راشدہ بیگم نے اسے سختی سے منع کیا تھا۔

"تو پھر۔۔مامی نے کیا کہا۔۔؟" اس نے پوچھا تو بخت آور کی آنکھوں میں نمی بھر آئی۔

"وہ ہی جو گھر میں سب کہہ رہے ہیں، 'مروہ ہمارے لیے مر گئی ہے' اس کی لاش اب جہاں بھی ہو ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔!" اس نے راشدہ بیگم کے ہمسائیہ عورت سے کہے الفاظ دہرائے تو وہ بے یقینی کے عالم میں کچھ پل بول ہی نہ سکا۔ کوئی ماں اتنی بے رحم بھی ہو سکتی تھی؟؟ لب سختی سے بھینچتے ہوئے اس نے اگنیشن میں چابی گھمائی اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔ پھر اس نے گھر آنے تک بخت آور سے کوئی سوال نہ کیا۔ اب اسے سارے سوالات عالیان سے کرنے تھے۔

✿✿✿✿✿✿

میں تجھ کو چھوڑ آیا ہوں اسی حوصلے سے

وہ کہ جس حوصلے سے جسم کو جان چھوڑتی ہے

آؤ دیکھو میرے چہرے کے خدوخال کو

مان جاؤ گے کہ محبت بھی نشان چھوڑتی ہے

مسلسل سگریٹ پھونکتا وہ اپنے اندر کی آگ بجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اُس کا چہرہ۔۔ اس کا چہرہ اس پل جیسے عالیان بصارت بن گیا تھا۔ بار بار اس کی نگاہوں کے سامنے آتا اسے بے بس کر رہا تھا۔ وہ اسے چھوڑ تو آیا تھا مگر اس کا رونا۔۔ بلکنا اور وہ تمام تر التجائیں۔۔۔! عالیان کو لگا وہ سوچ سوچ کر مر جائے گا۔ کاش وہ کبھی اس کی زندگی میں کہیں ہوتی ہی نہیں اور ہوتی تو کم از کم اس کے دل میں نہ ہوتی۔

"عالیان میری بات تو سنو پلیز..!" اسے لگا وہ اب بھی چیخ رہی ہے۔ عالیان نے پلٹ کر دیکھا۔ رات کی تاریکی میں چھت ویران پڑی تھی۔ وہ لب بھینچتا پھر سے گھر کے پار نظر آتی سیاہ تارکول کو گھورنے لگا۔ تب ہی وہاں شاہ ویز وہاں آیا تھا۔ آہٹ پا کر اس نے سرعت سے انگلیوں میں دبی سگریٹ کو نیچے پھینک کر بوٹ تلے چھپایا تھا.

"اور باقی ٹکڑوں کا کیا۔۔؟" قریب آتے شاہ ویز نے بھرپور سنجیدگی سے اس کے پیروں کے قریب ہی کئی ادھ جلے سگریٹ کے ٹکڑوں کی بابت پوچھا تو وہ اس کی جانب گھوما۔

"یہ تمھارا مسئلہ نہیں ہے!" عالیان نے بھاری ہوتی آواز میں کہا۔

"اس سے تو اچھا تم عنیزہ سے شادی کر لیتے۔۔ کم از کم تمھیں مروہ کے بھاگنے کا اس حد تک افسوس تو نہ ہوتا!" اس کے ساتھ آ کھڑا ہوتا وہ ہنوز سنجیدہ تھا۔ عالیان نے گردن موڑ کر سرخ نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"تم انتہائی بے غیرت انسان ہو۔۔ تم اپنی منگیتر کو میرے سر تھوپنے کی بات کر رہے ہو اور تمھیں شرم بھی نہیں آرہی۔۔!" اس کی طرف دیکھتا وہ سلگتے ہوئے لہجے میں بولا تو شاہ ویز مبہم سا مسکرایا۔

"اپنی غیرت کے بارے میں کیا خیال ہے۔۔؟ اپنی ہی کزن پلس محبوبہ کو اغواء کر کے اب اسی کے غم میں رو رہے ہو۔۔؟" اس نے پشت پر ہاتھ باندھتے ہوئے عالیان کو گھورا تھا۔ لہجہ اتنا کھردرا تھا کہ عالیان اپنی جگہ دنگ رہ گیا۔

"یہ کیا بکواس ہے۔۔ میں نے ایسا کچھ نہیں کیا!" پورے کا پورا اس کی طرف گھومتا وہ دھیمی آواز میں غرایا۔

"حالانکہ تمہیں حال ہی میں مروہ کے ساتھ دیکھا گیا ہے!" شاہ ویز نے اس کی سرخ آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا تو عالیان کے گلے میں کچھ اٹکا۔

"ساتھ دیکھنے کا یہ مطلب کب سے ہوا کہ میں نے اسے اغواء کیا ہے؟" اس کی طرف سے چہرہ پھیرتا وہ شکست خوردہ سے انداز میں گویا ہوا تو شاہ ویز نے اپنے دائیں ہاتھ پر چڑھے پلستر کو ہولے سے کھجایا۔

"میرے پاس زیادہ وقت نہیں عالیان۔۔ جلدی بتاؤ کہ تم اس سے کب ملے تھے.؟ وہ اس وقت کہاں ہے؟" شاہ ویز نے اس کے قریب ہوتے ہوئے سرد لہجے میں کہا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم کہ وہ کہاں ہے؟ اور میں اس سے ملا نہیں تھا، میں تو غیر شعوری طور پر آج ماموں کی گلی میں جا پہنچا تھا اور وہیں میں نے اس کو دیکھا۔۔!" دھیمی آواز میں بولتے بولتے وہ ایک لمحے کو رکا۔ عالیان کو لگا وہ آج کا منظر کبھی بھول نہیں پائے گا۔

"وہ بلیک لیمبر گینی سے نکلی تھی۔۔ گھر جانے کی بجائے سیدھا میری طرف آئی تھی" اور پھر وہ شاہ ویز کو سب بتاتا چلا گیا۔ اس کی مکمل بات سننے کے بعد شاہ ویز نے تاسف بھری نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"تم کس محبت کو رو رہے ہو عالی جو تمہیں اس کی ایک بات سننے پر بھی مجبور نہیں کر پائی۔۔؟" شاہ ویز نے کافی سنجیدگی سے اسے لتاڑا تھا۔

"میرا خود پر کنٹرول نہیں تھا۔۔" شاہ ویز کو لگا وہ رو دے گا۔

"میں وہاں نہیں رک سکا۔۔!" عالیان نے اعتراف جرم کیا۔

"حیرت ہے کہ تم چل کیسے دیے۔۔؟ روتی ہوئی محبت کو چھوڑ جانے کے لیے بڑا جگرا چاہئیے ہوتا ہے!" اس کے کندھے پر اپنا بایاں ہاتھ رکھتا وہ اسے داد دینے والے انداز میں بولا تو عالیان نے اس کی طرف گردن گھمائی۔

"جگرا تو تمھارا بھی بڑا ہے۔۔ تم بھی تو عنیزہ کو رونے کے لیے چھوڑ گئے تھے۔۔؟" عالیان نے جوابی کاروائی کی۔

"وہ میری محبت نہیں ہے!" اسکا فوری جواب عالیان کو چپ کروا گیا تھا۔ وہ اس کی طرف دیکھتا رہ گیا جو بڑے دھڑلے سے عنیزہ کے وجود سے انحراف کر رہا تھا۔

"اب مجھے بتاؤ کیا تم نے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا۔۔؟" شاہ ویز دوبارہ گفتگو کے موضوع کی طرف آیا۔

"نہیں۔۔ شاید اس نے میرے چلے جانے کے بعد مروہ کو سنبھالا ہو یا جو بھی۔۔ وہ گاڑی بھی قیمتی تھی اور اس کا لباس بھی۔۔ مروہ یقیناً شادی کر چکی ہے!" بے تاثر لہجے میں کہتے ہوئے وہ ایک بار پھر اذیت کا شکار ہوا تھا۔

"ہمممم۔۔ تمھیں کیا لگتا ہے؟ بخت آور نے مجھے سچ بتایا ہے یا۔۔؟ مروہ تمھارے جانے کے بعد اس گمنام شخص کے ساتھ گھر کے اندر بھی گئی ہو گی؟" پر سوچ

نگاہوں سے سیاہ آسمان کو تکتا شاہ ویز سنجیدگی سے بولا تو عالیان نے کندھے اچکائے۔

"پتہ نہیں۔۔!" بے دلی سے کہتا وہ پلٹ گیا۔

"پتہ تو میں کرلوں گا اورہاں۔۔ تم نے اگر آئندہ سگریٹ کو ہاتھ بھی لگایا تو میں بابا کو بتادوں گا!" شاہ ویز کی دھمکی پر عالیان نے گھوم کر اس کی طرف دیکھا۔

"میں بھی تمھاری سگریٹ نوشی سے انجان نہیں ہوں۔۔!" نا چاہتے ہوئے بھی وہ اسے دھمکانے کی کوشش میں ہولے سے مسکرایا تھا۔ عالیان کے فوری جواب پر شاہ ویز کو حقیقتاً ہنسی آئی۔

"تم چاہو تو بابا کو بھی اس راز میں شامل کرسکتے ہو۔۔ آئی ڈیم کیئر۔۔!" شاہ ویز کا جواب عالیان کی توقع کے عین مطابق تھا۔ اسے واقعی کسی کی پرواہ نہیں تھی۔ وہ سر جھٹکتا چھت کی سیڑھیاں اترتا چلا گیا جب کہ پیچھے وہ آسمان کو تکتا حسب

معمول اگلے دن کا لائحہ عمل تیار کرنے لگا۔ اسے کل پھر سے کالونی کے ہیڈ آفس جانا تھا۔ آج کی فوٹیج دیکھ کر اس سیاہ لیمبر گینی کا نمبر دیکھ کر مروہ تک پہنچنا تھا۔

✿✿✿✿✿✿

وہ پھر اسے پھر سے اسی محل میں لے آیا تھا مگر اس بار مروہ کے ساتھ اپنوں کا ساتھ چھوٹنے ڈر نہیں غم تھا۔ خودکشی شاہ میر نے کی تھی مگر ان سب نے فاتحہ مروہ پر پڑھ لی تھی۔۔ مرے مرے قدموں سے اس کے ساتھ چلتی مروہ کی سوجی ہوئی آنکھوں کی چمک ماند پڑ چکی تھی۔ خاموش لب سسکیوں کی جنبش سے تھک کر آپس میں پیوست ہو چکے تھے۔ رات چہار سُو اپنے پر پھیلا چکی تھی ایسے میں ایوان یامین کی مغرور عمارت روشنیوں سے منور کسی روشن مینار کا سا منظر پیش کر رہی تھی۔ ملازمین کی چہل پہل اور عمارت کے امور میں مصروفیت معمول کے مطابق تھی۔ وہ اس کی کلائی تھامے اسے اندر لے آیا۔ ڈائننگ ٹیبل پر ایک تین چار سالہ بچی کرسی سنبھالے بیٹھی کھانا کھانے میں مصروف تھی۔ اس کے اردگرد

موجود آدھ درجن ملازمائیں اس کے ساتھ سو جتن کرتی اسے مختلف ڈشز پیش کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ مروہ کو وہ منظر زہر لگا۔ حتی کہ اسے یہ پورا گھر ہی زہریلا لگ رہا تھا۔ بچی کی نظر خاور پر پڑی تو وہ فوراً کرسی سے اتری تھی۔ اسے اپنی جانب آتا دیکھ خاور نے جھکتے ہوئے اس کی طرف باہیں پھیلائیں تو وہ ان میں آ سمائی۔

"آپ کہاں تھے۔؟" وہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اس کا چہرہ چھوتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔ خاور نے مسکراتے ہوئے اسے گود میں بھرا اور سیدھا ہوتے ہوئے اس کے دونوں گال چوم لیے۔

"میں اپنی بیٹی کے دل میں تھا۔" آخر میں اس کی پیشانی چومتا وہ محبت سے بولا تو محمل نے بھنویں سکیڑ کر خاور کو گھورا۔

"دل میں مجھے آپ نظر نہیں آتے۔۔!" وہ بڑی سادگی سے اپنی مشکل اسے بتا رہی تھی۔ اس کے جواب پر وہ قہقہ لگا کر ہنسا۔

"جب آپ بڑی ہو جاؤ گی تب میں دل میں نظر آیا کروں گا نا۔۔!" توجہ سے اس کا چھوٹا سا لال گلابی چہرہ دیکھتا وہ مسکراتے ہوئے بولا تو کچھ پل وہ خاموشی سے اسکا چہرہ دیکھتی رہی پھر گردن گھما کر ملازماؤں کی طرف دیکھا۔

"عالفہ۔۔ عالفہ یہاں آؤ اور مجھے بڑا کر دو۔۔!" عارفہ نامی ملازمہ کو بلاتی وہ جلدی سے چیخی۔ اس کے رد عمل پر حیران ہوتا وہ ہنسا اور بے اختیار ہنستا چلا گیا۔ عارفہ ایوانِ یامین کی خاص ملازمہ تھی۔۔ خاور اور حریم دونوں ہی اپنے اہم کام اس سے کروایا کرتے تھے سو محمل نے بھی اسی کو پکارا تھا۔ ملازماؤں کے چہرے پر بھی مسکان دوڑ گئی تھی مگر وہ لب بھینچے بازو لپیٹے کھڑی اس منظر اور ان تمام نفوس سے بے گانہ نظر آ رہی تھی۔

"عارفہ آپ کو بڑا نہیں کر سکتی، اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرو وہ کریں گے!" اپنی ہنسی روک کر سمجھاتا وہ اسے گود میں لیے مروہ کی طرف گھوما۔

'ان سے ملو۔۔ یہ مروہ ہے آپ کی چھوٹی مام۔۔ اور مروہ یہ میری بیٹی ہے، محمل۔۔!""" خاور نے نرم لہجے میں اپنی گود میں چڑھی بیٹی کا تعارف اس سے کروایا تو محمل نے ٹھوڑی پر شہادت کی انگلی ٹکاتے ہوئے سر ہلایا۔

"یہ پالٹی (پارٹی) میں تو نہیں جایا کریں گی؟" باپ کی طرف دیکھتی وہ اپنی توتلی زبان میں پوچھ رہی تھی۔ مروہ نے اس بچی کی طرف ایک نظر بھی نہیں اٹھائی تھی۔

"بالکل نہیں۔۔!" خاور نے اسے فوری جواب دیا۔

"پیار کریں گی مجھے؟" اس کے پاس ایک اور سوال تھا۔

"بہت زیادہ۔۔!" خاور کے جواب پر مروہ نے ناچاہتے ہوئے بھی ان دونوں باپ بیٹی کی طرف دیکھا۔ نیلی آنکھوں اور پھولے گالوں والی وہ بچی خاور ہی کا پرتو تھی ہاں رنگت بے حد شہابی تھی۔

"اور کھانا بھی ہمارے ساتھ ہی کھائیں گی؟؟" محمل کو یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ پوچھتی چلی جارہی تھی۔

"ہاں بالکل۔۔!" خاور نے اسے مطمئن کیا تو وہ مسکرائی۔

"ٹھیک ہے پھر۔۔ آؤ ہگی کریں۔۔' خوشی سے تالی بجاتی محمل نے دونوں ہاتھ مروہ کی طرف پھیلائے تو ان دونوں کی طرف دیکھتی مروہ کی نظریں ڈبڈباسی گئیں۔

"میں تمھاری ماں نہیں ہوں۔۔ میں صرف تمھارے باپ کی بیوی ہوں، زبردستی کی بیوی۔۔!" اپنے اندر کی کھولن اس ننھی جان پر انڈیلتی وہ خاور کو اپنی جگہ ساکت کر گئی تھی۔ اس نے لب بھینچتے ہوئے مروہ کو گھورا مگر وہ بنا اثر لیے چہرے کا رخ پھیر گئی۔ محمل نے روہانسی ہو کر باپ کی طرف دیکھا۔

"بابا یہ بھی حلیم (حریم) جیسی ہے!" خاور کی گردن میں بازو ڈال کر اپنا منہ چھپاتی وہ سہم کر بولی تو خاور نے بے اختیار اسکا ماتھا چوم لیا۔

"نہیں بیٹے۔۔ یہ حریم جیسی نہیں ہے۔۔ یہ تم سے بہت پیار کرتی ہے ابھی ناراض ہے مجھ سے۔۔ مناؤں گا تو مان جائے گی!" اس کی پیٹھ سہلاتا وہ اس کے کان میں سرگوشیاں کر رہا تھا۔

"نہیں یہ حلیم جیسی ہے بابا۔۔ یہ گندی ہے" وہ مسلسل بڑبڑا رہی تھی۔

"عارفہ اسے روم میں لے کر جاؤ۔۔!" اس نے آگے بڑھ کر مخمل کو ایک ملازمہ کے حوالے کیا اور خود پلٹ کر اس تک آیا۔

"بچوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں ہے تمھیں۔۔؟" اسے بازو سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچتا وہ دھیمی آواز میں غرایا تھا۔ ملازمائیں فوراً وہاں سے نو دو گیارہ ہوئیں۔

"میں غیر شادی شدہ تھی اس لیے میرے پاس ایسا کوئی تجربہ نہیں ہے!" بھیگی آنکھوں میں نفرت سموئے وہ زہر خند لہجے میں پھنکاری تو خاور نے لب بھینچتے ہوئے اس کا بازو چھوڑ دیا۔

"تم ایک انتہائی ڈھیٹ لڑکی ہو۔۔"!

"اور تم ایک پیچ۔۔!" وہ دوبدو غرائی۔ خاور کا ضبط جواب دینے لگا۔

"اپنی زبان کو لگام دو ورنہ بہت بری طرح پیش آؤں گا" شہادت کی انگلی اٹھاتا وہ سخت لہجے میں بولا تو اپنے بازو دوبارہ لپیٹتی مر وہ طنزیہ مسکرائی۔

"میرے خاموش ہو جانے سے تمھاری حقیقت بدل تو نہیں جائے گی۔۔ اور حقیقت یہ ہے کہ تم نے مجھ سے زبردستی نکاح کیا ہے، میرے بھائی کو قبر میں پہنچایا ہے تم نے۔۔ صرف تم نے۔۔!" شعلہ بار نگاہوں سے اسے تکتی وہ حلق کے بل چیخ رہی تھی۔ اس کی نازک آواز ایوان یامین کے لاونج میں گونجتی ملازمین کو

ورطہ حیرت میں ڈال رہی تھی کہ اس گھر میں کسی نے کبھی خاور کے علاوہ کسی اور کی اونچی آواز نہیں سنی تھی اور وہ لڑکی جسے وہاں آئے چوبیس گھنٹے بھی نہیں ہوئے تھے، کتنے دھڑلے سے خاور یامین پر ہی چیخ رہی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے خاور۔۔؟ کون ہے یہ پاگل لڑکی؟" دھیمی۔۔ سریلی ایک حسین آواز وہاں ابھری تو مروہ نے گردن موڑ کر اس جانب دیکھا۔ پنک نائٹی میں ملبوس وہ حسینہ مروہ کی نگاہ ٹھٹھکا گئی۔ مکھن میں گھلی سرخی جیسی رنگت اور نرم و نازک وجود۔۔ قدرے بوٹا سا قد مگر متناسب جسامت۔۔ کندھوں پر پڑے ریڈ ڈائیڈ بال ۔۔ بلاشبہ وہ لڑکی خوبصورتی و نزاکت کا پیکر تھی۔ حریم کو وہاں دیکھ کر خاور نے پل میں اپنے تاثرات پر قابو پایا اور ہاتھ بڑھا کر مروہ کی کمر میں بازو ڈال کر اسے خود سے لگا لیا۔

"پاگل نہیں ہے یہ۔۔ میری بیوی ہے۔۔!" حریم کی طرف دیکھتا وہ مضبوط بھاری لہجے میں بولا تو سیڑھیاں اترتی حریم کے قدم ایک لمحے کو رکے تھے۔ مروہ نے اس خوبصورت لڑکی کا رنگ فق ہوتے دیکھا۔

"لائیک سیریسلی۔۔؟؟" اگلے ہی پل وہ دیوانہ وار اس جانب آئی تھی۔

"تم نے دوسری شادی کرلی ہے؟" وہ بے یقین تھی۔ اس کے قریب آنے پر مروہ کو اس پر بے داغ چاند کا گمان ہوا یا شاید نہیں، وہ چاند کو بھی مات دے سکتی تھی۔

"کن الفاظ میں یقین کرو گی..؟" خاور نے کہا تو حریم کی آنکھوں کا رنگ بدل سا گیا۔ سبز آنکھوں میں تباہیاں امڈنے لگیں۔ اس نے بادقت خاور سے نگاہ ہٹا کر مروہ پر ڈالی تھی۔ گندمی رنگت پر سجی سنہری آنکھیں اور بھرے بھرے ہونٹ۔۔ اور بالائی لب کا خم دار کٹاؤ۔۔ اس کی چھوٹی سی ناک میں چمکتی لونگ کو تکتی وہ ماہِ پیکر بڑی مشکلوں سے مسکرائی۔

"پیاری ہے۔۔" وہ بنا تامل بولی۔

"مگر مجھ سے بہت کم۔۔!" مروہ سے نگاہیں ہٹا کر اس نے خاور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ لہجہ جتاتا ہوا تھا۔ اس کے جواب پر خاور کے ہونٹ زرا سا پھیل کر سمٹ گئے۔

" نظر نظر کی بات ہے!" جواب کاری تھا۔ حریم تڑپ کر رہ گئی مگر وہ پرواہ کیے بنا مروہ کو اپنے ساتھ گھسیٹتا اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔

"میری جوتی کو بھی پرواہ نہیں ہے خاور یامین۔۔ یقین کرو مجھے بالکل پرواہ نہیں ہے!" گزشتہ چھ سالوں میں حریم شاید پہلی باریوں چلائی تھی۔ خاور بنا اثر لیے چلتا رہا۔

"یہ تھرڈ کلاس لڑکی کبھی بھی حریم کمال کے کیلیبر تک نہیں پہنچ سکتی۔۔ سمجھے تم۔۔؟؟" اس نے ہاتھ مار کر قریب کھڑا شیشے کا واس فرش پر گرایا تھا۔ چھناکے

کی تیز آواز بھی خاور کے قدم نہیں روک پائی تھی۔ ایک بار پھر مروہ کا دل وہاں سے بھاگنے کو چاہنے لگا۔ اس کی سمجھ سے باہر تھا کہ اس شخص نے اتنی حسین و جمیل بیوی کے ہوتے ہوئے اس شادی کیوں کی ہے؟ کیا وہ اس شخص کی اپنی بیوی سے لگائی کسی ضد کا نتیجہ تھی۔۔؟ مروہ کو یقین ہو چلا تھا کہ وہ شخص واقعی خبطی ہے۔

✿✿✿✿✿✿

" کیا کہا ہے ڈاکٹر نے۔۔؟" وہ ابھی اپنے کمرے میں آکر بیٹھی ہی تھی کہ جب عنیزہ وہاں آدھمکی۔

" کچھ بھی نہیں۔۔ بس یہی کہ سب ٹھیک ہے!" سر سے چادر اتارتی بخت آور نے بے تاثر لہجے میں کہا۔

" مجھے تو پہلے ہی پتہ تھا کہ سب ٹھیک ہی ہو گا۔۔!" عنیزہ نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا تو بخت آور نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"تو پھر پوچھنے کیا آئی ہو؟" اس نے سنجید گی سے کہا۔

"پوچھنے نہیں سمجھانے آئی ہوں تمہیں۔!" بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اس نے لاپرواہی سے کہا تو چادر کو تہہ لگاتی بخت آور کے ہاتھ رکے۔

"مثلاً؟؟" اس نے کچھ اچنبھے سے عنیزہ کی طرف دیکھا۔

"مثلاً یہ کہ تم بیوہ ہو بخت۔۔ بھائی کو مرے ابھی چالیس دن بھی نہیں ہوئے اور تم گھر سے باہر آجا رہی ہو۔۔ عدت ایسے خراب ہو جاتی ہے" عنیزہ نے ٹھہر ٹھہر کر مدھم آواز میں کہا۔

"میں خالہ سے پوچھ کر گئی تھی۔۔!" بخت آور نے وضاحت دینے کی کوشش کی۔

"امی تو تمہاری محبت میں مجبور ہیں۔۔!" عنیزہ کا جواب فوری تھا۔

"تو میں بھی تو مجبور ہوں۔۔ ڈاکٹر نے ٹائم دیا تھا تو جانا تو تھانا۔۔!" بخت آور کو سمجھ نہ آئی کہ اسے کیا کہے۔

"ہاں تو پھر امی کے ساتھ چلی جاتی نا۔۔یوں شاہ ویز کے ساتھ جانے کی کیا تُک ہے؟ وہ تمہارا نا محرم ہے!" بالآخر وہ مدعے کی طرف آ ہی گئی تھی۔ بخت آور کا رنگ یک لخت بدلا۔

"میں اس کے ساتھ نہیں گئی تھی، وہ مجھے زبردستی اپنے ساتھ لے گیا تھا!" اس بار وضاحت دیتے ہوئے بخت آور کی آواز لرز گئی۔

"ہاں مگر تم منع کر سکتی تھیں۔۔!" بنا اٹکے، بنا جھجکے وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی تھی۔ بخت آور کے اندر چھن سے کچھ ٹوٹا۔۔

"شاہ ویز میرا فیانسی ہے بخت۔۔ پلیز اس سے دور رہو!" وہ کب اتنی بے مروت ہو گئی تھی بخت آور کو اندازہ نہ ہوا۔ یا شاید وہ اول روز سے ایسی ہی تھی اور بخت آور نے سمجھنے میں دیر کر دی تھی؟ اس نے میکانکی انداز میں اپنے سر کو ہلتے پایا تو چیونگم چباتی عنیزہ اس کے کمرے سے نکل گئی۔ ٹپ ٹپ ٹپ۔۔ بخت آور کی آنکھیں بہنے لگیں۔ شاید ان کا مقدر یہ آنسو ہی تھے۔

✿✿✿✿✿✿

اگلے دن وہ پھر سے کالونی کے ہیڈ آفس آدھمکا تھا۔ مگر اس بار نتیجہ صفر رہا تھا۔

"سر آج تو آپریٹنگ روم کا گارڈ نہیں آیا۔۔ کیز اسی کے پاس ہیں آپ کل آیئے گا۔۔!" ہیڈ آفس میں موجود مینجمنٹ نے اسے آگاہ کیا۔ چاروناچار اسے واپس آنا پڑا لیکن اگلے دن صبح ہوتے ہی وہ وہاں موجود تھا اور آج پھر اس کے لیے وہی جواب تھا۔۔ تیسرا، چوتھا اور پانچواں دن بھی جب یونہی رائیگاں گیا تو شاہویز کا میٹر گھوم گیا۔

"اٹس ارجنٹ۔۔ آپ اسے کال کر کے بلایئے۔۔!" وہیں صوفے پر ڈھیتے ہوئے اس نے تحکم آمیز لہجے میں کہا تو ریوالونگ چیئر پر براجمان کالونی کے مالک نے کافی سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا۔

"مجھے پتہ چلا تھا کہ آپ پہلے بھی آپریٹنگ روم وزٹ کر چکے ہیں حالانکہ ہم اس کی اجازت نہیں دیتے۔۔ لیکن بار بار بغیر کسی وجہ کے اگر آپ یہاں تشریف لائیں

گے تو کر ہر بار آپ کو ویلکم نہیں کہا جائے گا" اس نے صاف کورے لہجے میں شاہ ویز کو ٹکا سا جواب دیا تو وہ ٹیک چھوڑ تا سیدھا ہو بیٹھا۔

"تو آپ ایک پولیس آفیسر کے ساتھ کو آپریٹ کرنے سے انکار کر رہے ہیں؟" شاہ ویز نے اسے گھورتے ہوئے سخت لہجے میں کہا تو وہ بنا گھبرائے ہولے سے مسکرایا۔

"سوری سر لیکن ہم آپ کے ذاتی مسائل نمٹانے میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتے۔!" خود کو سنبھال کر اس نے بڑا کاری وار کیا تھا۔ یعنی وہ شاہ ویز کی اس تحقیق کا مقصد بخوبی جانتا تھا۔

"تیری مدد مائے فٹ سالے۔۔!" صوفے سے کھڑا ہوتا وہ غرایا۔

"چیخو مت آفیسر۔۔ وہ لڑکی خود بھاگی ہے اور اس کا باپ چپ سادھے گھر میں دبکا بیٹھا ہے تو تم کیوں مارے مارے پھر رہے ہو؟ کہیں تمھاری معشوقہ تو نہیں

تھی۔۔؟" ریوالونگ چیئر کی پشت سے ٹیک لگاتا وہ آگ لگاتے لہجے میں گویا ہوا تو شاہ ویز کا ضبط جواب دے گیا۔

"بکواس بند کرو ورنہ تیرے حلق میں گولیاں اتار دوں گا!" آگے بڑھ کر شیشے کی میز کے پار اس شخص کا گریبان مٹھیوں میں جکڑتا وہ چلایا۔

"ایسا کرنے سے پہلے ایک گولی وہاں اوپر۔۔ کیمرے میں بھی مار دینا جس نے ہماری ساری گفتگو ریکارڈ کی ہے۔۔ ہو سکتا ہے میرا قتل کرنے کے بعد تم پھانسی سے بچ جاؤ!" مقابل بیٹھا شخص اطمینان سے بولا تو شاہ ویز کا دل کیا اس کا منہ تھپڑا دے۔

"ٹھیک ہے۔۔ اب میں یہاں سرچ وارنٹ کے ساتھ آؤں گا، تجھے بھی اندر کروں گا اور کڈنیپرز کا ساتھ دینے کے جرم میں تیرے گارڈز کو بھی۔۔!" ایک جھٹکے سے اسکا گریبان چھوڑتا وہ غرایا تو کالونی کے مالک نے اپنی شرٹ کے کالر سے نادیدہ گرد جھاڑی۔

"تم جب چاہو اپنا شوق پورا کر سکتے ہو۔۔ میں یہیں ہوں، اگر تم نے مجھے قتل نہ کیا تو۔۔!" وہ پھر سے مسکرایا تھا۔ شاہ ویز لب بھینچتا خود پر ضبط کر کے وہاں سے نکل آیا کہ ایک تو وہ آجکل آن ڈیوٹی نہیں تھا اور دوسرا بغیر ایف آئی آر کے تفتیش کرتا پھر رہا تھا۔ یہ پھندا الٹا اسی کے گلے میں لٹک سکتا تھا سو فی الحال سمجھداری ایک قدم پیچھے ہٹانے میں ہی تھی۔

✿✿✿✿✿✿

"آپ کھاؤ گی؟؟" ہاتھ میں چپس کا پیکٹ پکڑے وہ اس کے کمرے میں آئی تو ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی مروہ نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔ آف وہائٹ فراک پہنے وہ بالوں کی دونوں پونیاں ہلاتی مسکراتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"کس سے پوچھ کر اندر آئی ہو۔۔ بولو۔۔؟؟" دہلیز میں کھڑی ملازمہ کی موجودگی سے بے پرواہ وہ چار سالہ محمل پر چیخی۔ وہ ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹی۔

"بابا کہتے ہیں یہ گھر میلا ہے میں کہیں بھی جاسکتی اوں۔۔!" آنکھیں پٹپٹا کر بولتی وہ مروہ کو بے حد معصوم لگی مگر۔۔وہ خاور یامین کی بیٹی تھی۔اس سے نفرت کرنا تو مروہ پر فرض تھا جیسے۔۔

"یہ گھر تمھارا ہو گا مگر یہ کمرہ میرا ہے۔۔نکلو یہاں سے۔۔" اسے باقاعدہ ہاتھ سے پکڑ کر کمرے سے نکال باہر کرتی وہ پھنکاری تو ملازمہ نے سرعت سے آگے بڑھ کر محمل کو تھاما جس کے ہاتھ سے چپس کا پیکٹ چھوٹ کر زمین پر گر چکا تھا۔وہ رونے والی ہو گئی۔ تبھی وہ وہاں آیا تھا۔اسے وہاں دیکھ کر ملازمہ کا رنگ فق ہو گیا جبکہ مروہ کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں ابھرا تھا۔وہ پلٹی اور دھاڑ کی آواز سے دروازہ بند کر دیا۔ محمل نے اب باقاعدہ رونا شروع کر دیا تھا۔

"ادھر آؤ۔۔ تمہیں کس نے کہا تھا مام کو تنگ کرنے کے لیے ہاں؟' اسے پیار سے خود سے لگاتا وہ نرم لہجے میں استفسار کر رہا تھا۔

"وہ میری مام نہیں ہیں۔۔ آپ جھوٹے ہو۔۔!" اس سے الگ ہونے کی کوشش کرتی وہ روتے روتے چلائی۔

"شش۔۔۔ ایسے نہیں کہتے۔۔" اس کے سر پر لب رکھتا وہ محبت بھرے لہجے میں بولا۔ ہچکیوں سے روتی وہ مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی۔

"کوئی بھی میری مام نہیں ہے میری مام کہاں ہے بابا۔۔؟" اس سے الگ ہوتی وہ معصومیت سے پوچھ رہی تھی۔ اس کا سرخ چہرہ خاور کا دل چیر گیا تھا۔

"مروہ ہی آپ کی مام ہے بیٹا۔۔ وہ بس ناراض ہے ہم سے!" اس کے گال صاف کرتا وہ دھیمی آواز میں بولا تو محمل نے ہونٹ مروڑتے ہوئے پھر سے نفی میں سر ہلایا۔

"وہ میری مام نہیں ہے، وہ گندی ہے۔۔ شی ہیٹس می۔۔!" چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اپنی آنکھیں رگڑ کر کہتی وہ وہاں مزید رکی نہیں تھی۔ تیزی سے بھاگتی

چلی گئی۔ ملازمہ فوراً اس کے پیچھے لپکی تھی۔ جبکہ اٹھ کر کھڑے ہوتے خاور نے لب بھینچتے ہوئے ایک نظر فرش پر بکھری چپس کو دیکھا پھر دو قدم آگے بڑھ کر مروہ کے کمرے کے دروازے پر ہاتھ رکھا۔ وہ بند تھا۔۔ خاور نے ہینڈل گھمایا مگر وہ مقفل تھا۔ خاور کا خون کھول اٹھا۔ اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے اس نے دروازہ آہستگی بجایا مگر دوسری جانب مکمل خاموشی تھی۔ دو سے تین بار کوشش کے باوجود جب مروہ نے دروازہ نہ کھولا تو پھر اس کے کمرے کا دروازہ بجنے کی آواز گھر کے تمام ملازمین نے سنی تھی مگر وہ ڈھیٹ بنی کان بند کیے آرام سے بیڈ پر بیٹھی رہی۔

"دروازہ کھولو تمہیں آواز نہیں آرہی۔۔؟؟؟؟" دروازہ بجانے کے ساتھ ساتھ وہ اس بار چلایا بھی تھا۔ مگر بے سود۔۔ وہ لڑکی ہر بار کی طرح اس بار بھی آخری حد تک اس کا ضبط آزمارہی تھی۔

"عارفہ۔۔عارفہ۔۔کیز لاؤ جلدی کرو۔۔!"پلٹ کر گرل کے پاس آکر نیچے جھکتا وہ چیخا تھا۔بھاری آواز غصے کے باعث پھٹنے کے قریب ہو گئی تھی۔عارفہ نامی ملازمہ چند منٹوں میں ہی چابیاں لے کر حاضر ہوئی تھی۔

"دروازہ کھولو۔۔!"پشت پر ہاتھ باندھتے ہوئے اس نے اسے دو لفظی حکم دیا تو ملازمہ نے لاک کے سوراخ میں چابی گھمائی۔کلک کی آواز کے ساتھ لاک کھل گیا۔اسے پیچھے کرتا وہ اگلے ہی پل کمرے میں داخل ہوا تو اسے سامنے ہی بیڈ پر پیٹ کے بل محو استراحت پایا۔خاور کو اندر آتا دیکھ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"جب کیز گھر میں موجود ہیں تو اتنا شور مچانے کی کیا ضرورت تھی؟"گردن گھما کر اس کی طرف دیکھتی وہ دل جلانے والے انداز میں گویا ہوئی تو خاور نے تیر کی سی تیزی سے اس کی طرف لپک کر اس کا منہ اپنی ہاتھ میں دبوچ لیا۔

" سمجھتی کیا ہو تم خود کو۔۔؟جو جی میں آئے گا وہ کرو گی اور خاور یامین ہاتھ پر ہاتھ دھرے دیکھتا رہے گا؟"اس کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑھتا وہ غرایا تو اپنے

دونوں ہاتھوں سے اس کا ہاتھ پیچھے کرنے کی کوشش کرتی مروہ نے نفی میں سر ہلایا۔ مقابل کی سخت گرفت کے باعث اسکا جبڑا دکھنے لگا تھا۔

"میری بات غور سے سنو۔۔ اگر آئندہ تم نے محمل کے ساتھ برا سلوک کیا تو مجھ میں جو تھوڑی بہت شرافت باقی ہے ناجانِ من۔۔ میں اسے بھول جاؤں گا۔۔!" ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہتے ہوئے اس نے ایک جھٹکے سے اس کا چہرہ اپنی گرفت سے آزاد کیا تو وہ سہم کر پیچھے ہٹتی بیڈ کراؤن سے جالگی۔ چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔

"جانور ہو تم بھی اور تمھارے گھر کا ہر فرد بھی۔۔!" سارا ضبط بالائے طاق رکھتی وہ بھرائی ہوئی آواز میں چلائی۔

"اس جانور کی وحشتوں سے تم ابھی آشنا نہیں ہو۔۔ مجھے مجبور نہ کرو کہ میں خود کو تم پر آشکار کروں!" اس کی طرف ہلکا سا جھکتے ہوئے وہ شہادت کی انگلی اٹھا کر بولا تو مروہ کی آنکھیں چھلک پڑیں۔ گھٹنے سمیٹتی وہ اپنے چہرہ چھپا گئی۔ کیا انداز پسپائی

تھی۔۔!!!اس کے رونے کا یہ انداز خاور یامین کے غصے کو یک دم ٹھنڈا کر گیا۔لب بھینچے وہ ساکت نگاہوں سے اسے دیکھتا رہ گیا۔وہ بہت حسین نہیں تھی مگر اس میں کچھ ایسا ضرور تھا جو وہ یہ سب کر گزرا تھا۔خاور کو اس کے ساتھ کیے اپنے سلوک پر

افسوس سا ہوا۔دل عجیب سی حالت کا شکار ہونے لگا۔وہ آج پورے پانچ دن بعد گھر آیا تھا اور واپسی پر اس کے لیے کچھ اچھا کرنے کی بجائے جانے کیوں غصہ کر بیٹھا تھا۔وہ بے حد آہستگی سے اس کے قریب بیٹھ گیا اور ہاتھ بڑھا کر اسے بازو سے تھام کر اپنی جانب کھینچنے کی کوشش کی تو وہ بدک کر مزید پیچھے ہوئی۔

"ہاتھ مت لگاؤ مجھے۔۔!" پانی بھری آنکھوں سے اسے تکتی وہ چلائی۔اس کی آنکھوں کی گلابی رنگت دیکھتے خاور یامین کے ساکت دل نے بے اختیار کروٹ لی تھی۔۔اس نے پیچھے ہٹنے کی بجائے پھر سے ہاتھ بڑھایا اور اس بار اس کی مضبوط انگلیوں نے مروہ کی گردن پر سے سفر کرتے ہوئے کان کے پیچھے اس کے

سنہرے بالوں کو نرمی سے اپنی گرفت میں لے لیا۔ وہ تڑپ ہی تو اٹھی تھی مگر خاور نے بنا اثر لیے دوسرا ہاتھ بڑھا کر اس کے بھیگے رخسار کو چھوا۔

"کیوں نہ ہاتھ لگاؤں۔۔؟ بیوی ہو تم میری۔۔!" اس کے چہرے کے نقوش نرم نگاہوں سے تکتا وہ آنچ دیتے لہجے میں بولا تو اس کی نگاہوں میں اتری بے باکی محسوس کرتی مروہ کی سانسیں رکنے لگیں۔ اس پر مستزاد بالوں میں حرکت کرتی اس کی مضبوط انگلیاں الگ تباہی مچا رہی تھیں۔

"ہمارے درمیان ڈیل ہوئی تھی۔۔!" مروہ کے لب پھڑ پھڑائے۔

"اوہوں۔۔ وہ تو تم نے خود ہی ختم کر دی تھی۔!" وہ اس کی طرف جھکتے ہوئے بولا۔ خاور کی گرم سانسیں مروہ کا چہرہ جھلسانے لگیں۔

"پلیز مجھے مت چھوؤ۔۔مجھے چھوڑ دو۔۔!" اس کے چہرے پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے کرنے کی کوشش کرتی وہ گڑگڑائی تو خاور نے اس کی دونوں کلائیاں اپنی گرفت میں لے کر اسے بے بس کر دیا۔

"میں نے کہا تھا۔۔التجائیں مجھ پر اثر نہیں رکھتیں۔۔!" وہ اس کے بے حد قریب تھا۔ مروہ کا دل پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو تیار تھا۔ اس کی دھڑکنوں کا تو صلشور خاور کی سماعتوں سے مخفی نہیں تھا۔

"نہیں پلیز خاور۔۔خاور نہیں چھوڑو مجھے۔۔!" پیچھے ہٹنے کی مسلسل کوشش کرتی وہ روتے ہوئے چلائی۔ اس کے لبوں سے اپنا نام سن کر خاور مسحور سا ہوتا اس کے سسکتے وجود کو دیکھتا رہ گیا۔ ہاں التجائیں اس پر اثر نہیں رکھتی تھیں مگر اس لڑکی کا رونا اس کے دل پر اثر کر رہا تھا۔ نا چاہتے ہوئے بھی وہ بہت آہستگی سے اس کی کلائیاں آزاد کرتا پیچھے ہو گیا۔ مروہ نے سرعت سے قریب پڑا دوپٹہ اٹھا کر اپنے

شانوں پر پھیلایا اور پیچھے ہو کر دوبارہ بیڈ کراؤن سے جا لگی۔ آنکھوں میں خوف و ہراس لیے وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"محمل میری بیٹی نہیں ہے، میری یتیم بھتیجی ہے۔۔ حریم نے کبھی اسے قبول نہیں کیا۔۔ وہ بے ضرر ہے اور بے حد معصوم بھی۔۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اسے قبول کر لو..!" پیچھے ہو کر بیٹھتا وہ دھیمی آواز میں سنجیدگی سے بولا تھا۔

"محمل میرے چھوٹے بھائی کی بیٹی ہے, تین سال پہلے وہ اور اس کی بیوی ایک کار ایکسیڈنٹ میں چل بسے تھے۔۔ تب محمل صرف آٹھ ماہ کی تھی، تب سے آج تک وہ یہیں۔۔ میرے پاس ہے۔۔ وہ یہی جانتی ہے کہ میں اس کا باپ ہوں۔۔" اس نے مزید بتایا تو اسے سنتی مروہ نے اپنے آنسو صاف کیے۔

"حریم اسے قبول کرنے کو تیار نہیں ہے اور یہی بات شاید اللہ کو پسند نہیں آئی اور وہ خود بھی آج تک ماں نہیں بن سکی!" چہرے کا رخ پھیرتا وہ سر جھکا کر بولا۔

"تمہیں اپنی بھتیجی کے لیے ماں چاہئیے تھی تو آیا رکھ لیتے۔۔میری زندگی کیوں برباد کی۔۔؟؟"وہ اسے سمجھنے کی بجائے مزید پھٹ پڑی۔اس کے سوالیہ جواب پر خاور نے اس کی طرف دیکھا مگر وہ مزید بول رہی تھی۔

"محبت تو تمہیں اپنی اس حسین و جمیل بیوی سے ہی ہو گی نا تو صرف اپنی بھتیجی کے لیے مجھے کیوں۔۔؟میری زندگی کیوں تباہ کی تم نے خاور یامین۔۔؟؟"ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ کر بولتی وہ پھر سے رو پڑی۔

"تمہیں ہمارے مابین 'محبت' نہ ہونے کا افسوس ہے؟؟"اس کی طرف دیکھتا وہ مبہم سا مسکرایا۔

"مجھے اپنی محبت کھونے کا افسوس ہے۔۔میں اور عالیان ہم شادی کرنے والے تھے۔۔!"مروہ کی اگلی بات نے خاور کے لبوں کی مسکراہٹ چھین لی تھی۔

"اس لڑکے کا نام مت لیا کرو۔۔ اسکا نام مزید برا لگنے لگتا ہے مجھے۔۔!" وہ بنا توقف کے بولا تو مروہ نے نا سمجھی سے اس شخص کی طرف دیکھا جس کا ہر رویہ اسے الجھا رہا تھا۔

"مجھے پرواہ نہیں ہے" وہ تڑخ کر بولتی نظر جھکا گئی۔

"جو بھی ہے۔۔ اگر تم محمل کو قبول کرلو تو میں تمہیں چھونے سے ممکن حد تک گریز کروں گا ورنہ۔۔!" وہ دوبارہ مدعے کی طرف آیا تو بیڈ شیٹ کو گھورتی مروہ نے اس کی طرف دیکھا۔ خاور کی نیلی آنکھوں میں کچھ چمک سی تھی۔ مروہ نے گھبرا کر نظروں کا رخ بدل لیا۔

"میں سوچوں گی۔۔!" وہ بادقت تمام گویا ہوئی۔

"ویری گڈ۔۔ میں تمہاری سوچ جاننے کل پھر تمہارے کمرے میں آؤں گا" سنجیدگی سے کہتا وہ اس کے پاس سے اٹھ گیا۔ مروہ نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔

دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا تھا ورنہ آج وہ شخص جس استحقاق سے اس کے قریب آیا تھا اس نے مروہ کو اندر تک خوفزدہ کر ڈالا تھا۔ آنکھیں میچتی وہ خود میں مزید سمٹ گئی۔ خاور جا چکا تھا مگر اس کے دلفریب کلون کی خوشبو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔ مروہ کو اس خوشبو سے نفرت محسوس ہوئی۔

✿✿✿✿✿✿✿

کالونی کے کیمرا ز تک رسائی سرچ وارنٹ کے بغیر ناممکن سی تھی۔ قدرت اللہ صاحب ایف آئی آر درج کروانے کو تیار نہیں تھے اور ان کے اور ارصم کی موجودگی میں شاہ ویز خود سے یہ کام نہیں کر سکتا تھا۔ اس مہینے ایک نہیں اس نے قدرت ہاؤس کے دس چکر لگائے تھے مگر ہزار کوششوں کے بعد بھی وہ انھیں قائل نہیں کر پایا تھا۔ اس کی چھٹیاں ختم ہونے والی تھیں۔ بازو کا پلستر بھی اتر گیا تھا۔ وہ آج پھر ڈھٹائی کا ریکارڈ توڑتے ہوئے قدرت ہاؤس چلا آیا تھا۔

"شاہ پلیز۔۔اگر آج پھر تم بابا سے مروہ کے متعلق کوئی بات کرنے آئے ہو تو واپس چلے جاؤ۔۔!" وہ اسے لان میں ہی مل گئی تھی سو اس کا راستہ روکتی سنجیدگی سے بولی۔

"میں نہیں چاہتی کہ وہ تمہیں گھر آنے سے منع کریں" عنیزہ نے مزید کہا تو ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ پھنساتا وہ ہولے سے مسکرایا۔

"ان کے منع کرنے سے میں رک تھوڑی جاؤں گا" غیر سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس کی مسکراہٹ گہری ہوئی تو عنیزہ نا چاہتے ہوئے بھی ہنس دی۔

"تم ان سے کوئی بات نہیں کرو گے شاہ۔۔یو گیٹ دیٹ۔۔؟" عنیزہ نے اپنی ہنسی روک کر کہا تو شاہ ویز نے بامشکل سر اثبات میں ہلایا۔

"اب اندر تو جانے دو۔۔!" اسے نرمی سے اپنے سامنے سے ہٹاتا وہ بولا تو عنیزہ اس کے پیچھے ہی چل پڑی۔ معاً اس کی نگاہ سامنے ہی ٹیرس پر کپڑے پھیلاتی بخت آور پر پڑی۔ اس کے اپنے کپڑے بھی کچھ کچھ گیلے تھے شاید وہ کپڑے دھو رہی تھی۔

"اسے آرام کی ضرورت ہے تم لوگ اس سے کام کیوں لے رہے ہو؟" بخت آور کی جانب دیکھتا وہ دھیمی آواز میں عنیزہ سے پوچھ رہا تھا۔ اس کی نگاہوں کے تعاقب میں عنیزہ نے بھی اوپر دیکھا تو اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

"یہ ہمارا کچھ نہیں کرتی۔۔ جو کر رہی ہے اپنا کر رہی ہے!" عنیزہ نے لاپرواہی سے کندھے اچکاتے ہوئے کہا تو شاہ ویز نے گردن موڑ کر اس کی جانب دیکھا۔

"ہاں تو اس کا کرنا کس کا فرض ہے؟ اس کنڈیشن میں اسے آرام کرنا چاہیئے کام نہیں۔۔!" سنجیدگی سے کہہ کر وہ رکا نہیں تھا، تیز تیز قدموں سے اندر داخل ہوتا سیدھا سیڑھیوں کی طرف بڑھا تھا۔ عنیزہ اپنی جگہ حق دق سی رہ گئی جب وہ تھوڑی ہی دیر میں اس کی کلائی تھامے اسے نیچے لے آیا تھا۔

"السلام علیکم مامی۔۔!" لاؤنج میں آکر بخت آور کا ہاتھ چھوڑتے ہوئے اس نے کچن سے نکلتی راشدہ بیگم کو سلام کیا تو انھوں نے سر کے اشارے سے شاہ ویز کو جواب دیا۔

"کیا بات ہے کچھ پریشان لگ رہے ہو؟" انھوں نے رسماً پوچھا تو گہرا سانس لیتا وہ صوفے پر آبیٹھا۔

"پریشان نہیں میں حیران ہوں۔۔ آپ اپنی عزیز از جان بھانجی سے اس سخت گرمی کی دوپہر میں گھر بھر کے کپڑے دھلوا رہی ہیں۔۔۔ اس پر یہ ظلم کرتے ہوئے آپ کی محبت کہاں ہے،،؟" وہ اتنا صاف گو اول روز سے تھا یا اب انھیں محسوس ہونے لگے تھا؟ عنیزہ سمجھ نہ سکی جبکہ ہتک کے احساس سے راشدہ بیگم کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

"یہ ہمارے گھر کا معاملہ ہے تم کون ہوتے ہو درمیان میں بولنے والے۔۔؟" آگے بڑھتی بخت آور نے اسے جواب دیا تھا۔

"تم خاموش رہو میں تم سے بات نہیں کر رہا۔۔!" گردن موڑ کر اسے ایک گھوری سے نوازتے ہوئے شاہ ویز نے سرد لہجے میں کہا تو وہ لب بھینچتی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

"مجھے لگتا ہے کہ تم ہم سے ناراض ہو تبھی ہر وقت اکھڑے اکھڑے رہتے ہو۔۔!" راشدہ بیگم نے غصہ پیتے ہوئے بات سنبھالنے کی کوشش کی تھی۔

"ہمیں تو پتہ بھی نہیں کہ وہ میڈم مشین لگائے بیٹھی ہے، میں لان میں پودوں کی کانٹ چھانٹ کر رہی تھی اور امی کو صبح سے کچن سے ہی فرصت نہیں ملی شاہ ویز۔۔!" اس کی طرف آتی عنیزہ نے بڑی صفائی سے جھوٹ بولا حالانکہ اپنے گندے کپڑوں کا ڈھیر وہ خود بخت آور کو دے کر آئی تھی۔

"عنیزہ ٹھیک کہہ رہی ہے بیٹا، مجھے واقعی علم نہیں تھا کہ وہ صبح اٹھتے ہی مشین لگا لے گی۔۔ آج کل اٹھتی بھی دیر سے ہی ہے تو مجھے پتہ نہیں چل سکا کہ کب چھت

پر چلی گئی میں تو یہی سمجھی تھی کہ اپنے کمرے میں آرام کر رہی ہو گی!" راشدہ بیگم نے سچ کچھ جھوٹ ملا کر اسے رام کرنے کی کوشش کی۔

"مامی وہ ہماری نسل کی امین ہے، اگر کوئی اونچ نیچ ہو گئی تو یہ نقصان ناقابل تلافی ہو گا!" اس نے سارے لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا تو انھوں نے ہولے سے سر اثبات میں ہلایا۔

"میں تمھارے جذبات سمجھ سکتی ہوں، ہمیں بھی اصل سے سود پیارا ہے بیٹے۔۔ میں آئندہ خیال کروں گی تم بتاؤ چائے لو گے یا کافی بناؤں؟" نرم لہجے میں کہتے ہوئے انھوں نے آخر میں بات بدل دی تو اس نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے کچھ نہیں پینا۔۔ بس عینہ سے ملنے کا موڈ تھا تو چلا آیا۔۔!" صوفے سے اٹھتے ہوئے اس کی سنجیدگی سے کہا تو عنیزہ کا چہرہ کھل اٹھا۔

"چلو نا پھر کہیں باہر چلتے ہیں، اچھا سا لنچ کرتے ہیں کیا خیال ہے ؟" عنیزہ فوراً چہکی تو شاہ ویز نے کندھے اچکائے۔

"چلو۔۔!" گاڑی کی کیز گھماتا وہ اٹھ کھڑا ہوا تبھی ارصم وہاں آیا تھا۔

"میں بس دو منٹ میں ریڈی ہو کر آئی۔۔!" چٹکی بجا کر کہتی عنیزہ لمحوں میں وہاں سے غائب ہوئی تھی۔

"بخت۔۔ بخت کہاں ہو یار۔۔؟" اندر آتے ہی ارصم نے اپنی دھن میں بخت آور کو آواز لگائی تو شاہ ویز اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"ہائے برو۔۔ کیا احوال ہیں۔۔؟" اس کی بھی شاہ ویز پر نظر پڑی تو وہ اس کے قریب آ گیا۔ ارصم کی آواز سن کر بخت آور اپنے کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔

"میں ٹھیک تم سناؤ۔۔!" اس سے مصافحہ کرتے ہوئے شاہ ویز نے ایک اچٹتی ہوئی نگاہ بخت آور پر ڈالی جو ارصم کی طرف متوجہ تھی۔

"بولو بھی کیا کہنا ہے؟" وہ دھیمے لہجے میں ارصم سے مخاطب تھی۔

"یار ایک کپ چائے تو بنا دو۔۔ سر میں درد ہو رہا ہے" صوفے پر ڈھیتے ہوئے ارصم نے تھکن زدہ لہجے میں کہا تو بخت آور اچھا' کہتی کچن کی طرف بڑھ گئی۔ شاہ ویز نے لب بھینچتے ہوئے فرش پر بچھے قالین کو گھورا۔

"اور بھائی کیا پلان ہے؟ اسلام آباد کب جا رہے ہیں؟" کندھے سے لٹکا کالج بیگ سائیڈ پر رکھتے ارصم نے شاہ ویز سے پوچھا تو اس نے اس کی طرف دیکھا۔

"فی الحال تو یہیں ہوں۔۔!" تفصیل میں پڑنے کی بجائے اس نے مختصر جواب دیا تو ارصم نے نچلا لب مروڑ کر لاپرواہی کا اظہار کر دیا۔ وہ منٹوں میں ہی اس کے لیے چائے لے آئی تھی۔

"عینہ تم آ رہی ہو یا میں جاؤں؟" شاہ ویز نے قدرے اونچی آواز میں عنیزہ کو پکارا تو وہ دوڑی چلی آئی۔

"میں آگئی۔۔!" وہ مسکراتے ہوئے بولی تو سر جھکاتا وہ مضبوط چال چلتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

"یہ آجکل شاہ ویز بھائی کے کچھ زیادہ ہی چکر لگ رہے ہیں یہاں۔۔؟ سب خیر تو ہے؟" چائے کے سپ لیتے ارصم نے وہاں آتی راشدہ بیگم سے پوچھا تھا۔

"مجھے کیا پتہ۔۔ اس کے کاموں کا گھر ہے جب چاہے آسکتا ہے۔۔" انھوں نے اسے لاپرواہی سے جواب دیا تو ارصم نے ٹانگ پر ٹانگ جماتے ہوئے پاؤں کو ہلایا۔

"وہ خالہ۔۔ پرسوں آج میری اپائنٹمنٹ ہے!" قریب کھڑی بخت آور نے اٹکتے لہجے میں انھیں یاد دہانی کروائی۔

"ہاں تو چلی جانا۔۔ ارصم لے جائے گا۔" راشدہ بیگم نے بنا تامل کہا۔

"میں نہیں جانے والا آج میرا کرکٹ میچ کا پلان ہے" ارصم نے صاف جھنڈی دکھائی تھی۔

"اچھا چلو کوئی نہیں کل جانا تم۔۔!" راشدہ بیگم نے اسے ٹالا۔

"خالہ پہلے ہی ایک ہفتہ لیٹ ہو چکا ہے اسے تو روزانہ ہی کوئی نہ کوئی مصروفیت ہوتی ہے!" بخت آور نے دھیمے لہجے میں احتجاج کیا۔

"اچھا تمھارے خالو آتے ہیں تو ان سے کہتی ہوں۔۔"!

"آپ چلیں نا میرے ساتھ خالہ "بخت ہولے سے منمنائی تو انھوں نے اس کی طرف دیکھا۔

"مجھے گھر پر سو کام ہوتے ہیں تمہیں معلوم تو ہے۔۔میں گئی تو کچن الٹا پڑا رہے گا میرا بچہ۔۔!" لہجے کو میٹھا، اور آواز کو نرم کرتی وہ آہستگی سے گویا ہوئیں تو وہ اپنا سا منہ لے کر واپس کمرے میں چلی آئی۔۔ صبح ناشتے کے بعد اس نے مشین لگا کی

تھی اور اب تک کچھ نہیں کھایا تھا۔ ڈھلتی دوپہر کے سنگ اس کے پیٹ میں مروڑ سے اٹھ رہے تھے مگر کچن میں جا کر کچھ بھی کھانے کا اس کا دل نہیں کر رہا تھا۔

جانے اس کی خالہ بدل گئی تھیں یا اسے ہی محسوس ہو رہا تھا؟ راشدہ بیگم اور گھر کے تمام افراد کے رویوں کی بابت سوچتی وہ بیڈ پر لیٹے لیٹے نیند کی وادیوں میں اترتی چلی گئی۔ آنکھ تو تب کھلی تھی جب کوئی دھاڑ سے اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آیا تھا۔

✿✿✿✿✿✿

اور پھر اس نے خاور یامین کی پیش کش قبول کر لی تھی۔ محمل معصوم تھی اور بے ضرر بھی۔۔ اس سے سختی برتنا فضول ہی تو تھا سو خاور کو خود سے دور رکھنے کے لیے اس نے محمل کو خود سے قریب کر لیا تھا۔ وہ بچی مروہ کو پا کر کھل ہی تو اٹھی تھی۔ تینوں وقت اس کے ساتھ کھانا کھاتی اور بس سارا دن مام مام کرتی اس کے پیچھے گھومتی تھی۔ ایک مہینہ ہونے کو آیا تھا مروہ اسی روٹین سے ایوان یامین میں اپنے

شب وروز گزار رہی تھی اور پرسکون بھی تھی مگر جب رات کے آخری پہر اپنے گھر والوں کا خیال آتا تو وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑتی۔۔ جانے کب تک زندگی اسی ڈگر پر چلتے رہنا تھی۔ اب بھی مخمل کی ٹیوٹر آئی تو وہ خود اسے سٹڈی روم میں چھوڑ کر آئی تھی۔۔ اس کی فرمائش پر اس نے آج خانساماں کو ہٹا کر خود بریڈ چکن سینڈوچز بنانے کا سوچا تھا مگر خانساماں تامل کا شکار تھا۔

"میم پلیز یہ آپکا کام نہیں ہے، اگر سر کو پتہ چلا تو وہ بہت ناراض ہو جائیں گے!" ہاتھ باندھے کھڑے خانساماں نے مدھم لہجے میں اسے انکار کیا تھا۔

"مجھے لگتا ہے کہ اگر آپ مجھے ناراض کریں گے تب بھی آپ کے سر آپ سے ناراض ہو جائیں گے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ آپ سائیڈ ہو جائیں۔!" اسے زبردستی وہاں سے ہٹاتی وہ سخت لہجے میں بولی تو وہ پریشانی کا شکار ہوا۔

"میم پلیز آپ پہلے مجھے سر سے پوچھ لینے دیں۔۔ پلیز میم۔۔!" وہ پھر سے ملتجی ہوا۔

"رہنے دو اشرف۔۔ جو کرنا چاہتی ہے اسے کرنے دو نا۔۔ آخر کو محمل کی آیا ہے یہ!" اس جانب آتی حریم نے طنزیہ لہجے میں خانساماں کو مخاطب کیا تو آئی لینڈ کے پاس کھڑی مروہ نے اس کی طرف دیکھا۔

بلڈ ریڈ کلر کی ساڑھی زیب تن کیے، وہ اسی رنگ کی مناسبت سے میک اپ کیے وہاں کھڑی کسی شعلہ جوالہ سے کم نہیں لگ رہی تھی۔ ایک پل کو مروہ نظریں ہٹا نہ سکی۔

" میں اس کی آیا نہیں، ماں ہوں۔۔!" مروہ نے بڑی مشکل سے جڑے لب کھولے تھے۔ اس کے جواب وہ ہولے سے ہنسی۔

"ماں۔۔ ہونہہ۔۔ بنا پیدا کیے صرف کہہ دینے سے کوئی محمل کی ماں بن سکتا تو وہ میں ہوتی۔۔ صرف میں۔۔ حریم کمال۔۔!" اپنے سینے پر شہادت کی انگلی رکھتی وہ زہریلے لہجے میں پھنکاری تھی۔

"ماں بننے کے لیے صرف ممتا بھرے دل کی ضرورت ہوتی ہے، اور وہ دل تمھارے پاس نہیں ہے!" مروہ نے بھی سرد لہجے میں اسے جتایا تو حریم کا خوبصورت چہرہ پل میں پھیکا پڑا تھا۔

"اور تم۔۔ کیا تمہارے پاس ہے؟" اس کی آنکھوں سے شعلے سے نکل رہے تھے۔

"یا پھر اپنے دل میں ممتا کا جھوٹا خول چڑھا کر تم خاور کی ہوس سے بچنے کی کوشش کر رہی ہو؟" اسے بولنے کا موقع دیے بغیر وہ مزید بولی تو مروہ کچھ پل کے لیے بول ہی نہ سکی۔

"میری بات غور سے سنو۔۔!" آئی لینڈ کی چکنی سطح پر اپنی ہتھیلی جماتی وہ اس بار سرگوشیانہ بولی۔ کچن کے ملازمین اس پل یوں تھے جیسے سننے کی حس سے محروم ہوں۔

"مجھ جیسی حسین و جمیل بیوی کے ہوتے ہوئے بھی خاور یامین کال گرلز کو اپنے فارم ہاؤس لے کر جاتا ہے۔۔ اس کے لیے بیوی گھر میں سجے کسی ڈیکوریشن پیس سے کم نہیں ہے۔۔!" مروہ کی سنہری آنکھوں میں دیکھتی وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی۔ مروہ کا چہرہ اس دوران سپاٹ رہا۔۔ ایسے جیسے اسے مقابل کھڑی عورت کے بولنے سے کوئی فرق نہ پڑتا ہو۔

"میں تو خیر ایک برانڈ ہوں۔۔ اور تم..!" کندھے پر پڑے اپنے بال ایک جھٹکے سے پیچھے کرتے ہوئے اس نے نخوت سے کہتے ہوئے آخر میں اس کی طرف انگلی اٹھائی۔

"ایک سستی نشے کی پڑیا ہو۔۔ جسے خریدنے کے بعد خاور کا انٹرسٹ ہی ختم ہو گیا ہے۔" حقارت آمیز لہجے میں بولتی حریم کی آنکھوں سے غرور ٹپک رہا تھا۔ مروہ کا چہرہ اہانت کے شدید احساس تلے دھواں دھواں ہو گیا۔

"مجھے آپ کے بدکردار شوہر کے انٹرسٹ کی ایک پرسنٹ بھی تمنا نہیں ہے

محترمہ۔۔ آپ پلیز اپنا ٹائم ویسٹ نہیں کریں!" اس کی طرف سے رخ پھیرتی

مروہ نے اپنا بھرم رکھنے کو ترش لہجے میں کہا تو حریم کے ہونٹ مسکرائے۔

"اچھی بات ہے۔۔ جن تمنّاؤں کی تکمیل ممکن نہ ہو انھیں پالنا بھی نہیں چاہئیے

۔۔!" ادائے بے نیازی سے کہتی وہ پلٹ گئی تو مروہ نے ہاتھ میں پکڑی پلیٹ آئی

لینڈ پر پٹخنے کے سے انداز میں رکھی۔ اسے کلستا دیکھ اپنے اندر سکون محسوس کرتی

حریم دھیرے دھیرے چلتی صوفوں کی جانب بڑھ گئی تبھی وہ سیڑھیوں سے نیچے

اتر اتھا۔ نا چاہتے ہوئے بھی مروہ کی دھندلی ہوتی نظریں اس کی طرف اٹھی

تھیں۔ بلیو پینٹ کوٹ تلے آف ہائٹ ٹیکسیڈو پہنے، وہ کلائی پر پہنی قیمتی گھڑی

درست کرتا نیچے ہی آرہا تھا۔ جیل سے سیٹ کیے بال اور گھنی بھنوؤں کا مغرور خم

۔۔ دونوں ہی سیاہ تھے۔ نیلی آنکھیں آج مروہ کی طرف متوجہ نہیں تھیں اور ان

کی توجہ سے مروہ کو لینا بھی کیا تھا؟ حریم کی باتیں اس کے کانوں میں گونج رہی

تھیں۔ وہ صرف خائن نہیں تھا، بد کردار بھی تھا۔ اس سے نگاہیں ہٹاتی وہ ابلا ہوا چکن پانی سے باہر نکالنے لگی۔ جبکہ وہ سیدھا حریم کی طرف آیا تھا۔

"چلیں۔۔؟" حریم کو تکتا وہ نرمی سے دریافت کر رہا تھا۔

"بالکل۔۔!" مسکرا کر کہتی حریم نے اس کے بازو میں اپنا بازو ڈال لیا۔ اسے ساتھ لیے وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھنے لگا معاً کچن میں کھڑی مروہ پر نظر پڑی تو اس کے قدم تھم گئے۔ بھنویں سکیڑ کر اس کی طرف دیکھا جو نگاہیں جھکائے چھری سے بوائل چکن کو چاپ کر رہی تھی۔

"ایک منٹ میں آتا ہوں۔" بہت آہستگی سے اپنا بازو اس سے چھڑواتا وہ مروہ کی طرف بڑھا۔

"خاور ہم پہلے ہی لیٹ ہو چکے ہیں۔۔!" حریم کا موڈ بگڑا۔

"میں نے کہا میں آتا ہوں۔۔ تم جا کر گاڑی میں بیٹھو۔۔" ان سنی کرتا وہ مروہ کی طرف آ گیا تو پیر پٹختی حریم وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔

"یہ کیا کر رہی ہو تم۔۔؟" اس کے سر پر پہنچتا وہ مدھم لہجے میں استفسار کر رہا تھا۔ مروہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ چکن پلیٹ میں ڈالتی وہ اپنے کام میں مصروف رہی۔

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں مروہ۔۔؟؟" اسے بازو سے پکڑتا وہ ہلکا سا جھٹکا دے کر بولا تو مروہ نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں تیرتے موٹے موٹے آنسوؤں کے عقب سے جھانکتی اذیت نے خاور یامین کا دل بے چین کر دیا تھا۔

"میں نے آپ سے کتنی بار کہا ہے کہ مجھے ہاتھ مت لگایا کریں۔۔؟" اس کی نیلی آنکھیں میں دیکھتی وہ دھیمے مگر ترش لہجے میں کہہ رہی تھی۔

"اور تمھیں کتنی بار بتانا پڑے گا کہ یہ کام تمھارے کرنے والے نہیں ہیں۔۔!" اس کا بازو چھوڑتا وہ بھی اسی کے انداز میں بولا تو مروہ نے تنفر سے سر جھٹکا۔

"مجھے مت بتایا کریں.. بلکہ مجھ سے بات ہی مت کیا کریں۔۔!" مروہ کو جیسے کسی کی موجودگی کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ وہ اسے یونہی رد کرتی تھی اور بار بار کرتی تھی۔ خانساماں نے ترحم بھری نگاہوں سے سحر انگیز شخصیت کے حامل خاور یامین کی طرف دیکھا جس کی چھا جانے والی وجاہت کسی طور ٹھکرائے جانے کے قابل نہیں تھی لیکن اس نے گزشتہ ایک ماہ میں اس لڑکی کو بارہا ایسا کرتے دیکھا تھا۔

"مجھے سختی برتنے پر مجبور مت کرو میری مروہ۔۔ یہ چھری کانٹا چھوڑو اور جا کر ریسٹ کرو۔۔ رات میں ہم آئی لینڈ کے لیے نکلیں گے!" اس کی جھکی پلکوں کو تکتا وہ نرم لہجے میں بولا تو مروہ نے یک دم نظریں اٹھائیں۔ آنکھوں میں خوف در آیا تھا۔ آنسو چھلک کر گال پر پھسلے تھے۔

"مخمل ہمارے ساتھ ہو گی۔۔!" اس کے بھیگے گال کو ہاتھ کے انگوٹھے سے صاف کرتے خاور نے جیسے اسے تسلی دی تو مروہ نے لب بھینچتے ہوئے بامشکل سر اثبات میں ہلایا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ انکار فضول ہو گا۔

"گڈ گرل۔۔ چلو اب روم میں جاؤ۔۔ اور اشرف آپ کو میں نے فرش گھورنے کے لیے اپائنٹ نہیں کیا ہوا۔۔" اس کا گال تھپتھپاتے ہوئے اس نے نرمی سے کہتے آخر میں خاموش کھڑے خانساماں کو لتاڑا تو مروہ درمیان میں آئی۔

"انھیں کچھ مت کہو۔۔ میں نے ہی ضد کی تھی" اس سے نظریں چراتی وہ ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتے ہوئے بولی تو خاور نے ایک سنجیدگی نگاہ اس پر ڈال کر ہولے سے سر اثبات میں ہلایا۔

"آئندہ میں تمھیں ایسا کوئی کام کرتے نہ دیکھوں اور اشرف۔۔!" اسے تنبیہہ کرتے ہوئے اس نے آخر میں پھر سے خانساماں کو مخاطب کیا۔

"اگر آئندہ میں نے مروہ کو کچن میں کام کرتے دیکھا تو آپ اپنی نوکری گنوا بیٹھیں گے!" اسے بھی آخری تنبیہہ کرتا وہ پلٹا اور وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ مروہ خوامخواہ خانساماں سے شرمندہ ہوگئی۔

✿✿✿✿✿

ہوٹل گرینڈ ئیر کی بلند عمارت میں شیشے کی کھڑکیوں میں سے ایک کے پاس لکڑی کے ٹیبل کے دونوں اطراف میں وہ دونوں براجمان کھانے سے لطف اندوز ہورہے تھے۔ عنیزہ کے لیے یہ لمحات یقیناً خوش کن تھے جن کا احساس اس پل اس کی جگر جگر کرتی آنکھوں سے ہو رہا تھا جبکہ اس کی باتوں کو بڑی توجہ سے سنتا وہ بھی اطمینان کا اظہار کر رہا تھا۔ بلیک ٹراؤزر پر سکائے بلیو ڈاؤن شولڈر ٹی شرٹ میں ملبوس شاہ ویز کے کسرتی بازو اور مضبوط کندھے دور سے ہی اس کی مضبوط جسامت کی گواہی دے رہی تھے۔ چوڑے سینے پر بڑے حروف میں لکھے گرین رنگ کے ایڈی۔ڈس کو پڑھتی عنیزہ کچھ سوچ کر مسکرائی تو شاہ ویز نے بھنوؤں کا جنبش دی۔

"کیا ہوا۔۔؟" اس نے فوراً پوچھا تو عنیزہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"بس سوچ رہی ہوں کہ تمہاری ہائٹ اور یہ ڈولے شولے اور سب سے بڑھ کر یہ تمہارے چھوٹے چھوٹے بال۔۔!" چھوٹے چھوٹے سیاہ بالوں سے ڈھکے اس کے سر کی طرف شہادت کی انگلی سے اشارہ کرتی وہ کہتے ہوئے رکی۔

"تم شکل سے ہی کمانڈو لگتے ہو۔۔لوگ ہمیں مشکوک نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔" بات مکمل کرتی وہ پھر سے مسکرائی۔

"تو دیکھنے دو۔۔ آئی ڈیم کیئر۔۔!" شاہ ویز نے لاپرواہی سے کندھے اچکا کر کہا۔ گھنی مونچھوں تلے دبے اس کے لب جوس کے سٹرا سے جوس کھینچتے، اسے حلق میں انڈیل رہے تھے۔وہ بڑی رغبت سے کھانا کھا رہا تھا جبکہ عنیزہ کی بے باک نگاہیں بے اختیار اس کا جائزہ لیتی چلی جارہی تھی جو اس پل کسی کو بھی اپنے لیے پاگل کر دینے کی حد تک وجیہہ دکھائی دے رہا تھا۔

"تمھاری یہی بے نیازی مجھے اٹریکٹ کرتی ہے شاہ ویز۔۔!" اس کی جھکی آنکھوں کو دیکھتی وہ آہستگی سے بولی تو شاہ ویز نے نگاہیں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ عنیزہ کو اس کی آنکھوں میں ناگواری سی نظر آئی۔

"محبت میں لڑکیوں کی جانب سے پہل اور اظہار۔۔ دونوں ہی مجھے ناپسند ہیں عینہ" کہتے ہوئے وہ آخر میں ہولے سے مسکرایا۔ عنیزہ مسکرا بھی نہ سکی۔

"کس دور میں جی رہے ہو شاہ۔۔ آجکل تو سب چلتا ہے یار!" عنیزہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو شاہ ویز نے ہولے سے سر اثبات میں ہلایا۔

"خیر لیو اٹ۔۔ یہ بتاؤ مامی نے تمھاری کزن کے بارے میں کیا سوچا ہے؟ فورک میں فرائیڈ چکن پھنسا کر لبوں تک لے جاتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کون..؟ بخت آور کی بات کر رہے ہو؟ عنیزہ نے کچھ حیرانگی سے پوچھا تھا۔

"ہمم۔۔!" اس نے سر ہولے سے اثبات میں ہلایا۔

"اسکا کیا سوچنا؟" وہ لاپرواہی سے ہنسی۔

"میرا مطلب ہے اس کی شادی۔۔؟" شاہ ویز نے چاول چباتے ہوئے کہا۔

"پتہ نہیں۔۔ لیکن وہ دوسری شادی نہیں کرے گی!" عنیزہ نے اپنی پلیٹ پر جھکتے ہوئے کہا۔

"کیوں؟ ارصم اور اس کی اچھی انڈرسٹینڈنگ ہے آئی تھنک۔۔!" وہ ابھی بھی منہ چلا رہا تھا۔ عنیزہ کو اس کی طرف دیکھنا پڑا۔

"ارصم کا یہاں کیا ذکر ہے؟" وہ اس بار ہنس نہیں پائی تھی۔

"اگر ان دونوں کی شادی کر دی جائے تو۔۔؟ مطلب گھر کی عزت گھر ہی میں رہ جائے گی۔۔!" شاہ ویز نے اپنا اظہارِ خیال اس کے گوش گزار کیا۔ عنیزہ کا موڈ یکدم بدلا تھا۔

"گھر کی عزت دوراتیں گھر سے باہر گزار آئی ہے تم بھول رہے ہو شاید۔۔!"

عنیزہ نے کافی تلخی سے کہا۔اس کی سوچ سے چھلکتی پستی نے ایک لمحے کے لیے شاہ ویز کو حیران کر دیا تھا۔

"اس سے شادی کے فقط چار ماہ بعد ہم نے بھائی کو قبر میں اترتے دیکھا ہے شاہ ویز۔۔!" وہ بنار کے مزید بولی۔ آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔

"اب ارصم کو قبر میں اترتے دیکھنے کی ہمت نہیں ہے!" وہ ڈھکے چھپے لفظوں میں بخت آور کو منحوس کہہ رہی تھی۔ہاں وہ اسے منحوس ہی کہہ رہی تھی۔شاہ ویز کا دل یک دم اُچاٹ ہوا۔عنیزہ کی بھیگتی آنکھوں نے پہلی بار اس کے دل پر کوئی اثر نہیں چھوڑا تھا۔لب بھینچتے ہوئے اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم اتنی سپر سٹیشئیس (توہم پرست) ہو۔۔!" شاہ ویز نے بھرپور سنجیدگی سے کہا تو عنیزہ نے اپنی آنکھیں رگڑتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

"ہاں میں ہوں۔۔ اگر تم نہیں ہو تو، عالیان سے کر دونا اس کی شادی۔۔ ویسے بھی وہ 'تمہاری' نسل کی امین ہے۔۔ ہماری نہیں۔۔!" وہ بولنے پر آئی تو تلخی کی حد کر گئی۔ اس کی تجویز پر شاہ ویز کچھ پل اسے دیکھتا رہا پھر ہولے سے مسکرایا۔

"عالیان سے کیوں۔۔؟ جب خطرہ جان کا ہے تو میں خود کر لیتا ہوں نا اس سے شادی۔۔!" ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہو کر بیٹھتا وہ جذبات سے عاری سرد لہجے میں گویا ہوا تو عنیزہ کا روانگی سے دھڑکتا دل یک بارگی ڈوب کر ابھرا تھا۔ چہرے کی رنگت پل میں بدلی تھی۔

"تم اپنے بھائی کو قبر میں اترتا نہیں دیکھ سکتی تو میرے ساتھ بھی یہی پرابلم ہے عینہ۔۔!" ہاتھ کی مٹھی بنا کر رخسار تلے رکھتا وہ کہنی میز پر ٹکا چکا تھا۔ عنیزہ کا اطمینان رخصت کر کے اس کے چہرے پر اطمینان ہی اطمینان تھا۔

"تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے" خشک پڑتے لبوں پر زبان پھیرتی وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی تو شاہ ویز مبہم سا مسکرایا۔ اپنے لیے وہ کتنی جلدی بے چین ہوئی تھی۔۔، محسوس کرتے شاہ ویز کے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہوتی چلی گئی۔

"میں تم سے کہہ رہی ہوں شاہ ویز۔۔؟؟" وہ بس رو دینے کو تھی۔ شاہ ویز نے بڑی مشکلوں سے خود کو سنبھالا۔

"مزاق کر رہا ہوں یار۔۔!" اس نے غیر سنجیدگی سے کہا تو عنیزہ بے اختیار رو پڑی۔ سر جھکائے وہ ارد گرد کی پرواہ کیے بنا روئے چلی گئی تو شاہ ویز کو سنجیدہ ہونا پڑا

۔۔

"کم آن عینہ۔۔ ایک چھوٹا سا مذاق ہی تو کیا ہے!" وہ اپنی کرسی چھوڑتا گھوم کر اس کے قریب آگلیا۔

"مجھے ایسے جان لیوا مذاق پسند نہیں ہیں۔۔!" اسے پیچھے دھکا دیتی وہ روتے ہوئے چلائی۔

"میں نے پہلے بھی کہا تھا۔۔!" مزید کہتی وہ اس پل اُسے بالکل بے ضرر لگی۔ شاید اس کا ردعمل درست تھا۔۔؟ یا جو بھی تھا شاہ ویز کو شرمندگی ہونے لگی۔ جبکہ اطراف میں کئی لوگ ان دونوں کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔

"اوکے آئی ایم ساری۔۔ پلیز اب چپ کر جاو۔۔!" اردگرد کی پرواہ کیے بغیر اس نے اپنے کان پکڑتے ہوئے کہا تو چند پل وہ اسے دیکھتی رہی پھر روتے روتے ہنسی۔

"نیچے کرو سب دیکھ رہے ہیں۔۔!" اس کے ہاتھ نیچے کرتی وہ آہستگی سے بولتی اٹھ کھڑی ہوئی تو شاہ ویز بھی سیدھا ہوتا کھڑا ہو گیا۔

"مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے!" اس کا چہرہ بتا رہا تھا کہ اسے واقعی لوگوں کی موجودگی سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بل پے کر کے وہ اس کی سنگت میں ہی باہر نکل آیا۔

"مجھے تو لگتا ہے کہ بخت آور نے ہی مروہ کا کڈنیپ کروایا ہے۔۔ مجھے اس پر یقین نہیں رہا!" گاڑی میں بیٹھتی عنیزہ یونہی بولی تھی۔ وہ شاید پھر سے بخت آور کو برا بھلا کہنے کے موڈ میں تھی۔

"لیو ہر ٹاپک۔۔ میں تمہیں دوبارہ روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔۔!" ڈرائیونگ سیٹ سنبھالتے ہوئے شاہ ویز نے سنجیدگی سے کہا تو عنیزہ کے دل میں ٹھنڈ سی پڑ گئی۔ سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اس نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائی تو شاہ ویز نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔ پھر وہ اسے گھر چھوڑنے اندر تک آیا تھا۔

✿✿✿✿✿✿

"کیوں امی۔۔؟میں کیوں اسے چیک اپ کے لیے لے کر جاؤں وہ میری زمہ داری نہیں ہے!" ارصم کی جھنجھلائی ہوئی آواز شاہ ویز کے کانوں میں پڑی تو اس کے قدموں کی رفتار کچھ سست پڑ گئی۔ عنیزہ اپنا پرس گاڑی میں ہی بھول گئی تھی سو لینے کے لیے واپس گئی تھی جبکہ وہ خود اندرونی عمارت کی جانب آیا تھا جہاں لاونج میں داخل ہونے سے پہلے ہی اسے اب راشدہ بیگم کی آواز آرہی تھی۔

"کیوں تمہیں زمہ داری اٹھانے میں کیا مسئلہ ہے؟ بھابھی ہے تمھاری۔۔ کزن، بہن تین تین رشتے ہیں۔۔!" ان کی آواز میں ارصم کے لیے دبا دبا سا غصہ تھا۔

"اوہ پلیز۔۔ کون سی بہن؟ وہ جس سے شادی کے لیے ابو پچھلے تیس دن میں مجھے تیس دفع کہہ چکے ہیں؟؟" وہ تو ہتھے سے ہی اکھڑ گیا تھا۔

"میرے منہ پر پاگل نہیں لکھا کہ ایک بیوہ سے شادی کرلوں۔۔ میں بتا رہا ہوں کہ میں قربانی کا بکرا نہیں بننے والا۔۔ میں اس منحوس لڑکی سے ہر گز شادی نہیں کروں گا۔۔!" وہ غصے میں جو منہ میں آرہا تھا بول رہا تھا۔ شاہ ویز کو اسکا بخت آور

سے چائے کے لیے کہنا یاد آیا تو اس نے اپنے لب بھینچ لیے۔ منافقت کی انتہا ہی تو تھی۔

"بکواس بند کرو ارصم۔۔ خبر دار اگر اسے منحوس کہا تو۔۔!" راشدہ بیگم اس پر گرجی تھیں۔

"منحوس کو منحوس نہ کہوں تو اور کیا کہوں؟ بخت آور نام رکھ لینے سے نصیب کی کالک مٹ نہیں جاتی امی۔۔!" سفاکی سے کہتے ہوئے اس نے میز کو ٹھڈا مارا اور وہاں سے جانے کے لیے سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔

"اور ہاں۔۔ میرا بھائی مر گیا تو بھابھی والا رشتہ ختم

۔۔ ویسے بھی وہ پھپھو کی نسل بڑھا رہی ہے، ان سے کہیں کہ بخت آور کو عالیان کے نکاح میں لے لیں۔۔!" پلٹ کر اس نے پھر سے اپنی ماں کو مفت کا مشورہ دیا تو راشدہ بیگم اسے دیکھتی رہ گئیں۔

"ابو کو سمجھا دیں آپ۔۔!" وہ بولتے بولتے سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا تھا۔

"کسی کی گھریلو باتیں چھپ کر سننا ایک غیر اخلاقی حرکت ہے شاہ ویز۔۔" عنیزہ کی آواز اس کے عقب سے اچانک ابھری تو بنا پلٹے وہ مبہم سا مسکرایا۔ عنیزہ گھوم کر اس کے سامنے آئی اور بھنویں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

"میں اخلاقیات سے عاری ایک بے ادب انسان ہوں۔۔۔ تم جانتی تو ہو۔۔!" ہولے سے کندھے اچکا کر کہتا وہ اندر کی طرف بڑھ گیا۔ انداز میں لاپرواہی تھی۔

"تم کب سدھرو گے شاہ ویز۔۔؟" اس کے پیچھے لپکتی وہ دبی دبی آواز میں چلائی تھی۔

"تم سدھار دینا۔۔ سدھر جاؤں گا!" عجب بے نیازی تھی مگر اس کے جواب نے عنیزہ کا موڈ پل میں اچھا کر دیا تھا۔

"بہت بدتمیز ہو!" وہ مصنوعی خفگی سے بڑبڑائی۔ اس بار وہ بنا کوئی جواب دیے صوفے پر جا بیٹھا۔ راشدہ بیگم کی نظر ان دونوں پر پڑی چکی تھی۔

"میں نے سنا جو ارصم نے آپ سے کہا مامی۔۔" صوفے کی پشت سے ٹیک لگا تا وہ سر اٹھائے راشدہ بیگم سے کہہ رہا تھا جو اس کی بات پر کچھ گڑبڑا گئی تھیں۔ جبکہ اس کی بے تکلفی پر عنیزہ حقیقتاً حیران ہوئی تھی جس نے سب سن کر فوراً استفسار کرنا ضروری سمجھا تھا۔

"ارے بیٹا ابھی تو اس کی عدت بھی ختم نہیں ہوئی۔۔ عدت ختم ہو گی تو ہی اس بارے میں سوچا جائے گا نا!" انھوں نے بادقت اسے جواب دیا۔

"میں آپ کی بھانجی کے منتقلی چیک اپ کی بات کر رہا ہوں، ارصم نے اسے لے جانے انکار کر دیا ہے نا۔۔!" شاہ ویز نے سنجیدگی سے کہا تو راشدہ بیگم کا رنگ پھیکا سا پڑ گیا۔ یعنی وہ سب سن چکا تھا۔

"ہاں اسے اپنے دوستوں کے ساتھ کمبائن سٹڈی کرنی تھی تو اس لیے منع کر رہا ہے!" انھیں سمجھ نہ آئی نہ شاہ ویز کے سامنے کیا جواز پیش کریں۔

"تو ٹھیک ہے۔۔ میں تو فری ہی ہوں، اسے بلائیں میں لے کر جاؤں گا" شاہ ویز نے سر کو اثبات میں ہلا کر کہا تو انھوں نے کچھ عیب نظروں سے عنیزہ کی طرف دیکھا۔

"اسے مت دیکھیں، وہ لے کر نہیں جا رہی میں لے کر جاؤں گا" شاہ ویز نے ان کی نگاہوں کے تعاقب میں سنجیدگی سے کہا تو عنیزہ گھوم کر اس کے مقابل آئی۔

"تمہارا مسئلہ کیا ہے شاہ ویز؟ تم کیوں اس کے لیے اتنی کنسرن دکھا رہے ہو؟ وہ تمہاری کچھ نہیں ہے!" شاہ ویز کی طرف دیکھتی وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتی تلخی سے گویا ہوئی تو شاہ ویز نے راشدہ بیگم سے نظریں ہٹا کر اس کی طرف دیکھا۔

"کنسرن دکھا رہا ہوں، جذبات نہیں دکھا رہا جو تمہیں مسئلہ ہو رہا ہے!" ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہوتا وہ بے تاثر لہجے میں بولا تو اس کی بات کا مطلب سمجھتی وہ دھک سے رہ گئی۔ اس نے راشدہ بیگم کی موجودگی کا بھی خیال نہیں کیا تھا.

"آپ سے کہہ رہا ہوں۔۔ اسے بلائیں۔۔!" اس نے اپنی طرف دیکھتی راشدہ بیگم کو بڑے دھڑلے سے کہا تو وہ لب بھینچتی بخت آور کے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

"یہ بدتمیزی کی حد ہے۔۔!" سلگ کر کہتی عنیزہ وہاں مزید رکی نہیں تھی۔ راشدہ بیگم سے پہلے بخت آور کے کمرے کا دروازہ زوردار آواز سے کھولتی وہ اندر داخل ہوئی تھی۔

"چلو اٹھو اور چادر لو۔۔ ہم تمہارے چیک اپ کے لیے جا رہے ہیں۔۔!" اس کے سر پر پہنچتی وہ دھیمی مگر تلخ آواز میں بولی تھی۔ وہ غائب دماغی کے عالم میں سر اثبات میں ہلاتی فوراً چادر لینے کے لیے الماری کی طرف بڑھی تھی۔

"اس کی بدتمیزیاں میں صرف تمھاری وجہ سے برداشت کر رہی ہوں عنیزہ۔۔
لیکن جس دن میری برداشت ختم ہوئی ناں، اسی دن یہ رشتہ بھی ختم ہو گا تم دیکھ
لینا۔۔!" کمرے سے نکلنے سے پہلے انہوں نے عنیزہ کو بازو سے دبوچ کر کہا تو اس
نے کھا جانے والی نظروں سے باہر نکلتی بخت آور کو دیکھا۔

"اپنی بھانجی کو کہیں ٹھکانے لگا یے امی ورنہ یہ میرا اور شاہ ویز کا رشتہ ٹھکانے لگا
دے گی" ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچتی وہ بے بسی کے عالم میں پھنکاری۔

"کیا بکواس ہے یہ؟ شاہ ویز کی بدتمیزی میں اس بے چاری کا کیا قصور ہے؟" راشدہ
بیگم اسی پر الٹ پڑیں۔

"ایک تو بھانجی کے عشق میں آپ کی آنکھیں واقعی اندھی ہو گئی ہیں۔!" پیر پٹخ کر
بدتمیزی سے کہتی وہ وہاں رکی نہیں تھی۔ تیزی سے شاہ ویز اور بخت آور کی جانب
لپکی جو ایک دوسرے سے بحث کر رہے تھے۔ بخت آور کو اس کے ساتھ نہیں جانا
تھا اور شاہ ویز کو اسے ہر حال میں اپنے ساتھ لے کر جانا تھا۔ عنیزہ کی بروقت سنی

گئی تھی۔ بخت آور کو جھوٹی تسلیاں دیتی وہ اس کے ساتھ ہی چل پڑی۔ شاہ ویز کو تو بس بخت آور کے چیک اپ سے مطلب تھا، عنیزہ کی موجودگی سے اسے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ وہ باخوشی اسے ساتھ لے کر گیا تھا۔

✿✿✿✿✿✿

"تم تیار ہو۔۔؟" دروازہ کھول کر وہ اس کے کمرے میں آیا تھا۔ اپنے دھیان میں بال سمیٹتی مروہ اس کی اچانک پر بوکھلا کر سیدھی ہوئی تو سنہرے بال ہاتھوں سے چھوٹ کر پشت پر بکھر گئے۔ لب بھینچتی وہ سرعت سے بیڈ کی طرف لپکی اور جھک کر اپنا دوپٹہ اٹھایا۔

"آپ کو کسی نے تمیز نہیں سکھائی۔۔؟ کسی کے کمرے میں ناک کیے بغیر نہیں جاتے!" دوپٹہ شانوں پر پھیلاتی وہ ناگواری سے بولی۔ چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار واضح تھے۔

"اپنی بیوی کے کمرے میں بنا اجازت داخل ہونا تمھارے نزدیک بد تمیزی ہو گی، میرے نزدیک تو اسے استحقاق کہتے ہیں" اس کا نازک سراپا دلچسپ نگاہوں سے دیکھتا وہ سنجیدگی سے پُر لہجے میں بولا تو مروہ نے سلگ کر اس کی طرف دیکھا۔

"آپ بھول رہے ہیں کہ آپ نے مجھ سے زبردستی نکاح کیا تھا۔ بیوی نہیں ہوں میں آپ کی۔۔"!

"بیوی تو بیوی ہی ہوتی ہے۔۔!" خاور نے بڑے اطمینان سے اس کا جواز رد کیا تھا۔

"آپ کو جو سمجھنا ہے سمجھتے رہیے۔۔ اب چلیے ہمیں نکلنا ہے محمل ویٹ کر رہی ہو گی!" بے زاریت سے پُر ترش لہجے میں کہہ کر وہ دروازے کی طرف بڑھی جب خاور نے اس کی کلائی تھام لی۔

"اتنی بھی کیا جلدی ہے؟ بات تو مکمل ہو جانے دو۔۔!" ایک جھٹکے سے اسے اپنی جانب کھینچتا وہ دھیمی آواز میں بولا تھا۔ کمرے کی تنہائی اور اس شخص کا استحقاق بھرا لمس۔۔ مروہ کو اپنی جان نکلتی محسوس ہوئی۔

"کتنی بار کہا ہے اپنی حد میں رہا کریں۔۔۔!" اپنی کلائی اس کی گرفت سے چھڑوانے کی ناکام کوشش کرتی وہ غرائی۔ آواز پل میں لڑکھڑائی تھی۔

"چہ چہ چہ۔۔ کیسی بے قدری قدری عورت ہو تم۔۔ میری ایک نگاہ پر لڑکیاں اپنی حدود بھول جاتی ہیں اور تم..؟ میرے نکاح میں ہونے کے باوجود مجھے ہی حدود و قیود بتا رہی ہو؟" اس کی کلائی کو مزید سختی سے جکڑتا وہ اس کی سنہری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔ مروہ کے لیے اس کی آنکھوں میں دیکھتے رہنا محال ہوا جو نیلے سمندر میں شوق سموئے اسی کے نقوش تک رہا تھا۔

"تو آپ سے کس نے کہا ہے کہ مجھ پر اپنا وقت ضائع کریں۔۔؟ انھی لڑکیوں کے پاس جائیں اور میری جان بخش دیں پلیز۔۔!" پھر سے اپنی کوشش دہراتی وہ نگاہوں کا رخ پھیرتے ہوئے بولی تو وہ دھیرے سے ہنسا۔

"تمہاری جان بخشنے کے لیے تم سے نکاح نہیں کیا میری گولڈن۔۔بس تمہاری ہاں کا انتظار ہے مجھے۔۔ پھر اپنی تمام حدود میں تمہیں عملی طور پر بتاؤں گا!" اس کی کلائی بہت آہستگی سے چھوڑ کر کہتا وہ ایک قدم پیچھے ہوا تو مروہ نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔

"میں آخری سانس تک تمہیں ہاں نہیں کہوں گی!" مضبوط لہجے میں کہتی وہ اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔

"میرے انتظار کی طوالت تمہارے بڑے نقصان کا باعث بن سکتی ہے اس لیے خود کو سمجھاؤ۔۔ میں آخری سانس تک انتظار کرنے والے عاشقوں میں سے نہیں ہوں!" اپنی مسکراہٹ سمیٹتا وہ یک دم لہجے میں سرد مہری سمو کر بولا تو مروہ کی

ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی دوڑ گئی۔ اس شخص سے کچھ بعید نہیں تھا، وہ واقعی کچھ بھی کر سکتا تھا۔ اپنی بات مکمل کر کے وہ انھی قدموں پر لوٹ گیا جن سے وہاں آیا تھا۔

"جلدی آؤ ہمیں نکلنا ہے۔۔!" حکمیہ انداز میں کہہ کر وہ دروازہ بند کر گیا تھا۔

مرے مرے قدم اٹھاتی مروہ دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ اسے خاور یامین کے ساتھ کہیں نہیں جانا تھا, اسے تو اس شخص سے دور۔۔ بہت دور جانا تھا مگر کیسے۔۔؟ اس سے دور جانا مروہ کے بس میں ہی نہیں تھا۔

✿✿✿✿✿✿

وہ گھر میں داخل ہوا تو سناٹے کو محو راج پایا۔۔ شاید سب سونے کے لیے جا چکے تھے۔ گاڑی کی کیز شہادت کی انگلی میں گھماتا وہ بھی اپنے کمرے کی طرف بڑھا کہ تب ہی ڈرائنگ روم سے آتی مدھم آوازوں پر اس کے قدم تھمے تھے۔ گردن موڑ کر اس نے ڈرائنگ روم کے ادھ کھلے دروازے کی طرف دیکھا پھر ٹراوزر کی

جیبوں میں ہاتھ گھساتا وہیں آگیا۔ اے۔سی کو سولہ پر آن کے وہ تینوں وہیں تھے۔عالیان اپنا کاوچ سنبھالے، موبائل میں مصروف بیٹھا تھا جبکہ ندرت بیگم اور شیر افگن صاحب ایل۔ای۔ڈی پر چلتی سیاسی سرخیوں پر نگاہیں دوڑا رہے تھے۔

"السلام علیکم۔۔!" اندر داخل ہوتے ہوئے اس نے بلند آواز میں سلام کیا تو سب سے پہلے شہر افگن صاحب اس کی طرف متوجہ ہوئے اور سر ہلا کر اس کے سلام کا جواب دیا۔

"مل گئی گھر آنے کی فرصت۔۔؟؟" ندرت بیگم نے ترچھی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ شاید میری جاب کی نوعیت بھول رہی ہیں مما" سنگل صوفے پر ڈھیتے ہوئے اس نے اپنے مخصوص سنجیدہ لہجے میں انھیں جواب دیا تھا۔

"میں کچھ نہیں بھولی مگر شاید تمہیں یاد نہیں ہے کہ آجکل تم چھٹیوں پر ہو!" وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"چھٹیوں کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر گھر میں ہی بیٹھ جاؤں۔۔!" اس نے ٹانگ پر ٹانگ چڑھائی۔ شیر افگن صاحب نے ہاتھ میں پکڑا ریموٹ کنٹرولر سائیڈ پر رکھ دیا۔

"دیکھو برخوردار۔۔ تمہاری جو بھی مصروفیت ہے اس میں مروہ اور اس کی گمشدگی کی تفتیش کہیں نہیں ہونی چاہئیے۔۔!" اس کا چہرہ سنجیدہ نگاہوں سے دیکھتے وہ غیر لچک انداز میں بولے تو وہ مبہم سا مسکرایا۔۔

"اسکا فیصلہ آپ نہیں کریں گے بابا جان۔۔!" بنا جھجھکے اٹل لہجے میں کہتا وہ انھیں لمحہ بھر کو خاموش کروا گیا تھا جبکہ اس تمام دورانیے میں انجان بنے بیٹھے عالیان نے پہلی بار موبائل سے نظریں ہٹا کر اس کی طرف دیکھا جو کمال بے نیازی سے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا چکا تھا۔

"تم کچھ زیادہ ہی بدتمیز نہیں ہوتے جا رہے ؟" عالیان نے لب کشائی کی۔

"زیادہ مطلب۔۔؟ میں اول روز سے اتنا ہی بدتمیز ہوں" شاہ ویز نے اطمینان سے کہا تو شیر افگن صاحب نے گلا کھنکار کر اسے اپنی طرف متوجہ کیا۔

"جب قدرت نے کوئی رپورٹ درج ہی نہیں کروائی تو تم کیوں جانچ پڑتال کرتے پھر رہے ہو؟ کیوں اپنے ماموں کے غم میں اضافہ کر رہے ہو شاہ ویز؟" انھوں نے اسے شرم دلانے کی اپنی سی کوشش کی تو وہ پھر سے مسکرایا۔

"میں ایسے بے حس ماں باپ کے غم کو غم نہیں سمجھتا جنہوں نے ایک بار بھی یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی کہ ان کی بیٹی کے ساتھ معاملہ کیا درپیش ہوا۔۔! انھوں نے خود ہی ایزیوم کر لیا ہے کہ وہ گھر سے بھاگ گئی ہے حالانکہ اسے پال پوس کر جوان کرنے والے وہ خود ہیں۔۔!" لبوں کی مسکراہٹ سمیٹتا وہ قدرے کھردرے لہجے میں بولا تھا۔

"کسی نے کچھ ایزیوم نہیں کیا، وہ الماری سے اپنا زیور لے کر، کمرے کو اندر سے لاک کر کے کھڑکی کے زریعے پچھلے دروازے سے گھر سے بھاگی ہے۔۔ تو اس میں کون سا معاملہ ہے جو تمہیں مخفی نظر آرہا ہے؟؟"موبائل سائیڈ پر رکھتا عالیان جذبات سے عاری لہجے میں پھنکارا۔

"اور تم تو پولیس والے ہونا۔۔؟ گواہان اور ثبوتوں پر یقین رکھتے ہو تو پھر اس کیس میں تمام حالات و واقعات مروہ کے گھر سے بھاگنے کی طرف ہی اشارہ کر رہے ہیں یہ بات کیوں نہیں سمجھ آرہی تمہیں۔۔؟"عالیان نے مزید لب کشائی کی تھی۔

"اور بخت آور.. ؟ اسکا کڈنیپ اور سیفلی ہوم کمنگ کے بارے میں کیا کہو گے تم؟"شاہ ویز نے سخت لہجے میں اس سے الٹا سوال کیا۔

"تم اپنی زبان سے اس منحوس لڑکی کا نام بھی مت لو شاہ ویز۔۔!"شہادت کی انگلی اٹھاتی ندرت بیگم نے بھی اپنے جڑے لب کھولے تھے۔

"وہی منحوس لڑکی آپ کی نسل کی امین ہے مما۔۔!" شاہ ویز نے انہیں یاد دلایا تو انھوں نے ناک چڑھائی۔

"ہونہہ نسل۔۔ جب نسل اس دنیا میں آئے گی تو اسے میں ویسے بھی یہیں لے آؤں گی، بھلے ہی راشدہ اپنی بھانجی کو سینے سے لگا کر رکھے، اپنی نسل کو کلیجے سے لگانے کے لیے میں زندہ ہوں ابھی۔۔!" اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہتی ندرت بیگم نے بات ہی ختم کر دی تھی۔ جانے وہ کیا تہیہ کیے بیٹھی تھیں۔

"آپ سب کے درمیان تو بیٹھنا ہی فضول ہے۔۔!" دھیمی آواز میں بڑبڑاتا وہ صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تو مت بیٹھو۔۔ مگر میری بات غور سے سن لو۔۔ اس سبز قدم لڑکی سے دور رہو، تمہیں اس کی زمہ داریاں اٹھانے یا اس کی خاطر اپنی ممانی سے بدتمیزی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے!" اسے دروازے کی طرف بڑھتا دیکھ وہ بلند آواز میں

چنگھاڑتی اسے قدم روکنے پر مجبور کر گئی تھیں۔ شیر افگن صاحب سر نفی میں ہلاتے پھر سے سکرین پر چلتی سرخیوں کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔

"مجھے کس کے قریب رہنا ہے اور کس سے دور۔۔ اسکا فیصلہ میں خود کروں گا!" ان کی طرف دیکھ کر بھرپور سنجیدگی سے کہتا وہ ان کے چودہ طبق روشن کر گیا تھا۔

"دیکھ رہے ہیں آپ اسے۔؟' انھوں نے سلگ کر شوہر کو پکارا۔۔ مگر ان کے دیکھنے سے پہلے ہی وہ وہاں سے واک آؤٹ کر گیا تھا۔

"میں تو اس لڑکے کے اڑیل پن سے عاجز آچکا ہوں، اپنے سپوت کو تم خود ہی دیکھو۔۔!" وہ فوراً بری الزمہ ہوئے تھے۔

"آپ بھائی جان سے اس کی شادی کی ڈیٹ لے لیں تو بہتر ہے، عنیزہ آجائے گی تو شاید سدھر جائے۔۔!" ندرت بیگم نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے کہا۔

"جو خود بگڑی ہوئی ہے وہ اسے کیا سدھارے گی۔۔!" موبائل سے سر اٹھاتے عالیان نے لقمہ دیا تو ندرت بیگم نے اسے گھورا جس کا اثر لیے بغیر وہ پھر سے سر جھکا گیا۔ شیر افگن صاحب بھرپور توجہ سے خبریں دیکھ رہے تھے جیسے اس سے زیادہ اہم کام دنیا میں اور کوئی نہ تھا۔

✿✿✿✿

"شہزادی تلوار سے نیلی آنکھوں والے دیو کا مقابلہ کرتی ہے مگر بہت کوشش کے باوجود وہ ہار جاتی ہے اور پھر۔۔" مدھم آواز میں محمل کو کہانی سناتے وہ ایک لمحے کو رکی۔ آنکھوں میں نمی سی بھرنے لگی تھی۔

"وہ قید ہو جاتی ہے، زندگی بھر کے لیے۔۔!" مروہ کے حلق میں کچھ اٹکا تھا۔ شاید غم۔۔ دکھ۔۔ یا پھر کوئی حسرت۔۔!

"اور اس کا شہزادہ۔؟ وہ کیوں نہیں آیا اسے بچانے؟" محمل نے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے پوچھا۔

"اس کہانی میں شہزادہ کہیں نہیں ہے محمل۔۔ صرف شہزادی ہے اور ایک عمر بھر کی قید۔۔!" مروہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اور اس کا دیو۔۔؟ "

" دیو اس کا نہیں ہے، وہ دیو کی ہے۔۔!" آنکھوں سے نکلتے آنسو بڑی تیزی سے اس کی کنپٹیوں میں جذب ہوئے تھے۔

"یعنی پھر دیو ہی اس کا شہزادہ ہے۔۔؟" وہ چہکی تھی۔ اس کے سوال پر مروہ کو اور رونا آیا۔ اس نے کشن پر رکھے سر کو نفی میں ہلایا۔

" دیو کبھی شہزادہ نہیں بن سکتا۔۔ کبھی نہیں۔۔!' وہ بے حد مدھم آواز میں بڑبڑائی۔ اس بار محمل نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ لب بھینچے چت لیٹی لاؤنج کی چھت کو گھورنے لگی۔ بھیگی آنکھیں بہہ رہی تھیں۔ کاش کہ اس قید سے فرار کا کوئی راستہ ہوتا تو یقیناً وہ صبح کا انتظار بھی نہ کرتی۔۔۔ یہاں یا تو موت تھی یا پھر وہ

شخص۔۔جو اس جزیرے پر پچھلے تین دنوں میں اسے شاید تین ہی بار دکھا تھا۔وہ راتوں کو غائب رہتا اور دن میں اپنی نیند پوری کرتا تھا۔مروہ کو اب شک ہونے لگا تھا کہ وہ شخص کوئی مجرم ہے۔اس کی مشکوک سرگرمیاں اور بے بہا دولت۔۔۔! نہ کوئی بہن بھائی تھا اور نہ ہی ماں باپ۔۔عجیب شخص تھا جو اسے قید کرنے کے بعد اس کی ذات سے بالکل لاپرواہ ہو گیا تھا۔دیوار گیر کھڑکیوں سے آتی سمندری ہواؤں نے لاونج کے احاطے کو ٹھنڈا کر دیا تھا۔سو ملازمہ نے انگیٹھی جلا دی تھی۔مروہ نے ایک نظر اپنے پہلو میں لیٹی محمل پر ڈالی جو سو چکی تھی۔نیند تو اسے بھی آرہی تھی سو اپنی سوچوں سے ہار مانتی وہ آنکھیں موند گئی۔

تمھارے بعد سلیقے سے ہم نے رکھے ھیں

یہاں خیال، وہاں یاد، اُس طرف آنکھیں

ملازم نے گلاس ڈور کو اس کے لیے دھکیلا تو شرٹ کے اوپری بٹن کھولتا وہ اندر آگیا۔ پورے لاؤنج میں نیم تاریکی کا راج تھا۔ گلاس وال سے اندر آتی چاند کی مدھم روشنی کا حسین سایہ سیدھا انگیٹھی کے قریب ہی جہازی سائز صوفہ پر محو استراحت مروہ پر پڑ رہا تھا۔۔ اس وسیع و عریض لاؤنج کی شاندار اشیائے زندگی رات کی تاریکی میں خاموش تھیں۔ بوٹوں کی بھاری دھمک قالین پر قدم رکھتے ہی تھم سی گئی۔ خاور نے اپنی چوڑی کلائی میں بندھی قیمتی رسٹ واچ اتار کر یونہی چلتے چلتے واس تلے کھڑے شیشے کے میز پر رکھی اور خود اس کی طرف بڑھا۔ قریب آنے پر اسے کمفرٹر تلے چھپا مخمل کا وجود بھی نظر آیا تو خاور کے لب ہولے سے مسکرائے۔ گردن گھما کر اس نے اطراف میں دیکھا۔۔ نیچے کو جاتی سیڑھیوں کی طرف ایک ملازم ہشاش بشاش سی کھڑی تھی۔ خاور نے دو انگلیوں کے اشارے سے اسے قریب بلایا تو وہ فوراً اس کی طرف آئی۔

"محمل کو اٹھا کر اس کے کمرے میں لے جاؤ اور حنیہ (محمل کی آیا) سے کہو کہ اس کے روم میں ہی رکے اور تم۔۔ تم بھی اوپر واپس مت آنا۔۔!" خاور نے مدھم لہجے میں اسے حکم دیا تو اس نے سر اثبات میں ہلاتے ہوئے محمل کی طرف ہاتھ بڑھائے۔

"احتیاط سے۔۔ مروہ کی نیند خراب نہیں ہونی چاہئیے۔۔!" خاور نے مزید کہا تو اس نے "جی اچھا" کہتے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل کر دی۔ محمل کو گود میں لے کر وہ وہاں سے نکلتی چلی گئی۔ جبکہ لب بھینچتا وہ اس کے قریب ہی صوفے پر بیٹھ گیا۔ بغور اس کی طرف دیکھا تھا جو آنکھوں پر بازو رکھے خواب خرگوش کر مزے لوٹ رہی تھی۔ ادھ کھلے لبوں سے نکلتی چھوٹی چھوٹی سانسوں کی آواز سنتا وہ پھر سے مسکرایا اور ہاتھ بڑھا کر اس کے پیٹ پر دھرا اس کا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس کی نرم و گرم انگلیوں کو اپنے یخ بستہ انگوٹھے سے سہلاتے ہوئے خاور کو عجیب سے سرشاری کا احساس ہوا۔۔ یہ لمس اور اس کی نرمیاں۔۔ خاور یامین کی

رگوں میں دوڑتے خون کو گرما رہی تھیں۔۔ نیلی آنکھوں میں شوق کا جہان آباد ہونے لگا۔ جانے کیوں وہ اس لڑکی کے لیے یوں دیوانہ بن بیٹھا تھا۔ عام سا چہرہ اور معمولی سے خدوخال مگر اس کی آنکھیں۔۔ سنہری، معصوم آنکھیں اسکا دل لے اڑی تھیں۔ وہ بے اختیار سا ہوتا اس کی طرف جھکا تو مروہ کی سانسیں اس کا چہرہ چھونے لگیں۔ خاور نے ایک لمحے کو اپنی آنکھیں بند کر لیں۔۔ وہ لمحے بڑے دلفریب تھے، وہ گھڑیاں شاید بخت آور تھیں جن میں اسے مروہ قدرت اللہ کا قرب نصیب ہو رہا تھا۔ مروہ کسمسائی تو آنکھوں سے ہاتھ ہٹا لیا۔۔ سنہرے بالوں کی چند لٹیں رخسار سے لپٹی خاور یامین کی توجہ چاہ رہی تھیں۔ وہ گہرا سانس لیتا سیدھا ہو بیٹھا۔ اسے چھوئے بغیر خاور نے اپنے اندر تک اس کے لمس کی ٹھنڈک اترتی محسوس کی تھی۔ وہ اپنی ہی بیوی کو چھونے سے ڈر رہا تھا اور باہر۔۔ باہر جانے کتنی ہی لڑکیاں اس کی راحت کا سبب بنا کرتی تھیں۔

"تو یعنی تم مجھے اجازت نہیں دو گی؟" عارضوں سے چپکی اس کی سیاہ پلکوں کو تکتا وہ بڑی سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔ آنکھوں میں سرخائی اترنے لگی تھی۔ مروہ کے وجود میں کوئی جنبش نہ ہوئی۔

"جانتی ہو اگر میں زبردستی پر اتر آیا تو کیا ہو گا۔۔؟؟" پھر سے جھکتا وہ اس کی بند آنکھوں پر اپنی نگاہیں جما کر بولا تو اس بار مروہ کی پلکوں پر کچھ لرزش سی اتری۔ خاور کے لب معنی خیزی سے مسکرائے۔۔

"تم اب میری ہو۔۔ اور مرتے دم تک میری ہی رہو گی!" اسے باور کروانے والے انداز میں کہتے ہوئے خاور نے اس کی کنپٹی پر اپنی شہادت کی انگلی کی نوک رکھی جسے حرکت دیتے ہوئے وہ رخسار کی طرف لاتے ہوئے اس کے بالوں کی لٹیں پیچھے کر گیا تھا۔

"خاور یامین کے قرب سے بچنا تمہاری نادانی کے سوا اور کچھ نہیں ہے میری گولڈن۔۔!" اس نے شہادت کے انگلی کے ساتھ اس بار ہاتھ کے انگوٹھے کو بھی

اس کی ٹھوڑی سے لگایا تھا پھر بڑی آہستگی سے دونوں کو جوڑ کر مروہ کے ادھ کھلے لب بند کیے۔ یک دم گھبرا کر اس نے آنکھیں کھولی تھیں۔۔ نگاہ خود پر جھکے خاور پر پڑی تو خوفزدہ ہوتی وہ بے اختیار دونوں ہاتھ اس کے سینے پر رکھتی پوری قوت سے اسے پیچھے دھکیل گئی۔ اسکا توازن بگڑا تو خاور نے صوفے کی پشت کو ہاتھ جکڑتے ہوئے خود کو گرنے سے بچایا جبکہ مروہ اپنا دوپٹہ سینے سے لگاتی پیچھے کی طرف کھسکی۔ جگہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ اپنے پاؤں نہیں سمیٹ پائی تھی۔

"کتنے گھٹیا انسان ہو تم۔۔؟ ایک سوئی ہوئی لڑکی کی غفلت کا فایدہ اٹھاتے شرم نہیں آتی تمہیں۔۔؟؟" مندی مندی آنکھوں کو پورا کھولنے کی کوشش کرتی وہ نیند کے خمار سے بوجھل ہوتی مدھم آواز میں غرائی تو اسے دیکھتے خاور کے لب طنزاً ایک طرفہ مسکرائے تھے۔

"اپنی تصحیح کر لو۔۔ تم سوئی ہوئی کوئی لڑکی نہیں ہو، میری بیوی ہو۔۔!" خاور نے لب سکیڑتے ہوئے قدرے درشت لہجے میں کہا تو مروہ نے فوراً نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں مانتی میں تمہیں اپنا شوہر۔۔ تم ایک دھوکے باز اور بدقماش شخص ہو۔۔ "!

"اس کے علاوہ حرام خور اور زانی بھی ہوں مگر لٹیرا نہیں ہوں۔۔ پھر بھی جانے کیوں تمھیں لوٹنے کا دل چاہتا ہے!" اس کی معلومات میں اضافہ کرتا وہ معنی خیزی سے بولا تو اسے دیکھتی مروہ کی آنکھوں میں بھڑکتی نفرت مزید بڑھی تھی۔

"مجھے تو پہلے ہی شک تھا کہ یہ دھن دولت حلال کمائی کی نہیں ہے!" مروہ نے تاسف زدہ لہجے میں کہا۔

"ظاہر سی بات ہے ماہانہ چار لاکھ روپے کمانے والا ایک گورنمنٹ افسر فقط اپنی تنخواہ سے تو یہ جزیرہ خریدنے سے رہا۔۔!" اس کی بات کا اثر لیے بنا وہ دھیرے سے ہنسا۔

"اس جزیرے سمیت بھاڑ میں جاؤ تم۔۔مجھے نہیں رہنا تمھارے ساتھ!" پاؤں سمیٹنے کی کوشش کرتی وہ دھیمی آواز میں چیخی تو اپنی ہنسی روکتے خاور نے اس کا پاؤں پکڑ کر اسے اپنی طرف گھسیٹا۔

"تم میرے ساتھ رہ ہی کب رہی ہو؟ تم مجھ سے الگ اپنے کمرے میں رہتی ہو۔۔۔تو پھر کس ساتھ کی بات کر رہی ہو تم؟" اس کی طرف جھک کر دوسرے ہاتھ کو صوفے کے بازو پر جماتا وہ اس کی راہیں مسدود کر گیا۔

"دیکھو خاور یامین۔۔!" مروہ نے شہادت کی انگلی اٹھاتے ہوئے کانپتی آواز میں کہا۔

"اوں ہوں۔۔نام مت لو۔۔نام لیتی ہو تو میں اپنی حدود بھولنے لگتا ہوں!" اس کی سنہری آنکھوں میں دیکھتا وہ دلفریب لہجے میں بولا تو مروہ کا دل شدتوں سے دھڑکا۔۔

"مجھ سے دور ہو جاؤ پلیز۔!" شہادت کی انگلی اب بھی خاور ہی کی جانب تھی۔ آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی۔ عجب بے بسی سی بے بسی تھی۔

"میرے قرب سے اتنا ڈرتی کیوں ہو؟ کہتی ہو تو آج یہ ڈر ختم کر دیتا ہوں" اس کے چہرے کے نقوش تکتا وہ بہکے بہکے لہجے میں بولتا مزید قریب ہوا تو اس کے لباس سے اٹھتی کلون کی خوشبو مروہ کی سانسوں میں اترنے لگی۔ دل گھبراہٹ کا شکار ہونے لگا ہاتھ پاؤں پھولنے لگے۔ پیچھے کھسکنے کے لیے مزید کوئی جگہ نہیں تھی۔

"پپ۔۔پلیز مجھے چھونا مت۔۔!" وہ بامشکل اٹکتی ہوئی آواز میں بولی۔

"کیوں۔۔؟" خاور کے لب ہلے۔ نگاہیں اس کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں۔ مروہ کو اپنی کلائی پر اس کی مضبوط انگلیوں کی سرسراہٹ محسوس ہوئی تو اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ یعنی یہ طے تھا کہ وہ اس شخص سے بچ نہیں سکتی۔

"کیونکہ مجھے اچھا نہیں لگتا۔۔!" نچلا لب دانتوں میں دباتی مروہ نے حلق سے نکلتی ہچکی روکنے کی کوشش کی۔

"میں اچھا نہیں لگتا۔۔؟؟" خاور نے بھنوؤں کو ہلکی سی جنبش دی۔ وہ ہنوز اس کے قریب تھا۔

"تمھارا چھونا اچھا نہیں لگتا۔۔!" مروہ نے جلدی سے کہا۔ آنسو آنکھوں سے چھلکنے کو بے تاب تھے۔

"یعنی میں اچھا لگتا ہوں۔۔؟؟" وہ پاگل ہونے لگا۔

"نہیں نہیں۔۔ مجھے نہیں پتہ تم بہت برے ہو!" مروہ کو سمجھ نہ آئی کہ اسے کیا جواب دے۔ وہ رو پڑی۔ وہ چند ثانیے اسے روتا دیکھتا رہا پھر گہری سانس لیتا اس سے دور ہو گیا۔

"اگر تم چاہو تو اس برے کو سدھار سکتی ہو۔۔!"اس کے پاس سے اٹھ کھڑا ہوتا وہ مکمل سنجیدگی سے بولا۔

"مجھے اس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے!" روتے ہوئے کہتی وہ گھٹنوں میں چہرہ چھپا گئی۔ خاور نے لب بھینچتے ہوئے سرخ پڑتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ وہ اس کی تھی، اس کی ملکیت میں تھی، اُس پر حلال تھی مگر وہ اسے چھو نہیں سکتا تھا۔۔! زندگی نے اسے کیسی کشمکش میں مبتلا کر دیا تھا۔۔؟ لڑکیاں اس کی ایک نگاہ پر اپنا آپ اسے دان کر دیا کرتی تھیں اور یہاں وہ اس کی ایک نگاہ کے لیے ترس رہا تھا جو اس ہر کوشش میں وہ اسے رد کر دیا کرتی تھی۔۔ !!

"تم۔۔ تم کیوں میرے ساتھ ایسا کرتی ہو؟ کیوں مجھے تڑپا رہی ہو؟" پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنساتا وہ سرد لہجے میں پوچھ رہا تھا۔

"میں حرام خور ہوں مگر تم تو مجھ پر حلال ہو۔۔ پھر کیوں مجھے خود سے دور کرتی ہو؟؟" وہ پھر سے سوال کر رہا تھا۔ مروہ نے بادقت گھٹنوں سے سر اٹھایا۔

"حرام خوروں کی نیت حلال سے نہیں بھرتی۔۔ تم انھی لڑکیوں کے پاس جاؤ جو تمہاری تڑپ کو پورا کرتی ہیں، میں ایسا کچھ نہیں کر سکتی۔۔!" اپنے آنسو صاف کرتی وہ ہمت مجتمع کر کے بولی تو خاور نے سرخ آنکھوں سے اسے گھورا۔

"بات نیت کی نہیں ہے، بات محبت کی ہے، مگر محبت کو تم سمجھتی نہیں ہو۔۔!" اس نے دھیمے لہجے میں کہا تو مروہ بھیگی آنکھوں سمیت مسکرائی۔

"تم جھوٹے ہو۔۔ تم نے محبت محبت کہہ کر زبردستی مجھ سے نکاح کیا اور پھر مجھے اپنی بھتیجی کی آیا بنا دیا۔۔ اب پھر محبت کا راگ الاپ رہے ہو شاید اب تمہیں اپنی بے اولادی کھل رہی ہے۔۔ یقیناً اب تم مجھ سے اولاد چاہتے ہو گے کیونکہ تمہاری بیوی تو ماں بن نہیں سکی۔۔!" وہ اپنی سمجھ کے مطابق بات کو کہاں سے کہاں لے گئی تھی۔۔؟ خاور بے یقینی کے عالم میں اسے تکتا کچھ پل بول ہی نہ سکا۔

"اگر میں جھوٹا ہوتا تو تمہیں سب سچ نہ بتاتا۔۔ تمہیں سب سچ نہ بتاتا تو آج تم ایسی قیاس آرائیاں نہ کر رہی ہوتی۔۔!" وہ تاسف زدہ مدھم لہجے میں بولا تو مروہ نے لب بھینچتے ہوئے نگاہوں کا رخ بدل لیا۔

"پچھلے ڈیڑھ ماہ میں ایک بار بھی کسی غیر عورت کو چھو نہیں پایا کیونکہ تم۔۔ تمہارا چہرہ۔۔ تمہاری آنکھیں اور تمہارا رونا۔۔۔ سب کچھ یہاں میری نظروں کے سامنے آجاتا ہے۔۔ اور تم کہہ رہی ہو کہ مجھے تم سے جو بھی ہے وہ۔۔ بس مفاد ہے۔۔؟؟"

وہ خطرناک حد تک سنجیدہ تھا۔ دور کھڑا اس سے بات کر رہا تھا مگر اس کی سانسوں کی بے ترتیبی مروہ کو باخوبی محسوس ہو رہی تھی۔

"کیوں میں ہی کیوں۔۔؟ حریم کیوں نہیں۔۔؟" جو نہیں پوچھنا تھا وہ نادانستگی میں پوچھ بیٹھی تھی۔

"جو عورت دل میں نہیں ہوتی وہ مرد کے تخیل میں کبھی نہیں آتی۔۔میرے لیے حریم وہی عورت ہے" بے تاثر لہجے میں کہہ کر وہ وہاں مزید رکا نہیں تھا۔اس بار اس نے مروہ سے محبت کا راگ نہیں الاپا تھا۔اس کے چوڑے کندھے تکتی وہ صوفے سے ٹیک لگا گئی۔ تھکی تھکی آنکھوں کو آہستگی سے موند لیا تھا۔

سفر

آرزوؤں کا

بے ثبات خواہش کا

صبر اور تحمل کا

اختتام تو ہو گا

چلو چل کے دیکھتے ہیں

زندگی۔۔۔

اور کتنی باقی ہے

✿✿✿ ✿✿✿

سر توڑ کوششوں کے بعد وہ قدرت اللہ صاحب سے شاہ ویز اور عنیزہ کی شادی کی تاریخ لینے میں کامیاب ہو گئی تھیں۔ انھوں نے بخت آور کی عدت پوری ہونے کے دو مہینے بعد کی تاریخ دے ڈالی تھی۔ گو کہ دونوں گھروں میں شادی کی تیاریاں کچھ ماند ہی تھیں مگر اب سوگوار ماحول بھی نہیں رہا تھا۔ شاہ ویز اپنی ڈیوٹی واپس جوائن کر چکا تھا مگر آجکل کسی کیس کے سلسلے میں کراچی میں ہی مقیم تھا۔ جبکہ عالیان دن بھر شیر افگن صاحب کے ساتھ فیکٹری کے امور سنبھال رہا تھا۔ آج ہفتہ تھا سو وہ جلدی گھر آ گیا تھا۔ ندرت بیگم کو چائے کے لیے کہہ کر اس نے لاونج میں ہی صوفہ سنبھال لیا۔ وہ چائے لے کر آئیں تو عالیان نے ان کی طرف دیکھا۔

"میں آسٹریا جانا چاہتا ہوں۔۔!" پاؤں ہلاتا وہ دھیمی آواز میں بولا تو میز پر چائے کی ٹرے رکھتی ندرت بیگم نے اس کی طرف دیکھا۔ صوفے پر لاپرواہی سے لیٹنے کے سے انداز میں بیٹھا وہ موبائل چلا رہا تھا۔

"اگلے مہینے تمھارے بھائی کی شادی ہے اور تمھیں ملک سے باہر جانے کی پڑی ہے؟" انھوں نے کافی سنجیدگی سے اسے لتاڑا تھا۔

"بھائی کی شادی ہے میری تھوڑی ہے۔۔!" اس نے فوری جواب دیا۔ تب ہی وہ وہاں آیا تھا۔

"ہاں تو اس کی بھی ساتھ ہی کر دیں۔۔!" سنگل صوفہ سنبھالتے ہوئے شاہ ویز نے سنجیدگی سے کہا۔

"لڑکیاں اگر پیڑ پر اگتی تو پچھلے لان میں اگے پیڑوں میں سے کسی ایک سے اتار کر میں ابھی شادی کر لیتا مگر افسوس کہ ایسا ممکن نہیں ہے!" عالیان نے اسے دیکھتے ہوئے کافی سنجیدگی سے جواب دیا تو شاہ ویز نے اسے گھورا۔

"میں تم سے بات نہیں کر رہا۔۔ آپ سے کہہ رہا ہوں مما۔۔۔ عالیان کے لیے بخت آور کو مانگ لیں۔۔!" اسے ڈپٹتے ہوئے اس نے ساتھ ہی ندرت بیگم کو مخاطب کیا تو اس کی بات پر حیران پریشان ہوتی ندرت بیگم نے کچھ بے یقینی کے عالم میں اس کی طرف دیکھا۔

"دماغ ٹھیک ہے تمھارا۔۔؟ اس بدبخت کو میں اپنے چاند سے بیٹے کے پلے باندھنے سے پہلے مرنا پسند کروں گی سمجھے تم۔۔!" عالیان کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ اس پر برس پڑی تھی۔

"امی پلیز۔۔ یہ کیا آپ اسے کبھی منحوس، بدبخت۔۔ یہ کیا کہتی رہتی ہیں آپ۔۔؟ عجیب لگتا ہے مت کیا کریں ایسے پلیز۔۔!" چائے کا کپ اٹھاتے ہوئے

عالیان نے کچھ عاجزانہ لہجے میں ان سے درخواست کی تو انھوں نے عالیان کو گھورا۔

"اور شاہ ویز میرے بھائی۔۔ایسے فضول آئیڈیاز تمھیں کون دیتا ہے آج یہ بھی بتادو۔۔!" عالیان نے کافی تحمل سے خاموش بیٹھے شاہ ویز کو مخاطب کیا تو اس نے ٹانگ پر ٹانگ چڑھاتے ہوئے عالیان کی طرف دیکھا۔

"اس میں فضول کیا ہے؟ شادی تو تم نے کرنی ہے تو پھر کیا حرج ہے اگر تم بخت آور سے کرلو۔۔!" شاہ ویز نے اسی انداز میں کہا تھا۔

"شاہ ویز تم چپ کر جاؤ۔۔ خاموش ہو جاؤ ورنہ میرے دل و دماغ کو کچھ ہو جائے گا ۔۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتی کہ وہ لڑکی میرے گھر کی بہو بنے۔۔ ہرگز اور ہرگز نہیں۔۔" برداشت کا دامن چھوڑتی وہ پوری قوت سے چلائی تھیں۔

"تو میں کب کر رہا ہوں شادی۔۔؟ ابھی صرف بات ہی ہوئی ہے اور آپ نے لڑنا شروع کر دیا ہے۔۔بخت آور تو کیا مجھے کسی سے بھی نہیں کرنی شادی۔۔!" چائے کا کپ دور اچھالتا وہ تیز آواز میں چلایا تھا۔

" آپ کی نیک بھتیجی کی طرف سے جو غم مجھے ملا ہے نا وہ زندگی بھر کے لیے کافی ہے امی۔۔!" صوفے سے اٹھ کھڑا ہوتا وہ درشت لہجے میں بولا تھا۔

" یہ کیا تماشا لگا رہے ہو۔۔؟ شرم نہیں آرہی تمہیں مما سے اس طرح بات کرتے ؟" شاہ ویز نے سختی سے اسے گھرکا تو عالیان اس کی طرف گھوما۔

" تماشے کے متعلق تمہیں یہ بات کرنے سے پہلے سوچنا چاہئیے تھا۔۔!" بے تاثر لہجے میں کہتا وہ وہاں سے واک آؤٹ کر گیا۔ ندرت بیگم نے لب بھینچتے ہوئے شاہ ویز کو گھورا۔

"کیا۔۔؟ میں نے کیا کیا ہے؟" انھیں اپنی طرف دیکھتا پا کر اس نے کندھے اچکائے۔

" سجیشن ہی دیا تھا، نہیں پسند آیا تو آرام سے منع کر دیں۔۔ یہ تو کوئی طریقہ نہیں تھا ویسے..!" فوراً مظلوم بنتا وہ سادگی کی انتہاؤں پر جا کھڑا ہوا۔

"میری نظروں سے دور ہو جاؤ ورنہ پِٹ جاؤ گے مجھ سے۔۔!" انھوں نے خطرناک لہجے میں اسے وارن کیا تو شاہ ویز کو وہاں سے نکلتے ہی بنی کیونکہ ندرت بیگم سے کچھ بعید نہ تھا کہ واقعی اس کی پٹائی کر دیتیں۔

"اب چلنا ہے بازار یا لیٹے لیٹے بیڈ توڑنے کا ارادہ ہے؟" اس کے کمرے میں آتی عنیزہ ترش لہجے میں بولی تو آنکھوں پر ہاتھ رکھے لیٹی بخت آور نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹا کر اس کی طرف دیکھا۔

"میرا جی نہیں چاہ رہا۔۔ تم چلی جاؤ۔۔!" اس نے مدھم آواز میں کہا تو دھپ سے بیڈ پر بیٹھتی عنیزہ نے اسے گھورا۔

"تمھارا مسئلہ کیا ہے؟ جب عدت میں تھیں تو تمھارا پاؤں گھر میں نہیں ٹکتا تھا اور اب جب ایسی کوئی پابندی نہیں ہے تو محترمہ کا دل ہی نہیں چاہ رہا۔۔؟" ہاتھ نچا کر کہتی عنیزہ کے لہجے میں طنز کی ملاوٹ محسوس کرتی وہ اٹھ بیٹھی۔

"میں کہیں گھومنے پھرنے نہیں جاتی تھی عنیزہ۔۔ منتھ میں ایک بار بس چیک اپ کے لیے ہی جاتی تھی اور جاتی اگلے تین ماہ تک جاتی رہوں گی" بخت آور نے کافی سنجیدگی سے اسے جواب دیا تھا۔

"پتہ ہے مجھے بتانے کی ضرورت نہیں ہے، جلدی تیار ہو جاؤ ہم شاپنگ کے لیے جا رہے ہیں" حکمیہ انداز میں کہتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

"عنیزہ پلیز۔۔ ٹرائے ٹو انڈر سٹینڈ میری طبعیت ٹھیک نہیں ہے!" بخت آور کو سمجھ نہ آئی کہ اسے کیسے اپنی حالت بتائے۔

"کیوں؟ کیا ہوا ہے طبعیت کو؟ اچھی خاصی ہٹی کٹی تو ہو۔۔!" کمر پر ہاتھ ٹکاتی وہ تڑخ کر بولی۔ اشارہ اس کی فربہی مائل جسامت کی طرف تھا۔ بخت نے بے اختیار گہرا سانس لیا۔ اس لڑکی سے بحث عبث ہی تو تھی سو ہمت کرتی وہ بیڈ سے اتر گئی۔

"شاباش۔۔ چادر لے کر جلدی سے باہر آجاؤ۔۔ ہم باہر تمہارا ویٹ کر رہے ہیں۔" مسکرا کر کہتی وہ اس کے کمرے سے باہر نکل گئی۔ لب بھینچتی وہ مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق الماری تک آئی اور اپنی چادر نکال کر سر پر جماتی کمرے سے باہر نکل آئی۔ باہر عنیزہ اور ارصم گاڑی میں اس کے منتظر تھے۔ اس کے بیٹھتے ہی ارصم نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔۔ پھر وہ دونوں بہن بھائی راستے بھر ادھر اُدھر کی ہانکتے بخت آور کا موڈ فریش کر چکے تھے۔ ڈھیروں ڈھیر کپڑے، جوتے،

کاسمیٹکس کا سامان خریدتے وقت کی سوئیاں۔ بھاگتی چلی گئیں۔ اب شام پڑنے لگی تھی اور بخت آور کی ٹانگیں چل چل کر جواب دینے کو تھیں۔

"عنیزہ مجھے واش روم جانا ہے۔۔!" اس نے دوکان دار سے بحث کرتی عنیزہ کا کندھا ہلاتے ہوئے کوئی تیسری بار کہا تو عنیزہ نے پلٹ کر خونخوار نظروں سے اسے گھورا۔

"واش روم واش روم واش روم۔۔ کتنی بار واش روم جاؤ گی یہ پچھلے تین گھنٹوں میں شاید پانچویں بار تمہیں واش روم جانا ہے!" اس کی حالت کی پرواہ کیے بناوہ تڑخ کر بولی تو بخت آور نے گھبرا کر دوکان دار کی طرف دیکھا۔ وہ عنیزہ کی گوہر فشانی سن کر چہرہ دوسری جانب پھیر گیا تھا۔ بخت آور جی جان سے شرمندہ ہوئی۔

"میں اسی لیے آنا ہی نہیں چاہتی تھی۔۔!" وہ مری مری سی آواز میں بولی۔

"ہاں تو ٹھیک ہے گھر واپس چلی جاؤ۔۔!" عنیزہ نے لاپرواہی سے کہا۔

"مم۔۔ میں کیسے۔۔ ارصم سے کہو ناوہ چھوڑ آئے گا۔۔!" وہ پریشان سی ہو کر بولی۔

"ارصم ٹیلر کے پاس گیا ہے وہ تو ابھی نہیں آئے گا۔۔!" اس نے فٹ جواب دیا۔

"عنیزہ میں تھک چکی ہوں، پلیز اسے کال کرو مجھے گھر چھوڑ آئے تمہیں جتنی شاپنگ کرنی ہے تم رات تک کرتی رہو" بخت آور نے کچھ تپے تپے سے لہجے میں کہا تو عنیزہ نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔

"تم کیب کرواکر چلی جاؤ میں ارصم کو کال نہیں کر سکتی۔۔!" اسکا جواب صاف اور بالکل کورا تھا۔ وہ بے بسی کے عالم میں اسے دیکھتی رہ گئی جو شاپنگ بیگز سنبھالے دوکان سے نکل کر اب لمحہ بالمحہ اس کی نظروں سے دور ہوتی چلی جا رہی تھی۔ ہمت مجتمع کرتی وہ خود بھی باہر نکلی اور لفٹ کے ذریعے گراؤنڈ فلور پر چلی آئی۔ واش روم کا راستہ پوچھتے اور پھر مال سے نکلتے نکلتے شام ڈھلنے کے قریب آچکی تھی۔ مین روڈ پر آکر اس نے کیب کے لیے نظریں دوڑائیں مگر دس سے پندرہ منٹ کی

خواری کے بعد بھی وہ اپنے لیے کیب کروانے میں کامیاب نہیں ہوئی تھی سو مجبوراً رکشہ کرواکر وہ اس میں بیٹھ گئی۔ بد قسمتی تھی یا رکشہ ڈرائیور کا نصیب۔۔ مگر حقیقتاً وہ رکشہ سواری کے قابل نہ تھا۔ ایک طرف کا دروازہ تو تھا ہی نہیں، پھٹی ہوئی سیٹ اور سڑک کی سختیاں محسوس کروانے کی حد تک بوسیدہ وہ رکشہ بخت آور کے چودہ طبق روشن کر گیا تھا۔ وہ جلدی اور گھبراہٹ میں اس رکشے میں سوار تو ہو گئی تھی مگر اب پچھتا رہی تھی۔ چادر کا پلو سختی سے مٹھی میں دبوچے بیٹھی وہ زیر لب درود ابراہیمی کا ورد کر رہی تھی۔ رکشہ اپنی روتی ہوئی رفتار سے کراچی کی سڑکیں ناپ رہا تھا۔ سیاہ پڑتے آسمان کو تکتی بخت آور کی آنکھوں میں چھ ماہ پہلے کی وہ رات گھومنے لگی جب اس کا اغواء ہوا تھا۔ وہ پل۔۔ وہ لمحہ۔۔ اور اس کے بعد کی اذیت یاد آئی تو اس کی روح کانپ اٹھی۔ خوف وہراس کے عالم میں اس کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ کیا بچا تھا اب زندگی میں؟ کون تھا اس دنیا میں ایسا جسے اس کی پرواہ تھی؟ شاید کوئی بھی نہیں۔۔ ایک شوہر تھا جو زندہ رہتے کبھی دھوپ کبھی

چھاؤں سا ثابت ہوا تھا اور دوسری اس کی دوست۔۔ مروہ۔ قدرت نے اسے مروہ سے بھی دور کر دیا تھا۔ راشدہ بیگم کا رویہ اسے اب سمجھ نہیں آتا تھا، وہ بھی دن بادن اپنے مرحوم بیٹے جیسی ہوتی جارہی تھیں۔۔ کبھی مہربان تو کبھی سنگدل۔۔ ٹپ ٹپ۔۔ اس کی نم آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گالوں پر پھسلے تھے۔ وہ تنہا تھی۔۔ اور شاید زندگی بھر اسے یونہی تنہا رہنا تھا۔ آج پھر اسے اپنے والدین کی کمی کا شدت سے احساس ہو رہا تھا۔ کتنی تہی داماں تھی وہ۔۔؟ جس راستے پر گامزن تھی نا تو اسے اس راستے کے محفوظ ہونے کا یقین تھا اور نہ ہی منزل کے اپنا ہونے کا وثوق۔۔ خود میں سمٹتی وہ مزید سیدھا ہو کر بیٹھی تبھی سائرن بجاتی پولیس موبائل تیزی سے رکشے کے سامنے آکر رکی تھی۔ مجبوراً رکشہ ڈرائیور کو رکشہ روکنا پڑا۔ فرنٹ ڈور کا دروازہ کھول کر ایک باوردی آفیسر گاڑی سے باہر نکلا تھا اور اس جانب آیا۔ قریب آنے پر بخت آور کی دھندلی نگاہیں اس کے چہرے پر پڑیں تو نظر ساکت رہ گئی.

"چلو اترو۔۔!" رکشے کے کھلے دروازے والی طرف آ کر رکشے کی چھت پر ہاتھ رکھ کر کہتا وہ بخت آور کو حیران کر گیا تھا۔

✿✿✿✿✿

پشت پر ہاتھ باندھے کھڑا وہ بحری جہازوں سے اترتے کنٹینرز دیکھ رہا تھا جنہیں ٹرکس کے زریعے، گیٹ وے ٹرمینل کے وسیع ترین احاطے میں لے جایا جا رہا تھا۔ سمندر کی بے لگام لہریں گھاٹ سے سر ٹکرا کر پلٹتی شور برپا کر رہی تھیں مگر ان کی آوازوں سے بے بہرہ وہ اپنے اندر سے اٹھتے سوالات کو سلجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"مجھے تم سے نفرت ہے۔۔!" مروہ کی لرزتی ہوئی آواز اس کے آس پاس گونجی تو لب بھینچتا وہ ایک لمحے کو آنکھیں میچ گیا۔

"مت چھوا کرو کتنی بار کہوں۔۔؟؟" وہ اسے خود سے دور دھکیل رہی تھی۔ خاور کو لگا وہ گزرے چھ ماہ کو سوچ سوچ کر پاگل ہو جائے گا۔ اس نے ہر ممکن کوشش

کی تھی اس کے اور اپنے مابین حائل فاصلے کو ماپنے کی مگر سب بے سود رہا تھا۔۔

اتنی بے بسی تو اس نے زندگی میں کبھی محسوس نہیں کی تھی۔

"تم پاگل ہو چکے ہو خاور۔۔ وہ لڑکی تمہاری طرف دیکھنا بھی پسند نہیں کرتی اور تم ہو کہ لٹو کی طرح اس کے گرد گول گول گھومے چلے جا رہے ہو۔۔!" حریم کی تلخ پورے زور و شور سے لہروں کے مابین ابھری تو آنکھیں کھولتا وہ چہرے کا رخ موڑ گیا۔

"بڑے دن ہوئے صاحب۔۔ کوئی میم نہیں لائے آپ۔۔؟؟" اسے کل شام میں کہیں مارتھا نامی ملازمہ کی بات یاد آئی تو وہ نچلا لب دانتوں میں دبا گیا۔

"آپ اپنے کام سے کام رکھا کریں بہتر ہو گا!" خاور نے ایک لمحے میں اسے ڈپٹ دیا تھا۔

"سر سر۔۔پولیس آئی ہے سر۔۔!" اچانک اسکا پرسنل سیکرٹری بھاگتے ہوئے اس کے قریب آیا تھا۔خاور نے گردن موڑ کر اس کی جانب دیکھا۔

"پولیس کا بھلا یہاں کیا کام؟؟" بھنوؤں کو سکیڑتا وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

"ہم نے ساری چیکنگ کروادی ہے،ڈیٹیلز بھی دی ہیں مگر ڈی۔ایس۔پی آپ سے ملنا چاہتا ہے!" اس نے سر جھکاتے ہوئے کہا تو خاور نے ہولے سے ہنکارا بھرا۔

"اس سے کہو میں فی الحال میسر نہیں ہوں" لاپرواہی سے کہتے ہوئے اس نے پھر سے نیلے پانیوں کی طرف رخ کرلیا۔

"سر وہ۔۔سپیشل کرائم برانچ آف اسلام آباد سے ہے۔۔کراچی کا ڈی۔ایس۔پی نہیں ہے!" سیکرٹری نے کچھ جھجھکتے ہوئے بتایا تو خاور نے لب بھینچتے ہوئے کچھ سوچا پھر ہولے سے گردن ہلائی۔۔

"لے آؤ۔۔؟" بنا پلٹے اس نے ہاتھ کی دو انگلیوں سے اشارہ کیا تو وہ جن قدموں پر آیا تھا انھی پر پلٹ گیا۔ پھر تھوڑی ہی دیر میں شاہ ویز آفریدی اس کے مقابل تھا۔ اسے اپنے سامنے دیکھ خاور ہولے سے مسکرایا۔

"تو آپ ہیں ڈی۔ ایس۔ پی شاہ ویز آفریدی۔۔؟" اس کی طرف مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتا خاور دلچسپ لہجے میں گویا ہوا۔

"میں دوستوں کے علاوہ کسی سے ہاتھ نہیں ملاتا۔۔ آن ڈیوٹی تو بالکل نہیں۔۔!" سر کو قدرے اونچا کرتے ہوئے اس نے سرد لہجے میں کہا تو خاور کے لبوں پر رینگتی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"یعنی کافی سمجھدار ہو۔۔!" اس نے برا منائے بغیر ہاتھ واپس کھینچ کر پھر سے دوسرے ہاتھ میں لے کر پشت پر باندھ لیا۔

"سمجھدار تو آپ بھی لگ رہے ہیں، مگر مجھے ڈر ہے کہ کہیں تفتیش کے بعد آپ مجھے غدار نہ لگنے لگیں۔۔!"شاہ ویز نے بھی ایک مسکراہٹ اس کی طرف اچھالی تو خاور نے لب سمیٹتے ہوئے اطمینان سے اس کی طرف دیکھا۔

"اگر غداری کی توقع مجھ سے ہے تو پھر ڈر آپ کو کیوں لگ رہا ہے آفریدی۔۔؟؟ یعنی تم جانتے ہو کہ خاور یامین کے گریبان پر ہاتھ ڈالنا ایک مشکل کام ہے؟"وہ ایک لمحے میں آپ سے تم کا سفر طے کرتا صاف کوری بات کر گیا تھا۔شاہ ویز کے لبوں کی مسکراہٹ بھی سمٹ گئی۔

"آسانیوں کا قائل میں ہوں بھی نہیں۔۔اس لیے فکر مت کرو، ثابت ہونے پر میں تمہارے گریبان پر ہاتھ بھی ڈالوں گا اور وقت آنے پر ہاتھ میں ہتھکڑیاں بھی۔۔!"اس نے بناڈرے فوراحساب چکایا تھا۔وہ بڑے دھڑلے سے خاور یامین کو دھمکا رہا تھا جبکہ اس کی جرات پر دل ہی دل میں اسے داد دیتا وہ بظاہر لاپرواہ بنا کھڑا تھا۔

"جو وقت کبھی آئے گا ہی نہیں اس کا ذکر کر کے میرا وقت ضائع مت کرو۔۔

جلدی بولو کیا چاہتے ہو مجھ سے۔۔؟" خاور نے سارے لحاظ بالائے طاق رکھتے ہوئے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنسا لیے۔ نیلی آنکھوں میں غرور کا ایک جہان آباد تھا۔

"مجھے پچھلے پانچ سال کے شپ منٹ ریکارڈز چاہئیں۔۔!" شاہ ویز نے بنا تامل کہا.

"نہیں ملیں گے!" خاور نے دو ٹوک لہجے میں انکار کیا۔

"یہ کورٹ کی طرف سے اپروول ہے۔۔!" اس نے خاور کی نگاہوں کے سامنے ایک سفید پرچہ لہرایا۔

"لگتا ہے سارا دن کورٹ میں خوار ہو کر آئے ہو، اپروول ملتے ہی یہاں چلے آئے کل کا انتظار بھی نہیں ہوا۔۔!" طنزیہ لہجے میں کہتے ہوئے خاور نے اس کے ہاتھ

سے وہ کاغذ لے لیا۔ اور کھول کر اپنی نظروں کے سامنے کیا۔ ایک جاندار مسکراہٹ نے بے اختیار اس کے لبوں کا احاطہ کیا تھا۔

"اسے اپروول نہیں، درخواست کہتے ہیں جو کہ میں ریجیکٹ کر رہا ہوں۔۔!" کاغذ کو دوبارہ فولڈ کرتے ہوئے اس نے اپنے سیکرٹری کی طرف بڑھایا۔

"اس پر کینسلیشن سٹامپ لگا دو۔۔" اپنے سیکرٹری سے مخاطب ہوتے ہوئے اس نے شاہ ویز کی آنکھوں میں دیکھا۔

"دیکھو۔۔!" شاہ ویز نے شہادت کی انگلی بلند کرتے ہوئے کہا۔

"کہو دیکھئے سر۔۔" خاور نے اسے ٹوکتے ہوئے اس کی تصحیح کی۔ شاہ ویز کو وہ شخص اس پل زہر سے بھی برا لگا۔

"دیکھئے سر۔۔ یہ آپ بھی جانتے ہیں کہ اس کینسلیشن کا کوئی فایدہ نہیں ہو گا۔۔ میں کل نہیں تو پرسوں۔۔ سپریم کورٹ سے اپروول لے کر آجاؤں گا۔۔ پھر تو

آپکو میرے ساتھ کو آپریٹ کرنا ہی پڑے گا۔۔!"پشت پر ہاتھ باندھتے ہوئے شاہ ویز نے سنجیدگی سے کہا مگر مقابل کا چہرہ بتا رہا تھا کہ اس پر کچھ اثر نہیں ہوا۔

"تو ٹھیک ہے نا۔۔لے کر آؤ۔۔سپریم کورٹ سے اپروول لے کر آؤ ورنہ پلیز۔۔دوبارہ میرا ٹائم ویسٹ کرنے مت آنا!"بے تاثر لہجے میں کہتا وہ پلٹا مگر پھر رک گیا۔لب بھینچتے ہوئے دوبارہ اس کی طرف گھوما۔

"آخری بات۔۔کے۔پی۔ٹی خود پولیس سروس کی حامل ہے,پورا آڈٹنگ سسٹم میرے علاوہ اور کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہے۔۔اگر تم جیسا آفیسر مجھ پر۔۔یعنی خاور یامین پر انگلی اٹھائے گا تو اپنا پورا ہاتھ تڑوائے گا اس لیے۔۔آئندہ خیال کرنا..!"ایک ایک لفظ کو تحمل سے ادا کرتا وہ شاہ ویز کو لب بھینچنے پر مجبور کر گیا تھا۔

"آپ یقیناً ایک دن بہت پچھتائیں گے۔۔"شاہ ویز نے مدھم مگر سرد لہجے میں کہا۔

"وہ دن تو بعد میں آئے گا۔۔فی الحال مجھ سے اتنی بد تمیزی کرو جسکا خمیازہ تم بھگت سکو۔۔یہ نہ ہو کہ وہ 'ایک دن' آنے تک تم ہر دن پچھتانے پر مجبور ہو جاؤ" خاور نے بدلے میں اس سے بھی زیادہ سرد لہجے میں کہا تو شاہ ویز کا رہا سہا ضبط بھی جواب دے گیا۔

"کوشش کر کے دیکھ لو۔۔میں بھی دیکھتا ہوں کون کس کو پچھتانے پر مجبور کرتا ہے" ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ کر کہتا وہ اسے شاہ میر کے برعکس بے خوف لگا۔ہاں وہ نڈر تھا۔۔اور شاید بے باک بھی۔۔اپنی بات مکمل کر کے شاہ ویز وہاں رکا نہیں تھا۔پلٹا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔خاور نے ایک گہرا سانس لیتے ہوئے اس کی چوڑی پشت کو دیکھا۔چھ فٹ سے نکلتے قد کا حامل۔۔وہ شخص اسے پہلی نظر میں ہی کمانڈو لگا تھا۔۔اس کے نقوش شاہ میر سے کافی مماثلت رکھتے تھے مگر رنگت میں گھلی سیاہی سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے پیشے کو لے کر کس حد سنجیدہ ہے۔۔خاور نے کچھ سوچتے ہوئے اپنے سیکرٹری کو بلایا اور اسے

ہدایات دے کر وہاں سے نکل آیا۔اس کے ڈرائیور نے اسے آتے دیکھ گاڑی کا دروازہ کھولا تھا تبھی اس کے موبائل کی گھنٹی بجی تھی۔گھر کے لینڈ لائین نمبر سے کال تھی۔اس نے فوراریسیو کر کے فون کان سے لگایا اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

"صاحب جی وہ محمل بی بی سیڑھیوں سے گر گئی ہیں۔۔بہت خون نکل رہا ہے آپ گھر آجائیں" ملازمہ کی بوکھلائی ہوئی آواز فون کے سپیکر سے ابھری تو اگینشن میں چابی گھماتے اس کے ہاتھ ایک پل کو تھم سے گئے۔دل ڈوب کر ابھرا تھا۔

"اسے ہاسپٹل لے کر جاؤ فوراً۔۔حریم کہاں ہے۔۔؟حریم کہاں ہے۔۔؟؟؟؟ اس سے کہو وہ ساتھ جائے گی۔۔!"فون پر اپنی گرفت سخت کرتا وہ تیز لہجے میں بولا تھا۔

"حریم بی بی سو رہی ہیں میں نے بہت دروازہ بجایا نہیں کھول رہیں۔۔ مروہ بی بی ساتھ جانے کو تیار ہیں۔۔ آپ کہیں تو ان کے ساتھ بھیج دوں۔۔؟" ملازمہ کی عجلت بھری آواز پھر سے ابھری تھی۔ خاور کے حواس جھنجھنا اٹھے تھے۔

"نن۔۔ نہیں۔۔ مروہ ساتھ نہیں جائے گی، عارفہ اور حنیہ کو ساتھ بھیجو جلدی۔۔ میں ہاسپٹل ہی پہنچ رہا ہوں" جلدی سے کہہ کر اس نے کال کاٹ دی اور گاڑی کو سرعت سے ریورس کیا۔ اگلے ہی پل اس کی سیاہ لیمبرگینی سیاہ تارکول پر فراٹے بھر رہی تھی۔

✿✿✿✿✿✿

کے۔ پی۔ ٹی کی حدود سے باہر نکلتے ہوئے اس کا خون کھول رہا تھا۔ وہ شخص اس کی سوچ سے زیادہ شاطر اور مغرور ثابت ہوا تھا۔ آٹھ مہینے کی ان تھک محنت کے بعد وہ اس کیس کے سرے تک پہنچا تھا مگر الجھی ہوئی گتھی کے سرے پر وہ شخص ناگ بنے بیٹھا تھا جس کے پہرے میں اس گتھی کو سلجھانا ناممکن سا نظر آ رہا تھا۔ پولیس

موبائل کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھا وہ ٹھوڑی کے نیچے مٹھی رکھے انھی سوچوں میں غلطاں تھا کہ جب اس کی نظر اشارے پر رکی ٹریفک میں سے ایک رکشے پر پڑی۔ بدحال رکشے کے اندر کا منظر دروازہ نہ ہونے کے باعث واضح تھا۔ سیاہ چادر کے ہالے میں دمکتے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار بڑے واضح تھے۔ شاہ ویز کی دوسری نظر اس کے ہاتھوں پر پڑی تھی۔ مومی انگلیوں کو مروڑتی وہ ساکت نظروں سے کسی غیر مرئی نقطے کو گھور رہی تھی۔ چہار سُو پھیلتی رات کے سایوں میں اسے یوں تن تنہا رکشے میں سوار دیکھ کر اسکا کھولتا خون مزید کھول اٹھا تھا۔ پیشانی پر رگ ابھر آئی تھی۔

"رشید اس رکشے کے پیچھے لو۔۔!" اشارہ کھلتے ہی رکشہ چل پڑا تو اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے بیٹھے حوالدار کو مخاطب کیا۔ اس نے بنا کوئی سوال پوچھے پولیس موبائل کو اس رکشے کے پیچھے ڈال دیا۔

"سر پیچھا کرنا ہے یا۔۔؟؟" شاید وہ بھی رکشے میں بیٹھی لڑکی کو دیکھ چکا تھا سو اس کی طرف گردن موڑ کر غیر سنجیدگی سے پوچھتے ہوئے اس نے بار ادھوری چھوڑ دی۔

"بکواس بند۔۔ رکشے کا راستہ روکو جلدی کرو۔۔!" اس نے کرخت لہجے میں حوالدار کو ڈپٹا تو اپنا سا منہ لے کر اس نے حکم کی فوراً تعمیل کی تھی۔ پولیس موبائل رکی تو رکشہ ڈرائیور نے بھی رکشے کو بریک لگائے۔ موبائل رکتے ہی وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا تھا۔ چند قدموں میں ہی اس نے فاصلہ ماپ کر رکشے کی چھت پر ہاتھ رکھتے ہوئے پچھلی سیٹ کی طرف سر جھکایا تھا۔

"چلو اترو۔۔" سیاہ چادر سے ڈھکے اس کے سر کو دیکھتا وہ سرد لہجے میں بولا تو بخت آور نے سر اونچا کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ نظریں ملیں تو شاہ ویز کو اس کی آنکھوں میں آنسو نظر آئے۔ ایک لمحے میں اسکا غصہ تفکر میں بدلا تھا۔

"کیا ہوا ہے رو کیوں رہی ہو؟؟" اس کی طرف مزید جھکتا وہ سنجیدگی سے بولا تو بخت آور نے غائب دماغی کے عالم میں نفی میں سر ہلایا۔

"کیا۔۔؟ میں کچھ پوچھ رہا ہوں۔۔ باہر آؤ۔۔!" اس نے اسے باقاعدہ ہاتھ سے پکڑ کر باہر نکالا تھا۔ وہ میکانکی انداز میں رکشے سے اتر گئی۔

"کیوں رو رہی ہو؟ اس ڈرائیور نے کچھ کہا ہے؟" اسکا چہرہ ٹھوڑی سے اونچا کرتا وہ اس بار لہجے کو سخت کر کے بولا تو بخت آور نے روتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"نن۔۔ نہیں ایسا کچھ نہیں ہے" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بامشکل بولی۔

"تو پھر۔۔؟؟" وہ مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ تھا۔

"میں۔۔ بس۔۔ ڈر گئی تھی۔۔!" معصومیت سے بولتی وہ اسے لمحے بھر کو ساکت کر گئی تھی۔ شاہ ویز نے پلکیں جھپکاتے ہوئے اس کے چادر میں چھپے وجود کو دیکھا پھر اگلے ہی پل اسے کلائی سے تھام کر اپنے ساتھ گھسیٹا۔

"مائی باپ کرایہ تو دیتے جائیں۔۔!" ادھیڑ عمر ڈرائیور رکشے سے اترتے ہوئے گھگھیایا لیکن وہ بنا سنے اسے پولیس موبائل تک لایا تھا۔

"اوئے رشید۔۔ چل نکل باہر..!" ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ بجاتے ہوئے اس نے کرخت لہجے میں کہا تو وہ فوراً موبائل سے باہر نکلا۔

"اس بڈھے کو رکشے کا کرایہ دو اور تم گھر پہنچو۔۔ گاڑی میرے پاس ہے۔۔!" اسے حکم دیتا وہ گھوم کر فرنٹ سیٹ کی طرف آیا اور بخت آور کے لیے دروازہ کھولا۔ وہ چادر سنبھالتی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ شاہ ویز نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور موبائل سٹارٹ کر دی۔۔

"کہاں گئی تھیں تم۔۔؟ کیا کرتی کیا پھر رہی ہو تم۔۔؟" سٹیئرنگ وہیل پر ہاتھ جمائے ڈرائیونگ کرتا وہ بھرپور سنجیدگی سے استفسار کر رہا تھا۔

"مجھے نہیں پتہ عنیزہ سے پوچھو۔۔!" سوں سوں کرتی وہ بھیگی ہوئی آواز میں بولی۔

"کیا مطلب عنیزہ سے پوچھوں؟ اس کے ساتھ گئی تھی تم؟" شاہ ویز نے سپیڈ ہلکی کرتے ہوئے پوچھا تو بخت آور نے ہولے سے سرہاں میں ہلایا اور پھر وہ اسے سب بتاتی چلی گئی۔ عنیزہ کا پہلے اسے زبردستی ساتھ لے کر جانا اور پھر اسے اکیلے گھر جانے کے لیے مجبور کرنا۔۔ ساری بات سن کر شاہ ویز کی بھنویں تن گئیں۔ ضبط بھری نگاہوں سے اس نے ایک نگاہ بخت آور کے چادر میں لپٹے ہوئے سراپے پر ڈالی جس کے وجود میں اضافی ساخت چادر سے بھی نہیں چھپ رہی تھی۔ ممتا کا نور اس کے چہرے سے چھلک رہا تھا۔

"آئندہ تم عبایا پہنے بغیر گھر سے نہیں نکلو گی" اس کے متورم چہرے سے نظریں ہٹاتا وہ سرد لہجے میں بولا۔

"میرے پاس عبایا نہیں ہے" بخت آور نے فوراً کہا۔

"میں لا دوں گا۔۔"!

"تم کیوں لاؤ گے؟ میں خالہ سے کہہ دوں گی۔۔ بلکہ۔۔ بلکہ میں تمھارے کہنے پر عبایا کیوں پہنوں۔۔؟" اسے جواب دیتی وہ درمیان میں ہی بات کا رخ بدل گئی تھی۔

"یہ کیوں اور کیسے کے جواب لوگ مجھے دیتے ہیں، میں لوگوں کو نہیں دیتا۔۔!" مناسب رفتار سے ڈرائیو کرتا وہ بے تاثر لہجے میں بولا تو بخت آور نے گردن موڑ کر اس کی جانب دیکھا۔

"تم میرے باپ بننے کی کوشش مت کرو۔۔ میرے لیے ہر فیصلہ میں خود کر سکتی ہوں!" بخت آور نے اپنا اعتماد بحال کرتے ہوئے اسے جواب دیا تھا۔

"میں کس کا باپ بننے کی کوشش کر رہا ہوں یہ تو تمھیں وقت ہی بتائے گا۔۔ فی الحال میں نے جو تم سے کہہ دیا ہے اگر تم نے اس پر عمل نہ کیا تو نتیجے کی زمہ دار تم خود ہو گی۔۔" سنجیدگی سے پُر بھاری آواز میں کہتے ہوئے اس نے پولیس موبائل کو بریکس لگا دیے۔ بخت آور نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو سامنے ہی قدرت ہاؤس کا

گیٹ تھا۔ وہ باہر نکلا اور اس کی جانب کا دروازہ کھول دیا۔ رات ہر سُو اپنے پر پھیلا چکی تھی۔ جس وقت وہ لاؤنج میں داخل ہوئی عنیزہ اور ارصم میز پر ڈھیروں شاپنگ بیگز پھیلائے بیٹھے تھے۔

بخت آور پر پہلی نظر عنیزہ کی پڑی تھی.

"لیجیۓ آگئی مہارانی۔۔ اوئے تم تو مجھ سے پہلے کی۔۔!" راشدہ بیگم کو بتاتی وہ اپنی ہی دھن میں بخت آور کو مخاطب کر رہی تھی جب ہی اسے بخت آور کے پیچھے اندر آتے دیکھ اس کی زبان کو بریک لگی تھی۔

"تم..؟ اسے گھر تم لے کر آئے ہو؟" صوفے سے اٹھ کھڑی ہوتی وہ زبردستی مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

"ہاں تم تو سڑکوں پر دھکے کھانے کے لیے چھوڑ آئی تھیں اسے۔۔!" پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ گھساتا وہ جواباً سرد مہری سے گویا ہوا۔

"ا۔۔آ۔۔ایسا نہیں ہے۔۔میں نے اسے کہا تھا کہ میں ارصم کو کال کر رہی ہوں مگر اس سے انتظار ہی نہیں ہوا۔۔میرے روکنے کے باوجود یہ وہاں سے نکل گئی تھی میں ابھی امی کو یہی بتا رہی تھی۔!" ابتداء میں اٹکتی وہ پھر جھوٹ کی انگلی پکڑے بولتی چلی گئی۔اس کے یوں بات بدلنے پر بخت آور تو اپنی جگہ حق دق رہ گئی جبکہ شاہ ویز کے تاثرات بالکل سپاٹ تھے۔اندازہ لگانا مشکل تھا کہ اس نے عنیزہ کی بات کا یقین کیا ہے یا نہیں۔۔

"تم پلیز بیٹھونا۔۔میں تمہیں اپنی شاپنگ دکھاتی ہوں۔۔!" اسے خاموش کھڑا دیکھ وہ پھر سے بولی۔

"مجھے جو دیکھنا تھا وہ میں دیکھ چکا ہوں۔۔تم لوگ پلیز اس کی طرف دیکھو اور اس کی حالت پر رحم کھاؤ۔۔پہلے بھی ایک حادثے کا شکار ہو چکی ہے کم از کم اب تو تم لوگوں کو خیال کرنا چاہئیے!" سنجیدہ نگاہوں سے ان تینوں ماں بیٹے کو دیکھتا وہ مدھم لہجے میں بولتا راشدہ بیگم کو شرمندہ کر گیا تھا۔۔

"بیٹا میں تو اس کا پورا خیال رکھنے کی کوشش کرتی ہوں مگر یہ عنیزہ کا پاگل پن جانے کب ختم ہو گا، منع بھی کیا تھا اسے کہ بخت کو ساتھ نہ لے جائے۔۔!" آگے بڑھ کر بخت آور کو خود سے لگاتی راشدہ بیگم وضاحتی انداز میں گویا ہوئی تھیں۔

"فار گاڈ سیک۔۔ دودھ پیتی بچی نہیں ہے یہ کہ کہیں کھو جائے گی اور تم۔۔ تم پلیز اس کے بارے میں اتنا کنسرن مت دکھایا کرو اس کی حفاظت تمھارا مسئلہ نہیں ہے شاہ۔۔" صورتحال پر شرمندہ ہونے کی بجائے مزید بگڑتی وہ کچھ تلخی سے بولا تو راشدہ بیگم نے اسے گھورا۔ ارصم اپنا موبائل کان سے لگا تا وہاں سے واک آؤٹ ہی کر گیا تھا۔

"میرا نہیں تو پھر کس کا مسئلہ ہے؟ میرے بھائی کی بیوہ ہے یہ۔۔ اُس کے بعد اسے لاوارث چھوڑ دوں؟؟" عنیزہ کی طرف بڑھتا وہ درشت لہجے میں قدرے اونچا بولا تو راشدہ بیگم سرعت سے درمیان میں آئیں۔

"یہ بے وقوف ہے میں کہہ رہی ہوں ناں۔۔میں آئندہ خیال کروں گی!"راشدہ بیگم نے اسے سمجھانے کی سعی کی۔۔

"خیال کریں۔۔۔اور اسے بھی سکھایئے کہ اپنوں کا خیال کیسے کیا جاتا ہے۔۔!" لہجے کو مدھم کرتا وہ عنیزہ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے بولا تو عنیزہ نے لب بھینچتے ہوئے نخوت سے سر جھٹکا۔بخت آور اپنی جگہ چور بنی کھڑی تھی۔راشدہ بیگم نے بامشکل اسے رام کیا تھا۔بخت آور ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتی اپنے کمرے میں چلی آئی۔ابھی وہ چادر اتار کر بیڈ پر بیٹھی ہی تھی کہ عنیزہ کسی آندھی طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"شرم نہیں آتی تمہیں شاہ ویز کو میرے خلاف بھڑکاتے ہاں۔۔؟؟"اس کے قریب آتی وہ حلق کے بل چلائی تھی۔

"مم۔۔میں نے تو اسے صرف۔۔"

"کیا تم نے تو صرف۔۔؟ تم نے صرف آگ لگائی ہے اور جل میں رہی ہوں۔۔ بخت تم کیا۔۔ چاہتی کیا ہو؟؟ بھائی کو تو کھا ہی لیا ہے تم نے۔۔ اب کیا میری خوشیاں نگلنے کا بھی ارادہ ہے؟؟" بھیگی آنکھوں میں ناپسندیدگی سموئے اسے دیکھتی وہ چیخنے کی حد تک اونچا بول رہی تھی۔

"تت۔۔ تم غلط سمجھ رہی ہو" وہ بیڈ سے کھڑی ہوتی بامشکل بولی۔

"میں سب صحیح سمجھ رہی ہوں۔۔ لیکن تم اتنا سمجھ لو کہ میں تمہیں شاہ ویز کو مجھ سے چھیننے نہیں دوں گی۔۔" اس کی بنا سنے وہ بس اپنی ہی کہے چلی جا رہی تھی۔

"وہ میرا ہے۔۔ صرف میرا۔۔ سمجھی تم۔۔۔؟؟" اسے پیچھے کی طرف دھکا دیتی وہ پھنکاری۔ بخت آور ایک جھٹکے سے بیڈ پر گری تھی۔

"آئندہ اگر تم مجھے اس کے آس پاس نظر آئیں تو تمہیں جان سے مار دوں گی۔۔ جان سے جاؤ گی تم۔۔!!" پاگلوں کی سی کیفیت میں اسے دھمکاتی وہ وہاں مزید

نہیں رکی تھی۔ جیسے آئی تھی ویسے ہی تن فن کرتی وہاں سے نکلتی چلی گئی جبکہ اس کے لگائے الزامات کو سمجھنے کی کوشش کرتی بخت آور ساکت نگاہوں سے اس کے قدموں کے نشانات تکتی رہ گئی۔ دل پریشان ہو چکا تھا اور دماغ حیران۔۔ عنیزہ قدرت اللہ نے چیخ چیخ کر اس کے کمرے کے در و دیوار ہلا ڈالے تھے مگر راشدہ بیگم نے وہاں آکر اسے روکنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ کیوں؟؟ کیا انکا دل بخت آور سے اچاٹ ہو گیا تھا۔۔؟ وہ رو پڑی۔۔ کیا مائیں ایسا بھی کرتی ہیں۔۔؟ لیکن وہ اس کی ماں تھیں ہی کب۔۔؟؟؟ گھٹنوں میں منہ چھپاتی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

✿✿✿✿✿✿

گاڑی کو ہواؤں میں اڑتے ہوئے وہ جنرل ہاسپٹل تک پہنچا تھا۔ نہیں جانتا تھا کہ محمل کے ساتھ کیا معاملہ درپیش ہوا تھا مگر اتنا جانتا تھا کہ اگر اسے کچھ ہوا تو وہ خود پر سے اختیار کھو دے گا۔۔ اس نے ہاسپٹل پہنچتے ہی محمل کے ڈرائیور کو فون کیا

تھا۔ اس نے پہلی ہی بیل پر کال ریسیو کر لی تھی۔ وہ لوگ ہاسپٹل پہنچ چکے تھے اور اس وقت ایمر جنسی وارڈ میں تھے۔ گہرائیوں میں ڈوبتے دل کو سنبھالتا وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ایمر جنسی وارڈ کی طرف بڑھا تھا۔ پانچ سے سات منٹ بعد اس نے دور سے ہی سٹریچر پر لیٹے اس کے ننھے وجود کو دیکھ لیا تھا۔ وہ دیوانہ وار اس کی جانب لپکا۔

"محمل۔۔ محمل میری جان۔۔!" اس پر جھکتے ہوئے خاور نے کپڑے سے ڈھکی اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ اس کے سر پر لپٹا دوپٹہ نما کپڑا خون میں تر تھا۔

"با۔۔ بابا۔۔!" اس کے سوکھے ہونٹ بامشکل ہلے تھے۔ چہرے کی رنگت لٹھے کی مانند سفید پڑ چکی تھی یوں جیسے کسی نے پورے جسم سے خون نچوڑ لیا ہو۔

"سر پلیز ہمیں ٹریٹمنٹ کر لینے دیں۔۔ آپ باہر رہیں پلیز۔۔ سر پلیز۔۔!" سٹریچر کو آپریشن تھیٹر تک لے جاتی نرسوں میں سے ایک نے شائستگی سے اسے مخاطب کیا تھا مگر وہ اس پل کچھ بھی سننے سمجھنے کی کنڈیشن میں نہیں تھا۔

"تم ٹھیک ہو جاؤ گی۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔!" خاور نے اس سے زیادہ خود کو یقین دلانے کی کوشش کی۔

"با۔۔با۔۔ مم۔۔۔ مم۔۔ا۔۔ مما نے۔۔!" اس کی انگلی تھامنے کی کوشش کرتی وہ بند ہوتی آنکھوں کو زبردستی کھولنے کی کوشش میں بڑبڑائی۔ خاور مزید جھکا۔

"مما نے کیا محمل۔۔ بولو۔۔۔ بولو میری جان۔۔ "!

"سر پلیز۔۔!" نرس نے پھر سے التجا کی۔

"مم۔۔ا نے مارا۔۔!" اس سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔ خاور نے بہت آہستگی سے اس کی نرم گرفت کو اپنی انگلی سے ہٹتے محسوس کیا۔ اسے محمل کا پہلی بار اپنی انگلی تھامنا یاد آیا تو نگاہ دھندلانے لگی۔ اس کی حالت خاور کی سوچ سے زیادہ تشویش ناک تھی۔ سہارے کے لیے دیوار کو تھامتا وہ بے یقینی کے عالم آپریشن تھیٹر کے

بند ہوتے دروازے کو دیکھتا رہ گیا۔ دل و دماغ یقین کرنے سے قاصر تھا کہ اس نے کچھ دیر پہلے دم توڑتا جو وجود دیکھا ہے وہ چار سالہ محمل کا ہے۔

"یا اللہ میری محمل کو کچھ نہ ہو۔۔!" اس نے تڑپتے ہوئے دل سے بے اختیار دعا کی تھی مگر اس کی حالت پر ہنستے اس کے ضمیر نے اسے بہت کچھ یاد کروایا تھا۔ وہ ایک لمبے عرصے سے جن سرگرمیوں میں ملوث تھا ان کے نتیجے میں جانے کتنی ماؤں کے لال اپنی جانیں گنوا بیٹھے تھے۔ انھی میں سے ایک 'شاہ میر خان آفریدی' تھا۔ خاور کے دل میں ہوک سی اٹھی۔ زندگی میں پہلی بار آج اسے اپنی سفاکیت کا اندازہ ہو رہا تھا۔۔ خاور کا دل کیا ہاسپٹل کے اس کوریڈور سے کہیں دور بھاگ جائے جہاں کوئی بری خبر اس کے کانوں تک نہ پہنچے مگر دل کا کیا کرتا۔۔؟ جو اندر تڑپتی محمل کی سانسوں کو ڈوبتا محسوس کر خود بھی ڈوب رہا تھا۔ دیوار سے ٹیک لگاتے ہوئے اس نے ایک پل کو آنکھیں موند لیں۔ گزرے ماہ و سال کسی

فلم کی ریل کی طرح اس کی آنکھوں میں گھومنے لگے۔۔ قتل، سمگلنگ، رشوت، زنا۔۔ ایسا کون سا گناہ تھا جو اس نے دولت کی اندھی تقلید میں نہیں کیا تھا۔۔؟

"تم قابل نفرت ہو۔۔ تم نے میرے بھائی کو مارا ہے تم اس کے قاتل ہو۔۔ تمہیں کبھی خوشیاں نصیب نہیں ہوں گی دیکھ لینا خاور یامین۔۔ تم تڑپ تڑپ کر مرو گے۔۔!" مروہ کی بھرائی ہوئی آواز اس کے کانوں میں گونجنے لگی۔

"بابا۔۔ مما نے۔۔ مارا۔۔!" محمل کی آواز نے درمیان میں خلل ڈالا تو خاور نے یک دم آنکھیں کھولیں۔ نیلی آنکھوں میں ضبط کی سرخائیاں تھیں۔ تبھی آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھلا تھا اور دو ڈاکٹر آگے پیچھے باہر نکلے تھے۔ ٹیک چھوڑ تا وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"کیسی ہے وہ۔۔؟؟" آس بھری نگاہوں سے ڈاکٹرز کی طرف دیکھتا وہ بادقت بولا۔

"سوری سر بٹ۔۔ شی از نو مور۔۔!" مقابل کھڑے ڈاکٹر نے بڑے پیشہ ورانہ انداز میں اس کے سر پر بم پھوڑا تھا۔ خاور کو اپنا آپ زلزلوں کی زد میں آتا دکھائی دیا۔ سماعتوں کو لگا جیسے کچھ غلط سن لیا ہے۔ وہ بے یقین، ساکت نظروں سے ڈاکٹر کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"بلیڈنگ بہت زیادہ ہو چکی تھی، ہمیں تو حیرت ہے کہ وہ ہاسپٹل آنے تک کیسے زندہ رہی۔۔ ویل وی آر رئیلی سوری فار یور لاس۔۔!" دوسرے ڈاکٹر نے بھی پیشہ ورانہ ہمدردی دکھائی تو خاور نے بڑے ضبط سے اثبات میں سر ہلایا پھر بامشکل مسکرایا۔ کوشش کے باوجود اس کے لب پھیلے نہیں تھے۔ آنکھیں بہت تیزی سے نم ہوئی تھیں مگر نمی کو حلق میں انڈیلتا وہ آپریشن تھیٹر کے کھلے دروازے کی طرف بڑھا۔

"با۔۔۔ باا۔۔۔ بابا۔۔!" اسے محمل کا پہلی بار بابا کہنا یاد آیا۔ قدم من من بھر کے ہونے لگے۔

"کیا میری مام اللہ کے پاش ہے؟؟" وہ روتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"مجھے بھی اللہ کے پاش بھیج دو۔۔!" چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے آنکھیں مسلتی وہ ناراضی کے عالم میں کہہ رہی تھی۔ اور تب کیسے خاور کا کلیجہ منہ کو آیا تھا اور آج ۔۔۔ آج جب وہ واقعی اللہ کے پاس چلی گئی تھی تو وہ کیسے پورے قد سے کھڑا تھا۔۔؟ آج کیوں اس کا دل نہیں پھٹا تھا۔۔؟ دل کیوں دھڑک رہا تھا۔۔؟ خاور کو اپنی دھڑکنوں کی روانی سے نفرت محسوس ہوئی۔ لرزتے لبوں کو آپس میں بھینچتے ہوئے اس نے بڑے ضبط سے محمل کے بے جان چہرے سے سفید چادر ہٹائی تھی۔ روشن آنکھیں آج بند تھیں۔ زرد چہرے پر کھنڈی معصومیت اور پیٹ پر رکھے اس کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو تکتے خاور کو اپنے لبوں سے نکلتی سسکی سنائی دی تو اس نے سرعت سے اپنی آنکھیں رگڑ ڈالیں۔ لیکن آنسو رکے نہیں تھے، راستہ بناتے آنکھوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر گال پر پھسلتے چلے گئے۔ اپنی آنکھوں کو شہادت کی انگلی اور ہاتھ کے انگوٹھے سے مسلتا وہ آنسو روکنے کی ناکام

کوشش کرتا چلا گیا۔ اپنے باپ کی موت کے بعد آج۔۔ آج وہ پورے پندرہ سال بعد رو رہا تھا۔ آنکھوں کی بنجر ہو چکی سطح آج پھر سے گیلی ہوئی تھی اور وجہ۔۔ وجہ وہ ننھی جان تھی جس کی چار سالہ زندگی کا ہر ہر لمحہ خاور یامین کی آنکھوں میں بصارت کی مانند قید تھا۔ جانے کتنے حوصلے سے اس نے محمل کا لاشہ لحد میں اترتے دیکھا تھا۔۔ اپنی تمام تر چیخوں کا گلے گھونٹتے ہوئے اس نے تدفین کے سارے انتظامات سنبھالے تھے۔ حریم خوب روئی تھی۔ وہ محمل کے جانے پر حد درجہ افسردہ تھی اور غمگین تو مروہ بھی ہو گئی تھی مگر اس کے غم کا یقین شاید وہاں کوئی نہ کرتا کیونکہ مرتی ہوئی محمل کے آخری الفاظ ایوان یامین کے در و دیوار بھی جان چکے تھے۔۔

"مما نے مارا۔۔ "!

وہ مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی ہر نگاہ میں مجرم تھی۔ مگر وہ جو اس کی سزا کا تعین کرنے والا تھا، اس پل اپنے آپ سے بھی بے گانہ تھا۔ حواسوں میں لوٹنے پر یقیناً سب سے پہلے وہ مروہ کی گردن دبوچنے والا تھا۔

✿✿✿✿✿

"بخت آور بخت آور اور اسکا بچہ۔۔ گلے میں ہڈی کی طرح پھنس گئے ہیں دونوں۔۔!" اپنے کمرے میں ٹہلتی وہ غصے کے عالم میں بڑبڑائی۔

"شرم کرو عنیزہ۔۔ بہن ہے وہ تمھاری۔۔!" راشدہ بیگم نے سختی سے اسے ڈپٹا تھا۔

"نہیں وہ میری بہن۔۔ اگر ہوتی تو میرے منگیتر پر ڈورے نہیں ڈالتی۔۔!" عنیزہ اپنا آپ کھوئے دھیمی آواز میں پھنکار رہی تھی۔

"ہوش میں تو ہو۔۔؟ کیسا رکیک الزام لگا رہی ہو تم اس یتیم بچی پر۔۔!" راشدہ بیگم کے دل پر ہاتھ پڑا تھا۔

"اوہ پلیز۔۔ دیکھتی نہیں ہیں آپ۔۔؟ کیسے شاہ ویز اس کے آگے پیچھے گھومتا ہے؟ اس کی فکر میں کبھی مجھے تو کبھی آپ کو بھی ذلیل کرتا ہے۔۔ میں آپ کو بتا رہی ہوں امی۔۔ بخت آور اسے ٹریپ کر رہی ہے!" کندھے پر جھولتا دوپٹہ بیڈ پر پٹخنے کے سے انداز میں پھینکتی وہ پر یقین لہجے میں بولی۔

"خدا کا واسطہ ہے عنیزہ آواز نیچی رکھو۔۔ تمہارے باپ نے تمہاری یہ خرافات سن لی تو وہ برداشت نہیں کریں گے" راشدہ بیگم نے اس کے سامنے باقاعدہ ہاتھ جوڑے تھے۔

"مجھے چپ کروانے سے سچ نہیں بدلے گا امی آپ کو کیوں نظر نہیں آ رہا۔۔؟" رو دینے کے قریب ہوتی وہ ان کے پاس آئی۔

"ابھی وہ بچہ دنیا میں نہیں آیا اور شاہ ویز اس کے لیے پاگل ہے جب دنیا میں آئے گا تب وہ کیا کرے گا۔۔ کیا یہ پاسیبل نہیں ہے کہ ہم بخت آور کا ابارشن کروا دیں۔۔؟" پریشانی کے عالم میں بولتی وہ آخر میں ان کے ہاتھ تھام گئی تو راشدہ بیگم نے بے یقینی و دکھ کے عالم میں اس کا بھیگتا چہرہ دیکھا۔

"پاگل ہو گئی ہو تم۔۔ بالکل پاگل ہو گئی ہو۔۔!" اس کے ہاتھ جھٹکتی وہ درشتگی سے بولتی اس سے دو قدم دور ہو گئیں۔

"اگر تم نے کوئی بے وقوفی کرنے کی کوشش بھی کی تو یاد رکھنا میں بہت بری طرح پیش آؤں گی۔۔ بہت بری طرح۔۔!" شہادت کی انگلی اٹھا کر اسے تنبیہہ کرتی وہ حد درجہ سنجیدہ تھیں۔ لب کاٹتی عنیزہ رو پڑی۔ راشدہ بیگم بے بس سی ہونے لگیں۔

"میری بچی خود کو سنبھالو۔۔ تم کیوں اتنا سوچ رہی ہو؟ مہینے بعد تمہاری شادی ہے بس۔۔ سب اچھا اچھا سوچو۔۔!" اسکا گال صاف کرتی وہ لہجے میں نرمی سمو کر بولیں تو عنیزہ نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔

"وہ میری خوشیاں نگل لے گی۔۔ آپ دیکھ لیجئے گا۔۔!" ان کا ہاتھ جھٹکتی وہ روتے ہوئے کہتی پلٹی اور جا کر واش روم میں بند ہو گئی۔ راشدہ بیگم نے اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیا۔ عنیزہ کو سمجھانا آسان نہیں تھا لیکن انھوں نے سوچ لیا تھا کہ وہ تسلی سے اس سے بات کریں گی مگر اس کی نوبت نہیں آئی تھی۔ اگلی صبح معمولی سی بات کو بتنگڑ بنا کر اس نے بخت آور کو زوردار دھکا دے دیا تھا نتیجتاً وہ قریب پڑے شیشے کے میز سے ٹکرا کر زمین بوس ہوئی تھی۔ درد سے دہری ہو گئی۔ اسے درد سے چلاتے دیکھ راشدہ بیگم کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ ارصم کالج گیا ہوا تھا اور قدرت اللہ صاحب آفس کے لیے نکل چکے تھے۔ مجبوراً انھیں شاہ ویز کو کال کرنا پڑی تھی۔ جب تک وہ آیا بخت آور اپنے حواس گنوانے کے قریب ہو چکی

تھی۔ پھر وہ اور شاہ ویز ہی اسے ہاسپٹل لے کر گئے تھے۔ عنیزہ نے جانے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

✿✿✿✿✿

محمل کا سوئم ہو چکا تھا اور خاور کی جانب سے ابھی تک خاموشی تھی۔ مروہ کو اس کی خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ محسوس ہو رہی تھی۔ رات کے کھانے سے فارغ ہو کر وہ سونے کے لیے اپنے کمرے میں آگئی تھی۔ دروازہ احتیاطاً لاک کر دیا تھا اور سونے کا لباس تبدیل کر کے بیڈ پر آلیٹی۔ آنکھیں موندے اس نے عادتاً آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا۔ دل عجب اداسی کا شکار تھا۔ معصوم سی بچی کے ساتھ پیش آئے حادثے نے اس کے دماغ پر گہرا اثر چھوڑا تھا وہ تین دن سے ٹھیک سے سو بھی نہیں پائی تھی مگر اس کی دلی حالت سے بھلا کون آگاہ تھا۔۔؟ کمفرٹر کو دوسرے ہاتھ کی مٹھی میں دبوچے وہ سونے کی کوشش کرنے لگی۔۔ کافی وقت یونہی لیٹے لیٹے بیت گیا تو نیند کو اس پر رحم آہی گیا۔۔ وہ نیند کی وادیوں میں اترنے

کو ہی تھی کہ تبھی کلک کی آواز سے اس کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا مگر غنودگی کے باعث وہ آواز محسوس نہیں کر پائی تھی۔ دروازے کو پھر سے بند کرتا وہ اندر آیا اور سرخ آنکھوں سے بیڈ پر محو استراحت مروہ کی طرف دیکھا۔ ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ پھنساتا وہ قدم قدم چلتا اس کی جانب آ گیا۔ ہاتھ بڑھایا اور نرمی سے اس کی آنکھوں پر رکھے ہاتھ کو پیچھے ہٹایا۔ اس کے لمس کی ٹھنڈک محسوس کرتی مروہ نے مندی مندی آنکھیں کھول کر سامنے دیکھا۔ خاور کو اپنے مقابل دیکھ اس کی نیند لمحے میں اڑن چھو ہوئی تھی۔ وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھی۔

"آ۔۔ آپ یہاں۔۔؟" خشک پڑتے لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے اس نے با دقت کہا۔ وہ بنا جواب دیے اس کے پاس بیٹھ گیا تو مروہ پیچھے کو کھسکی۔ اس کے رد عمل پر خاور نے سرخ انگارہ ہوتی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"مجھ سے اجتناب برت کر کیا ملتا ہے تمہیں۔۔؟" حد سے زیادہ بھاری ہوتی آواز میں بولتا وہ مروہ کو خوفزدہ کر رہا تھا۔ پیشانی پر بکھرے بال آنکھوں تک آ رہے

تھے۔ ستا ہوا چہرہ اور بڑھی ہوئی شیو۔۔ وجاہت کا شاہکار وہ مرد اس پل ٹوٹا بکھرا دکھائی دے رہا تھا۔

"کیا کرنے آئے ہیں یہاں۔۔؟" اپنا دوپٹہ درست کرتی وہ لہجے کو مضبوط کرتے ہوئے بولی تھی۔

"تم کبھی پیار سے بات نہیں کر سکتی۔۔؟" یک دم اسکا ہاتھ اپنی مٹھی میں لیتا وہ حسرت آمیز لہجے میں بولا تو مروہ نے اذیت سے منہ پھیر لیا۔

"جب پیار ہے ہی نہیں تو پیار سے بات کیسے کروں۔۔؟" اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کرتی وہ بے دلی سے گویا ہوئی۔

"تو کر لو نا۔۔ مجھ سے محبت کر لو مروہ۔۔ اتنا بھی برا نہیں ہوں میں!" اس کی جھکی پلکوں کو تکتا وہ جذبات سے بوجھل ہوتی آواز میں بولا تو مروہ نے اس کی طرف دیکھا۔

"اپنے اندر جھانکو۔۔ تم کیا ہو تمھاری اصلیت کیا ہے؟ ایک زانی۔۔ رشوت خور قاتل ہو تم۔۔ تم سے محبت کرلوں میں۔۔؟؟" اس کی سرخ آنکھوں میں دیکھتی وہ روانی میں کہتی چلی گئی۔ نتیجتاً خاور کے چہرے پر اذیت کے آثار نمایاں ہوئے تھے۔

"اگر تم مجھے قبول کرلو گی تو میں۔۔ میں خود کو بدل لوں گا۔۔!" وہ ملتجی ہوا۔ مروہ کا دل نا چاہتے ہوئے بھی اسے خاور کے لفظوں پر ایمان لانے کی ترغیب دینے لگا۔

"مجھے معاف کردو مروہ۔۔ پلیز مجھ سے محبت کرلو۔۔ میں سب چھوڑ دو گا، رشوت خوری، زناکاری حرام خوری سب کچھ۔۔!" ہاتھ میں موجود اس کے ہاتھ پر اپنا دوسرا ہاتھ رکھتا وہ حد سے زیادہ بھاری ہوتی آواز میں بولا تھا۔ مروہ کا سر میکانکی انداز میں نفی میں ہلا۔

"کیا لازمی ہے کہ ہر کہانی میں ولن کو سزا دی جائے۔۔؟ معافی بھی تو دی جاسکتی ہے؟؟" وہ سراپا التجا بنا ہوا تھا۔

"تم جیسا شخص معافی کا حقدار نہیں ہے۔۔" وہ نم ہوتی آنکھوں کی پلکیں جھپکا کر بولی۔

"شرمندگی کے باوجود بھی نہیں؟" وہ چپ نہیں ہوا تھا اور مسئلہ یہ تھا کہ اسکا بولنا پہلی بار مروہ کے دل کو موم کر رہا تھا۔

"یہاں سے جاؤ پلیز۔۔!" مروہ نے اس بار پوری قوت سے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے کھینچا تھا اور وہ کامیاب بھی رہی تھی۔

"کہاں جاؤں۔۔؟ تمہارے سوا مجھے کہیں سکون میسر نہیں ہے!" بیڈ سے اٹھ کر نیچے زمین پر پنجوں کے بل بیٹھتا وہ بے بسی سی گویا ہوا تو مروہ کو سمجھ نہ آئی کہ اسے کیا جواب دے۔

"میرا دل بے چین ہے مروہ۔۔ سمجھ نہیں آرہی کہ محمل کو کہاں سے اپنے سامنے لے آؤں۔۔اس کی پہلی مسکراہٹ۔۔"بولتے ہوئے اس نے وقفہ لیا۔خاور کی آنکھوں میں کچھ نمی چمکی تھی۔۔

"پہلا لمس۔۔!"وہ نم آنکھوں سمیت مسکرایا۔

"مجھے بابا کہنا۔۔میری انگلی پکڑ کر چلنا۔۔میرے گلے لگنا مجھ سے روٹھنا منانا۔۔ فرمائشیں۔۔ کیا کیا بھلاؤں؟؟؟"سر اونچا کرکے پوچھتا وہ اسے بے حد ملول و اداس لگا۔

"میرا دل پھٹ رہا ہے مروہ۔۔میں۔۔میں کہاں جاؤں؟؟"بے چینی کے عالم میں پوچھتے خاور کی انگارہ ہوتی آنکھوں سے ایک آنسو رخسار پر چھلکا تھا۔مروہ کی نگاہوں میں شاہ میر کا سراپا گھوم گیا۔ایک پل میں دل موم سے پتھر ہوا تھا۔

"میری ماں کو بھی بھائی کے بچپن سے جوانی تک کے سب لمحات یاد ہوں گے۔۔ میری بھی یاد آتی ہو گی مگر تم نے۔۔ تم نے ان سے ان کے دو دو بچے چھین لیے اور اپنی ایک کے لیے کیسے تڑپ رہے ہو تم۔۔؟" وہ اس پل خاور سے زیادہ سفاک ثابت ہوئی تھی۔ اسے حوصلہ دینے کی بجائے اس نے اپنا لہولہان دل اس کے سامنے کھول دیا تھا۔ کیسا زخم لگایا تھا اور کس وقت میں لگایا تھا۔۔؟ تب جب وہ سدھرنے کی بات کر رہا تھا۔۔ اس نے غلط کر دیا تھا۔۔ سب غلط کر دیا تھا۔ خاور نے لب بھینچتے ہوئے سرد نگاہوں سے اسکا چہرہ دیکھا۔

"اسی لیے تم نے محمل کو مار دیا۔۔ مجھ سے بدلہ لینے کے لیے۔۔؟" اگلے ہی پل اس نے سنگین لہجے میں استفسار کیا تھا۔ مروہ کا سارا اعتماد لمحے میں زائل ہوا۔ اس نے سرعت سے نفی میں گردن ہلائی۔

"میں نے کچھ نہیں کیا۔۔!" وہ جلدی سے بولی۔

"لیکن محمل نے تو کہا تھا کہ تم نے اسے مارا ہے۔۔!" وہ کھڑا ہوتا پھر سے اپنی جون میں واپس لوٹا تھا۔

"نہیں ایسا نہیں ہے۔۔میں نے تو پہلی بار کے بعد کبھی اس سے سختی سے بات بھی نہیں کی۔۔!" مروہ نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔

"تو پھر محمل نے کیوں کہا کہ تم نے اسے مارا ہے۔۔؟" پلک جھپکنے سے پہلے اس کا چہرہ مٹھی میں دبوچتا وہ غرایا تھا۔

"مجھے نہیں پتہ..!" وہ بامشکل بولی۔

"لیکن مجھے سب پتہ ہے۔۔!" اس نے ایک جھٹکے سے اس کا چہرہ چھوڑا تھا۔

"اسی لیے تم یہاں زندہ بیٹھی ہو ورنہ۔۔ قتل کرنا اور کروانا۔۔خاور یامین کے لیے کچھ مشکل نہیں۔۔!" شہادت کی انگلی اٹھا کر کہتا وہ اسے جنونی لگا۔

"اورہاں تمہارا وہ بھائی۔۔۔!" پیشانی کو شہادت کی انگلی سے کھجاتا وہ بھرپور سنجیدگی سے بولتے بولتے رکا۔

"وہ ایک گھٹیا انسان تھا۔۔بے حد پنچ۔۔میں جن سمگلرز سے رشوت لے کر سمگلنگ کو آسان بناتا ہوں، وہ انھی سمگلرز میں سے ایک تھا..!' خاور نے بڑی سفاکی سے بھرم کا پردہ چاک کیا۔ مروہ کا سر نفی میں ہلا۔

"جھوٹ بول رہے ہو تم۔۔ "!

"مجھے ایسی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔ "!

"تم جاؤ یہاں سے۔۔!" مروہ رونے والی ہوگئی۔

"ابھی آدھا سچ باقی ہے۔۔" وہ دھیرے سے ہنسا۔

"مجھے نہیں سننا۔۔!" مروہ چلائی۔۔

"تمھارے بھائی کا سمگلڈ مال میں نے ضبط کر کے تم سے شادی کی ریکویسٹ کی تھی مگر وہ نہیں مانا۔۔ دوسرا آپشن میں نے اس کی بیوی کی صورت میں رکھا تھا اور وہ مان گیا۔۔" مروہ کا سر مسلسل نفی میں ہل رہا تھا۔ آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔

"تمھاری بھابھی کڈنیپ نہیں ہوئی تھی، اسے تمہارا گھٹیا ترین بھائی خود میرے فارم ہاؤس پر چھوڑ کر گیا تھا" اس نے آخری تیر مروہ کے سینے میں پیوست کیا تھا۔ ٹپ ٹپ۔۔ اس کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر رخسار پر بکھرے تھے۔

"اس نے پورے ایک ہفتے کے لیے اپنی بیوی کو میرے حوالے کیا تھا تاکہ میں اسکا مال اس کے حوالے کر دوں اور وہ اپنی لالچ کا پیٹ بھر سکے۔۔"

"جھوٹ مت بولو۔۔ شرم کرو وہ مر چکے ہیں۔!" بیڈ سے اتر کر اسے پیچھے دھکا دیتی وہ روتے ہوئے چلائی۔

"اس کے مرنے سے اس کی اصلیت بدل تو نہیں جائے گی۔۔اور وہ یہی ہے کہ وہ ایک خود غرض اور لالچی انسان تھا۔۔!"خاور نے اطمینان سے پر لہجے میں اسے بتایا تھا۔مروہ کو اس پل بے انتہا اذیت محسوس ہوئی۔

"میں نے تمہیں اپنی تحویل میں لینے کے فوراً بعد ہی تمھاری بھابھی کو صحیح سلامت تمھارے گھر پہنچا دیا تھا،کیونکہ میں جتنا بھی گھٹیا سہی،مگر ریپسٹ نہیں ہوں۔۔!"

آخری بات اس کے گوش گزار کرتا وہ وہاں مزید رکا نہیں تھا۔مروہ پھوٹ پھوٹ کر روتی وہیں بیٹھتی چلی گئی۔خاور یامین کا کوئی بھی لفظ اس کے لیے قابل یقین نہیں تھا مگر اسے جھوٹا سمجھنے کی کوئی وجہ بھی تو نہیں تھی۔وہ جھوٹ نہیں بولتا تھا۔۔ہاں وہ جھوٹا نہیں تھا،اتنا تو مروہ اسے جان ہی گئی تھی۔

✿✿✿✿✿✿

"مبارک ہو۔۔بیٹی ہوئی ہے"ڈاکٹر کی آواز کسی خوشنما دھن کی طرح اس کی سماعتوں میں اتری تو پچھلے تین گھنٹوں سے پریشان کھڑا شاہ ویز بے ساختگی میں

مسکرایا تھا۔ پہلے مختصر۔۔ اور پھر فراخدلی سے۔۔ آنکھوں کی چمک اس پل دیکھنے لائق تھی۔ اس نے بہت آہستگی سے اس ننھی جان کو راشدہ بیگم کی گود سے اپنے ہاتھوں میں لیا تھا۔ چھوٹی چھوٹی آنکھوں کو کھولے وہ شاہ ویز کی جانب ہی دیکھ رہی تھی۔ اس کا چہرہ دیکھتا وہ بے اختیار اس کی پیشانی پر جھکا تھا اور بہت ہولے سے اپنے لب وہاں رکھے، کچھ اس طرح سے کہ اس معصوم کو اس کی مونچھوں کی چبھن محسوس نہ ہو۔۔

"نور الہدیٰ۔۔ تمھارا نام نور الہدیٰ ہے" اس نے محبت بھرے لہجے میں اس کے کان میں سرگوشی کی تو چچا بھتیجی کا پیار دیکھتی راشدہ بیگم کھل کر مسکرائیں۔

"اس کے کانوں میں پہلے اذان تو دے دو۔۔!" اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے انھوں نے نرمی سے کہا تو شاہ ویز نے گردن موڑ کر ان کی طرف دیکھا۔

"یہ کام تو ابو یا ماموں ہی کریں گے۔۔ میں نے انھیں کال کر دی ہے وہ آتے ہی ہوں گے" شاہ ویز مسکراتے ہی ہوئے انھیں جواب دیا تو انھوں نے سر اثبات میں

ہلایا۔ جبکہ چہرہ سیدھا کرتا وہ پھر سے اسے دیکھنے لگتا۔ کبھی اس کے ہاتھ چومتا تو کبھی رخساروں پر پیار کرتا۔۔ اس کی خوشی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔ پھر واقعی تھوڑی دیر میں شیر افگن ندرت بیگم کو لیے وہاں چلے آئے تھے۔ قدرت اللہ اور ارصم عالیان بھی وہیں آن پہنچے تھے۔ وہ ننھی سی جان ان سب کے لیے خوشی کا باعث بنی تھی۔ اس کے دونوں کانوں میں قدرت اللہ صاحب نے اذان دی تو شاہ ویز نے اس بار باآواز بلند اس کا نام تجویز کیا تھا۔ کسی کو بھی بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا؟ ہاں جو اس کی ماں تھی وہ نیم بے ہوشی کے عالم میں فی الحال لیبر روم میں محو استراحت تھی۔ اسے ہوش آیا تو راشدہ بیگم ھدیٰ کو لیے اس کے پاس چلی آئیں۔ بخت آور بڑی مشکلوں سے اٹھ کر بیٹھی اور ہاتھ بڑھا کر اسے گود میں لیا۔ بچی سو چکی تھی۔ اپنے ہی نقوش کو اس کے چہرے پر سجا دیکھ بخت آور کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ لبوں کی مسکراہٹ بے ساختہ تھی۔۔ باری باری وہ سب وہیں آ جمع ہوئے تھے جبکہ شاہ ویز پورے ہسپتال میں مبارکی بانٹتا پھر رہا تھا۔ عالیان

مٹھائی لینے چلا گیا تھا۔ ان سب کی خوشی دیدنی تھی ایسے میں اپنی بیٹی اور اپنے لاپتہ مستقبل کی بابت سوچتی بخت آور کے لیے مسکرانا بھی محال ہو رہا تھا اس پر مستزاد شاہ میر کا نہ ہونا۔۔ اور پھر ہمیشہ کے لیے نہ ہونا۔۔!! اس کی آنکھیں بار بار بھیگ رہی تھیں۔ راشدہ بیگم کی نظر اس پر پڑی تو فوراً اس کے قریب آئیں۔

"رو کیوں رہی ہو بچہ۔۔ یہ تو خوشی کا موقع ہے!" اسے ٹھوڑی سے چھوتی وہ شفقت بھرے لہجے میں بولیں تو تو بخت آور نے پانی بھری آنکھوں سے ان کی طرف دیکھا۔

"موقع تو ہے لیکن اس میں میرے لیے خوشی کہاں ہے خالہ۔۔؟؟" دھیمی آواز میں پوچھتی بخت آور کی آنکھ سے آنسو چھلکا تو اس کا درد لمحوں میں سمجھتی راشدہ بیگم کا دل تڑپ سا گیا۔

"خوشی تو ہے میری جان۔۔ بس سمجھنے کی بات ہے نا۔۔ ہم شاہ میر کو واپس نہیں لا سکتے مگر دیکھو اس کی بیٹی ہمارے پاس ہمارے ساتھ ہے۔۔ ہمت کرو میرا بچہ ابھی

کاٹنے کو ایک عمر باقی ہے" اس کے بھیگ گال صاف کرتی وہ نرمی سے گویا ہوئیں لیکن وہ کچھ سوچنے سمجھنے کی حالت میں تھی ہی کب۔۔؟ سو بنا کچھ کہے وہ سر جھکا گئی۔۔

✿✿✿✿✿

وقت کچھ اور آگے سرکا تو زندگی معمول کی طرف آ گئی۔ اس رات کے بعد خاور نے اس کے کمرے میں آنے کی یا اس سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی اور اسی کو غنیمت جان کر مروہ بھی زندگی کو دھکا لگا رہی تھی۔ محمل کے بعد اس کی مصروفیات بالکل ہی ختم ہو گئی تھیں۔ دن کے اوقات میں کسی لمحے اس کی معصوم مسکراہٹ مروہ کی یادداشت کے پردے پر لہراتی تو روح اداس سی ہو جاتی۔۔ لیکن بہر طور جب تک سانسیں باقی تھیں، جینا تو تھا ہی۔۔ سو جینے کی کوششوں میں غلطاں وہ ہر دن مرتی چلی جا رہی تھی۔ ہونٹ مسکرانا تو بھول ہی چکے تھے جیسے۔۔ آنکھوں کی زمین بھی بنجر ہو چکی تھی۔ اس وقت بھی وہ شام کے پھیلتے

سایوں میں کمرے سے نکل کر باہر وسیع و عریض لان میں ٹہل رہی تھی۔۔مالی روزمرہ کی کانٹ چھانٹ میں مصروف تھے۔

"یہ تمھارے باپ کا گھر نہیں ہے جہاں شہزادیوں کی طرح ٹہل رہی ہو۔۔!" ایک نسوانی تلخ آواز پر وہ یک دم چونک اٹھی۔پھر پلٹ کر دیکھا تو سامنے حریم کو کھڑے پایا۔

"میرے شوہر کا تو ہے۔۔شہزادی نہ سہی، اُس کے دل کی ملکہ تو ہوں۔۔!" بازو لپیٹتی مروہ دوبدو بولی تھی۔اسے تپانے کے لیے اس نے لہجے میں ممکن حد تک تفاخر کو سمویا تھا۔نتیجہ حریم کے چہرے پر واضح ہوا تھا جو پل میں پھیکا پڑ گیا تھا۔

"ہونہہ ملکہ۔۔اس ایوان میں ملکہ بھی ایک ہے اور مالکن بھی۔۔اور وہ اس وقت تمہارے سامنے کھڑی ہے۔۔!" کندھے پر جھولتے ریڈ ڈائیڈ بال ایک جھٹکے سے پیچھے کرتی وہ اترا کر بولی تو مروہ نے زبردستی لبوں پر مسکراہٹ سجائی تھی۔

"تو پھر مجھے کیوں بتا رہی ہو؟ جو ملکہ ہوتی ہے اسے اعلان کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔۔ اس کی حیثیت کا علم سب کو ہوتا ہے!" مروہ نے پلٹ کر جوابی وار کیا تو وہ تلملا اٹھی۔

"مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے تم جیسی تھکن زدہ عورت پر اپنی حیثیت واضح کرنے کی۔۔ انفیکٹ مجھے تمہارے منہ لگنا ہی نہیں ہے" تنک کر کہتی وہ پلٹ گئی۔ سکائے بلیو بروڈ جینز پر بلیک سلیو لیس ٹاپ پہنے وہ حسب معمول دوپٹے جیسی چیز سے محروم تھی۔ دمکتی رنگ شام کے سرمئی اجالے میں بھی آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔ مروہ کو اپنا آپ اس کے آگے بے حد حقیر لگا۔ بلاشبہ وہ شکل وصورت میں مروہ سے کئی گنا حسین تھی مگر پھر بھی اس عورت کا شوہر اسے زبردستی اپنی زندگی میں نہ صرف شامل کر چکا تھا بلکہ اس کی توجہ کے لیے سوالی بن کر ہر دوسرے روز اس سے بھیک مانگا کرتا تھا۔ وہ کیسی ملکہ تھی۔۔؟؟ اس کی پشت کو تکتی مروہ پھیکے پن سے مسکرائی تھی۔ اس نے حریم کے پیچھے ہی خاور کو بھی

اندرونی عمارت سے نکلتے دیکھا تھا۔ وائٹ اینڈ ڈارک براؤن لائننگ والی پولو شرٹ تلے سکن کلر کاٹراؤزر پہنے وہ ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ پھنسائے پورچ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سیاہ بال لاپرواہی سے پیشانی پر بکھرے ہوئے تھے، نیلی آنکھوں میں دنیا جہان کی بے نیازی تھی۔ اسے قریب آتا دیکھ مروہ نے سرعت سے نگاہوں کا رخ بدلا تھا۔ اس کے پاس سے گزرتے گزرتے وہ ایک پل کو رکا پھر ہاتھ بڑھا کر اسے کلائی سے تھام کر اپنے قریب کر لیا۔ اس اچانک افتاد پر مروہ کا دل اچھل کر حلق میں آگیا جبکہ اس کی بدلتی حالت سے بے بہرہ وہ بغور اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

'میں کل صبح تک واپس آجاؤں گا پھر ہم تمھارے گھر چلیں گے۔۔ اوکے۔۔؟" نرم نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھتا وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔۔

"وہ مجھ پر فاتحہ پڑھ چکے ہیں۔۔ مجھے اب وہاں نہیں جانا!" مروہ نے جذبات سے عاری لہجے میں اسے جواب دیا۔

"ایسے مرے ہوئے کو زندہ کرنا مجھے بہت اچھے سے آتا ہے تم فکر نہیں کرو۔۔!" نرمی سے کہتے ہوئے اس نے اسکا ہاتھ چھوڑ دیا۔ مروہ کی سانسیں کچھ سہل ہوئیں۔ وہ فوراً خاور سے دو قدم دور ہوئی تھی۔

"میں نہیں جاؤں گی خاور۔۔!" مروہ نے ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہا تو اسے دیکھتے خاور کے لب بے وجہ ہی مسکرائے۔ آنکھوں میں یک دم اشتیاق اتر آیا تھا۔

"تم یوں میرا نام لو گی تو فی الحال 'میں' نہیں جا پاؤں گا" اس کی طرف جھکتا وہ گھائل ہونے والے انداز میں بولا تو مروہ مزید پیچھے ہٹی۔

"خاور پلیز۔۔!" وہ گھبراہٹ میں پھر اس کا نام لے چکی تھی۔

"خاور۔۔خاور۔۔خاور۔۔ تمہارے عشق میں خاک ہو جائے گا خاور..!" ایک دل آویز مسکراہٹ اس کی جانب اچھال کر کہتا وہ اس کے پاس سے گزر گیا۔ مروہ

نے سر جھکاتے ہوئے نچلا لب دانتوں میں دبالیا۔ دل عجب لے پر دھڑک اٹھا تھا جس کے سوز سے انجان وہ پورچ کی طرف جاتا گاڑیوں کی قطار میں گم ہو چکا تھا۔

✿✿✿✿✿✿

شادی کے دن قریب آن پہنچے تھے۔ عنیزہ کو مایوں بٹھا دیا گیا تھا۔ قدرت ہاؤس کو ایک بار پھر دلہن کی طرح سجایا گیا تھا۔ خوشیوں نے پھر سے اس دہلیز کا رخ کیا تھا جہاں پچھلے کئی ماہ سے اداسی کا ڈیرہ تھا۔ نور الھدیٰ ایک مہینے کی ہونے والی تھی، بخت آور فی الحال کمرہ نشین ہی تھی۔ ہاں ضرورت کے وقت وہ کچن تک چلی جایا کرتی تھی۔ ھدی کے ساتھ راتوں کو جاگ جاگ کر اس کی آنکھوں کے گرد حلقے پڑ چکے تھے مگر شادی کی مصروفیات کے باعث کوئی بھی ھدی کو سنبھالنے کے لیے اس کے ساتھ میسر نہیں تھا۔۔ شام پڑتے ہی ھدی سو گئی تھی اب وہ دو تین گھنٹے سے پہلے نہیں اٹھنے والی تھی سو بخت آور بھی کمر سیدھی کرنے کو اس کے ساتھ ہی لیٹ گئی۔۔ ڈرائنگ روم میں ایک جانب ارصم عنیزہ اور عالیان ہلا گلا مچانے میں

مگن تھے تو دوسری ایک جانب بزرگ پارٹی بھی ان کی مستیوں سے لطف اندوز ہوتے آپس میں کسی ادبی موضوع پر بحث کر رہے تھے۔ شاہ ویز حسب معمول غیر موجود تھا۔ عالیان کو کافی کی طلب ہوئی تو وہ تینوں کچن میں جا پہنچے۔۔ ایک دوسرے کو تنگ کرتے انھوں نے کافی بنائی تھی ساتھ ہی عنیزہ نے بزرگوار کے لیے چائے بھی تیار کر لی۔ ٹرے لیے وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی تو شاہ ویز کو وہیں ایک جانب صوفے پر براجمان پایا۔ عنیزہ کا چہرہ کھل اٹھا۔ ارصم اور عالیان نے اسکا ریکارڈ لگانا شروع کر دیا تھا جس سے محظوظ ہوتی وہ دبی دبی ہنسی ہنس رہی تھی۔

"میرا خیال ہے مجھے چلنا چاہیے ورنہ تم دونوں مجھے پاگل کر دو گے۔۔!" اپنی ہنسی روکتی وہ صوفے سے اترتے ہوئے بولی۔

"مت جاؤ عینہ۔۔مجھے کچھ بات کرنی ہے!" شاہ ویز کی سنجیدہ اور قدرے بلند آواز نے ڈرائنگ روم میں ایک الگ ہی ارتعاش برپا کیا تو ندرت بیگم اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"خیریت ہے؟کافی سیریس لگ رہے ہو؟" ندرت بیگم نے نرمی سے پوچھا تو شاہ ویز نے ہولے سے سر اثبات میں ہلایا۔

"یہ نان سیریس ہوتا ہی کب ہے امی۔۔؟نارمل بات بھی کرنی ہو تو ایسا سڑا ہوا منہ بناتا ہے کہ سامنے والا گھبرا جاتا ہے" شاہ ویز سے پہلے عالیان نے ان کو جواب دیا تو ارصم نے اس کے کندھے پر دھپ لگائی۔

"عزت کیا کر۔۔بڑا بھائی ہے تیرا۔" ارصم نے مصنوعی پن سے اسے لتاڑا تو وہ بنا اثر لیے ہنس دیا۔۔

"بیٹا تم کہو کیا کہنا چاہتے ہو۔۔؟" قدرت اللہ صاحب پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو کر بولے تو شاہ ویز نے گلا کھنکارا۔

"ماموں میں۔۔ نور الہدیٰ کے لیے فکر مند ہوں، میں چاہتا ہوں کہ ارصم یا عالیان میں سے کسی ایک سے بخت آور کا نکاح کر دیا جائے تا کہ ھدیٰ کا فیوچر سیکیور ہو جائے۔۔!" شاہ ویز نے بھرپور سنجیدگی سے اپنی استدعا ان سب کے گوش گزار کی تو ندرت اور راشدہ ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگیں۔

"بخت آور کے علاوہ کچھ اور نہیں سوجھتا تمہیں۔۔؟؟" کوشش کے باوجود بھی عنیزہ خاموش نہیں رہ پائی تھی۔

"کیا مطلب۔۔؟" شاہ ویز نے سپاٹ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"عنیزہ تم اپنے کمرے میں جاؤ شاباش" راشدہ بیگم نے بروقت جڑے لب کھولے تھے۔ مگر عنیزہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

"بیٹا تم نے تو میرے دل کی بات کہہ دی ہے۔۔ میں بھی یہی چاہتا ہوں مگر۔۔!" دھیمے لہجے میں کہتے قدرت اللہ صاحب نے بات ادھوری چھوڑتے ہوئے سر جھکا کیا۔ ارصم کو سانپ سونگھ چکا تھا۔

"میری اولاد ہی میرے بس میں نہیں ہے۔۔ اور جب میرا اپنا بیٹا ہی اس بچی سے نکاح کے لیے راضی نہیں ہے تو پھر بھانجے پر کیا زور۔۔؟" اپنی بات مکمل کرتے وہ حد درجہ شرمندہ دکھائی دے رہے تھے۔

"اس میں ارصم کا کیا قصور ہے بھائی جان۔۔؟ ہر بالغ کو حق ہے کہ وہ اپنے من پسند شخص کا انتخاب کرے اور پھر بخت آور نے بھی تو شاہ میر سے پسند کی ہی شادی کی تھی۔۔؟" ندرت بیگم کی تلخ آواز ان کی وضاحت کے جواب میں ابھری تو شاہ ویز نے ضبط بھری نگاہوں سے ماں کی طرف دیکھا۔

"رہی بات عالیان کی تو۔۔ ایک ماں کے دل کو اب اس لڑکی پر بالکل یقین نہیں ہے۔۔ اس کی نحوست میرے ایک بیٹے کو کھا گئی اب دوسرے کو کیسے قربان کر

دوں؟" ان کا لہجہ پل میں گلوگیر ہوا تھا۔ عالیان نے بے چینی کے عالم میں پہلو بدلا۔ جبکہ شاہ ویز لب بھینچے فرش پر بچھے قالین کو گھور رہا تھا۔

"تو کیا۔۔؟ بخت آور کو ساری زندگی یونہی سر پر بٹھا کر رکھنا ہے؟" ارصم نے کچھ سوچ کر بولنے کی جرات کی۔

"نہیں کون کہہ رہا ہے کہ اسے گھر بٹھائیں۔۔ بھائی صاحب آپ غیروں میں اسکا کوئی مناسب رشتہ دیکھ کر اسے بیاہ دیں۔۔ رہی بات نورالھدیٰ کی تو اسے ہم رکھ لیں گے۔۔!" ندرت بیگم نے پھر سے لب کشائی کی۔ راشدہ بیگم اس دوران لب سیے بیٹھی خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہی تھیں۔

"امی آپ اس عمر میں اسے کیسے سنبھالیں گی۔۔؟ اور بچی کو ماں سے الگ کرنا کہاں کی سمجھداری ہے؟" عالیان نے بھی گفتگو میں حصہ لیا تو ندرت بیگم نے تنفر سے سر جھٹکا۔

"اسی میں سمجھداری ہے کہ ھدیٰ کو اس کے منحوس سائے سے دور رکھا جائے۔۔'انھوں نے فوری جواب دیا۔

"بیگم کیا جاہلوں جیسی باتیں کر رہی ہو۔۔!"شیر افگن صاحب جو کافی دیر سے بخت آور کے متعلق ان کی بد کلامی برداشت کر رہے تھے بالآخر بول ہی پڑے۔

"سچ کہہ رہی ہوں میں۔۔ اور رہی بات ھدیٰ کو سنبھالنے کی تو عنیزہ ہے ناں۔۔ وہ اسے ماں بن کر پالے گی۔۔ آپ بے فکر ہو کر اس لڑکی کے لیے رشتہ دیکھئے بھائی جان۔۔!"ندرت بیگم نے بات کو سمیٹتے ہوئے عنیزہ کی طرف دیکھا جس کے چہرے کے تاثرات پل میں بدلے تھے.

"یہ اچھی تجویز ہے۔۔ اگر عنیزہ ھدیٰ کو قبول کرنے وعدہ کر لیتی ہے تو میں مطمئن ہو جاؤں گا۔۔!"شاہ ویز نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے عنیزہ کی طرف دیکھا تو وہ گڑبڑائی۔

"مم۔۔ میں کیسے۔۔ پلیز شاہ میں۔۔ میں یہ نہیں کر سکتی۔۔!" اس نے کچھ جھجکتے ہوئے انکار کیا۔ راشدہ بیگم جانتی تھیں کہ وہ ایسا ہی کرے گی۔

"کیوں۔۔؟ اس میں کیا مشکل ہے؟ کل کو اپنے بچے بھی تو پالو گی نا تو پھر ھدیٰ سے کیا پرابلم ہے؟؟" شاہ ویز پوری طرح اس کی طرف گھوما۔ اسے وہاں کسی کی موجودگی کی مطلق پرواہ نہیں تھی۔

"ھدیٰ بخت آور کی بیٹی ہے اس سے بڑی اور کیا پرابلم ہو سکتی ہے۔۔ میں نہیں پال سکتی اسے ڈیٹس آل۔۔" تیزی سے کہتی وہ وہاں سے جانے کے لیے دروازے کی طرف بڑھی۔

"میں ھدیٰ کو کسی نامحرم کے سائے تلے ہرگز نہیں پلنے دوں گا۔۔ ھدیٰ ہمارے ساتھ رہے گی میں اسے اپنا نام دوں گا۔۔!" صوفے سے اٹھ کھڑا ہوتا وہ بلند آواز میں بولا تھا۔

"بڑوں کے ہوتے ہوئے تم ایسا کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے خاموش ہو جاؤ تم۔۔!"

ندرت بیگم نے سختی سے اسے ٹوکا۔

"اپنی زندگی کا ہر فیصلہ میں خود کر سکتا ہوں مما۔۔ اور میں فیصلہ کر چکا ہوں۔۔

ھدیٰ کی کفالت میں خود کروں گا!" پشت پر ہاتھ باندھتا وہ اٹل لہجے میں بولا۔۔

"مجھے شاہ ویز کے فیصلے سے کوئی اعتراض نہیں ہے، یہ ایک اچھا فیصلہ ہے" شیر افگن صاحب نے اطمینان بھرے لہجے میں کہا۔

"لیکن میں اس میں تمھارا ساتھ نہیں دوں گی۔۔ ہر گز اور ہر گز نہیں۔۔!" دہلیز میں کھڑی عنیزہ نے صاف کورے لہجے میں کہا اور پھر وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

"میں اسے سمجھاؤں گی شاہ ویز۔۔ تم پلیز خوشی کے موقع پر میس کری ایٹ مت کرو!" ندرت بیگم نے اس کے قریب آتے ہوئے کہا۔

"بہتر ہے کہ آپ اپنی بھتیجی کو سمجھائیں مما۔۔ ورنہ مجھے اس شادی کو دوسری مرتبہ توڑنے پر کوئی افسوس نہیں ہو گا!" بے حد دھیمی۔۔ سلگتی ہوئی آواز میں کہتا وہ خود بھی ڈرائنگ روم سے نکل گیا۔ ندرت بیگم نے پریشان زدہ سی ہو کر بھائی اور بھاوج کی طرف دیکھا۔

"جذباتی ہے یہ بہت۔۔ میں سمجھاؤں گی سب ٹھیک ہو گا ان شاءاللہ.. "زبردستی مسکراتی وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولیں کہ شاہ ویز کی آخری بات ان کے ہوش اڑا چکی تھی۔

✿✿✿✿✿✿

سیاہ ساکت پانی میں تیزی سے آگے بڑھتا شپ ہلچل مچا رہا تھا۔ لہروں کو اپنے پیچھے چھوڑتا وہ گمنام منزل کی جانب رواں دواں تھا۔ مدھم روشنیوں سے جگ مگ کرتا وہ بلند و بالا جہاز خاور یامین کی ذاتی ملکیت تھا جہاں آج وہ بغیر کسی کیپٹن اور گارڈ کے فقط حریم کی ہمراہی میں محو سفر تھا۔ کنارے پر کھڑے وہ دونوں سمندری ہواؤں

کو اپنے چہرے پر پڑتا محسوس کر رہے تھے۔ خاور کی پر سوچ نگاہیں دور سیاہ آسمان پر چمکتے چاند پر تھیں جبکہ مطمئن کھڑی حریم سمندر کی وسعتوں کو تک رہی تھی۔ ہوا کے سنگ اڑتا اس کا ٹاپ اس کے وجود کی نزاکت عیاں کر رہا تھا مگر اس کے ساتھ کھڑا اس کا ہمسفر اس کے پاس ہونے کے باوجود بھی پاس نہیں تھا۔۔ وہ حسین ترین ہونے کے باوجود بھی اس کی نگاہوں کا مرکز نہیں تھی۔

"کیا سوچ رہے ہو۔؟" اس کے ہاتھ پر اپنا نازک ہاتھ رکھتی وہ اپنی مدھم آواز میں بولی۔

"سوچ رہا ہوں کہ اس رات کو کیسے حسین بناؤں۔۔؟" اس کی طرف دیکھے بنا وہ دھیمے لہجے میں بولا تو حریم کے لبوں پر ایک جاندار مسکراہٹ آ ٹھہری۔

"تم جیسے چاہو ہمارے ساتھ کو حسن بخش سکتے ہو۔۔ تمھیں سب طریقے آتے ہیں!" اس کے سامنے آتی وہ اس کی گردن میں بانہیں حمائل کرتے ہوئے بولی تو خاور نے بے تاثر نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"لیکن میرے کسی طریقے سے مروہ تو میری طرف مائل نہیں ہوتی۔۔ ایسا کیوں؟" اس کی آنکھوں میں دیکھتا وہ یاسیت زدہ لہجے میں بولا تو حریم کے لبوں کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔

"مروہ کا یہاں کیا ذکر۔۔؟ اسکا نام مت لیا کرو مجھے زہر لگتا ہے" اپنے ہاتھ پہلو میں گراتی وہ زہر خند لہجے میں بولتی سمندر کی جانب رخ کر گئے تو خاور نے لب بھینچتے ہوئے اس کی پشت کو سینے سے لگا لیا۔

"موڈ خراب مت کرو۔۔ آؤ مووی دیکھتے ہیں" اس کے کندھے پر اپنی ٹھوڑی ٹکاتا وہ پر اسرار لہجے میں گویا ہوا تو حریم نے گردن ترچھی کرتے ہوئے اسے دیکھا۔

"رئیلی۔۔؟ جینرے کیا ہے؟"

"ہارر۔۔!" وہ مسکرایا۔

"آوہ نو۔۔ تم اس رومینٹک نائٹ کو ہارر نائٹ بنانا چاہتے ہو۔۔!" اسے پیچھے دھکیل کر نچلے حصے کی طرف جاتی وہ غیر سنجیدگی سے بولی تھی۔

"یہی سمجھ لو۔۔!" اس کے پیچھے آتا وہ حریم کے برعکس مکمل سنجیدگی سے بولا۔ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتے وہ دونوں آگے پیچھے سینیما روم میں پہنچے تھے۔ دونوں نے اپنی نشست سنبھال لی تو خاور نے سکرین آن کر دی۔

"دل کو سنبھال لو یہ مووی تمہارے اعصاب پر بہت بھاری پڑنے والی ہے۔۔!" خاور نے اسے چھیڑا تو وہ کھکھلا کر ہنسی۔

"میرا دل بڑا مضبوط ہے فکر نہیں کرو۔۔!" سکرین آن ہو چکی تھی مگر وہاں نیم اندھیرا تھا۔ پہلے منظر میں بیڈ کے قریب ایک بچی زمین پر بیٹھی روتی نظر آرہی تھی۔ حریم نے آرام دہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا لی تھی۔ تب ہی منظر میں بچی کے بالوں کی طرف ایک ہاتھ بڑھا تھا۔

"کون ہوں میں تمھاری۔۔؟؟ بولو کون ہوں" بچی کے بال مٹھی میں جکڑے وہ عورت چلائی تھی۔

"مم۔۔ مما۔۔!" بچی نے چہرہ اوپر اٹھاتے کہا تھا۔ وہ محمل تھی۔۔ ہاں وہ محمل ہی تھی۔ حریم کے لبوں کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔

"دوبارہ بول۔۔ کون ہوں میں تیری۔۔؟؟" اس نے محمل کے چہرے پر زوردار تھپڑ مارا تھا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔۔

"مم۔۔۔ مما۔۔ مما۔۔ مما۔۔!" وہ بری طرح روتی ہچکیوں کے درمیان بول رہی تھی۔ حریم کے چہرے کا رنگ یک لخت بدلا تھا۔ اسے اپنے حلق میں کچھ اٹکتا محسوس ہوا۔

"منہ بند کرو۔۔ رونا بند۔۔ آواز نہ نکلے۔۔!" سکرین پر نظر آتے حریم کے وجود نے روتی ہوئی محمل کے پیٹ میں ٹھوکر ماری تھی۔ وہ منہ کے بل زمین پر گری

تھی۔ سینیما روم میں محمل کی سسکیاں گونج رہی تھیں۔ اور یہاں حریم کا حلق خشک پڑنے لگا۔ یہ ساری ویڈیو اس کے کمرے کی تھی مگر کیسے۔۔؟ ریکارڈ کیسے ہوئے تھی۔۔؟ حریم اپنی جگہ سے ہلنے کے قابل نہیں رہی تھی جبکہ سکرین پر وہ بناڈرے، محمل کو بالوں سے پکڑے اب اپنے کمرے سے نکلی تھی۔ دوسرے ہاتھ سے محمل کے لبوں پر دباؤ ڈال کر اس کی آواز بند کی ہوئی تھی۔ پورے گھر میں نیم اندھیرے کا راج تھا۔ سیڑھیوں کے دہانے پر آکر اس نے بنار کے محمل کو پوری قوت سے سر کے بل دھکا دیا تھا۔۔ دھڑ دھڑ کی آواز سے وہ سیڑھیوں پر نیچے کی طرف گرتی چلی گئی اس کی چیخوں سے سینیما ہال کے در و دیوار دہل اٹھے تھے۔ حریم کی رنگت لٹھے کی مانند سفید پڑ چکی تھی۔۔ اس کے لیے گردن موڑ کر خاور کے چہرے کی طرف دیکھنا محال ہو گیا۔ جبکہ دوسری جانب سکرین پر نظر آتی حریم پلٹ کر اپنے کمرے کی طرف بھاگی تھی اور اندر آکر دروازہ لاک کر لیا۔ پھر اطمینان سے کمفرٹر کھولا اور بیڈ پر لیٹ گئی۔ پوری فوٹیج بڑی ترتیب سے جوڑ کر

اسے ایک مختصر فلم کی شکل دی گئی تھی جسے دیکھتی حریم کے حلق میں کانٹے اگ آئے تھے۔یک دم سکرین مزید روشن ہوئی تھی۔لائٹ آچکی تھی اور منظر مزید صاف ہو گیا تھا۔حریم کو یاد آیا اس نے وہ سب لائٹ جانے کے دورانیے میں کیا تھا۔پورے گھر کے کیمرے آف ہو گئے تھے تو پھر یہ ساری فوٹیج کون سے کیمروں نے ریکارڈ کرلی تھی جن کا علم حریم کو نہ ہو سکا تھا۔۔؟وہ بہت بری طرح پھنس چکی تھی۔اس نے کب سوچا تھا کہ خاور یہ سب اپنی آنکھوں سے یوں دیکھ لے گا۔۔؟اس نے تو محمل کو راستے سے ہٹا کر الزام مروہ پر ڈالنا چاہا تھا مگر یہاں تو سب کچھ عیاں ہو چکا تھا۔سکرین پر ملازمائیں حریم کے کمرے کا دروازہ پیٹ رہی تھیں مگر وہ بڑی بے نیازی سے آنکھیں موندے بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی۔دروازہ بجا بجا کر ملازمائیں پلٹ گئی تھیں۔محمل کے سر سے نکلتا خون بڑی تیزی سے آخری سیڑھی کو تر کر رہا تھا۔فوٹیج پھر سے شروع ہو چکی تھی۔

"کون ہوں میں تمھاری۔۔؟؟" حریم کا سانس رک چکا تھا۔ ہاتھ پاؤں سن ہو رہے تھے۔

"کیسی لگی مووی۔۔؟ ہار رہے نا۔۔؟؟" خاور کی حد سے زیادہ بھاری ہوتی آواز حریم کے پاس ابھری تو اس نے بڑی مشکلوں سے گردن گھما کر اس کی طرف دیکھا۔ خطرناک حد تک سنجیدہ چہرے پر سجی نیلی آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔ چہرے پر چھائی ضبط کی سرخی، سینیما روم میں پھیلی نیلی روشنی میں بھی واضح ہو رہی تھی۔

"خ۔۔خاور۔۔ آئ۔۔ آئی ایم سا۔۔سا۔۔ر۔۔ی۔۔!" حریم کے حلق سے پھنسی پھنسی آواز نکلی۔ اسکا پھیکا پڑ چکا چہرہ دیکھتا خاور یامین بڑی مشکلوں سے مسکرایا۔

"سوری مت کہو۔۔!" ہاتھ بڑھا کر اس کا رخسار چھوتے ہوئے خاور نے بے تاثر لہجے میں کہا۔ حریم کا وجود خوف و وحشت کے مارے ہولے ہولے لرزنے لگا۔

"اوہ۔۔کانپ کیوں رہی ہو۔۔؟ریلیکس۔۔یہاں آؤ۔۔" اپنی نشست سے کھڑا ہوتا وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولا تو بے جان ہوتی ٹانگوں کو حرکت دیتی حریم بامشکل کھڑی ہوئی۔

"خاور پلیز مم۔۔مجھے معا۔۔ف کر دو۔۔تت۔۔تم پلیز۔۔!" حریم سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔

"شش۔۔شش۔۔بالکل چپ۔۔آجاؤ میرے ساتھ" اسکا بازو سختی سے جکڑ کر اپنے ساتھ گھسیٹتا وہ اپنی گرفت کے برعکس نرم لہجے میں کہہ رہا تھا۔حریم کی آنکھیں بھیگنے لگیں مگر وہ اس کی طرف دیکھے بنا اسے واپس اوپری حصے میں لے آیا۔

"خاور میری بات سنو پلیز۔۔!" حریم نے کانپتی ہوئی آواز میں اس سے التجا کی۔

"آ۔۔ہاں۔۔روکیوں رہی ہو؟ پلیز چپ کر جاؤ۔۔!" اس کا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے ہوئے خاور نے محبت سے عاری مدھم لہجے میں کہا۔ اس کا چہرہ اس پل خطرناک حد تک سرخ ہو رہا تھا۔ نیلی آنکھوں میں شعلے سے بھڑک رہے تھے۔

"خاور میں اسے مارنا نہیں چاہتی تھی۔۔!" حریم بری طرح رونے لگی۔ رات کا آخری پہر شروع ہو چکا تھا، شپ پانیوں کے بیچ و بیچ اُسی رفتار سے چل رہا تھا۔ ہوائیں تیز سے تیز تر ہوتی چلی جا رہی تھیں۔۔

"خاور۔۔خاور میرا یقین کرو۔۔میں اسے مارنا نہیں چاہتی تھی۔۔!" وہ گھبراہٹ میں اپنے الفاظ دہرا رہی تھی۔ اس کا خوبصورت چہرہ دیکھتے خاور نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔۔

"میں بھی تمہیں مارنا نہیں چاہتا۔۔!" ایک ہاتھ سے اس کا بازو جکڑے دوسرے سے اس کا بھیگا گال سہلاتا وہ سرسراتی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔ حریم کی رنگت

مزید پھیکی پڑ گئی۔ اس نے خاور سے دور ہونے کی کوشش کی مگر خاور نے اس کی کوشش کو ناکام بناتے ہوئے اسے ایک جھٹکے سے اپنے قریب کیا تھا۔ حریم کے چہرے کو سہلاتے اس کے ہاتھ نے گردن تک کا سفر کیا تھا اور اگلے ہی پل خاور نے اس کی گردن اپنی مٹھی میں دبوچ لی۔ پوری قوت سے۔۔ اپنی پوری طاقت سے اس نے حریم کی گردن کو جکڑا تھا۔ اس کی سانسیں لمحوں میں بے ترتیب ہوئی تھی۔ لرزتے ہاتھوں سے اس نے خاور کا ہاتھ اپنی گردن سے ہٹانے کی کوشش کی تھی مگر بے سود۔۔

"خخ۔۔۔خا۔۔۔ور۔۔۔خخ۔۔۔ا۔۔۔خخ۔۔۔" اس کی حلق سے غوں غوں کی آوازیں نکلنے لگیں۔ خاور کی سرخ آنکھوں سے ایک آنسو ٹوٹ کر رخسار پر بکھرا تھا۔ تیز ہوا کے سنگ اڑتے حریم کے بال خاور کے چہرے کو چھو رہے تھے۔

"میں سب چھوڑ دوں گا۔۔ زناکاری۔۔ رشوت۔۔ حرام خوری۔۔ سب کچھ۔۔" خاور کی اپنی ہی آواز اس کے کانوں میں گونجی تو اس کے ہاتھ کانپ اٹھے۔ اس نے

ایک جھٹکے سے حریم کو پیچھے دھکا دیا تھا وہ سر کے بل پیچھے لوہے کے گارڈر پر گری تھی۔ اسکا سر موقع پر ہی پھٹ گیا تھا۔ سر کی پشت سے نکلتے خون نے رات کا رنگ اوڑھ کر جہاز کی سفید سطح پر سیاہی پھیلا دی تھی۔ خاور نے چند ثانیے تڑپتی ہوئی حریم کا چہرہ دیکھا پھر اس نے گردن موڑ کر اطراف میں نگاہ دوڑائی۔ جہاز کا لنگر اور زنجیر دونوں ایک کونے میں رکھے ہوئے تھے۔ اس نے سرعت سے زنجیر کا تالا کھولا اور زنجیر لیے حریم کے تڑپتے وجود کے پاس آیا۔ اس کی گردن کے گرد ن زنجیر لپیٹ کر اسے لاک کیا اور اگلے ہی پل زنجیر سے جڑا لنگر اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔ لنگر کے سمندر میں گرتے ہی زنجیر بھی تیزی سے پانیوں کی گہرائی میں اترتی چلی گئی نتیجتاً زنجیر کی لمبائی ختم ہوتے ہی زنجیر کے سرے سے جکڑا حریم کا دم توڑتا وجود بھی پانی میں جا کر گرا تھا۔ چھپاک کی تیز آواز کے ساتھ ہی حریم کی زندگی کا باب بھی ختم ہو گیا۔ خاور نے جھک کر سمندر کے سیاہ پانی میں گم ہو چکے

حریم کے وجود کو دیکھنے کی کوشش کی مگر پانی میں مدھم ہلچل بھی دم توڑ چکی تھی۔

اس کی سرخ آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر اسی سیاہ پانی میں گم ہوتے چلے گئے۔

"ہاہ۔۔۔ہ۔۔۔!" وہ حلق کے بل چیخا تھا۔ تکلیف سے دکھتی آنکھوں میں محمل کا سیڑھیوں سے بری طرح گرنا کسی ریل کی مانند گھوم رہا تھا۔۔اس کی چیخیں اور حریم کی التجائیں۔۔وہ وہیں بیٹھتا بچوں کی مانند پھوٹ کر رو دیا۔

"یہ میرا آخری جرم تھا۔۔۔ آخری جرم تھا حریم۔۔!" گہرے پانیوں کو گھورتا وہ اب بھی حلق کے بل چیخ رہا تھا۔۔اس کی چیخیں آسمان کے سینے تک پہنچنے سے پہلے ہی لوٹ کر سمندر میں ڈوبتی چلی گئیں۔

✿✿✿✿✿

وہ ڈرائنگ روم سے نکل کر سیڑھیاں چڑھتا چھت کی جانب جا رہا تھا کہ معاًھدی کے رونے کی آواز پر اس کے قدم پل بھر کو تھمے۔۔گردن موڑ کر اس نے کوریڈور کے آخر میں بخت آور کے کمرے کی طرف دیکھا جس کا دروازہ بند تھا۔ وہ

سر جھٹک کر آگے بڑھ جانا چاہتا تھا مگر ھدیٰ مسلسل روئے چلے جا رہی تھی۔ شاہ ویز کا دل اس کی ننھی چیخوں پر تڑپ سا گیا تو بے اختیار وہ اس کے کمرے کی طرف قدم بڑھا گیا۔ ھدیٰ کے رونے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی جانے وہ کب سے رو رہی تھی۔ بخت آور کی جانب سے مکمل خاموشی تھی خدا جانے وہ کیا کر رہی تھی۔ شاہ ویز نے بہت آہستگی سے دروازہ ناک کیا مگر جواب ندارد۔۔ اس نے دوبارہ کوشش کی۔۔ تیسری مرتبہ زور سے دروازہ ناک کیا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ سامنے ہی وہ بیڈ پر کمفرٹر اوڑھے سو رہی تھی جبکہ اس کے پہلو میں لیٹی ھدیٰ تڑپ تڑپ کر رونے میں مشغول تھی۔ لب بھینچتا وہ بنا سوچے سمجھے اندر داخل ہوا تھا اور لپک کر اس ننھی جان کو اپنے بازوؤں میں بھر لیا۔

"اوہ میلی پیاری بیٹی۔۔ رونا نہیں بس۔۔ شش۔۔ چپ چپ کر جاؤ شاباش۔۔" اس کے وجود کو سینے سے لگاتا وہ دھیمے لہجے میں بولا۔ مگر وہ بچی بھلا کہاں سمجھنے والی تھی۔ اس کا رونا اور تیز ہوا تھا۔ شاہ ویز نے اسے جھولا دینے والے انداز میں ہولے

ہولے ہلانا شروع کر دیا تھا مگر ھدیٰ خاموش ہونے کو تیار ہی نہیں تھی اور وہاں وہ منہ تک کمفرٹر تانے جانے نیند کی گولیاں کھا کر سو رہی تھی۔۔؟ شاہ ویز کا ضبط جواب دے گیا۔ ایک ہاتھ سے ھدیٰ کے سر کی پشت کو سہارا دے کر خود سے لگائے دوسرے ہاتھ سے اس نے بخت آور پر سے کمفرٹر ہٹایا تھا۔

"کیا بھنگ پی کر سو رہی ہو۔۔؟؟" وہ قدرے بلند آواز میں اس پر گرجا تھا جو کمفرٹر ہٹتے ہی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی تھی۔ رو رو کر ہلکان ہو چکی ھدیٰ سانس لینے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"تم۔۔ تم یہاں کیا رہے ہو اور یہ۔۔ یہ کیا بدتمیزی ہے؟؟' اپنا دوپٹہ تکیے سے جھپٹ کر سینے پر پھیلاتی وہ نیند سے بوجھل ہوتی آواز میں بولی تو شاہ ویز نے بنا کچھ کہے ھدیٰ کو اس کی گود میں تھمایا۔

"اسے خاموش کرواؤ پہلے، رو رو کر پاگل ہو گئی ہے یہ۔۔!" نظروں کا رخ بدلتا وہ سرد لہجے میں بولا تو بخت آور نے بچی کو خود میں بھینچتے ہوئے اس کے منہ پر چٹا چٹ پیار کیا۔

ماں کی آغوش ملتے ہی اسکا سانس بحال ہوا تھا۔ رونے میں بھی کمی آگئی تھی۔ بخت آور کا لمس پاتے ہی ھدیٰ کی بدلتی حالت نے شاہ ویز کو یک دم ساکت کر دیا۔۔ بظاہر بخت آور کے کمرے میں کھڑا وہ ذہنی طور پر دوبارہ ڈرائنگ روم میں جا پہنچا تھا۔

"عنیزہ ہے ناں۔۔ وہ اسے ماں بن کر پال لے گی۔۔" ندرت بیگم کی کچھ دیر پہلے کہی گئی بات اس کے ذہن میں تازہ ہوئی۔ جو 'ماں' تھی ہی نہیں وہ ماں بن کے کیسے پال سکتی تھی۔۔؟؟ شاہ ویز کے دماغ نے ان چند پلوں میں حقیقت کو جان لیا تھا۔

"اب تم جاؤ گے تو کچھ کروں گی نا میں۔۔؟" اسے وہیں کھڑے دیکھ وہ الجھے ہوئے لہجے میں بولی تو اپنی سوچوں سے الجھتا وہ ہوش کی دنیا میں واپس آیا۔ ھدیٰ اب اس

کے بازو میں منہ چھپاتی منہ چلارہی تھی۔ وہ بخت آور کی مشکل سمجھ گیا سو فوراً دروازے کی طرف بڑھا۔

"اب تم کوئی بے فکر کنواری لڑکی نہیں ہو، ایک بچی کی ماں ہو۔۔ پلیز نیند میں بھی اپنے حواس برقرار رکھا کرو۔۔ میں نہیں آتا تو جانے یہ کب تک روتی رہتی" بنا پلٹے شاہ ویز نے سنجیدگی سے کہا تو بخت آور کچھ نہ بولی۔ وہ اپنی بات کہہ کر کمرے کا دروازہ بند کرتا باہر نکل آیا جبکہ پیچھے وہ ھدیٰ کو فیڈ کروانے لگی۔ اس کی نیند نے آج اسے ٹھیک ٹھاک شرمندہ کروایا تھا۔

✿✿✿✿✿

مہندی کا دن آن پہنچا تھا مگر عنیزہ کا جواب وہی تھا۔۔ انکار۔۔۔

اور ھدیٰ کے حوالے سے بڑوں کے درمیان ہوتی چہ مگوئیاں بخت آور کے کانوں تک بھی جا پہنچی تھیں۔ اس نے رو رو کر اپنی آنکھیں سُوجھا لی تھیں۔ ھدیٰ سے دستبرداری اسے ہرگز اور ہرگز منظور نہیں تھی۔ گھر کے لان میں پچھلی جانب

مہندی کے لیے سٹیج بنایا جا رہا تھا۔ عالیان اور ارصم مہندی کی تیاریوں میں پیش پیش تھے۔ خواتین کے گھریلو کام ہی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے ایسے میں وہ کچن کے کام سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر پہلے ہی سوئی ہوئی ھدیٰ کے پاس واپس آئی تھی۔ دھانی اور سنہری امتزاج کی لانگ شرٹ اور پلازو کے ساتھ سفید رنگ کا دوپٹہ استری سٹینڈ پر استری ہوئے رکھا تھا۔ مہندی کی تقریب شروع ہونے ہی والی تھی سو ہاتھ منہ دھو کر فریش ہوتی وہ کپڑے تبدیل کر کے آئینے کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔ بالوں کو ڈھیلی ڈھالی چوٹی میں مقید کر کے اس نے سلور رنگ کی بڑی بڑی گول بالیاں پہن لیں۔ میک اپ کے نام پر یاقوتی ہونٹوں پر لائٹ پنک کلر کی لپ سٹک سجا کر اس نے ھدی کو گود میں لیا اور کمرے سے باہر نکل آئی۔ ھدیٰ کو تو وہ پہلے ہی تیار کر چکی تھی۔ اپنی تیاری میں بھی زیادہ وقت لگائے بغیر اس نے لان کا رخ کر لیا جسے برقی قمقموں اور زرد و سفید پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ سٹیج کی ڈیکوریشن بھی اس پل دیکھنے لائق تھی۔ عنیزہ ابھی بیوٹی پارلر سے واپس نہیں آئی

تھی۔ شاہ ویز کی تو ابھی جاب سے ہی واپسی نہیں ہوئی تھی جبکہ ندرت بیگم اور شیر افگن صاحب وہاں آ چکے۔ انھیں سلام کرنے کو بخت آور ان کی جانب آ گئی۔

"السلام علیکم۔۔!" سلام کرتے ہوئے اس نے شیر افگن کے سامنے سر جھکایا تو انھوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ جبکہ وعلیکم السلام کہتی ندرت بیگم فوراً وہاں سے ہٹ گئیں۔ بخت کی اداس آنکھیں مزید اداس سی ہو گئیں۔

"ارے بیٹا۔۔ چھوڑو تم اپنی پھپھو کو۔۔ اور لاؤ یہ ھدیٰ کو مجھے دے دو تم انجوائے کرو شاباش۔۔!" ھدیٰ کو لینے کے لیے ہاتھ بڑھاتے وہ نرمی سے گویا ہوئے تو بخت آور نے ساکت نگاہوں سے انکے چہرے پر پھیلی شفقت دیکھی۔

"میں ھدیٰ کو نہیں دوں گی انکل۔۔ نہ ابھی۔۔ اور نہ ہی بعد میں کبھی۔۔!" ان کی طرف دیکھتی وہ مضبوط لہجے میں بولی تو اس کے انداز میں پوشیدہ تنبیہہ کو سمجھتے وہ اسے دیکھنے پر مجبور ہو گئے مگر وہ کہہ کر وہاں رکی نہیں تھی۔ ھدیٰ کو گود میں لیے ان کی نگاہوں سے دور ہوتی چلی گئی۔ پورے فنکشن میں وہ سہمی سہمی اور سمٹی

سمٹی سی پھرتی رہی تھی۔ ھدیٰ کو کسی کی بھی گود میں دینے کو وہ تیار ہی نہیں تھی۔

اس کا یہ خود ساختہ انداز شاہ ویز سمیت ان سبھی کو محسوس ہو گیا تھا۔ سبز اور گولڈن امتزاج کے لہنگے میں ملبوس عنیزہ پر آج خوب ہی روپ آیا تھا جبکہ آف وہائٹ شلوار سوٹ پہنے شاہ ویز خان آفریدی بھی چھا جانے کی حد تک وجیہہ لگ رہا تھا۔ کندھوں پر لٹکی گرین اور گولڈن امتزاج کی ویلوٹ شال اس کے چوڑے وجود پر خوب سج رہی تھی۔ خوشیاں ہر چہرے سے چھلک رہی تھیں۔ اگر کہیں کوئی خوف، خدشہ یا ڈر تھا تو وہ بخت آور علی کے دل کو لاحق تھا۔۔ وہ خوفزدہ تھی۔۔ اپنی اولاد کو کھو دینے کی فکر اس کے سر پر سوار تھی۔ عنیزہ کے پہلو میں براجمان شاہ ویز نے ایک بار پھر اس سے وہی سوال کیا تھا جو وہ سننا نہیں چاہتی تھی.

"شاہ ویز پلیز ٹرائے ٹو انڈرسٹینڈ۔۔ میں کسی اور کی اولاد نہیں پال سکتی یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔۔!" مدھم آواز میں اس نے واضح لفظوں میں اسے جواب دیا تو

روشنیوں کے جھرمٹ میں ماند کھڑی بخت آور کو دیکھتے شاہ ویز کے اندر بے چینیاں بڑھتی چلی گئیں۔

"وہ کسی اور کی نہیں شاہ میر کی اولاد ہے عینہ۔۔ تمھارا اور میرا۔۔ ہم دونوں کا بھائی تھا وہ۔۔ "!

"ہاں۔۔ وہ ہی بھائی جس کے بارے میں تمہاری رائے تھی کہ وہ تمھارا سگا نہیں ہے؟؟"عنیزہ نے ایک طنزیہ مسکراہٹ اس کی طرف اچھالتے ہوئے جتاتے لہجے میں کہا تو شاہ ویز نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

"وہ تمھارا سگا تھا یا نہیں، میرا تو واقعی سگا بھائی نہیں تھا اور بالفرض اگر ہوتا تب بھی میں اس کی اولاد نہیں پال سکتی یار۔۔!"وہ خود غرضی کی انتہا پر جا کھڑی ہوئی تھی۔

"میں ھدیٰ کو بخت آور سے لے لوں گا۔۔ تمھارے ساتھ وہ بچی بھی اس گھر کو خیر باد کہے گی عینہ۔۔!" شاہ ویز شاید اب اسے زچ کر رہا تھا۔ عنیزہ کو تو یہی لگا۔ اس کے اٹل لہجے پر عنیزہ کے چہرے کے زاویے بگڑے تھے۔

"تم کیوں ہمارا یہ خوبصورت وقت برباد کرنا چاہتے ہو۔۔؟" عنیزہ نے تلخی سے پوچھا۔

"میں ھدیٰ کی خاطر ہماری یہ شادی برباد کرنے سے بھی نہیں ہچکچاؤں گا عینہ۔۔ وہ میری بیٹی ہے میں اسے اپنا نام دوں گا۔۔!" شاہ ویز نے بغیر کسی تکلف کے کہا تو عنیزہ کی رنگت سرخ پڑ گئی۔

"انف از انف۔۔ تم بار بار یوں میری انسلٹ نہیں کر سکتے۔۔!" وہ چیخ گئی۔ دیکھنے والی آنکھ کو بھی نظر آنے لگا تھا کہ ان کے درمیان بحث چل رہی ہے۔۔

"میں صرف تم پر حقیقت کو واضح کر رہا ہوں، میں ھدیٰ کو لاوارث نہیں چھوڑ سکتا" وہ بڑے ضبط سے بولا تھا ورنہ عنیزہ کی سفاکیت اس کی برداشت سے باہر ہو رہی تھی۔ شاہ ویز کے کہنے کی دیر تھی وہ اپنا لہنگا سنبھالتی ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی اور تیزی سے بخت آور کی طرف بڑھی۔ اس سے پہلے کہ شاہ ویز کچھ سمجھتا اس نے اپنے دھیان میں کھڑی بخت آور کے چہرے پر تھپڑ دے مارا تھا۔ وہ لڑکھڑا کر چند قدم پیچھے ہوئی۔ ھدیٰ اس کی گود سے گرتے گرتے بچی تھی۔ مہمانوں کے جھرمٹ نے یہ منظر کچھ حیرت تو کچھ نے دلچسپی سے دیکھا تھا۔ اپنے گال پر ہاتھ رکھتی بخت آور نے دوسرے ہاتھ سے مضبوطی سے ھدیٰ کو خود سے لگا لیا جو اچانک جھٹکا لگنے کے باعث رونا شروع ہو چکی تھی۔ خواتین کے نرغے میں گھری راشدہ بیگم تیزی سے اس جانب آئیں لیکن اُن سے پہلے شاہ ویز اُس تک پہنچا تھا جو اب بخت آور پر چیخ رہی تھی۔

"اپنی شکل یہاں سے گم کر لو۔۔ دفع ہو جاؤ تم چلی جاؤ یہاں سے۔۔!" اس کی گود میں روتی نازک جان کا خیال کیے بنا وہ اسے پیچھے کی طرف دھکے دیتے ہوئے چلائی۔ اس سے پہلے کہ بخت آور گر جاتی شاہ ویز نے بروقت اسے سنبھالا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے۔۔؟ تمھاری ہمت کیسے ہوئے اس پر ہاتھ اٹھانے کی۔۔!" بری طرح کانپتی ہوئی بخت آور کو اپنے پیچھے کرتا وہ پوری قوت سے عنیزہ پر چلایا تھا۔ مجمعے کو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ ہر کوئی اسی تماشے کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔

"تم درمیان میں مت آؤ۔۔ اور تم درمیان میں آنے والے ہو کون ہاں۔۔؟ یہ میری بہن میری کزن ہے تمھاری کچھ نہیں ہے سمجھے تم۔۔!" شاہ ویز کی طرف غصے سے دیکھتی وہ پھنکاری۔

"یہ میری جو بھی ہے مگر تمھاری غلام نہیں ہے جسے تم جب چاہو زدوکوب کرو گی؟؟" اس کا بازو اپنی آہنی گرفت میں جکڑتا وہ غرایا تھا.

"شاہ ویز یہ کیا ہو رہا ہے۔۔ چھوڑو اس بچی کو۔۔!" شیر افگن صاحب سرعت سے درمیان میں آئے تھے.

"اس سے کہیے یہ اپنی حد میں رہا کرے ورنہ میں اپنی حدود بھول جاؤں گا!" ایک جھٹکے سے اس کا بازو چھوڑتا وہ تنفر سے بولا۔

"کون سی حدود ہاں۔۔؟؟ بار بار تم اس بخت آور کے لیے مجھے انسلٹ کرتے ہو اور پھر چاہتے ہو کہ میں حد میں رہوں۔۔؟ میں تمھیں بتا رہی ہوں کہ میں اس کی اولاد کو قبول نہیں کروں گی۔۔ ہرگز اور ہرگز نہیں۔۔!" شیر افگن صاحب کی پشت سے چہرہ اونچا کرتی وہ چلانے کی کوشش میں رو پڑی۔

"ھدیٰ میری اولاد ہے، میری نسل ہے۔۔ میں اسے نہیں چھوڑوں گا یہ بات ذہن نشین کر لو۔۔ تم بھی اور آپ سب بھی۔۔!" شہادت کی انگلی اٹھا کر بے لچک انداز میں کہتا وہ پلٹا معاً نگاہ روتی ہوئی بخت آور پر پڑی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کی کلائی تھامنا چاہی تو وہ ہوش میں آتی بدک کر پیچھے ہوئی۔

"چھوڑو مجھے۔۔ چھوڑ دو خدا کے لیے۔۔!" اس سے دور ہوتی وہ روتے ہوئے چلائی۔

"آپ سب نے مجھے اور میری بیٹی کو تماشا بنا دیا ہے۔۔" روتی بلکتی ھدیٰ کو خود سے لگائے کھڑی وہ بھیگی ہوئی آواز میں بولی۔

"تم لوگ ہو کون میری بیٹی کے متعلق فیصلہ کرنے والے ہاں؟ ابھی میں زندہ ہوں اور مجھے اسے پالنے کے لیے کسی کی ضرورت نہیں ہے!" کمزور آواز میں بولتی وہ حد درجہ بے بس دکھائی دے رہی تھی۔ خاموش نگاہوں سے اس کا بھیگا چہرہ دیکھتے شاہ ویز کے چہرے پر ضبط کی سرخائیاں ابھر آئیں۔

"میرا بچہ عنیزہ کی طرف سے میں تم سے معافی مانگتی ہوں۔۔" راشدہ بیگم نے اسے تھامنے کی کوشش کی۔

"نہیں ہوں میں آپکا بچہ۔۔ کچھ نہیں ہوں میں آپ کی۔۔ آپ میں سے کسی کی بھی کچھ نہیں ہوں۔۔ پہلے پہلے صرف میں یتیم تھی اور اب میری بیٹی بھی یتیم ہے۔۔!" انکا ہاتھ جھٹکتی وہ تکلیفوں میں گھری چیخ پڑی۔۔ رو رو کر چہرہ لال ہو چکا تھا۔

"خدا کا واسطہ ہے اندر چلو۔۔ کیوں مہمانوں کے سامنے میری عزت کا جنازہ نکال رہے ہو تم سب۔۔!" قدرت صاحب نے وہاں آتے ہی گزارش کی تھی۔

"مجھے کچھ نہیں کہنا سوائے اس کے۔۔ کہ۔۔ ھدیٰ میری بیٹی ہے میں اسے کسی کو نہیں دوں گی۔۔" آنسو صاف کرتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولتی بخت آور ایک لمحے کو رکی اور شاہ ویز کی طرف دیکھا۔

"اور اگر کسی نے اسے مجھ سے چھیننے کی کوشش کی تو میں قانون کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گی۔۔" شاہ ویز کی سرخ پڑتی آنکھوں میں دیکھتی وہ اس تمام دورانیے میں پہلی بار

بے خوفی سے گویا ہوئی تھی اور پھر بنا کسی کی طرف دیکھتی وہاں سے نکلتی چلی گئی۔۔

"دیکھا آپ نے پھپھو۔۔ آپ سب اس کی بیٹی کے لیے کتنے پریشان ہیں مگر اسے کسی کی کوئی پرواہ نہیں ہے، وہ ھدیٰ کو کبھی نہیں دے گی!"عنیزہ نے فوراً پینترا بدلا تھا۔

"جو میرا ہے وہ لینا مجھے بخوبی آتا ہے۔۔!"اس کا انداز اٹل اور لہجہ سنگین تھا۔

"بکواس بند کرو اور دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔ تمھاری ضد کی وجہ سے آج یہ دن دیکھنا پڑا ہے ہمیں۔۔!"شیر افگن صاحب اپنا ضبط کھو کر اس پر دہاڑے تو اس نے سرخ آنکھوں سے باپ کا چہرہ دیکھا. پھر نظروں کا رخ بدل کر عنیزہ کو گھورا۔

"میں تم سے آخری بار پوچھ رہا ہوں ؟ ھدیٰ کو قبول کرو گی یا نہیں۔۔؟"

"کبھی نہیں۔"عنیزہ نے بازو لپیٹتے ہوئے کہا۔۔

"تو پھر میں تمہیں نکاح میں قبول نہیں کر سکتا۔۔ اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے"

عنیزہ سمیت ان سب کے سروں پر بم پھوڑتا وہ وہاں سے نکلتا چلا گیا۔۔ اتنے مہمانوں کے بیچ جس طرح عنیزہ نے تماشا لگاتے نہیں سوچا تھا، بالکل اسی طرح شاہ ویز آفریدی نے بھی اس تماشے کا یوں اختتام کرتے ایک بار بھی نہیں سوچا تھا۔ وہ اپنی سنا کر جا چکا تھا۔ قدرت اللہ صاحب اپنا دل پکڑتے وہیں بیٹھتے چلے گئے۔۔ راشدہ بیگم اور عنیزہ کی چیخیں بے ساختہ تھیں۔ ندرت بیگم بھی پھپھک پھپھک کر رو پڑیں۔ رنگ میں بھنگ پڑ چکا تھا۔ قدرت ہاؤس کو یقیناً خوشیاں راس ہی نہیں تھیں۔

✿✿✿✿✿

فجر کی اذان سے پہلے ہی وہ گھر واپس آ گیا تھا۔ دکھ، تکلیف و اذیت۔۔ جانے درد کا کون کون سا جذبہ محسوس کرتا وہ بستر پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ سب ختم ہو گیا تھا۔۔ سب کچھ۔۔

طلوع صبح سے پہلے ہی بجھ نہ جائیں کہیں!

یہ دشت شب میں ستاروں کی ہمسفر آنکھیں!

انگارے کی مانند دہکتی آنکھوں کو بند کیے وہ گزرے ماہ وسال یاد کرنے لگا۔۔ اس کا باپ مانسہرہ کا ایک غریب مزدور تھا جو کراچی کی سڑکوں پر مکئی کے دانے بھون کر بیچا کرتا تھا۔۔ تین چھ مہینے بعد آتا تو اتنے پیسے لے آتا کہ اس کے اور اس کے چھوٹے بھائی کے موسمی کپڑے بن جاتے اور اگلے تین ماہ وہ دو وقت کی روکھی سوکھی کھا لیتے۔۔ خاور اپنے باپ کی مانند قناعت پسند تھا جبکہ یاور ماں کی طرح خواہشات کا قیدی تھا۔ وہ اکثر خاور سے فرمائشیں کیا کرتا تھا، بڑا آدمی بننے کا بہت

شوق تھا اسے۔۔ دھن دولت۔۔ گھر جائیداد۔۔ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی یہ سب اس کی خواہشات تھیں جو دن بادن زور پکڑتی چلی جارہی تھیں۔ اس کی ماں انھی خواہشات کی حسرت دل میں لیے ایک دن قبر میں جا اتری تو باپ دونوں بیٹوں کو کراچی ہی لے آیا۔ خاور اس وقت آٹھویں جبکہ یاور چھٹی جماعت کا طالب علم تھا۔ باپ سارادن سڑکوں کی خاک چھانتا اور خاور کتابیں چاٹتا رہتا۔۔ البتہ یاور کا دھیان لڑائی جھگڑوں میں رہا کرتا تھا۔ وقت کو پہیے لگے تو وہ بھاگتا چلا گیا اور اس کے سنگ یاور میٹرک فیل ہی رہا جبکہ خاور نے فائنانس میں ایم۔بی۔اے کرنے کے بعد کے۔پی۔ٹی میں انٹرنل آڈیٹر کی پوسٹ کے لیے اپلائی کر دیا تھا۔ قسمت کی مہربانی اور اپنی قابلیت کے بل بوتے پر وہ ملازمت حاصل کرنے میں کامیاب رہا تھا مگر اس فیلڈ میں حلال کا لقمہ کمانا اس کے لیے بے حد مشکل ثابت ہوا تھا۔ وہ اوائل سالوں میں کئی آفرز ٹھکراتا رہا مگر باپ کے مرجانے کے بعد بھائی کو ڈرگز کی لت میں پڑتا دیکھ اس کی حلال کمانے کی لگن بھی ماند پڑتی چلی گئی۔

یاور کے علاج کے لیے خاور کی ماہانہ تنخواہ ناکافی تھی۔ اس نے حلال اور حرام کی تمیز بھلا کر گناہ کی راہ پر قدم رکھ لیے۔۔ ایک قدم کیا بڑھایا اسے تو دوڑنے کے لیے کھلا راستہ ہی مل گیا۔ بس پھر وہ کبھی نہ رکا۔۔ مجرموں کے لیے جرائم کا راستہ آسان بناتا دونوں ہاتھوں سے دولت کماتا چلا گیا۔ یاور کا علاج کروا کر اس نے نہ صرف اسے مرنے سے بچا لیا تھا بلکہ اس کے لیے ایک شاندار کاروبار کی شروعات کروا کر اس کا مستقبل بھی سیٹ کر دیا تھا۔ خود بھی وہ اپنے لیے پراپرٹیز خریدنے کے ساتھ ساتھ مختلف کاروباروں میں رقم انویسٹ کرتا رہا، دو جمع چار کرنے کی بجائے اس نے کروڑوں میں کھیلنا شروع کر دیا۔۔ حلال میں حرام کی اس قدر ملاوٹ ہوئی کہ حلال کہیں باقی نہ رہا سب حرام ہی حرام ہو گیا لیکن خاور کو اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ پیسہ کمانے اور آگے بڑھنے کی دھن میں اس نے اپنے راستے سے کئی پتھر بڑی صفائی سے ہٹائے اور فقط تینتیس سال کی عمر میں 'چیف آڈیٹر' کے عہدے پر جا پہنچا۔ اپنے شاطر دماغ کے باعث اس نے تیرہ سالوں میں ہی وہ

عہدہ بائے ہُک اور کرُوک' حاصل کر لیا تھا جسے حاصل کرنے کے لیے لوگ اپنی ساری زندگی گلا دیتے تھے۔۔ لڑکیوں اور بچیوں کی سمگلنگ، غیر قانونی اسلحہ کی سمگلنگ، گولڈ کی سمگلنگ اور جانوروں کی سمگلنگ کے علاوہ پاکستان میں ہر طرح کی سمگلنگ کو سہل بنانے میں اس کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ وہ صرف کہتا نہیں تھا، حقیقتاً قتل کرنا اور کروانا اس کے لیے کچھ مشکل نہیں تھا۔۔ اس سب سے ہٹ کر اپنی نجی زندگی میں یاور کے لیے اس نے خود لڑکی پسند کی تھی۔ خود تو وہ شادی کرنا ہی نہیں چاہتا تھا مگر پھر جانے کیوں یاور کی شادی میں حریم اس پر دل ہار بیٹھی تھی۔ وہ حسین تھی اور کم عمر بھی۔۔ ماں باپ مر چکے تھے چچی اور چچا کے ظلم کی ستائی ہوئی تھی۔ یاور اور اس کی بیوی کے سمجھانے پر خاور نے اس سے شادی کر لی مگر وہ کبھی اسکا دل نہ جیت سکی۔۔ خاور کے نکاح میں آ کر بے بہا دولت نے تو اس کے تو رنگ ڈھنگ ہی بدل ڈالے تھے۔۔ اسے یاور اور حرا کی اس گھر میں موجودگی بھی کھلتی تھی ہر وقت کے لڑائی جھگڑے سے تنگ آ کر خاور نے یاور اور اس کی بیوی کو

علیحدہ گھر لے دیا تھا مگر حریم کو یہ بھی برداشت نہیں تھا۔۔ وہ اپنے محسنوں کی ہی دشمن بن بیٹھی تھی۔۔ اور پھر اس کی یہ دشمنی یاور اور حرا کے مرنے کے بعد ان کی بیٹی سے جاری رہی۔۔ شادی کے ڈیڑھ سال بعد جب محمل صرف آٹھ ماہ کی تھی وہ دونوں ایک کار ایکسیڈنٹ میں جان گنوا بیٹھے تھے۔ محمل کو وہ اپنے گھر لے آیا تھا۔۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ خاور اسکا سگا باپ نہیں ہے کیونکہ اس نے کبھی محمل کو محسوس ہونے ہی نہیں دیا تھا، ہاں حریم کے درشت رویے کی بدولت وہ جان گئی تھی کہ حریم اس کی ماں نہیں ہے۔۔ اسے ہر پل ماں کی کمی ستاتی تھی تو دوسری طرف حریم کی حرکتیں اور گھر کے ماحول نے اسکا دل اُچاٹ ڈالا تھا اور ایک گناہ کبیرہ جس سے وہ دور تھا اس نے وہ بھی شروع کر دیا تھا۔ زناکاری نے اس کی روح کو مزید سیاہ کر ڈالا تھا۔ گناہوں کی دلدل میں پورپور دھنس چکا وہ زندگی کو بڑے اطمینان سے دھکا لگا رہا تھا جب اس کی زندگی میں وہ آئی تھی۔

سنہری آنکھوں والی مروہ قدرت اللہ۔۔۔

خاور کی بند آنکھوں سے دو آنسو ٹوٹ کر کنپٹیوں میں جذب ہوئے۔ پہلی نگاہ میں ہی اس کا دل مروہ کی سنہری آنکھوں سے الجھ گیا تھا اور پھر وہ ہزار کوششوں کے بعد بھی اس کے خیالات سے پیچھا نہیں چھڑوا پایا تھا نتیجتاً اسے پانے کے لیے اسے جو ٹھیک لگا وہ کرتا چلا گیا مگر۔۔ حاصل کیا ہوا تھا؟؟؟ وہ اسے پا کر بھی پا نہ سکا تھا اور حریم کو بھی اپنا شیطانی منصوبہ سر انجام دینے کا موقع مل گیا تھا۔۔ خاور کے ہاتھ کچھ نہ آیا تھا۔ مروہ بھی نہ مل سکی اور وہ محمل کو بھی کھو بیٹھا تھا۔۔ پچھتاوے ناگ بن کر اسے ڈستے چلے جا رہے تھے۔

دن چڑھ آیا مگر اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔۔ تنگ آ کر خاور نے نیند کی تین چار گولیاں پھانک لیں۔ اگلے پانچ منٹ میں وہ نیند کی وادیوں میں اترتا چلا گیا۔ کب تک کے لیے۔۔؟ یہ وہ خود بھی نہیں جانتا تھا۔

✿✿✿✿

گھر کا ماحول حد درجہ خراب ہو چکا تھا۔ قدرت اللہ صاحب کو مائنر ہارٹ اٹیک آیا تھا وہ فی الحال ہاسپٹل میں ایڈمٹ تھے۔۔ گھر کے تمام نفوس ہاسپٹل میں ہی تھے وہ تنہا اپنے کمرے میں بند خود کو اور اپنی بچی کو سنبھال رہی تھی۔۔ اپنوں کے رویے نے اسے توڑ ڈالا تھا اس پر مستزاد شاہ ویز کی ضد۔۔ اس کے انداز بتا رہے تھے کہ وہ ھدیٰ کو اس سے چھین کر رہے گا اور یہی وہ نہیں چاہتی تھی۔ وہ اسے دھمکی دے تو آئی تھی مگر اسے اندازہ تھا کورٹ کچہری کے چکر لگانا ممکنات میں سے ہے اور پھر کون اس کا ساتھ دینے والا تھا؟ شاید کوئی بھی نہیں۔۔ گزشتہ پوری رات اس نے جاگ کر گزاری تھی۔ گھڑی نے صبح کے نو بجائے تو ھدیٰ نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔ اسے بے بی کاٹ میں ڈال کر وہ اپنے لیے چائے بنانے کی غرض سے کچن میں چلی آئی کہ ساری رات خالی پیٹ ھدیٰ کو فیڈ کروا کروا کر اب انتڑیاں سوکھ رہی تھیں۔ خالی کچن بھائیں بھائیں کر رہا تھا۔ بخت آور نے اپنے لیے چائے بنائی اور اس کے ساتھ دو توس حلق مار کر کے کچن سے نکل آئی۔ اپنی دھن

میں وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہی تھی جب اچانک وہ اس کے سامنے آیا تھا۔وہ اس سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔ایک دم اسے مقابل دیکھ کر بخت آور کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔

"تت۔۔تم یہاں کیا کر رہے ہو۔۔؟؟"اس نے سرعت سے پیچھے ہوتے ہوئے لرزتی آواز میں پوچھا۔

"تمہیں دھمکانے آیا ہوں"جینز کی جیبوں میں ہاتھ پھنساتا وہ بھرپور سنجیدگی سے بولا۔ایک پل لگا تھا بخت آور کو اس کی بات کا مطلب سمجھنے میں۔۔اگلے ہی پل وہ اس سے دو قدم مزید دور ہوئی۔

"میں تم سے ڈرنے والی نہیں ہوں شاہ ویز۔۔یہاں سے جاؤ۔۔!"لہجے کو مضبوط کرتی وہ کہہ کر اس کی سائیڈ سے گزرنے لگی جب شاہ ویز نے سرعت سے اس کی کلائی تھام کر اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔وہ اکثر اس کی کلائی پکڑ لیا کرتا تھا مگر یوں تنہائی میں۔۔؟بخت آور کو کرنٹ سا لگا۔۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے ہاتھ چھوڑو میرا۔۔!" دوسرے ہاتھ سے اسے پیچھے دھکا دیتی وہ غصے سے چلائی۔ ڈرنے کی بجائے وہ کسی سیسہ پلائی دیوار کی مانند مضبوط بن گئی تھی۔ شاہ ویز نے حیرت سے اسکا یہ روپ دیکھا۔

"تم ھدیٰ کو میری سرپرستی میں دے دو تو ہاتھ بھی چھوڑ دوں گا اور تمھاری جان بھی۔۔!" اس کی کلائی کو مزید سختی سے جکڑتا وہ سرد لہجے میں بولا تو اس کا چہرہ دیکھتی بخت آور کا دل شدتوں سے دھڑک اٹھا۔ آنکھیں ناچاہتے ہوئے بھی بھر آئی تھیں۔

"کچھ تو شرم کرو۔۔ شاہ میر کی بیٹی ہے وہ، جائیداد نہیں جسے ہتھیانے کے لیے تم کچھ بھی کر گزرنے کو تیار ہو" اپنی کلائی ایک جھٹکے سے چھڑواتی وہ بھرائی ہوئی آواز میں غرائی تو اس کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھتا وہ مبہم سا مسکرایا۔

"جائیداد ہوتی تو ضرور چھوڑ دیتا۔۔ میرے بھائی کی اولاد ہے۔۔ اور اولاد چھوڑی نہیں جاسکتی" شاہ ویز نے اٹل لہجے میں کہا تھا۔

"تمھارا بھائی مر چکا ہے، ھدی کو بہت تکلیفیں سہہ کر میں نے پیدا کیا ہے میں اسکی ماں ہوں اور اس کے وجود کی واحد حقدار بھی ہوں۔۔!" اپنے سینے پر شہادت کی انگلی رکھتی وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی تھی۔

"اور تمھاری شادی کے بعد۔۔؟ ھدیٰ کا کیا ہو گا؟"

"میری شادی ہو چکی ہے، اب دوبارہ کبھی نہیں ہو گی" بخت آور فوراً بولی۔

"دوبارہ تو ہو گی اور ضرور ہو گی۔۔" وہ بنا تامل گویا ہوا۔

"جب مجھے کرنی ہی نہیں ہے تو کیوں ہو گی۔۔؟ پلیز یہ بلا فضول بحث مت کرو اور جاؤ یہاں سے۔۔ میری اولاد کی فکر کرنے کے لیے میں زندہ ہوں۔۔ اگر پھر بھی ھدی کو مجھ سے چھیننا چاہتے ہو تو ایک کام کرو۔۔ مجھے بھی مار دو۔۔ ورنہ میرے جیتے جی تو میں اسے تمہیں یا کسی اور کو نہیں لینے دوں گی!" ایک ہی سانس میں وہ بنا رکے بولتی چلی گئی۔

"اور اگر میں ھدیٰ کے ساتھ تمہیں بھی اپنی سرپرستی میں لے لوں تو۔۔؟؟"

اس کی روئی روئی گلابی آنکھوں میں جھانکتا وہ سنجیدگی سے بولا تو بخت آور نے کچھ

اچنبھے سے اس کی طرف دیکھا۔

"کک۔۔ کیا مطلب۔۔؟؟" اس کے لب پھڑپھڑائے۔۔

"مجھ سے شادی کرو گی؟" وہ بنا جھجھکے اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے بولا تو سے تکتی بخت

آور کا ہاتھ میکانکی انداز میں اٹھا تھا اور اس کے گال پر نشان چھوڑ گیا۔ چٹاخ کی تیز

آواز اور گال پر محسوس ہوتی جلن نے شاہ ویز کو بخت آور کا جواب بتا دیا تھا۔

"مل گیا جواب۔۔؟؟" اس نے جذبات سے عاری سخت ترین لہجے میں پوچھا۔ وہ

کچھ نہ بولا۔ بس لب بھینچے اسے دیکھتا رہا۔

"انتہائی گھٹیا انسان ثابت ہوئے ہو تم۔۔" ناپسندیدہ لہجے میں کہتی وہ اس کے پاس

سے گزر گئی۔ اس بار شاہ ویز نے اس کی کلائی تھامنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے پلیز۔۔اور کبھی مت آنا۔۔!"اپنے کمرے کی طرف

بڑھتی وہ بھرائی ہوئی آواز میں چلائی تھی۔دھاڑ کی آواز سے دروازہ بند کیا اور اسی

سے لگ کر نیچے بیٹھتی چلی گئی۔ھدیٰ شاید کچھ زیادہ ہی گہری نیند میں سو رہی تھی۔

تیز آواز سے بھی نہ اٹھی تھی جبکہ وہ خود زمین پر بیٹھی بچوں کی طرح رونے لگی۔

اتنا اونچا کہ اس کے رونے کی آواز لاونج میں کھڑے شاہ ویز تک آ رہی تھی۔

اذیت کا شکار ہوتا وہ کچھ پل وہیں کھڑا رہا پھر وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

✿✿✿✿✿✿

اس نے کہا تھا کہ وہ صبح میں آجائے گا لیکن صبح سے شام اور اب رات ہو گئی تھی

مگر نہ تو وہ آیا تھا اور نہ ہی حریم۔۔بے دلی سے رات کا کھانا حلق مار کرتی وہ خاور کی

بابت ہی سوچ رہی تھی۔۔

"میٹھے میں کیا لیں ڈالوں بی بی۔۔؟"ڈائننگ ٹیبل کے قریب ہی کھڑی ملازمہ نے

مستعد لہجے میں پوچھا۔

"اممم۔۔ آج میٹھے کا موڈ نہیں ہے!" دھیمی آواز میں کہتی وہ کرسی کھسکا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جیسے آپ کی مرضی بی بی۔۔!" ملازمہ نے مسکرا کر کہا۔

"شب بخیر۔۔" اس نے حسب معمول مروہ سے کہا تو اس نے سر کے اشارے سے اسے جواب دیا۔ کمرے میں آکر کچھ دیر ٹہلنے کے بعد وہ بیڈ پر جا لیٹی اور پھر روز کی طرح گزرے وقت کو سوچنے لگی جس میں خوشیاں تھیں، اذیتیں تھیں اور مسلسل تھکاوٹیں۔۔ مروہ نے آنکھیں موندلیں تو نیند بھی اس پر مہربان ہو گئی۔ اگلی صبح اس کی آنکھ کھلی تو فریش ہو کر وہ معمول کے مطابق ناشتے کے لیے ڈائننگ ٹیبل پر چلی آئی۔ خاور آج پھر غائب تھا۔ اسے کچھ غیر معمولی پن کا احساس ہوا تو فورک میں آملیٹ پھنساتے ہوئے اس نے یونہی گردن موڑ کر قریب کھڑی ملازمہ کی طرف دیکھا۔

"عارفہ کو بلاؤ۔۔!" اس نے سنجیدگی سے کہا تھا۔ ایک منٹ سے بھی کم کے وقفے میں عارفہ اس کے سامنے حاضر ہو گئی تھی۔

"آپ نے بلایا میم۔۔؟" اس نے سر جھکاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں وہ۔۔ خاور۔۔ خاور کہاں ہیں؟ پرسوں شام میں گئے تھے اور۔۔ ابھی۔۔ رات آئے تھے کیا؟" اسے سمجھ نہ آئی کہ کن الفاظ میں خاور کی بابت دریافت کرے.

"میم سر تو کل صبح فجر کے قریب ہی گھر آ گئے تھے۔۔!" عارفہ نے مسکرا کر کہا تو فورک کو منہ کی طرف لے جاتا اسکا ہاتھ رکا۔

"کل؟؟ تو ابھی کہاں ہیں وہ۔۔؟" وہ فورک کو پلیٹ میں رکھ چکی تھی.

"اپنے کمرے میں ہی ہوں گے۔۔ کل صبح کے بعد وہ ابھی تک اپنے کمرے سے نہیں نکلے۔۔!" عارفہ نے پیشہ ورانہ انداز میں کہا تو مروہ اپنی نشست سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کل سے کمرے میں ہی ہیں مطلب؟ کھانا پینا کمرے میں ہی۔۔؟" مروہ نے کچھ حیرت سے پوچھا۔

"نو میم۔۔ انھوں نے کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں منگوایا۔۔ بس وہ کل سے ایسے ہی اپنے روم میں ہیں "

"وہ کل سے ایسے ہی اپنے روم میں ہیں، کھانا نہیں کھایا باہر نہیں نکلے اور تم میں سے کسی نے مجھے بتایا تک نہیں۔۔؟؟" حیرت بھری نظروں سے عارفہ نامی ملازمہ دیکھ کر کہتی مروہ کا لہجہ آپ ہی آپ سخت ہو گیا تو وہ بغلیں جھانکنے لگی۔

"حد ہے لاپرواہی کی۔۔!" منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی وہ خاور کے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔

یہ گزشتہ آٹھ مہینے میں پہلی بار تھا کہ وہ اس کے کمرے میں جا رہی تھی۔ اس نے دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ کچھ جھجھکتے ہوئے اس نے اندر قدم رکھا تو کمرے کو نیم تاریکی میں ڈوبا پایا۔ دائیں جانب دیوار پر ورساچی کے سیاہ پردے پڑے ہوئے تھے۔ سیاہ و سلور امتزاج کا جہازی سائز بیڈ الگ ہی وحشت کا سا سماں پیدا کر رہا تھا۔ ڈریسنگ الماری، میز اور صوفہ۔۔ سارا فرنیچر ہی سیاہ تھا۔ سفید پینٹ والی دیواروں پر مختلف قسم کی سینریز سجی ہوئی تھی۔ کونوں میں رکھے سفید واس اور بیڈ پر بچھی سفید چادر۔۔ سفید ہی کمفرٹر۔۔ پورے کمرے میں سیاہ و سفید رنگ کے سوا شاید ہی کوئی دوسرا کلر موجود ہو۔۔ مروہ کو خاور کا اپنے کیے سیاہ و سفید پھولوں کا بھیجنا یاد آیا تو لب بھینچتی وہ بیڈ کی طرف آگئی جس کے وسط میں وہ کمفرٹر اوڑھے سو رہا تھا۔۔ وہ قدم قدم چلتی اس کی جانب آگئی۔ پیٹ کے بل لیٹے

خاور کی گہری سانسیں کمرے میں گونج رہی تھیں۔ کمفرٹر اس کے کندھوں سے کافی نیچے تھا۔ پیشانی پر بکھرے بال اور بالوں کے سائے میں چھپی گھنی بھنویں۔۔

"مجھے قبول کرلو میں سب چھوڑ دوں گا۔۔!" مروہ کی سماعتوں میں اس کی گزارش گونج اٹھی تو نچلا لب دانتوں میں دباتی وہ اس کے پاس بیٹھی گئی۔ کیا ممکن تھا اس شخص کو قبول کرنا؟؟؟ اس کے دماغ میں سوال ابھرا تو سینے میں قید دل نے چپکے سے ہاں کہا تھا۔ گھبرا کر وہ بیٹھتے بیٹھتے اٹھ کھڑی ہوئی۔ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ وہاں کیوں آئی ہے اور سب کرے تو کیا کرے۔۔؟ چند ثانیے وہ یونہی کھڑی انگلیاں مروڑتی رہی پھر اس کی طرف دیکھا۔

"خاور۔۔خاور۔۔؟؟" اس کی بند پلکوں کو تکتی وہ دھیمی آواز میں سے پکارنے لگی۔ مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔

"خاور۔۔۔؟" مروہ نے ہاتھ بڑھا کر اس کے کندھے کو ہلایا۔ وہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

"یا اللہ مجھے کیا مصیبت ہے میں یہاں آئی ہی کیوں؟" اس کا وجیہہ چہرے دیکھتی وہ بڑبڑائی تھی۔

پھر اسے جگانے کا ارادہ ترک کرتی وہ وہاں سے جانے کے لیے پلٹی تبھی خاور نے ایک پل میں آنکھیں کھول کر اس کی طرف دیکھا۔ پلک جھپکنے سے پہلے اس نے مروہ کو کلائی سے تھام کر اپنی جانب کھینچا تھا۔ نتیجتاً وہ اسی پر آرہی۔۔ خاور کی اس اچانک پیش رفت پر مروہ کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ دھڑکنیں بے ترتیب ہوتی چلی گئیں۔ وہ اس کے قریب تھا۔۔ بے حد قریب۔۔ نیند کے خمار سے بوجھل نیلی آنکھوں میں حیرت و بے یقینی سموئے وہ اسی کو تک رہا تھا۔۔

"یہ حقیقت ہے یا پھر خواب۔۔؟" اس کے چہرے پر آتی سنہری لٹیں کان کے پیچھے کرتا وہ بے حد بھاری ہوتی آواز میں بولا تو مروہ کو سمجھ نہ آئی کہ اسے کیا جواب دے۔

"وہ۔۔۔وہ آپ۔۔ آپ نے کہا تھا واپس آئیں گے اور مجھے میرے گھر لے کر جائیں گے۔۔!'مروہ کو کچھ نہ سوجھی تو اسی بات اسے لوٹا دی۔

"اور آپ نے کہا تھا کہ آپ نہیں جائیں گی۔۔!"خاور نے اسے یاد دلایا تو مروہ خفیف سی ہو کر نظریں جھکا گئی۔

"مجھے چھوڑ دیں پلیز۔۔!"اس سے دور ہونے کی کوشش کرتی وہ دھڑ دھڑ کرتے دل کو سنبھالنے کی کوشش کرتی منمنائی تو خاور نے اس کی پشت پر دھرے ہاتھوں کی گرفت مزید سخت کر دی۔

"تم آج اپنی مرضی سے میرے پاس آئی ہو۔۔؟کیسے چھوڑ دوں؟؟"کروٹ بدلتے ہوئے اسے اپنے پہلو میں گراتا وہ بے خودی کے عالم میں گویا ہوا تو مروہ کی جان جانے لگی۔

"مجھ سے غلطی ہو گئی۔۔!" مروہ کی سمجھ سے باہر تھا کہ اب وہاں سے کیسے فرار حاصل کرے۔۔

"ایسی حسین غلطیاں اس بشر کا ایمان خراب کر سکتی ہیں تمہیں کرنے سے پہلے سوچنا چاہئیے تھا۔۔!" بیڈ پر کہنی جما کر سر کے نیچے ہاتھ رکھتا وہ اس کی طرف کروٹ لے کر بولا۔ دوسرے ہاتھ سے اس کے جانے کا راستہ مسدود کر دیا تھا۔

"پپ۔۔ پلیز خاور مجھے جانے دیں۔۔!" مروہ ملتجی ہوئی تو خاور نے سنجیدہ نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"نام لے کر بے بس کر دیتی ہو تم مجھے" پیچھے ہوتا وہ اس کی مشکل آسان کر گیا۔ وہ بڑی پھرتی سے بیڈ سے اتری تھی۔

"کیا تم کچھ دیر اپنی مرضی سے نہیں رک سکتی۔۔؟" اسے دروازے کی جانب بڑھتا دیکھ خاور نے سنجیدگی سے کہا۔ وہ نا چاہتے ہوئے بھی پلٹی۔

"میرے رک جانے سے کیا ہو گا؟"

"دل کو قرار آجائے گا۔۔!" جواب فوری تھا۔ لہجے کے برعکس آج اس کی آنکھیں کچھ اداس سی تھیں۔

"آپ کا دل میرا مسئلہ تو نہیں ہے!" وہ کندھے اچکا کر لاپرواہی سے بولی تو کمفرٹر ہٹاتا وہ بیڈ سے اتر آیا۔ بلیک شارٹ پر بلیک ہی کھلے بٹنوں والا گاؤن پہنے وہ اسے نظریں چرانے پر مجبور کر گیا تھا۔

"مجھے کب تک ستاؤ گی مروہ۔۔ پلیز مان جاؤ۔۔!" اس کی طرف آتا وہ بھرپور سنجیدگی سے بولا تو مروہ نے ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں مسل ڈالیں۔

"آپ میری جان چھوڑنے کے لیے کیوں نہیں مان جاتے۔۔؟" بادل ناخواستہ اس کی طرف دیکھتی وہ لہجے کو مضبوط کرتے ہوئے بولی۔

"تمھاری جان چھوڑنے کے لیے بڑا جگرا چاہئیے میری مروہ۔۔اور وہ جگرا میرے پاس نہیں ہے"اس کی آنکھوں میں جھانکتا وہ بھرپور سنجیدگی سے بولا تو مروہ نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا جہاں سنجیدگی سی سنجیدگی تھی۔

"جب آپ مجھے نہیں چھوڑ سکتے تو مجھ سے کیوں چاہتے ہیں کہ آپ کو قبول کر لوں۔۔؟؟"بازو لپیٹتی وہ بھی اسی کے انداز میں بولی تو اس کے فوری جواب پر اسے دیکھتا وہ اداس آنکھوں سمیت مسکرایا۔

"اب میں جاؤں۔۔؟"اس نے پوچھتے ہوئے بھنویں اچکائیں۔

"مجھ سے پوچھو گی تو کبھی ہاں نہیں کہوں گا"خاور کا جواب حسب توقع تھا۔مروہ سر جھٹکتے ہوئے پلٹ گئی۔

"بات سنو مروہ۔۔!"خاور نے اسے پکارا تو قدم روکتی وہ پھر سے اس کی طرف گھومی۔

"میں نے۔۔میں نے حریم کو مار دیا ہے" اس کی سنہری آنکھوں میں دیکھتا وہ شکست خوردہ لہجے میں اعتراف کر گیا۔ جبکہ اس کی بات سن کر سمجھتی مروہ کے چہرے کی رنگت بڑی تیزی سے بدلی تھی۔ خوف اور بے یقینی کے بڑی شدت سے اسکا گھیراؤ کیا تھا۔ وہ بنا کچھ کہے سرعت سے دروازے کی طرف بھاگی مگر ہوئے افسوس۔۔وہ بند تھا۔ مروہ کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ ٹانگیں بے جان ہونے لگیں۔

✿✿✿✿✿

"چٹاخ۔۔" شیر افگن صاحب کے ہاتھ نے ایک کاری ضرب اس کے چہرے پر لگائی تھی۔

"ڈوب مرو تم۔۔ تمھاری ضد نے مجھے کسی قابل نہیں چھوڑا۔۔!" غصے سے اسے تکتے وہ دہاڑے تھے۔ ایک کونے میں کھڑی ندرت بیگم رونے میں مشغول تھیں۔

"قدرت کو کیا منہ دکھاؤں گا میں؟ میرے بھائی جیسے یار کو تم نے ہاسپٹل کے بستر پر پہنچا دیا اور اب بھی تمھیں سکون نہیں ملا۔۔؟ نیا مژدہ سنا رہے ہو کہ بخت آور سے شادی کرو گے؟؟" شیر افگن صاحب غصے کے مارے کف اڑا رہے تھے۔

"اس میں کو کچھ ناجائز نہیں ہے" پشت پر ہاتھ باندھے کھڑا وہ نگاہیں جھکا کر بولا۔

"اس میں کچھ جائز بھی نہیں ہے۔۔ ایک گھر کی بڑی بیٹی کو ریجیکٹ کر کے تم دوسری سے شادی کا تقاضا کر رہے ہو کیا زندگی کھیل تماشا ہے تمھارے نزدیک؟؟" ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے کسی ڈنڈے سے پیٹ ڈالیں۔

"بابا میں عنیزہ سے محبت نہیں کرتا میں ہمیشہ سے یہی کہتا آ رہا ہوں۔۔!" شاہ ویز نے مکمل اعتماد سے کہا.

"تو بخت آور۔۔؟ اس سے کیا بچپن سے عشق کرتے ہو جو بھائی کے مرتے ہی جاگ اٹھا ہے اور تمھیں اب اپنی منگیتر کو چھوڑ کر اپنے بھائی کی بیوہ سے شادی کرنی ہے؟؟" طنزیہ نظروں سے اسے تکتے وہ صاف گوئی کی حد کر گئے تھے۔

"انف از انف بابا۔۔ آپ خواہ مخواہ میرے کیریکٹر کو جج کر رہے ہیں، ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔۔!" وہ تو جیسے بلبلا ہی اٹھا تھا۔ فوراً سر اٹھا کر احتجاج کیا تھا۔

"بات صرف اتنی ہے کہ شادی تو مجھے کرنی کی ہے، بخت آور سے اس لیے کرنا چاہ رہا ہوں تا کہ ھدیٰ کا فیوچر بھی سیکیور ہو جائے۔۔ پلیز آپ ماموں سے بات کریں" شاہ ویز نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا تھا۔

"مجھے وہ لڑکی سخت ناپسند ہے شاہ ویز۔۔ تم کیوں ضد کر رہے ہو؟؟" ندرت بیگم نے بھی لب کشائی کی تو وہ ان کی طرف گھوما۔

"زندگی میں نے گزارنی ہے مما۔۔ آپ نے نہیں۔۔!" حتمی انداز میں کہتا وہ دو قدم پیچھے ہوتا پلٹ گیا۔

"میں قدرت سے بات نہیں کروں گا۔۔!" شیر افگن صاحب پیچھے سے چلائے۔

"میں خود کرلوں گا۔۔" اس نے بے فکری سے کہا اور پھر اس نے صرف کہا نہیں تھا، وہ اگلی صبح ہسپتال جا پہنچا تھا اور قدرت اللہ صاحب کی طبعیت پوچھ کر اپنی عرضی ان کے گوش گزار کردی تھی۔ راشدہ بیگم تو اسکا تقاضا سن کر سناٹے میں ہی آگئی تھیں، عنیزہ کا خدشہ حقیقت بنے ان کے مقابل آ کھڑا ہوا تھا۔۔ قدرت اللہ صاحب نے بغیر کوئی رد عمل دیے اس سے سوچنے کے لیے کچھ وقت مانگ لیا تھا۔۔ وہ زمانہ ساز تھے، شاید جانتے تھے کہ اس ڈرامے کا اینڈ ایسے ہی ہونا ہے۔۔

✿✿✿✿✿✿

"مجھے یہ رشتہ قبول نہیں ہے، خالہ مجھے شادی نہیں کرنی پلیز۔۔اگر آپ پر بوجھ ہوں تو مجھے بتا دیجئے میں اپنی بچی کو لے کر کسی دارالامان میں رہ لوں گی" وہ تو سنتے ہی ہتھے سے اکھڑ گئی تھی۔ صاف لفظوں میں انکار کیا تھا۔

"خاموش ہو جاؤ بخت۔۔رحم کرو مجھ پر بھی اور اپنے خالو پر بھی۔۔!" اس کے سامنے زوردار آواز سے ہاتھ جوڑتی وہ گلوگیر لہجے میں بولیں تو بخت آور نے بے بسی کے عالم میں اسے دیکھا۔

"پلیز آپ سب مجھ پر رحم کر دیں۔۔ تنگ آچکی ہوں میں ان تماشوں سے۔۔ مجھے نہیں کرنی شادی۔۔نہ تو شاہ ویز سے اور نہ ہی کسی اور سے۔۔!" وہ چڑ گئی۔ تب ہی عنیزہ وہاں تن فن کرتی آئی تھی۔

"زیادہ ڈرامے کرنے کی ضرورت نہیں ہے، دل میں تو تمھارے لڈو پھوٹ رہے ہیں اور بظاہر نہ نہ کر رہی ہو۔۔!" اس کے سر پر آکھڑی ہوتی وہ زہر خند لہجے میں پھنکاری تھی۔ راشدہ بیگم نے اپنا سر ہاتھوں میں تھام لیا۔

"میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتی" بخت آور نے بنا کسی مروت کے بے تاثر لہجے میں کہا۔

"مجھے بھی تم جیسی کیریکٹر لیس لڑکی سے بات کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔" عنیزہ نے پھاڑ کھانے والے انداز میں اسے جواب دیا تو احساسِ توہین کے مارے بخت آور کا چہرہ سرخ پڑ گیا۔

"عنیزہ تم جاؤ یہاں سے۔۔!" راشدہ بیگم نے کھڑے ہوتے ہوئے اسے باقاعدہ ہاتھ سے دروازے کی طرف دھکیلا۔

"میں کیوں جاؤں۔۔ اسے یہاں سے چلتا کریں امی ورنہ میں خود کو کچھ کر لوں گی" وہ حلق کے بل چیخ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے چھلکتی نفرت اور لہجے کی بے زاری نے بخت آور کو دنگ کر ڈالا تھا۔ اس کی آنکھیں آپ ہی آپ بھیگ گئی۔ وہ چیختی چلاتی جیسے آئی تھی ویسے ہی چلی گئی تھی۔ ھدیٰ نے ڈر کر رونا شروع کر دیا تو بخت آور نے اسے گود میں لے لیا۔

"میری بات سنو تم۔۔ میرا ایک بیٹا مر گیا، بیٹی کہیں کھو گئی اور اب دوسری بیٹی تمہیں مارنے پر تلی ہوئی ہے بخت۔۔ میں نہیں چاہتی کہ عنیزہ برباد ہو جائے خدا کا واسطہ ہے اپنے عاشق سے شادی کرو اور میرے گھر سے نکل جاؤ۔۔ چلی جاؤ۔۔!"

اس کے قریب آتی راشدہ بیگم نے پھر سے اس کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے۔ اس بار ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"خالہ۔۔!!" اس کے لب بامشکل پھڑپھڑائے۔ آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گال پر چھلکا تھا۔

"مت کہو مجھے خالہ۔۔ مر گئی میں تمہارے لیے۔۔ مر گئی ہوں۔۔!" منہ پر دوپٹہ رکھتی وہ پھپھک پھپھک کر رو پڑیں۔ بخت آور کو پھوٹ پھوٹ کر رونا آیا۔

"ایسا مت کہیں۔۔ پلیز خالہ۔۔ ایسا۔۔!" ان کے ہاتھ تھامنے کی کوشش کرتی وہ رونے لگی مگر راشدہ بیگم نے اس کے ہاتھ جھٹک دیے۔

"ہاتھ مت لگاؤ مجھے۔۔ اور جو کہا ہے اس بارے میں سوچو۔۔۔!" بھرائی ہوئی آواز میں کہتی وہ اس کے پاس سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ ھدیٰ کو خاموش کروانے کی کوشش کرتی وہ روئے چلے جا رہی تھی۔ جبکہ اس کے آنسوؤں سے بے بہرہ راشدہ بیگم اس کے کمرے سے نکلتی چلی گئیں۔۔

✿✿✿✿✿

لرزتے ہاتھوں سے ہینڈل کھینچنے کی کوشش کی مگر ناکام۔۔

"یہ ریموٹ سے لاک ہو جاتا ہے۔۔!" خاور نے شارٹ کی جیب میں سے چھوٹا سا کنٹرولر باہر نکال کر اس کے سامنے کیا تو اس کی نگاہ ڈبڈبا گئی۔

"اب تم مجھے بھی مارنا چاہتے ہو؟" اس کے لب خوف کے زیر اثر آہستگی سے پھڑ پھڑائے۔

"خاور یا مین اپنی ہی محبت کا قاتل نہیں ہو سکتا۔۔!" وہ نظریں جھکاتے ہوئے بولا تو مروہ نے ہولے سے نفی میں گردن ہلائی۔

"تم کتنے ظالم ہو۔۔ تم نے اپنی بیوی کو مار دیا۔۔ اور۔۔ اور۔۔ وہ کتنی پیاری تھی۔۔!" بچوں کے سے انداز میں کہتی وہ رونا شروع ہو گئی۔ خاور کو اس کی سادگی پر بے اختیار ترس آیا۔

"جو پیارا ہوتا ہے ضروری نہیں کہ وہ پیار کے قابل بھی ہو۔۔" خاور نے سنجیدگی سے کہا تو مروہ نے بھیگی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا.

"ہاں جیسا کہ تم۔۔!" اس نے فوراً کہا تو اس کے جواب پر وہ نا چاہتے ہوئے دھیرے سے ہنسا۔

"زہے نصیب۔۔ محترمہ نے قبول تو کیا کہ یہ بندہ ناچیز پیارا بھی ہے۔۔ ورنہ جس بے نیازی سے تم مجھے نظر انداز کرتی ہو مجھے تو اپنی وجاہت پر ہی شک ہونے لگا تھا" خاور نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے کہا تو مروہ نے ناگواری سے منہ پھیر لیا۔

"میری بات سنو مروہ۔۔!" خاور نے اسے یوں رخ پھیرتے دیکھ اس کے قریب ہو کر کہا تو وہ سرعت سے پیچھے ہوئی۔

"تم کیسے۔۔ کیسے اس کو مار سکتے ہو؟۔۔ کیسے۔۔؟" وہ بھرائی ہوئی آواز میں چلائی۔

"انھی ہاتھوں سے گلا گھونٹ کر مارا ہے میں نے اسے۔۔" اپنے دونوں ہاتھ اس کے سامنے کرتا وہ بے تاثر لہجے میں بولا۔

"اور کیوں۔۔؟ یا پھر تم ایک شوقیہ قاتل ہو؟" مروہ نے اپنی آنکھیں رگڑتے ہوئے پوچھا پھر اسے بولنے کا موقع دیے بغیر مزید بولی۔

"اگر ہاں تو ایک کام کرو۔۔ اپنا یہ خونی شوق مجھ پر بھی پورا کر لو تاکہ یہ قصہ ہی تمام ہو جائے!" اس نے تند لہجے میں کہا تو خاور نے لب بھینچتے ہوئے اس کی کلائی پکڑی اور اسے اپنے ساتھ گھسیٹتا کمرے سے ایک دوسرے کمرے میں لے آیا جہاں سینیما سکرین لگی ہوئی تھی۔ وہ شاید اسکا پرسنل سینیما روم تھا۔۔

"چھوڑو مجھے۔۔ چھوڑو پلیز۔۔!" اپنی کلائی چھڑوانے کی کوشش کرتی وہ چلائی مگر بے سود۔۔ اسے پہلی نشست پر بٹھا کر اس نے سکرین آن کر دی۔

"کون ہوں میں تمھاری۔۔؟ بولو کون ہوں۔۔؟؟" محمل کے بالوں کو جھنجھوڑتی وہ چیخ رہی تھی۔ مروہ جو اٹھنے کا ارادہ رکھتی تھی وہیں بیٹھنے پر مجبور ہو گئی۔

"کون ہوں میں تمھاری۔۔؟؟ بولو کون ہوں" حریم پھر سے چلا رہی تھی۔ خاور لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کمرے سے نکل گیا۔

"مم۔۔ مما۔۔!" محمک نے چہرہ اوپر اٹھاتے کہا تھا۔ وہ محمل تھی۔۔ ہاں وہ محمل ہی تھی۔ مروہ کا دل دھڑکنا بھول گیا۔ وہ پھٹی پھٹی بے یقین نگاہوں سے سکرین کی طرف دیکھتی رہ گئی۔

"دوبارہ بول۔۔ کون ہوں میں تیری۔۔؟؟" حریم نے محمل کے چہرے پر زور دار تھپڑ مارا تھا۔ اسے پھوٹ پھوٹ کر روتے دیکھ مروہ نے اپنے لبوں پر ہاتھ رکھ لیا۔

"مم۔۔۔ مما۔۔ مما۔۔ مما۔۔!" بری طرح روتی ہچکیوں کے درمیان وہ بڑی مشکلوں سے بول رہی تھی۔ اس معصوم بچی کی حالت دیکھتی مروہ کی بھیگی آنکھیں تیزی سے بہنے لگیں۔

"منہ بند کرو۔ رونا بند۔۔ آواز نہ نکلے۔۔!" سکرین پر نظر آتے حریم کے وجود نے روتی ہوئی محمل کے پیٹ میں ٹھوکر ماری تھی۔ وہ منہ کے بل زمین پر گری تھی۔ مروہ کے لبوں سے دبی دبی سی چیخ نکلی۔ سینیما روم میں محمل کے ساتھ ساتھ مروہ کی بھی دبی دبی سی سسکیاں گونج رہی تھیں۔ یہ ساری ویڈیو شاید حریم

کے کمرے کی تھی مگر کیسے۔۔؟منظر دھندلا اور نیم اندھیرے میں ریکارڈ کیا گیا تھا۔ مروہ کو یاد آیا جس وقت محمل گری تھی، اس وقت لائٹ گئی ہوئی تھی۔ سکرین پر نظر آتی حریم بناڈرے، محمل کو بالوں سے پکڑے اب اپنے کمرے سے نکل رہی تھی۔ شاید مروہ جانتی تھی کہ وہ اب کیا کرے گی مگر اس کا سر مسلسل نفی میں ہل رہا تھا۔۔ سیڑھیوں کے دہانے پر آکر حریم نے بنار کے محمل کو پوری قوت سے سر کے بل دھکا دیا تھا۔۔ دھڑ دھڑ کی آواز سے وہ سیڑھیوں پر نیچے کی طرف گرتی چلی گئی اس کی چیخوں سے سینیما ہال کے در و دیوار دہل اٹھے تھے۔ مروہ کو اپنا سانس رکتے محسوس ہوا۔۔ وجود کپکپا اٹھا تھا۔ سکرین پر نظر آتی حریم پلٹ کر اپنے کمرے کی طرف بھاگ رہی تھی۔ اس نے اندر آکر دروازہ لاک کر لیا۔ پھر اطمینان سے کمفرٹر کھولا اور بیڈ پر لیٹ گئی۔ پوری فوٹیج بڑی ترتیب سے جوڑ کر اسے ایک مختصر فلم کی شکل دی گئی تھی جسے دیکھتی مروہ کی آنکھیں جھر جھر بہہ رہی تھیں۔ مزید دیکھنا محال ہی تو تھا۔ اس کا دل گھٹنے لگا تھا سو وہاں سے

بھاگتی وہ سرعت سے اس کمرے سے نکل کر خاور کے کمرے میں آئی تھی۔ سامنے ہی وہ پشت پر ہاتھ باندھے ٹہل رہا تھا۔ آہٹ پر اس کی جانب دیکھا جو گھٹنوں پر ہاتھ رکھے رکوع کی سی حالت میں لمبی لمبی سانسیں لے رہی تھی۔ چند قدموں کا فاصلہ ماپتا اس تک آیا تھا۔

"مروہ۔۔ یہاں دیکھو پلیز۔۔!" خاور نے اسے بازوؤں سے تھام کر سیدھا کرتے ہوئے کہا تو بے دم سی ہوتی وہ اس کے سینے سے لگ کر رو دی۔۔ تڑپ تڑپ کر۔۔ بالکل کسی چھوٹے بچے کی مانند۔۔

"کوئی اتنا ظالم کیسے ہو سکتا ہے۔۔؟ وہ۔۔ وہ چھوٹی سی۔۔ معصوم سی بچی تھی خاور۔۔ وہ بہت چھوٹی تھی۔۔" اس کے گاؤن کا کپڑا مٹھیوں میں دبوچے وہ روتے ہوئے بامشکل بولی۔

"شش۔۔۔ میں نے اسے سزا دے دی ہے۔۔!" خاور نے بے حد نرمی سے اس کی پیٹھ سہلائی تھی۔

"غلط۔۔ تم نے غلط سزا تجویز کی ہے اس کے لیے۔۔ تمھیں چاہئیے تھا کہ اسے وہیں سیڑھیوں سے پیچھے کی طرف دھکا دیتے تاکہ اسے اس تکلیف کا احساس ہوتا جو اس نے محمل کو دی ہے۔۔!" اس سے الگ ہوتی وہ غصیلی آواز میں کہہ رہی تھی۔ لہجہ بھیگا ہوا تھا۔ خاور کچھ نہ بولا بس چپ چاپ اسکا بھیگا بھیگا چہرہ دیکھتا رہا۔۔ وہ اور بھی کچھ کہہ رہی تھی مگر خاور بس اس کے نقوش تکے چلے جا رہا تھا جس کا دل اُس کے علاوہ ہر شخص کے لیے نرم تھا۔

"کیا تم مجھے محمل کو لوٹا نہیں سکتی۔۔؟؟" ہاتھ بڑھا کر اس کا بھیگا رخسار چھوتا وہ نرم لہجے میں بولا تو مروہ کی چلتی زبان کو بریک لگی تھی۔ اس نے کچھ اچنبھے سے خاور کی طرف دیکھا۔

"کک۔۔ کیا مطلب۔۔؟" اس کے لب پھڑپھڑائے۔۔

"میں نے اتنی مشکل بات تو نہیں کی میری مروہ۔۔!" ہاتھ کے انگوٹھے سے اس کے آنسو صاف کرتا وہ دھیمی آواز میں بولا تو سر اونچا کرتی وہ ساکت نگاہوں سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"مروہ پلیز۔۔نہ مت کہنا۔۔!" دوسرا بازو اس کی کمر میں حمائل کرتا وہ اس کی گردن میں چہرہ چھپا گیا۔ مروہ کے وجود میں پھریری سی دوڑ اٹھی۔ خاور کا نرم گرم لمس اس کے وجود کو دہکانے لگا۔۔ اس نے اسے خود سے دور دھکیلنے کی کوشش کی مگر وہ اور شدت سے اس کے قریب آیا تھا اور اس بار مروہ کچھ نہیں کر پائی تھی۔ ہاتھ جیسے مفلوج ہو گئے تھے۔ زبان سے انکار کرنا چاہتی تھی مگر زبان ساتھ دینے سے انکاری ہو گئی۔ وہ اُس میں کھو کر خود کو بھولتا چلا گیا اور بھول تو مروہ بھی گئی تھی۔۔ سب کچھ۔۔

گزرا وقت۔۔

اپنا تمام تر خسارہ۔۔

اور محبت۔۔؟

ہاں اپنی ناکام محبت بھی۔۔!

اس نے خود سپردگی کے عالم میں اپنا آپ خاور یامین کے حوالے کر دیا۔۔

تجھـے لکھوں میں، دھـڑکن دل کـی
یـا تجھ کو ابـر کـی، رِم جِھـم لکھوں_
ستـاروں کـی عجـب جھلمـل کبھی
پلکـوں کـی تجھـے ، شبنـم لکھوں
کبھـی لکھ دوں تجھـے ، ہـر درد اپنـا
کبھی تجھـے ، ہر زخـم کا مـرہم لکھوں

✿✿✿✿✿✿

دس دن ہونے کو آئے تھے مگر اسکا انکار اقرار میں نہیں بدلا تھا۔ عنیزہ نے تو اسے بلانا ہی چھوڑ دیا تھا، راشدہ بیگم بھی ضرورت کے علاوہ اس سے بات نہ کرتیں۔۔ ارصم کی اپنی مصروفیات تھی اور قدرت اللہ صاحب زیادہ تر کمرہ نشین رہتے۔۔ وہ عجیب شرمندگیوں کا شکار جیسے تیسے کر کے اپنا وقت گزار رہی تھی مگر وہ شخص اسے سکون لینے ہی کب دیتا تھا۔ آج پھر وہ وہاں آن دھمکا تھا۔

" تمہارا مسئلہ کیا ہے ؟" وہ لاؤنج سے گزر رہی تھی، جب وہ اچانک اس کے سامنے آیا۔

"تم۔۔ اور تمہاری گھٹیا ضد۔۔!" بازو لپیٹتی وہ دوبدو بولی۔

"یہ ضد نہیں ہے، میرا قطعی فیصلہ ہے!" اس کی آنکھوں میں جھانکتا وہ کرخت لہجے میں بولا۔

"تمہارا فیصلہ میری جوتی بھی قبول نہیں کرے گی سمجھے تم۔۔!" وہ بنا جھجکے غرائی تھی۔

"تو تم مجھے زبردستی پر مائل کرنا چاہتی ہو؟" اس کے فوری جواب پر اپنا غصہ ضبط کرتا وہ بڑے تحمل سے گویا ہوا تو بخت آور نے غصیلی نظروں سے اسے دیکھا۔۔

"میں تم سے کچھ بھی نہیں 'چاہتی'۔۔ یہ اچھے سے سمجھ لو اور میری جان چھوڑ دو پلیز!" اس کے سامنے ہاتھ جوڑتی وہ تڑخ کر بولی۔

یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے" جینز کی جیبوں میں ہاتھ پھنساتے ہوئے وہ قدرے جھک کر بولا تو بخت آور نے لب بھینچتے ہوئے اس سر پھرے کو دیکھا۔

"انکار۔۔انکار۔۔انکار۔۔بس یہی جواب ہے میرے پاس!" ضبط کھو کر کہتی وہ پلٹی۔

"تمہیں اغواء کرلوں گا میں۔۔ بالکل تمہارے ناولسٹک ہیروز کی طرح!" وہ مکمل اطمینان سے بولتا اسے قدم روکنے پر مجبور کر گیا تھا۔ بخت آور نے گردن موڑ کر بے یقینی سے اس کی جانب دیکھا۔

"تم ہیرو نہیں، میری زندگی کے ولن ہو۔۔!" دھیمی آواز اور تلخ لہجہ۔۔۔ شاہ ویز کے اندر کچھ جل سا گیا۔ وہ لڑکی اس کی سوچ سے زیادہ ضدی ثابت ہو رہی تھی۔

"تو پھر اس ولن سے ڈرو۔۔ یہ کچھ بھی کر سکتا ہے۔۔ کچھ بھی۔۔!" اسکا لہجہ بے لچک تھا۔ بخت آور کو اپنے گرد گھیرا ؤ تنگ ہوتا محسوس ہوا۔

"تم سے زیادہ گھٹیا انسان میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا!" شہادت کی انگلی اٹھا کر کہتی وہ اسے بے بس لگی تھی۔

ڈونٹ وری۔۔ میرے ہوتے ہوئے تم کوئی دوسرا دیکھو گی بھی نہیں!" وہ ڈھیٹ ابن ڈھیٹ ہی تو تھا۔

"ہونہہ۔۔لعنت بھیجتی ہوں میں تم پر۔۔!" سر جھٹکتی وہ اس کے پاس سے گزرنے لگی تھی جب اس نے سرعت سے اس کی کلائی جکڑ کر اسے اپنی جانب کھینچا۔۔بخت آور کو کرنٹ سا لگا تھا۔ اس نے گھبرا کر بے اختیار اطراف میں دیکھا۔ اگر اس پل کوئی اسے اُس شخص کے ساتھ دیکھ لیتا تو یقیناً گھر میں ایک نیا تماشا لگ جاتا۔۔

"اپنی حد میں رہو شاہ ویز۔!" ایک لمحے میں اس کی آواز لڑکھڑائی تھی۔

"میں اپنی حد میں ہی ہوں لیکن حقیقت کا چشمہ پہن کر، تمہیں یہ دیکھنے کی اشد ضرورت ہے کہ تمہارا وجود میری حدود سے باہر نہیں ہے!" اس پر ایک بھرپور نگاہ ڈال کر کہتا وہ وہاں مزید نہیں رکا تھا۔ بخت آور کے وجود پر چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔ اس نے دھندلی ہوتی آنکھوں سے اس کی پشت کو گھورا جو جانے کیوں اس کی عصمت کا دشمن بن بیٹھا تھا۔ فقط اس ایک شخص کی وجہ سے اس کے اپنے اس

کے دشمن بن بیٹھے تھے۔ ایک شکست خوردہ آنسو اس کی آنکھ سے چھلک کر گال پر پھسلا تو بے دردی سے گال رگڑتی وہ اپنے کمرے میں چلی آئی۔۔

✿✿✿✿✿✿

اور پھر اس کی نہ نہ کے باوجود وہ دن آن پہنچا تھا جس سے بچنے کی اس نے ہزار کوششیں کی تھیں۔ راشدہ بیگم کے قسمیں واسطے دینے پر اس نے ناچاہتے ہوئے بھی شاہ ویز خان آفریدی سے نکاح کے لیے ہامی بھر لی تھی۔ اسے پھر سے سرخ جوڑا پہنا کر سجایا گیا تھا۔ لبوں پر لگی اناری سرخ رنگ کی لپ سٹک نے اس کے روپ کو مزید جلا بخشی تھی۔۔ رو رو کر اس کی آنکھیں سوجھ چکی تھی مگر اثر کس پر تھا؟ نہ تو قدرت ہاؤس کے کسی فرد کو اس کی پرواہ رہی تھی اور نہ ہی اس مغرور شخص کو اس سے کچھ لینا دینا تھا۔۔ نکاح کے بعد عارضی طور پر راشدہ بیگم اسے اس کے کمرے میں لے آئی تھیں۔ ندرت بیگم کے تو مزاج ہی نہیں مل رہے

تھے کیونکہ یقینی طور پر وہ بخت آور اور شاہ ویز کے نکاح کے حق میں تھیں ہی نہیں۔۔

****

اس نئے بندھن میں بندھ چکی بخت آور کا دل گھڑی کی حرکت کرتی سوئیوں کو بھاگتے دیکھ بیٹھا چلا جا رہا تھا۔ وہ بے قصور ہوتے ہوئے بھی خود کو مجرم محسوس کر رہی تھی۔ عنیزہ کا روتا ہوا چہرہ بار بار اس کی آنکھوں میں گھوم رہا تھا۔۔ شاید وہ اب زندگی بھر بخت آور کا چہرہ نہیں دیکھنے والی تھی۔ انھی سوچوں میں غلطاں وہ عروسی جوڑے میں یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہی تھی جب عنیزہ اس کے کمرے میں آئی تھی۔ حد سے زیادہ سوجھی ہوئی سرخ آنکھیں، بکھرے بال اور اجڑا حلیہ۔۔ بخت آور کو اس کی حالت دیکھ کر وحشت سی ہوئی۔

"مل گیا تمھیں سکون۔۔؟ چھین لیں نا تم نے میری خوشیاں۔۔؟" اس کی جانب آتی وہ رو رو کر بیٹھی ہوئی آواز میں بولی۔

"میں نے کچھ نہیں کیا عنیزہ۔۔ یہ سب میری مرضی سے نہیں ہوا میرا یقین۔۔"

"اوہ شٹ اپ یو بلڈی بچ۔۔!" اس کی بات کاٹتی عنیزہ چلائی تھی۔

"میں صرف یہاں تمہیں یہ بتانے آئی ہوں کہ تم نے میرے حق ہر ڈاکا ڈالا ہے۔۔ تمہیں کہنے آئی ہوں کہ تم بہن نہیں ڈائن ہو ڈائن۔۔ کبھی خوش نہیں رہو گی تم۔۔ کبھی نہیں۔۔!" شہادت کی انگلی بلند کر کے کہتی وہ پھر سے رونے لگی۔ بخت آور کی آنکھیں دھندلانے لگیں۔

"ایسا مت کہو پلیز میں نے بہت منع کیا تھا۔۔!" اس کے ہاتھ تھامنے کی کوشش کرتی بخت آور بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔۔

"ہونہہ سب ڈرامے پتہ ہیں مجھے۔۔ تمہیں اول روز سے وہ ہی سچ چاہیئے ہوتا ہے جو میرا ہوتا ہے بخت۔۔ میرے ڈریسز۔۔ سینڈلز۔۔ کاسمیٹکس۔۔ بکس۔۔ سب۔۔ سب کچھ تم ہمیشہ مجھ سے چھینتی رہی ہو اور اب۔۔ اب میری محبت بھی

چھین لی تم نے۔۔؟؟" اس کے ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہتی وہ پھر سے رونے لگی۔ بخت آور نے نفی میں سر ہلایا۔

"آئی جسٹ ہیٹ یُو۔۔ جسٹ ہیٹ یور سیلف۔۔!" اسے پیچھے دھکا دیتی وہ چلائی تھی۔ بخت آور لڑکھڑا کر پیچھے جا گری۔

"تم نے مجھے برباد کیا ہے تو آباد تم بھی نہیں رہو گی یاد رکھنا۔۔ یاد رکھنا بخت آور۔۔!" اپنے گال بے دردی سے رگڑتی وہ کہہ کر وہاں مزید رکی نہیں تھی۔ بخت آور نے خالی خالی آنکھوں سے اپنی ہتھیلیوں کو گھورا۔۔ ٹپ ٹپ۔۔ دو آنسو بہت تیزی سے ان کی سطح کو نم کر گئے تھے۔ زمین پر سر ٹکاتی وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ شاید اس کی قسمت میں رونا ہی لکھا تھا۔ رخصتی کے وقت تک وہ روتی رہی تھی مگر اس کے آنسو کس نے دیکھے تھے۔۔؟ ھدیٰ کو آج ندرت بیگم نے سنبھال رکھا تھا۔ اسے گاڑی میں بٹھا کر وداع کرتے ہوئے راشدہ بیگم نے جانے کس دل سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔

"یہاں کبھی پلٹ کر مت آنا بخت۔۔ اس گھر میں اب تمہارا کوئی نہیں ہے۔۔ کوئی بھی نہیں۔۔!" ایک آخری تیر تھا جو انھوں نہیں بخت آور منیب علی کے سینے میں اتارا تھا۔

"ایسا مت کریں۔۔ پلیز میرے ساتھ ایسا مت کریں خالہ۔۔!" وہ روتے ہوئے گڑگڑائی تھی مگر ان سنی کرتی وہ پلٹ گئیں۔۔ ان دونوں کی گفتگو سنتے شاہ ویز نے لب بھینچتے ہوئے گاڑی قدرت ہاؤس کے گیٹ سے باہر نکال کر سیاہ تارکول پر ڈال دی۔ بے یقینی و ناامیدی کی کیفیت میں مبتلا وہ بے دم سی ہو کر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا گئی۔ آنکھیں رو رو کر دکھ چکی تھیں مگر آنسو تھے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔۔ شاہ ویز کی توجہ بار بار بھٹک کر پچھلی سیٹ پر بیٹھی براجمان بخت آور کی جانب مبذول ہو رہی تھی مگر اس نے اُس سے کوئی بھی بات کرنے کی حماقت نہیں کی تھی کہ شاید یہی وقت کا تقاضا تھا۔ گھر پہنچ کر کپڑے تبدیل کرتے ہی اس نے ھدیٰ کو ندرت بیگم سے لے لیا تھا۔ انھیں بھی کوئی اعتراض نہ

تھا کہ بھلا کون سا بڑی خوشیوں کے عالم میں یہ نیا رشتہ جُڑ پایا تھا جو وہ ھدیٰ کو اپنے پاس رکھنے کا تکلف کرتیں۔۔ جہاں بخت آور نے پوری رات آنکھوں میں کاٹ لی تھی وہیں شاہ ویز نے بھی ساری رات چھت پر سگریٹ پھونکتے ہوئے گزاری تھی۔۔ جانے یہ گاڑی کیسے چلنے والی تھی۔

✿✿✿✿✿

کمرے میں اس کی دبی دبی سسکیاں گونج رہی تھیں۔ گھٹنوں میں سر دیے وہ رونے میں مشغول تھی جبکہ لب بھینچے کھڑا وہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ اس کے رونے کی وجہ کیا ہے؟

"فار گاڈ سیک کچھ بتاؤ گی کہ ہوا کیا ہے؟؟" خاور کی برداشت جواب دینے لگی تو اس نے تنگ آکر پوچھا۔

"آپ یہاں سے جائیں۔۔اپنی مرضی تو پوری کر ہی چکے ہیں آپ اب یہاں کھڑے تماشامت دیکھیں پلیز" چہرہ اونچا کرتی وہ تنک کر بولی تو اس کا رویا رویا گلابی چہرہ دیکھتا وہ پل بھر کو حیران رہ گیا۔

"واٹ۔۔؟میری مرضی؟مروہ اگر مجھے اپنی مرضی ہی پوری کرنا ہوتی تو اسی روز کر لیتا جس روز ہمارا نکاح ہوا تھا" اس کے قریب آتا وہ نرم لہجے میں بولا تھا.

"سچ یہ ہے کہ آپ نے مجھے اموشنلی ٹریپ کیا ہے اور اس کے لیے میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی" روتے ہوئے آنکھوں کو چھوٹا کرتی وہ بھرائی ہوئے لہجے میں بولی تو خاور اسے دیکھتا رہ گیا۔۔

"ود آؤٹ اموشنز کوئی بھی اموشنلی ٹریپ نہیں ہوتا۔۔تمہارے دل میں میرے لیے فیلنگز ڈیویلپ ہو رہی ہیں مان کیوں نہیں لیتی تم؟" اس کے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کرتا وہ سنجیدگی سے بولا تو مروہ نے اچنبھے سے اس کی طرف دیکھا۔

مغرور چہرے پر سجی نیلی آنکھیں کسی کو بھی پاگل کر سکتی تھیں۔ مروہ نے بامشکل نفی میں سر ہلایا۔۔

"میں ایک قاتل سے محبت نہیں کر سکتی" اس کے لب پھڑ پھڑائے تو خاور کے لبوں پر ایک پُر اذیت مسکراہٹ ان ٹھہری۔

"لیکن یہ قاتل تو تم سے محبت کرتا ہے مروہ۔۔ بے حد اور بے شمار۔۔!" خاور نے بنا جھجھکے مضبوط لہجے میں کہا تو مروہ نے چہرے کا رخ پھیر لیا۔

"پلیز تیار ہو جاؤ۔۔ ہم تمہارے گھر جائیں گے" نرمی سے کہتا وہ اس کے پاس سے ہٹ گیا۔۔

"وہ مجھے معاف نہیں کریں گے" مروہ نے بھیگے لہجے میں کہا۔

"خاور یامین تمہیں کبھی کسی سے معافی نہیں مانگنے دے گا۔۔ میں خود ان سے معافی مانگوں گا!" خاور نے پلٹ کر بھرپور سنجیدگی سے کہا تو مروہ اس کی چوڑی

پشت کو تکتی رہ گئی۔ وہ کیوں اس سے محبت نہ کرتی؟ وہ برا نہیں بدتر تھا مگر۔۔ اور اس مگر سے آگے مروہ بے بس ہونے لگتی تھی۔۔ وہ اس شخص کی محبت سے ہارنے لگی تھی۔۔

✿✿✿✿✿

اس کی آنکھ کھلی تو خود کو بیڈ پر پایا۔۔ ھدیٰ کا بے بی کاٹ قریب ہی تھا۔ لیکن ھدیٰ بے بی کاٹ میں نہیں تھی۔ بخت آور گھبرا اٹھی۔ گھڑی میں وقت دیکھا تو گھڑی دوپہر کے تین بجا رہی تھی۔ اسے یاد آیا کہ صبح وہ نو بجے کے قریب صوفہ پر سوئی تھی تو پھر اب۔۔؟ بیڈ پر اپنی موجودگی نے اس کو لب کاٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔ دوپٹہ درست کرتی وہ سلیپر پیروں میں پھنساتی کمرے کے دروازے کی طرف بڑھی تب ہی وہ شرٹ کے بازو کہنیوں تک فولڈ کرتا اندر آیا تھا۔ بخت آور اس سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔۔

"دیکھ کر نہیں چل سکتے۔۔؟؟" قدرے سنبھل کر پیچھے ہوتی وہ نظریں جھکا کر بولی تو شاہ ویز نے بھنویں سکیڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ گھر کے سادہ سے گہرے سبز رنگ کے سوٹ میں ملبوس وہ کندھے پر سرخ رنگ کا دوپٹہ ڈالے چہرے پر دوپٹے کی ہم رنگ لالیاں سمیٹے کھڑی تھی۔

"دیکھوں گا، تو بھی تمہیں ہی اعتراض ہو گا اس لیے بہتر ہے کہ تقاضا وہ کرو جس کی تکمیل تم سے برداشت بھی ہو جائے۔۔!" اس کی جھکی پلکوں کو تکتا وہ بھرپور سنجیدگی سے بولا تو بخت آور نے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"مطلب کیا ہے تمھارا۔؟" وہ سلگ کر بولی۔

"مطلب مطالب کو چھوڑو۔۔ فی الحال اتنا سن لو کہ آج سے تم بیڈ پر ہی سوؤ گی میں روز روز تمھارا ابھاری بھر کم وجود اٹھا کر بیڈ پر نہیں ڈال سکتا" اس کے پاس سے گزر کر بیڈ کی طرف بڑھتا وہ بے تاثر لہجے میں بولا تو خفت سے مزید سرخ پڑتی وہ اس کی طرف گھومی۔

"تم بہت بد تمیز انسان ہو۔۔" اس سے بحث کرنے کی بجائے بخت آور نے اسے کمپلیمنٹ دینا ضروری سمجھا تھا۔

"بتانے کا شکریہ مگر یہ بات میں پہلے سے ہی جانتا ہوں" برا منائے بغیر اطمینان سے کہتا وہ بستر سے لٹکتے کمفرٹر کو تہہ لگانے لگا۔ بخت آور کو شرمندگی سی ہوئی مگر پھر سر جھٹکتی کمرے سے باہر نکل گئی۔ شاہ ویز نے گردن موڑ کر دروازے کی جانب دیکھا جہاں نظر آتا سرخ آنچل دروازے کے پیچھے غائب ہو گیا تھا۔ شاہ ویز روٹین کے مطابق بیڈ شیٹ درست کرنے لگا۔ تب ہی اس کے موبائل کی گھنٹی بجی تھی۔

"ہاں بولو حامد۔۔؟" فون کان سے لگاتے اس نے اپنے مخصوص بارعب لہجے میں پوچھا۔

"سر وہ ٹرک ڈرائیور مل گیا ہے جس نے اسلام آباد میں آپ کی جیپ کو ہِٹ کیا تھا!" دوسری جانب سے انسپکٹر کی مستعد آواز فون کے سپیکر سے ابھری تو شاہ ویز کی آنکھوں میں چمک در آئی۔

"دیٹس گڈ۔۔ اس کو اندر ہی رکھو میں آرہا ہوں۔۔!" کہہ کر اس نے رابطہ منقطع کر دیا اور موبائل جینز کی جیب میں رکھتا کمرے سے باہر نکل آیا۔ لاونج میں شیر افگن صاحب ھدیٰ کو لیے بیٹھے تھے جبکہ بخت آور منظر سے غائب تھی۔ شہادت کی انگلی میں گاڑی کی کیز گھماتا وہ وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

✿✿✿✿✿✿

"خاور یامین۔۔" آج وہ دوسری بار قدرت ہاؤس کے چوکیدار کو اپنا تعارف کروا رہا تھا۔ مروہ باہر سیاہ لینڈ کروزر میں ہی بیٹھی ہوئی تھی۔

"کس سے ملنا ہے آپ کو؟ "

"قدرت اللہ صاحب سے ملنا ہے مجھے۔۔ میں شاہ میر کا دوست ہوں، بتا دینا انھیں" پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنساتا وہ بھرپور اعتماد سے بولا تو اسے سر تا پیر دیکھتا وہ ٹیلی فون کی طرف بڑھا اور پھر تھوڑی ہی دیر میں وہ قدرے ہاؤس کے ڈرائنگ روم میں براجمان تھا۔ پانچ سے دس منٹ کے انتظار کے بعد قدرت اللہ صاحب اس کے مقابل تھے۔

"جی کہیے بیٹے۔۔ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟" اس کے سامنے والا صوفہ سنبھالتے وہ شفقت بھرے مؤدب لہجے میں دریافت کر رہے تھے۔

"جی میں۔۔ کے۔ پی۔ ٹی سے۔۔ چیف آڈیٹر خاور یامین ہوں" ٹیک چھوڑ کر بیٹھتے ہوئے خاور نے نظریں جھکاتے ہوئے کہا تو قدرت اللہ صاحب نے سر اثبات میں ہلا یا۔

"ہاں شاہ میر اکثر آپکا ذکر کیا کرتا تھا۔" قدرت اللہ صاحب نے ہولے سے مسکرا کہا.

"آہ۔۔اس نے آپ سے یہ ذکر نہیں کیا کہ میں نے اس کی چھوٹی بہن کے لیے اپنا پروپوزل دیا تھا؟" مسکرا کر کہتا وہ ان کے لبوں کو سمٹنے پر مجبور کر گیا تھا۔وہ ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہو بیٹھنے پر مجبور ہوئے تھے۔۔

"نہیں۔۔۔ایسا تو کچھ نہیں بتایا اس نے!" انھوں نے ضبط بھرے مدھم لہجے میں کہا۔

"ہمم۔۔ایکچوئلی میں پہلے بھی میرڈ ہوں، اسی لیے شاید اسے میرا پروپوزل پسند نہیں آیا تھا۔۔!" خاور نے تمہید باندھنے کی کوشش کی۔قدرت صاحب کی نگاہیں اسی کے چہرے پر تھیں۔

"آپ یہ سب مجھے کیوں بتا رہے ہیں۔۔؟؟" قدرت اللہ صاحب نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کیونکہ آپ کی بیٹی میرے پاس ہے۔۔میں نے اسے کڈنیپ کر لیا تھا۔۔!"

ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسا کر کہتا وہ قدرت اللہ صاحب کے سر پر بڑے اطمینان سے بم پھوڑ رہا تھا۔چند پل لگے تھے انھیں اس کی بات سمجھنے میں پھر اگلے ہی پل وہ صوفے سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

"اٹھو۔۔ابھی کے ابھی اٹھو اور دفع ہو جاؤ میرے گھر سے۔۔!"شہادت کی انگلی سے ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف اشارہ کرتے وہ بڑے ضبط سے گویا ہوئے۔

"آپ۔۔چاہیں تو مجھ پر ہاتھ بھی اٹھا سکتے ہیں لیکن پلیز میری بات سن لیں۔۔!" خاور نے بڑی مشکلوں سے خود کو ملنے والی ذلت کے لیے تیار کیا تھا۔

"میں نے کہا اٹھو اور نکلو یہاں سے۔۔!" آگے بڑھ کر اسے کالر سے پکڑ کر کھڑا کرتے وہ اسے وہیں بیٹھے دیکھ دہاڑے تھے۔وہ لب بھینچتا بڑے ضبط سے کھڑا ہوا۔

"آپ پلیز۔۔میری بات کو۔۔ایک بار۔۔" خاور نے بات کرنے پھر سے کوشش کی مگر وہ اسے کالر سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے ڈرائنگ روم سے باہر نکلے تھے۔۔لاؤنج کی ڈسٹنگ کرواتی راشدہ بیگم اس افتاد پر حیران ہوتی ان دونوں کی طرف آئی تھیں۔

"یہ کیا ہو کیا رہا ہے ؟؟" وہ چلائیں۔

"نکلو یہاں سے۔۔ نکلو۔۔۔!" قدرت اللہ صاحب چیخ رہے تھے۔

"انکل پلیز میری بات سنیے۔۔پلیز۔۔!" خاور نے ان سے درخواست کی تھی لیکن وہ اسے گھسیٹ کر بیرونی گیٹ تک لے گئے تھے۔ تماشا لگتے دیکھ مروہ گاڑی سے باہر نکل آئی اور سرعت گیٹ کی طرف لپکی۔۔۔

"نکل یہاں سے۔۔!" اسے آخری دھکا دینے میں ان کا سانس پھول گیا تھا۔ مروہ نے آگے بڑھ کر باپ کی طرف دیکھا۔۔ اسے وہ بے حد کمزور لگے۔

"بابا۔۔بابا۔۔؟"اس کی آنکھیں بہت تیزی سے بھیگی تھیں۔قدرت صاحب کے پیچھے آتی راشدہ بیگم کی نظر خاور کی پشت سے نکلتی مروہ پر پڑی تو ان کا دل ڈوب کر ابھرا۔سارا معاملہ انھیں سمجھ آگیا تھا۔

'نکالو ان دونوں کو۔۔اور آئندہ گھسنے مت دینا ورنہ تمھیں نوکری سے نکال دوں گا'چوکیدار کو دھمکاتے وہ مروہ کی طرف دیکھے بنا واپس پلٹ گئے۔

"بابا ایسے مت جائیں بابا۔۔میری تو سن لیں۔۔امی۔۔۔امی۔۔۔آپ تو سنیے پلیز میں آپ کی بیٹی ہوں۔۔!"بند ہوتے گیٹ کی سلاخیں پکڑتی وہ روتے ہوئے چلائی

۔

"مروہ۔۔مروہ یہاں سے چلی جاؤ۔۔محلے میں ہمارا تماشا مت بناؤ خدا کے واسطے۔۔!"گیٹ کے قریب آتی راشدہ بیگم گلوگیر آواز میں بولی تھیں۔بری طرح روتی مروہ نے نفی میں سر ہلایا۔۔

"چلو مروہ۔۔پلیز چلو۔۔!" اسے کلائی سے پکڑ کر اپنے ساتھ کھینچتے خاور نے سنجیدگی سے کہا تو مروہ ناچاہتے ہوئے بھی اس کے ساتھ چلتی چلی گئی۔راشدہ بیگم بھیگی آنکھوں سے اسے گاڑی میں بیٹھتے دیکھتی رہ گئیں۔ گاڑی کے دھول اڑانے تک وہ بے بسی کے عالم میں وہیں کھڑی رہ گئیں۔

✿✿✿✿✿✿

"جناب وہ صرف ایک غلطی تھی جی۔۔مجھے کسی نے بھی ایسا کرنے کے لیے نہیں کہا تھا۔۔" ٹرک ڈرائیور کی زبان پر ایک ہی تکرار تھی۔شاہ ویز کا ضبط جواب دے گیا.

"حامد اسے الٹا لٹکا دو۔۔میں بھی دیکھتا ہوں کیسے زبان نہیں کھولتا" شاہ ویز نے کرخت لہجے میں کہا تو ڈرائیور کے حلق میں کچھ اٹکا۔

"صاحب رحم کرو میرا کیا قصور ہے مجھے مت مارنا صاحب۔۔!" وہ ہاتھ جوڑتا گڑگڑایا تو شاہ ویز نے بنا سنے باہر کی طرف قدم موڑ لیے۔

"اسکا ٹرک کہاں ہے۔۔؟؟" اپنے پیچھے آتے حوالدار سے اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"سر وہ رہا۔۔!" حوالدار نے تھانے کی حدود میں ہی پولیس موبائلز کے درمیان کھڑے ٹرک کی طرف اشارہ کیا تو وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ٹرک کی طرف بڑھا۔

"یہ کپڑا ہٹاؤ جلدی کرو۔۔" اس کے حکم پر حوالدار نے ٹرک پر پڑا کپڑا ہٹوا دیا۔ خاور نے ٹرک کے پچھلے حصے میں چڑھ کر اندر کا اچھے سے جائزہ لیا۔۔ٹرک کے اندر سیبوں کے ڈبے تھے جنہیں پہلے ہی اچھی طرح چیک کر لیا گیا تھا۔اس نے ٹرک کی دیواروں کو چھو کر کچھ اندازہ لگانے کی کوشش کی تھی پھر نیچے اتر آیا اور گھوم کر اچھے سے ٹرک کا جائزہ لیا۔۔

"اندر سے لمبائی کم نہیں لگ رہی؟ باہر سے زیادہ ہے نا؟" شہادت کی انگلی ٹھوڑی سے کھجاتا وہ پر سوچ نظروں سے ٹرک کو دیکھتے ہوئے بولا تو حوالدار نے اس کی طرف دیکھا۔

"سر مجھے تو کوئی فرق محسوس نہیں ہوا۔ "

"فرق ہے۔۔ فرق ہے یاسر۔۔!" سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے ٹرک کی لمبائی کو چل کر قدموں سے ناپا اور پھر ٹرک کے اندر دوبارہ جا گھسا۔

"ٹرک خالی کرواؤ۔ جلدی کرو۔۔!" اس نے تیز لہجے میں اسے حکم دیا تو وہ منہ بناتا نفری کو بلانے اندر بھاگا۔۔ بیس سے تیس منٹ میں ٹرک خالی ہو چکا تھا۔ شاہ ویز نے ٹرک میں شروع سے آخر تک چل کر دیکھا مگر اندر سے لمبائی دو قدموں کے فاصلے جتنی کم تھی۔ اس نے ٹرک کی اس دیوار کو ہاتھ سے بجایا۔۔

ایک بار۔۔۔ دو بار۔۔

اور پھر تین بار۔۔

اگلے ہی پل اس دیوار کے کونوں میں نگاہ دوڑائی۔ اسے ایک جانب چھوٹے چھوٹے ہینڈل نظر آ گئے تھے۔ ہینڈل پکڑ کر اس نے دیوار کو دائیں بائیں سرکایا تو

وہ شٹر کی مانند کھلتی چلی گئی۔ اس کے پیچھے دو فٹ کی جگہ میں لکڑی کا الماری نما ڈبا تھا۔ توڑ کر کھولنے پر اس میں سے اسلحہ بر آمد ہوا تو حوالدار اور انسپکٹر کی آنکھیں چار ہو گئیں۔ شاہ ویز کے لبوں پر جاندار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"قبضے میں لے لو حامد۔۔" انسپکٹر کو حکم دے کر وہ واپس تھانے کے اندر آ گیا تھا۔ اور اس بار زبان کا استعمال کرنے کی بجائے اس نے ٹرک ڈرائیور پر ڈنڈے کا استعمال کیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں اس کی بس ہو گئی تھی۔ اس نے روتے بلکتے اسے مجرم کا نام بتا دیا تھا جس نے اسے شاہ ویز کی جیپ اڑانے کے لیے کہا تھا۔ اور نام سن کر شاہ ویز مزید کچھ پوچھنے کے قابل نہیں رہا تھا۔۔

"شاہ میر خان آفریدی۔۔" اس کا بھائی۔۔ اس کا سگا بھائی۔۔ وہی جس کی بیٹی کو اپنا نام دینے کے لیے وہ زمانے سے لڑ گیا تھا۔ یقین کرنا جتنا مشکل تھا، قبول کرنا اس سے بھی زیادہ مشکل ہو رہا تھا۔ شاہ ویز کی آنکھوں میں ضبط کے مارے سرخ ڈورے ابھر آئے تھے۔ اس کی بات کا یقین کرنے کو شاہ ویز اسکا موبائل فون ضبط

کر لیا تھا اور اسی شام میں اس کی سم ڈیٹیلز نکلوالی تھیں جن سے ثابت ہو گیا تھا کہ وہ شخص سچا ہے۔۔شاہ ویز کے اندر سب کچھ تہہ و بالا ہو گیا تھا۔دل ٹوٹ کر جانے کتنی کرچیوں میں تقسیم ہوا تھا مگر خود پر ضبط کرتا وہ وہاں سے نکل گیا تھا۔۔

"اس سے پوچھو کہ یہ اللیگل ویپنز اس نے کہاں سے لیے ہیں اور کہاں لے جا رہا ہے" جاتے جاتے وہ انسپکٹر کو ہدایت کرنا نہیں بھولا تھا۔

✿✿✿✿✿✿

"امی آپ ایک بار اس کی بات تو سن لیتی۔۔اور ابو آپ۔۔اپنے بھانجے اور ان کی بھانجی کے لیے آپ نے کتنی سخاوت دکھادی اور سگی بیٹی کے ساتھ ایسا رویہ۔۔؟" اپنے کمرے کی کھڑکی سے سارا تماشا دیکھتی وہ اپنے ماں باپ کے مقابل آکھڑی ہوئی تھی۔

"عنیزہ تم یہاں سے چلی جاؤ" راشدہ بیگم نے اسے گھر کا.

"امی آپ بس مجھے ہی جانے کے لیے کہتی رہتی ہیں کیوں بھئی۔۔؟اگر بیٹیوں سے اتنا ہی مسئلہ ہے تو پھر پیدا ہوتے ہی گلا گھونٹ کر مار دیا ہوتا نا؟"بغاوت کی حدوں کو چھوتی وہ غرائی تھی۔قدرت اللہ صاحب صوفے پر بیٹھے گہرے سانس لیتے خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہے تھے۔

عنیزہ شرم کر لو۔۔خدا کا واسطہ ہے کچھ تو شرم کرو۔۔!"راشدہ بیگم نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے گزارش کی۔

"میں نے کیا بے شرمی کی ہے؟آپ ہی بتائیے ابو۔۔؟؟"تیزی سے بولتی وہ قدرت اللہ صاحب کے قریب آ کر ان کے قدموں میں بیٹھ گئی۔

"میری منگنی کو سائیڈ پر رکھ کر آپ نے اپنے بھانجے کی مرضی پوری کر دی کیا یہ جائز تھا۔؟؟"عنیزہ نے پوچھتے ہوئے ان کی طرف دیکھا۔

"مروہ غائب ہوئی تو ہم سب نے خود ہی فرض کر لیا کہ وہ گھر سے بھاگی ہے۔۔؟

اور آج جب وہ آئی تب بھی آپ نے اس کی ایک نہیں سنی کیوں۔۔؟ کیا دل نہیں کانپتا آپ کا؟" ان کا ہاتھ تھام کر پوچھتی وہ رو پڑی۔ قدرت اللہ صاحب کا چہرہ پھیکا پڑنے لگا۔ آنکھوں میں نمی چمکنے لگی تھی۔

"آپ نے اچھا نہیں کیا ابو۔۔ مروہ کے ساتھ اچھا نہیں کیا آپ نے۔۔!" وہ رو رہی تھی اور اس کے شکوے سنتی راشدہ بیگم بھی رو پڑی تھیں۔

"اسے بلالیں پلیز۔۔ یہ عزت۔۔ وقار اور ساکھ کو سائیڈ پر رکھ کر ایک بار اس کے بارے میں بھی سوچیے۔۔ ہو سکتا ہے کہ وہ بے قصور ہو۔۔" قدرت صاحب لب سیے خاموشی سے بیٹھے تھے۔ چہرے پر اذیتیں رقم تھیں۔ صوفے کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے انھوں نے آنکھیں بند کر لیں۔۔

"مروہ کو میں نے کڈنیپ کر لیا تھا" خاور یامین کی آواز ان کی سماعتوں میں ابھری تو درد کی ایک لہر دل میں اٹھتی محسوس ہوئی۔

"بابا۔۔ بابا میری بات سنیں پلیز۔۔!" مروہ کا بھیگا چہرہ ان کی بند آنکھوں کے سامنے لہرایا۔ قدرت اللہ صاحب کے بائیں ہاتھ میں درد کی شدید لہر اٹھی تھی اور اس بار یہ پچھلی مرتبہ سے زیادہ زور آور تھی۔ بولنے کی کوشش میں منہ سے جھاگ سے نکلنے لگے۔ ان کو بائیں جانب جھکتے دیکھ راشدہ بیگم کے لبوں سے بے اختیار چیخیں نکلی تھیں۔ ان کے قدموں میں بیٹھی عنیزہ بھی بوکھلا گئی۔ وہ پھر سے ہاتھوں میں آ گئے تھے۔۔ اکیڈمی سے واپس آتے ارصم کے قدم میکانکی انداز میں ان کی جانب دوڑے تھے۔۔

✿✿✿✿✿✿

گھر آنے سے پہلے ہی اسے ارصم کی کال موصول ہو گئی تھی۔۔ قدرت اللہ صاحب کو پھر سے ہارٹ اٹیک آیا تھا۔ اس نے راستے ہی گاڑی کا رخ ہاسپٹل کی طرف کر لیا تھا۔ بروقت ہسپتال لے جانے کے باعث ان کی جان بال بال بچ گئی تھی مگر وہ ابھی بھی آئی۔ سی۔ یو میں ہی تھے۔ عالیان ندرت اور شیر افگن

صاحب بھی بروقت وہیں آن پہنچے تھے۔۔ دیر رات تک وہ سب ہاسپٹل میں ہی رہے تھے۔۔ اور صبح تک ان میں سے کسی کا گھر واپسی کا کوئی ارادہ نہ دیکھ کر شاہ ویز نے ہی واپس جانے کا ارادہ کیا تھا کہ تب ہی وہ اس کے سامنے آئی تھی۔

"بات سنو شاہ ویز۔۔؟" بازوؤں کو لپیٹے وہ دھیمے لہجے میں بولی تھی۔

"کہو۔۔ مگر زرا جلدی۔۔ میری بیوی اور بچی گھر پر اکیلی ہے مجھے جانا ہے!" شاہ ویز نے سنجیدگی سے کہا تو اسکا وجیہہ چہرہ دیکھتی عنیزہ پھیکے پن سے مسکرائی۔

"زیادہ کچھ نہیں۔۔۔ بس یہی کہنا ہے کہ مروہ کسی کسٹم آفیسر کے پاس ہے۔۔ خاور یامین نام ہے اسکا۔۔ تم بابا کے ہوش میں آنے سے پہلے مروہ کو لے آؤ پلیز۔۔ پلیز شاہ ویز" عنیزہ نے آہستگی سے کہا تو شاہ ویز کے دماغ میں کچھ کلک ہوا۔ وہ اس نام سے ناواقف نہیں تھا۔ اس نے ہولے سے سر اثبات میں ہلایا مگر اس کا ذہن منتشر ہو چکا تھا۔۔ اسی بابت سوچتا وہ راشدہ بیگم سے مل کر ہاسپٹل سے نکل آیا۔۔ گاڑی کو فل سپیڈ سے چلاتا وہ بیس منٹ سے بھی کم کے وقفے میں گھر پہنچ گیا

تھا۔ چوکیدار نے گیٹ کھولا تو وہ گاڑی کو پورچ میں لے آیا۔ اسکا دماغ 'خاور یامین' کے نام اور مقام میں ہی اٹکا ہوا تھا۔ اتنا تو طے تھا کہ کراچی پورٹ سے ملک میں آنے والی ہر سمگلڈ آئٹم اس شخص کی کی نظر سے بچ کر تو آ نہیں سکتی تھی، وہ یقینی طور پر سمگلرز کے ساتھ تعاون کرتا تھا۔۔ اسکا کیس کے سلسلے میں کراچی آنے کے لیے اسلام آباد سے نکلنا اور شاہ میر کا شاہ ویز کی جیپ کا ایکسیڈنٹ کروادینا۔۔ اسی دن بخت آور کا کڈنیپ ہونا اور پھر مروہ کی گمشدگی اور اب خاور یامین۔۔؟؟؟ مروہ کا خاور یامین کے پاس ہونا۔۔؟؟ اس کا ذہن الجھتا جارہا تھا لیکن اتنا تو وہ سمجھ چکا تھا کہ اس کی تمام الجھنیں ایک ہی شخص سلجھا سکتا ہے اور وہ شخص خاور یامین تھا۔۔ انھی سوچوں میں گھرا وہ اپنے کمرے تک چلا آیا تھا۔ ھدیٰ کو سلانے کی کوششوں میں غلطاں وہ اسے گود میں لیے کمرے میں یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہی تھی۔۔

"یہ سوئی نہیں ابھی تک۔۔؟" بیڈ پر بیٹھ کر اپنے شوز اتارتے ہوئے اس نے بخت آور کو مخاطب کیا تو وہ اس کی طرف پلٹی۔ نیند سے بوجھل ہوتی آنکھیں اور چہرے سے چھلکتی تھکن شاہ ویز کی نگاہوں سے مخفی نہیں رہی تھی۔

"یہ تو ایسے ہی کرتی ہے۔۔ ساری رات جگائے گی پھر صبح سوئے گی!" بخت آور نے بوجھل لہجے میں کہا تو وہ بیڈ سے اٹھ کر اس کے قریب آیا.

" کھانا کھا لیا ہے تم نے۔۔؟" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے نرمی سے پوچھا۔ اس کے نرم لبوں پر خشکی کی تہہ سے معلوم ہوتا تھا کہ اس نے کافی دیر سے پانی نہیں پیا۔

"نہیں۔۔ گھر پر کوئی تھا ہی نہیں اور۔۔ ھدیٰ بھی نہیں سوئی تو۔۔ بس اسی لیے ۔۔ تم بتاؤ خالو کی طبعیت کیسی ہے اب؟" ھدیٰ کو کندھے سے لگاتے ہوئے اس نے بے تاثر لہجے میں اسے جواب دیا۔

"ہاں وہ ٹھیک ہیں اب۔۔ خیر میں کھانا کھانے جا رہا ہوں، تم کھاؤ گی؟" اسے جواب دیتے ہوئے شاہ ویز نے اس سے پوچھا تو بھوک اٹھتے مروڑوں کو برداشت کرتی بخت آور نے نفی میں سر ہلایا۔

"تم کھالو۔۔" ھدیٰ کی پیٹھ تھپکتے ہوئے اس نے کہہ کر منہ موڑ لیا۔ وہ کندھے اچکاتا کمرے سے نکل گیا۔ کچن میں آ کر اس نے فریج سے اپنے لیے بریانی پلیٹ میں نکالی اور مائیکروویو میں دو منٹ کا ٹائمر لگا دیا۔ تبھی ھدیٰ کو گود میں لیے وہ وہاں آئی تھی۔

"کیا چاہئیے۔۔؟" سلیب سے ٹیک لگائے کھڑے شاہ ویز نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"تم کیوں پوچھ رہے ہو؟ پلیز بار بار مجھ سے بات مت کرو میں تم سے بات نہیں کرنا چاہتی" فریج سے پانی کی بوتل نکالنے کی کوشش کرتی وہ بیزاریت سے پُر، مدھم لہجے میں بولی۔

"کیوں۔۔؟ مجھ سے بات کرنے میں تمھارے کون سے پیسے لگ رہے ہیں؟"

فریج سے اس کے لیے پانی کی بوتل نکال کر سلیب پر رکھتا وہ بھرپور سنجیدگی سے بولا تو بخت آور نے اس بار اسے کوئی جواب نہ دیا اور گلاس سٹینڈ سے گلاس نکال کر سلیب پر رکھ دیا۔ اس کے بنا کہے وہ بوتل سے پانی گلاس میں انڈیلنے لگا۔

"ضروری نہیں ہے کہ زبردستی کی اس شادی کے بعد تم اپنی زبردستی کی انا کو بھی جاری رکھو؟" اس کا تھکن زدہ چہرہ دیکھتا وہ مزید بولا تو بخت آور نے اس کی طرف دیکھے بنا گلاس لبوں سے لگا لیا۔ ایک ہی سانس میں پانی کا گلاس ختم کر کے وہ خالی گلاس سلیب پر رکھتی اسے بنا جواب دیے پلٹ گئی تو اس کی اس بے نیازی پر شاہ ویز ٹھیک ٹھاک تپا تھا۔

"میڈم تم سے بات کر رہا ہوں میں۔۔؟" وہ سلگتے ہوئے لہجے میں بولا۔

"مت کرو میں پہلے ہی کہہ چکی ہوں" اسے ورطۂ حیرت میں ڈال کر وہ خود وہاں سے چلی گئی۔ وہ کچھ دیر وہیں کھڑا فرش کو گھورتا رہا پھر اس نے لب بھینچتے ہوئے

مائیکروویو سے بریانی کی پلیٹ باہر نکال لی اور میز پر بیٹھ کر خاموشی سے کھانا کھانے لگا۔ اسے اندازہ تھا کہ بخت آور کو بھوک لگ رہی ہو گی مگر ڈھیٹ بنا وہ لقمے حلق مار کرتا رہا۔۔ اس لڑکی سے مزید بات کرنا واقعی فضول تھا۔

✿✿✿✿✿

"چیف شپ نمبر xyz کی ڈیٹیلز یہ رہیں جو آپ نے منگوائی تھیں۔" ہیڈ آف آڈٹنگ سسٹم اس کے آفس میں مؤدب سا کھڑا تھا۔

"ہمم۔۔ اس شپ میں جو پائن ایپل والے کنٹینرز ہیں ان کو ضبط کر لو۔۔ کچھ پرابلم لگ رہی ہے۔" ڈاکیومنٹس پر نگاہیں دوڑاتا وہ سنجیدگی سے بولا تو مقابل نے سر اثبات میں ہلایا۔ تبھی انٹر کام کی بیل بجی تھی۔

"ہاں بولو۔۔؟" ہیڈ کو ہاتھ سے جانے کا اشارہ کرتا وہ ریسیور کان سے لگائے بولا تھا۔۔

"چیف آپ سے ملنے ڈی۔ ایس۔ پی شاہ ویز آفریدی آئے ہیں" اس کی سیکرٹری نے اسے فون پر اطلاع دی تو وہ زیر لب مسکرایا تھا۔

"بھیج دو۔۔!" اطمینان سے کہہ کر اس نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ تین سے چار منٹ بعد وہ اس کے آفس میں موجود تھا۔ اس روز کے برعکس آج وہ یونیفارم میں نہیں تھا۔۔

"بیٹھو۔۔" ٹانگ پر ٹانگ چڑھاتے ہوئے اس نے مسکرا کر کہا تو شاہ ویز چیئر سنبھال کر اطمینان سے بیٹھ گیا۔۔

"مروہ تمہارے پاس ہے؟؟" شاہ ویز کا سوال اس کی توقع کے عین مطابق تھا۔

"ہاں بالکل۔۔ بیوی ہے وہ میری۔۔!" خاور نے سنجیدگی سے کہا۔

"سنا ہے تم معافی مانگنے آئے تھے؟ پتہ چلا ہے کہ تم چاہتے ہو کہ۔۔ماموں مروہ کو معاف کر کے تم دونوں کے رشتے کو قبول کر لیں۔۔!"شاہ ویز نے ٹھوڑی کھجاتے ہوئے مزید کہا تو خاور مبہم سا مسکرایا۔

"وہ کہو جو کہنے آئے ہو آفیسر۔۔!"خاور نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا تو اس بار شاہ ویز مسکرایا تھا۔

"میں تمھیں معافی دلوا سکتا ہوں۔۔لیکن تمھیں مجھے سب سچ بتانا ہو گا!"شاہ ویز نے اسے پیشکش دی تو وہ کھل کر مسکرایا۔

"بستر مرگ پر پڑا ایک باپ تمہاری سفارش کے بغیر بھی اپنی بیٹی کو معافی دے سکتا ہے آفیسر۔۔کوئی اچھی پیشکش دو نا۔۔!"خاور نے اس کی پیشکش کو ناک پر سے مکھی کی طرح اڑایا تو شاہ ویز نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسا۔

"بہت۔۔بہت کمینے ہو تم خاور یامین۔۔"!

"تمھارے بھائی کا بھی میرے بارے میں یہی خیال تھا۔!" خاور نے بغیر کسی شرمندگی کے بڑے فخر سے بتایا تھا۔۔

"منہ کھولنے کا کیا لوگے یہ بتاؤ۔۔؟" شاہ ویز کا لہجہ پل میں سرد ہوا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ تم میرا منہ کھلوا سکتے ہو؟" خاور نے بھی اسی کے انداز میں اسے جواب دیا.

"ٹرک ڈرائیور کا تمہیں مل جانا اتفاق نہیں ہے آفیسر۔۔ یہ خاور یامین کی تم پر مہربانی ہے!" میز پر ہتھیلی جماتا وہ مغرور لہجے میں بولا تو شاہ ویز کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔۔ وہ شخص اس کی سوچ سے زیادہ شاطر تھا۔

"خاور تم کیا چاہتے ہو صاف صاف بتاؤ۔۔"!

"میں مروہ کے ساتھ ایک ہیپی میرڈ لائف گزارنا چاہتا ہوں اور بس۔۔؟" خاور یامین نے بنا تامل کہا تھا۔

"تو کچھ سوچا ہے اس ہیپی میرڈ لائف کے بارے میں؟" شاہ ویز نے کرسی سے ٹیک چھوڑ دی۔

"میں سرینڈر کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ اور اس سے پہلے میں سب کالے دھندوں کا چٹھا کھول سکتا ہوں مگر، وہ نام اور مجرم اتنے بڑے ہیں کہ ان کے سامنے خاور یامین بھی بے حد چھوٹا ہے۔۔۔ اور تم۔۔ اور تمہاری پوسٹ کی اوقات تو زرہ برابر بھی نہیں ہے شاہ ویز۔۔!" خاور نے بھرپور سنجیدگی سے کہا تو شاہ ویز نے پرسوچ نگاہوں سے میز کی سطح کو گھورا۔

"ہر قسم کی سمگلنگ کو ایک ساتھ روکنا میرے لیے ناممکنات میں سے ہے۔۔ ایسا کرنے کی کوشش میں تم اور میں۔۔ ہم دونوں مارے جائیں گے" کہتے ہوئے اس نے شاہ ویز کی آنکھوں میں دیکھا تو شاہ ویز نے ہولے سے سر اثبات میں ہلایا۔

"رہی بات اُن اللیگل ویپنز کی سمگلنگ کی جن کے پیچھے تم ہو تو۔۔ تمھیں جان کر بہت افسوس ہو گا کہ اس کا سربراہ تمھارا بھائی شاہ میر تھا۔۔!" خاور نے بے تاثر

لہجے میں اسے بتایا تو شاہ ویز کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا مگر بہرطور اس نے لمحے کے ہزارویں حصے میں خود کو سنبھالا تھا۔

"وہ اپنی ساری حرام کمائی باہر والے اکاونٹس میں شفٹ کر رہا تھا، یو۔ ایس میں کافی پراپرٹی بھی بنا رکھی تھی اس نے جو وہیں دھرے کی دھری رہ گئی۔۔!" وہ مزید بول رہا تھا۔

"مروہ کو میں نے شاہ میر کی شادی میں ہی دیکھا تھا مجھے وہ اچھی لگی تو میں نے شاہ میر کے سامنے اپنا پروپوزل رکھا مگر وہ راضی نہیں ہوا۔۔ میں نے اس کا سمگلڈ مال ہولڈ کر لیا تھا اور اس کے سامنے شرط رکھی کہ اپنی بہن کو میرے نکاح میں دے دے یا پھر اپنی بیوی کو میرے فارم ہاؤس پر چھوڑ دے۔۔ وہ اتنا بے غیرت نکلا کہ اس نے اپنی بیوی کو میرے فارم ہاؤس پر چھوڑ دیا۔۔!" شاہ ویز کو ساری حقیقت بتاتے ہوئے خاور کا لہجہ بالکل بے تاثر تھا جبکہ بخت آور کا ذکر آتے ہی شاہ ویز کی کنپٹیاں سلگ اٹھیں۔

"مختصر یہ کہ تمھاری بھابھی میرے فارم ہاؤس پر دو دن میری مہمان رہی۔۔ آئی سوئیر میں نے اسے دیکھا بھی نہیں اور اسی دوران میں نے مروہ کو ٹریپ کر کے کڈنیپ کر لیا۔۔ اینڈ دین نکاح اور۔۔!" وہ بڑی روانگی میں بولے چلا رہا تھا جب شاہ ویز نے اس کی بات کاٹ دی۔

"کتنے گھٹیا انسان ہو تم۔۔ بے حد بے شمار۔۔!" شاہ ویز نے نفرت انگیز لہجے میں کہا تو خاور نے لب بھینچتے ہوئے اسے گھورا۔

"اگر یہ گھٹیا انسان تمھیں حقیقت نہ بتاتا تو شاید اگلے دس سال تک تم ایک بے کار کیس کے پیچھے اپنا ٹائم ویسٹ کرتے رہتے کیونکہ اس سمگلنگ کا سربراہ تو مر چکا ہے۔۔!" اپنی چیئر سے اٹھ کھڑا ہوتا خاور سرد لہجے میں غرایا تھا۔

"اس گھٹیا حقیقت کو میرے گوش گزار کرنے کے بدلے میں تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔۔؟" شاہ ویز نے تنگ آ کر اکھڑ لہجے میں پوچھا۔۔

"موت۔۔ اور صرف موت۔۔!" وہ ڈھٹائی سے مسکرایا تھا۔

"کیا مطلب۔۔؟'

"میں ریزائن دے کر سرینڈر کر دوں گا، کچھ بڑے نام بھی قانون کے حوالے کروں گا مگر اس سے پہلے کہ وہ مجھے ماردیں تم مجھے مارو گے شاہ ویز آفریدی۔۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میرا انکاؤنٹر کرو" اس کی سرخ پڑ چکی آنکھوں میں دیکھتا وہ سفاکی سے گویا ہوا تو شاہ ویز مسکرایا۔

"سودا بالکل بھی برا نہیں ہے، مجھے منظور ہے" اطمینان بھرے لہجے میں کہتا شاہ ویز بھی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔۔" پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنساتے ہوئے خاور نے بنا تامل کہا تو شاہ ویز اثبات میں سر ہلاتا کچھ پل اس کا سپاٹ چہرہ دیکھتا رہا پھر وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ جبکہ پیچھے وہ کرسی پر واپس بیٹھتا پھر سے اپنے کم میں مشغول ہو گیا۔

✿✿✿✿✿

اور پھر وہ اسی روز اسے ہاسپٹل لے آیا تھا۔ روتی ہوئی مروہ کو دیکھ کر اس بار وہ اس سے منہ نہیں پھیر پائے تھے۔ وہ ان کے گلے لگ کر روئی تھی اور خوب ہی روئی تھی۔ معافی تلافی، گلے شکوے۔۔ جھوٹ ملا سچ اور ڈھیر ساری وضاحتیں۔۔

ہسپتال کے اس پرائیوٹ روم میں سب کچھ ہوا تھا۔۔ وہ سب کچھ جس کے بعد ان کے دل ایک دوجے کے لیے صاف ہو گئے تھے۔ اس تمام دورانیے میں خاور بت بنا ایک جانب کھڑا رہا۔۔ قدرت اللہ صاحب کی نظر اس پر پڑی تو انھوں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے قریب بلایا۔ لبوں پر ایک مدھم مسکان سجاتا وہ قدم قدم چلتا ان کی جانب آ گیا۔

"آپ زیادہ بات چیت کر کے خود کو تکلیف مت دیں۔۔ میں پھر آ جاؤں گا!" ان کا لرزتا ہوا ہاتھ تھامتے ہوئے اس نے نرم لہجے میں کہا تو انھوں نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔ تم سے وعدہ چاہتا ہوں کہ تم کبھی میری بیٹی کو تکلیف نہیں دو گے۔۔ اسے ہم سے دور نہیں کرو گے؟" وہ لرزتی ہوئی مدھم آواز میں بولے تھے۔

"میں ایسا کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔۔ مروہ میرے لیے بہت اہم ہے، بہت۔۔ بہت زیادہ۔۔!" ان کے چہرے پر جھکا وہ مضبوط لہجے میں کہہ رہا تھا۔ قریب کھڑی مروہ نم آنکھوں سے اسے دیکھتی رہ گئی جبکہ اس کے یوں یقین دلانے پر مروہ کو بازو کے گھیرے میں لیے کھڑی عنیزہ بھی مسکرائی۔ راشدہ بیگم کے چہرے پر بھی اطمینان سا اطمینان تھا۔ وہ ان سے مزید باتیں کر رہا تھا جب عنیزہ اور مروہ کمرے سے باہر نکل آئیں۔۔

"بخت کہاں ہے؟ نظر نہیں آرہی۔۔؟" مروہ نے دھیمے لہجے میں دریافت کیا تو عنیزہ کا چہرہ تن گیا۔

"وہ اپنے سسرال میں ہے، اپنے شوہر اور اپنی بچی کے ساتھ!" اس نے کاٹ دار لہجے میں اسے جواب دیا تو مروہ نے کافی حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔۔

"کون سا شوہر۔۔؟ اور بچی کب ہوئی؟ امی نے دوسری شادی کر دی ہے اس کی؟" وہ ایک ہی سانس میں کئی سوال پوچھ بیٹھی۔

"امی نے نہیں کی، اس نے خود یہ شادی کی ہے۔۔ پلیز اسکا ذکر مت کرو مجھے اذیت ہوتی ہے"۔

"عنیزہ۔۔ یہاں دیکھو۔۔ ہوا کیا ہے؟ کس سے ہوئی ہے اس کی شادی؟" اسے بازوؤں سے تھام کر اس کا رخ اپنی جانب موڑتی مروہ پریشان سی ہو کر بولی تو عنیزہ نے پانی بھری آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔۔

"شاہ ویز سے۔۔ اس نے شاہ ویز سے شادی کر لی مروہ۔۔" اس کے گلے لگ کر کہتی وہ رو پڑی۔ مروہ ایک لمحے کو سناٹے میں آ گئی۔ سمجھ ہی نہ آیا کہ اسے جواب کیا دے۔۔ بس چپ چاپ کھڑی اس کی پیٹھ سہلانے لگی۔

"میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گی۔۔ کبھی نہیں۔۔!" وہ رو رہی تھی اور مروہ اس کا درد اپنے دل میں محسوس کر رہی تھی۔ تب ہی وہاں ندرت بیگم عالیان کے ساتھ آئی تھیں۔ عنیزہ بہت آہستگی سے اس سے الگ ہوئی تو مروہ نے پلٹ کر دیکھا۔ عالیان کو وہاں دیکھ مروہ کی نگاہ ساکت ہوئی تھی مگر دل۔۔ دل خاموش رہا تھا۔ اس میں کوئی ہلچل نہیں ہوئی تھی۔

"السلام علیکم پھپھو۔۔!" اس پر سے نظر ہٹا کر ندرت بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے انھیں سلام کیا تو وہ بنا جواب دیے کمرے میں داخل ہو گئی جبکہ عالیان اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکا۔

"کیسی ہو؟؟" نا چاہتے ہوئے بھی اس کے لبوں نے حرکت کی تھی۔

"خوش ہوں۔۔" مروہ نے مسکرا کر کہتے ہوئے اس کے سینے میں خنجر پیوست کیا تھا۔ عالیان مسکرا بھی نہ سکا۔

"اس روز تو بہت رو رہیں تھی؟" اس کی آنکھوں میں جھانکتا وہ بے ساختگی سے گویا ہوا تو مروہ کے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"تب میں بے عقل تھی، اب مجھے رونا ہوتا ہے تو میں اپنے شوہر کے کندھے پر سر رکھ کر روتی ہوں۔۔ وہ مجھے دھتکارتا نہیں ہے" مروہ نے بنا جھجکے کہا تو عالیان کی آنکھیں سلگ اٹھیں۔

"لگ بھی رہا ہے کہ۔۔ عقلمند ہو گئی ہو" حسرت زدہ لہجے میں کہتا وہ اس کے پاس سے گزر کر کمرے کی طرف بڑھا تبھی وہ باہر نکلا تھا۔ بلیو ڈریس پینٹ ہر وائٹ بٹنوں والی شرٹ پہنے وہ بازوؤں کو کہنیوں تک فولڈ کیے کمرے سے باہر نکلا تو عالیان کے ساتھ ساتھ مروہ کی نگاہ بھی اس پر پڑی تھی۔ دراز قد کا حامل وہ شخص

چھا جانے کی حد تک وجیہہ لگ رہا تھا۔ عالیان کا دل کیا سے بھسم کر ڈالے۔۔ وہ عالیان کو مکمل طور پر نظر انداز کر کے مروہ کے قریب آیا تھا۔

"چلیں۔۔؟" بہت ہی نرمی سے استفسار کیا تھا۔

"ہاں میں بس۔۔ زرا امی بابا سے مل لوں۔۔!" مروہ نے اجازت طلب نظروں سے اسے دیکھا تو خاور نے ہاں میں سر ہلا دیا۔ پھر راشدہ بیگم اور قدرت صاحب سے مل کر وہ اسے ساتھ واپس ایوان یامین چلی آئی تھی۔۔ اسے گھر چھوڑ کر وہ واپس اپنے کام سے کہیں چلا گیا تھا۔

✿✿✿✿✿✿

رات گئے وہ گھر لوٹا تو اسے پھر سے جاگتے پایا۔ ھدی کو گود میں لیے یہاں سے وہاں تو کبھی۔۔ وہاں سے یہاں کمرے میں ٹہلتی وہ جاگ رہی تھی۔ صوفے پر بیٹھ کر شوز اتارتے ہوئے اس نے آج پھر اس کی طرف دیکھا۔

"کھانا کھایا تم نے۔۔؟"خود ہی اس کو مخاطب کیا تھا ورنہ وہ تو اس کی جانب دیکھنے کی بھی روادار نہیں تھی۔

"نہیں۔۔!"یک لفظی جواب۔

"کیوں۔۔؟"سلیپرز پہن کر کھڑا ہوتا وہ سنجیدگی سے بولا۔

"بھوک نہیں تھی"بخت آور نے بے تاثر لہجے میں کہا۔

"اب ہے؟؟"اس کے سامنے آتے ہوئے اس نے کافی تسلی سے پوچھا تھا۔

"ہے تو کیا۔۔؟میرے لیے دسترخوان کیا تم سجاؤ گے؟"قدم روک کر سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتی وہ کچھ تپے تپے سے لہجے میں ہولی۔ہونٹ آج پھر سوکھے ہوئے تھے۔

"آج کیوں ؟ اگر تم کہتی تو میں کل بھی سجا سکتا تھا" بازو لپیٹتا وہ اپنے مخصوص لہجے میں بولا تھا۔ بخت آور کو بے اختیار شاہ میر یاد آیا جسے پانی بھی بخت آور کے ہاتھوں سے چاہئیے ہوتا تھا۔

"مجھے کھانا نہیں کھانا پلیز تم جاؤ" اس کی طرف سے رخ موڑ کر کہتی وہ عجیب سے کیفیت کا شکار ہو گئی۔

"دیکھو بخت آور اگر تم اپنا خیال نہیں رکھو گی تو ھدیٰ کو کیسے سنبھالو گی ؟ راتوں کو جاگ کر۔۔ بھوکا رہ کر بیمار پڑ جاؤ گی تو ھدیٰ کو کون دیکھے گا؟" اس کی جانب دیکھتا وہ سنجیدگی سے بولا تو بخت آور اس کی طرف پلٹی۔

"یہ تمھارا مسئلہ نہیں ہے، تم جاؤ پلیز !" اس کی ایک ہی رٹ تھی۔ شاہ ویز کو چڑ ہونے لگی۔

"اور کیا ہے میرا مسئلہ یہ بھی بتا دو۔۔ ؟؟؟ "

"مجھ سے بات مت کرو پلیز۔۔ جاؤ۔۔۔!" اپنا ضبط کھوتی وہ قدرے اونچی آواز میں بولی تو وہ لب بھینچتے ہوئے اسے دیکھتا رہ گیا۔

"تم پہلے بھی ڈھیٹ تھیں یا یہ میرے نکاح میں آنے کا اثر ہے؟" واش روم کی طرف بڑھتا وہ بڑی سنجیدگی سے اس پر طنز کر رہا تھا۔ بخت آور نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ سر جھٹکتا واش روم میں جا گھسا۔۔ پھر اگلی صبح وہ جس وقت جاگا بخت آور سو رہی تھی۔ وہ جانتا کہ وہ رات بھر بخت آور کے ساتھ جاگتی رہی ہے سو اسے پریشان کیے بغیر وہ بڑی خاموشی سے تیار ہو کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ ناشتے کی میز پر ندرت بیگم اور شیر افگن صاحب ناشتہ کر رہے تھے۔

"عالیان کہاں ہے؟ اٹھا نہیں اب تک؟" اپنی نشست سنبھالتے ہوئے اس نے ندرت بیگم کو مخاطب کیا۔

"نہیں۔۔ سو رہا ہے وہ۔۔ تم مجھے یہ بتلاؤ کہ جو مہتاری تم اپنے نکاح میں لے کر آئے ہو اس کے یہ ڈھنگ کب تک چلیں گے؟ مہینہ ہونے کو آیا ہے اور ان

محترمہ کے سونے جاگنے کی کوئی روٹین ہی نہیں ہے، ایسا کب تک چلے گا؟" چائے کے سپ لیتی ندرت بیگم نے اسے لتاڑا تو اپنی پلیٹ میں آملیٹ نکالتے شاہ ویز نے ان کی جانب دیکھا۔

"اس سے خود پوچھ لیجئے۔۔ آپ کی بھی تو بہو ہے!" بے تاثر لہجے میں کہتا وہ آملیٹ توڑنے لگا۔

"کیوں؟ پسند سے بیاہ کر تو تم لائے ہو نا۔۔!" انھوں نے ایک اور تیر پھینکا تھا۔

"آپ اچھے سے جانتی ہیں کہ مجھے اس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے!" ہاتھ روک کر وہ اس بار قدرے سخت لہجے میں بولا تو چہرے کے سامنے اخبار کھولے بیٹھے شیر افگن صاحب کو اخبار سامنے سے ہٹانا پڑا۔

"جب دلچسپی نہیں تھی تو کیوں لا کر بٹھایا ہے اسے یہاں ہاں؟؟'وہ کہاں خاموش ہونے والی تھیں۔ شوہر کی موجودگی کی پرواہ کیے بنا مسلسل بول رہی تھیں۔

"یہ کیا تماشا ہے بھئی؟ بچہ ناشتہ کرنے آیا ہے تو اسے کر لینے دو۔۔ کیوں صبح ہی صبح رائتہ پھیلا رہی ہو؟" آنکھوں سے چشمہ ہٹا کر خشمگیں نگاہوں سے بیوی کو گھورتے وہ دھیمے لہجے میں بولے تو انھوں سے شیر افگن صاحب کی طرف رخ کیا۔

"آپ تو رہنے ہی دیں۔۔ گھر میں کیا ہو رہا ہے اور کیا نہیں۔۔ آپ کو تو کچھ پتہ نہیں ہے" ہاتھ اٹھا کر انھیں خاموش کرواتی وہ تڑخ کر بولی تھیں۔۔

"کیا چاہتی کیا ہیں اب؟ ناشتہ چھوڑ کر چلا جاؤں؟" ہاتھ روکے ان کی طرف دیکھتا وہ سنجیدگی سے بولا۔

"میں چاہتی ہوں کہ اسے اپنی زبان میں شرافت سے سمجھا دو۔ اس گھر میں رہنا ہے تو یہاں کے طور طریقے سیکھنا ہوں گے!" میز پر کہنی ٹکاتی وہ ہاتھ کو اٹھائے ہی بول رہی تھیں۔

"میری زبان میں شرافت کہیں نہیں ہے امی۔۔ بہتر ہے کہ آپ خود ہی سمجھا دیں!" کرسی کھسکا کر کھڑا ہوتا وہ سنجیدگی سے بولا اور اپنی گاڑی کی چابیاں اٹھاتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

"ارے بیٹا ناشتہ تو کرتے جاؤ" شیر افگن صاحب نے پیچھے سے آواز لگائی۔

"کراچی کے ریسٹرانٹس میں ابھی آگ نہیں لگی ابو۔۔!" جاتے جاتے وہ گردن موڑ کر غیر سنجیدگی سے بولا تو وہ تاسف بھرے انداز میں سر ہلاتے بیوی پر ایک ملامتی نظر ڈال کر خود بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔۔

"تم سے تو سر ٹکرانا کی فضول ہے۔۔!" اخبار کو میز پر پٹختے وہ بڑبڑاتے ہوئے وہاں سے نکل گئے۔

✿✿✿✿✿✿

"ہم کہاں جارہے ہیں۔۔؟؟" چہرے پر آتے بال پیچھے کرتی وہ اس کی جانب دیکھ کر بولی جو آج ڈارک گرے بیگی سٹائل ٹراؤزر پر وائٹ اور بلیک دھاریوں والی پولو شرٹ پہنے اپنے پورے قد سے جہاز کی سطح پر قدم جمائے کھڑا تھا۔ چوڑی کلائی میں وہی 'مخمل' کے نام کا بریسلیٹ لٹک رہا تھا۔

"وہیں۔۔ جہاں ہمارا نکاح ہوا تھا" پیشانی پر آتے بال ہاتھوں سے پیچھے کرتا وہ اطمینان بھرے لہجے میں بولا تو مروہ نے چہرہ سیدھا کرتے ہوئے دور آسمان کی وسعتوں کی طرف دیکھا جن میں چھپتا سورج سمندر کے پانیوں میں گم ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی مدھم کرنوں کی روشنی پانیوں پر اپنی چھاپ چھوڑے ان کی رنگت نکھار رہی تھی۔

"اوہ۔۔ وہی جزیزہ۔۔؟" مروہ نے پلٹتے ہوئے مدھم آواز میں کہا۔

"ہاں۔۔"

"وہ آپ کا ہے؟" مروہ نے مزید پوچھا۔

"ہاں وہ میری ملکیت ہے۔۔!" کہتے ہوئے وہ ہولے سے مسکرایا۔

"آپ کو یہ حرام کی دولت کماتے کبھی اللہ سے ڈر نہیں لگا؟" مروہ نے نیچے کو جاتی سیڑھیوں کے دہانے پر نصب گرل سے ٹیک لگاتے ہوئے پوچھا تو خاور کے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔۔

"سچ بتاؤں تو کبھی احساس ہی نہیں ہوا کہ غلط کر رہا ہوں، اور اب جب ہوا ہے تو ۔۔ سکون سے سویا ہی نہیں جاتا!" اس کی طرف آتے ہوئے خاور نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو مروہ نے دکھ بھری نظروں سے اس مضبوط شخص کی طرف دیکھا۔

"تو پھر اب۔۔؟ سکون کیسے حاصل کریں گے؟ کیا یہ سب کچھ چھوڑ دیں گے؟" مروہ نے اس کی نیلی آنکھوں میں جھانکا جہاں بے چینیاں سی تھیں۔

"تم کہو۔۔ کیا کروں؟ چھوڑ دوں؟ سرینڈر کر دوں؟" اس کے قریب آ کر اس کی ملیح چہرے کو نگاہوں کی گرفت میں کہتا وہ مدھم لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ اس کے آخری سوال نے مروہ کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔

"اگر سرینڈر کریں گے تو سزا کیا ملے گی؟؟" مروہ نے اپنے ڈوبتے دل پر قابو پاتے ہوئے پوچھا تھا۔ اس نے ممکن حد تک کوشش کی تھی کہ اس کے لہجے سے تفکر نہ چھلکے۔۔

"سزائے موت سے کم کیا سزا ہو سکتی ہے میرے لیے۔۔؟" وہ اذیت سے مسکرایا۔ جبکہ مروہ مسکرا بھی نہ سکی۔ اسے اپنے رنگ میں رنگ کر وہ شخص کتنے آرام سے اسے بے رنگ کرنے کی بات کر رہا تھا۔

"کیا ہوا۔۔؟؟" خاور نے نرمی سے اس کے چہرے کو چھوا تو مروہ نے بامشکل نفی میں سر ہلایا۔

"سکون چاہیئے تو مرنا تو پڑے گا مروہ۔۔ اور پھر تمھیں کیا فرق پڑتا ہے؟ تم تو ویسے بھی مجھ سے محبت نہیں کرتی۔۔ میرے مرنے کے بعد آزاد ہو جاؤ گی!" خاور نے یاسیت زدہ لہجے میں کہا۔ مروہ کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ اس نے نچلا لب دانتوں میں دباتے ہوئے نظریں جھکا لیں۔

"اچھا بتاؤ نا اگر میں مر جاؤں تو کیا اپنے کزن کے پاس چلی جاؤ گی؟" وہ مزید پوچھ رہا تھا۔ مروہ نے تڑپ کر نظریں اٹھائیں۔

"جس نے مجھ دھتکار دیا تھا اس کے پاس میں آخری سانس تک نہیں جاؤں گی!" اس کی طرف دیکھتی وہ بھرائے ہوئے لہجے میں بولی تھی۔

"اور تم۔۔ تم کیا مجھے عالیان کے لیے چھوڑ کر مر جاؤ گے؟ ایسی موت پر شرم نہیں آئے گی تمہیں۔۔؟" اس کے سینے پر ہاتھ مارتی وہ بھیگی آواز میں چلائی تھی۔

"مسئلہ تو یہ ہے کہ اب ایسی زندگی پر شرم آنے لگی ہے جس کے باعث روزانہ پتہ نہیں کتنے معصوم مر رہے ہیں مروہ۔۔ میں سرینڈر کرنا چاہتا ہوں" خاور نے بھرپور سنجیدگی سے کہا تو مروہ رو پڑی۔

"اگر مرنا ہی تھا تو پھر مجھ سے شادی کیوں کی؟ میری زندگی کیوں برباد کی؟؟" پانی بھری آنکھوں سے اسے تکتی وہ پوچھ رہی تھی۔ اسے روتا دیکھ خاور کی اذیتوں میں اضافہ ہونے لگا۔

"مجھے اندازہ ہے کہ میں نے تمھیں کس حد تک برباد کیا ہے مگر تمہیں بالکل بھی اندازہ نہیں ہے کہ تم نے میری زندگی میں شامل ہو کر میری مردہ روح کو کس کس طرح سے آباد کیا ہے مروہ۔۔!" اس کے ہاتھ تھام کر عقیدت بھرے لہجے میں کہتا وہ مروہ کو حد درجہ مختلف لگا۔

"میں سب ٹھیک کرنا چاہتا ہوں، خود کو بدلنا چاہتا ہوں مگر یہ دنیا۔۔ یہ مجھے اس بدلاؤ کے ساتھ جینے نہیں دے گی، یہاں مجرم کو معافی نہیں صرف سزا ملتی ہے"

خاور نے ٹھہرے ہوئے مدھم لہجے میں کہا تو مروہ نے اس کی گرفت سے اپنے ہاتھ کھینچ لیے۔

"تم سرینڈر مت کرو۔۔بس مجرموں کا ساتھ دینا چھوڑ دو" اس نے سادگی سے کہا تو اس کی ننھی عقل پر وہ بے اختیار مسکرایا۔

"وہ مجھے مار دیں گے مروہ۔۔" اس نے کہا تو مروہ کی آنکھیں پھر سے بھیگنے لگیں۔ اب کی بار کچھ بھی کہے بنا وہ جہاز کے کنارے کی طرف بڑھی۔

"محبت کرنے لگی ہو مجھ سے۔۔؟" خاور نے اس کی طرف مڑتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔۔" مروہ نے اس کی طرف دیکھے بنا کہا۔

"مان کیوں نہیں لیتی۔۔؟ اعتراف محبت اتنا مشکل مرحلہ تو نہیں۔۔؟" وہ اس کی پشت پر آ کھڑا ہوا تھا۔ مروہ کی آنکھیں ڈھلتی شام کے سنگ بھیگتی جا رہی تھیں۔

"میں تم سے محبت نہیں کرتی۔۔ بالکل نہیں کرتی۔۔!" وہ اب بھی سمندر کی جانب رخ کیے کھڑی تھی۔ جزیرہ قریب ہی تھا

"مگر میں تم سے محبت کرتا ہوں۔۔ یہ کبھی مت بھولنا۔۔ کبھی نہیں۔۔۔!" خاور نے اسے بازوؤں سے تھام کر کہا تو مروہ نے پلٹ کر جلتی سلگتی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"مجھے تمھاری ان سنہری آنکھوں سے محبت ہے۔۔" ہاتھوں کے انگوٹھے سے اس کی بھیگی آنکھیں صاف کرتا وہ نرمی سے بولا تو مروہ اسے دیکھتی چلی گئی۔ وہ کیوں بے بس ہو گئی تھی؟ کیوں وہ شخص اس کے اعصاب پر حاوی ہو گیا تھا؟

"تمہارے ان۔۔ سنہری بالوں سے میری نگاہیں بار بار الجھتی ہیں میں ان کی خوشبو محسوس کرتے رہنا چاہتا ہوں!" پونی میں مقید اس کے بالوں سے پونی کھینچتا وہ محبت سے چور لہجے میں بولا تھا۔ وہ شخص اس پر جادو کر رہا تھا اور وہ گھائل ہوتی چلی جا رہی تھی۔ وہ اپنے صیاد کی اسیر ہو گئی تھی، مجرم سے دل لگا بیٹھی تھی۔۔ ہاں

شہزادی کو نیلی آنکھوں والے دیو سے محبت ہو گئی تھی۔ کب کہاں اور کیسے۔۔؟ وہ کچھ جان نہ پائی تھی۔۔

"میرے سینے میں سانسوں کی جگہ تم آٹھہری ہو۔۔ تمہیں خود سے الگ کرنے کی کوشش بھی کروں گا تو مر جاؤں گا" اسے خود سے لگا تا وہ جذبات سے چور بوجھل لہجے میں کہتا مروہ کے حواس مختل کر رہا تھا۔ خاور یامین اسے پاگل کر رہا تھا اور مروہ قدرت اللہ پاگل ہو بھی رہی تھی۔ دکھتی آنکھیں بند کرتے ہوئے اس نے اپنا سر خاور کے سینے پر ٹکا لیا کہ اب وہ ہی ہمسفر تھا اور وہ ہی زادِ راہ۔۔

✿✿✿✿✿

شاہ ویز نے تو صرف کہا تھا، انھوں نے باقاعدہ عمل بھی کیا تھا اور دونوں باپ بیٹے کے گھر سے نکلتے ہی بخت آور کی خوب ہی عزت افزائی کی تھی۔۔ اچھی طرح سے اس کے کان جھاڑ کر وہ اس کے کمرے سے نکل آئی تھی نتیجتاً وہ جب شام میں گھر آیا تو بخت آور اس کے مقابل تھی۔

"پھپھو کو تم نے کہا تھا مجھے ڈانٹنے کے لیے۔۔؟؟" وہ فریش ہو کر واش روم سے نکلا تو ھدیٰ کو بیڈ پر لیٹا کر وہ اس کے قریب آئی۔

"میں نے تو مارنے کے لیے بھی کہا تھا۔۔ کیا مارا نہیں۔۔؟" ھدیٰ کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اس نے بھرپور سنجیدگی سے جھوٹ بولا تو بخت آور نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔

"مار پڑوانے کے لیے شادی کی ہے تم نے۔؟" کمر پر ہاتھ ٹکاتی وہ سلگ کر بولی۔

"تو کیا۔؟ تمھارے عشق میں غرق ہو کر تو کرنے سے رہا" ھدیٰ سے کھیلتے ہوئے شاہ ویز نے مصروف سے انداز میں جواب دیا تھا۔

"تمھاری عاشقی کی ضرورت ہے بھی نہیں مجھے سمجھے۔۔!" دھپ سے بیڈ پر بیٹھتی وہ تڑخ کر بولی تو شاہ ویز نے ھدیٰ سے نظریں ہٹا کر اس کی طرف دیکھا۔۔

"مجھ سے بحث کرنے کی بجائے بہتر ہے کہ تم سو جاؤ۔۔ صبح وقت پر جاگنا بھی تو ہے" شاہ ویز نے اسے ندرت بیگم کی ڈانٹ پھر سے یاد دلائی تو وہ حقیقتاً تپ اٹھی۔

"ھدیٰ کے جاگتے میں کیسے سو سکتی ہوں۔۔؟ یہ سمجھ نہیں آتی تمہیں؟ "

"ہاں تو تم سے کون کہہ رہا ہے کہ ھدیٰ کو سنبھالو۔۔ اسے مجھ پر چھوڑ دو میں سنبھال سکتا ہوں۔۔ تم سو جاؤ۔۔!" ھدیٰ کو گود میں لیتے ہوئے اس نے بنا تامل کہا تو بخت آور نے اسے گھورا۔

"میری اولاد کو تم کیوں سنبھالو گے؟ باپ نہیں ہو تم اس کے۔۔ اس لیے جو نہیں ہو وہ بننے کی کوشش بھی مت کرو" ھدیٰ کو اس کی گود سے لینے کی کوشش میں آگے ہوتی وہ کاٹ دار لہجے میں بولی تو شاہ ویز کا ضبط جواب دے گیا۔

"اپنی زبان کو سنبھال کر بات کرو ورنہ لمبی زبانوں کو کھینچنا مجھے بخوبی آتا ہے۔۔!" ھدیٰ کو پیچھے کرتے ہوئے وہ اسے سخت نظروں سے گھور کر بولا تو اس کے یک دم بدلتے لہجے پر اس کی زبان تالو سے جا چپکی۔

"ھدیٰ آج رات میرے پاس رہے گی تم سو جاؤ۔۔!" بے تاثر لہجے میں کہتا وہ ھدیٰ کو لیے کمرے کے دروازے کی طرف بڑھا۔

"میں ھدیٰ کے بغیر نہیں سو سکتی اسے مجھے دو۔۔!" اس کی پیچھے لپکتی وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی تو اپنے قدم روکتا وہ اس کی جانب پلٹا۔

"اگر اس کے ساتھ سونا ہے تو پھر وقت پر سونا ہے۔۔ ساری رات جب جاگو گی تو صبح وقت پر کیسے اٹھو گی۔۔؟" اس کی بھیگتی آنکھوں میں دیکھتا وہ سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"وہ تمھارا مسئلہ نہیں ہے، انفیکٹ میری کوئی بھی پرابلم تمھاری پرابلم نہیں ہے تم کیوں انٹرفیئر کرتے ہو؟" اچک کر ھدی کو اس کی گود سے لیتی وہ اپنے آنسو چھپاتے ہوئے بولی تو شاہ ویز نے کچھ کہنے سے خود کو روکنے کے لیے اپنے لب سختی سے بھینچ لیے۔ وہ لڑکی کسی صورت اس سے نبھا کرنے کو تیار نہیں تھی۔

"صبح تم وقت پر اٹھو گی۔۔ میں گھر میں کوئی تماشا نہیں چاہتا" شہادت کی انگلی اٹھا کر اسے تنبیہہ کرتا وہ کمرے سے نکل گیا۔

✿✿✿✿✿✿

شیشے کی کھڑکیوں سے اندر آتی سورج کی روشنی اس کی بند آنکھوں پر پڑی تو مروہ نے آنکھیں کھول کر اطراف میں دیکھا۔ ایک ہاتھ سے بھی کم کے فاصلے پر وہ تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھا اپنا لیپ ٹاپ استعمال کر رہا تھا۔ پیشانی پر بکھرے گیلے بال جھکنے کے باعث اس کی آنکھوں کے سامنے آئے تو مندی مندی آنکھوں سے اسے دیکھتی مروہ کے لب ہولے سے مسکرائے۔۔

"گڈ مارننگ۔۔!" زرا سا اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے خاور کی آنکھوں پر آتے بال پیچھے کیے تو وہ لیپ ٹاپ کی سکرین سے نظریں ہٹا کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

"گڈ مارننگ۔۔!" مسکرا کر کہتی ہوئے اس نے مروہ کی پیشانی پر اپنے لب رکھ دیے۔۔ مروہ کو اپنے وجود میں ٹھنڈک سی اترتی محسوس ہوئی۔

"جاؤ شاور لے لو پھر ناشتہ کرتے ہیں۔۔!" اس کا رخسار تھپتھپاتے ہوئے خاور نے نرمی سے کہا تو مروہ نے انگڑائی لیتے ہوئے سرہاں میں ہلایا پھر سلیپرز پیروں میں اڑستی واش روم کی طرف بڑھی۔ جب تک وہ شاور لے کر باہر نکلی خاور بھی چینج کر چکا تھا۔

"چلیں۔۔؟" اس نے مروہ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے خاور کی ہتھیلی پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"ہم واپس کب جائیں گے ؟ کتنے دن ہوئے یہاں آئے امی ابو کی یاد آ رہی ہے" اس کی ہمراہی میں چلتے ہوئے مروہ نے یاسیت زدہ لہجے میں کہا تو خاور نے اس کی طرف دیکھا۔

"کیا تم یہاں میرے ساتھ خوش نہیں ہو؟" خاور نے سنجیدگی سے پوچھا تو مروہ نے قدم روک کر اس کی طرف دیکھا.

"کیا خوشی میں انسان اپنے ماں باپ کو بھول جاتا ہے خاور۔۔؟" مروہ نے اسے سوالیہ جواب دیا تو اس کی اس جوابی کاروائی پر وہ مبہم سا مسکرایا۔

"جانتا ہوں کہ یہ ناممکن ہے مگر۔۔ دل چاہتا ہے کہ جب تم میرے ساتھ ہوتی ہو تو تمہیں میرے علاوہ اور کچھ نہ سوجھے۔۔!" جھک کر اس کی ناک سے اپنی ناک مس کرتا وہ آنچ دیتے لہجے میں بولا تو مروہ کے ہونٹ مسکرائے۔

"پاگل کرنا چاہتے ہیں مجھے۔۔؟" ہونٹوں کے سنگ اس کی آنکھیں بھی مسکرا رہی تھیں۔

"نہیں پاگل تو میں ہو گیا ہوں۔۔ تمہارے لیے۔۔ تمہاری ان انکھوں کے لیے۔۔!" باری باری اس کی آنکھیں چومتا وہ سرشار سا بولا تو وہ جھینپ کر اس کے سینے میں چہرہ چھپا گئی۔۔

"تم واقعی پاگل ہو۔۔" اس کی مدھر ہنسی خاور کے کانوں میں گونجی تو کھل کر مسکرایا۔ باہر فضا میں ہیلی کاپٹرز کی آوازیں ابھرنے لگیں مگر ان سے بے بہرہ وہ اسے خود سے الگ کرتے ہوئے اب کہہ رہا تھا۔

"یہ کیا تم کبھی آپ۔۔ تم تسلی سے بیٹھ کر غور و فکر کیوں نہیں کرتی کہ مجھے آپ کہنا ہے یا تم۔۔؟؟" اس کی ٹھوڑی اونچی کرتا وہ نرم لہجے میں بولا تو مروہ بے اختیار ہنستی چلی گئی۔

"اممم۔۔ کوئی چار پانچ سال اگر دے دیں سوچنے کے لیے تو پھر غور و فکر کیا جا سکتا ہے" انگلیوں پر گنتی کرتی وہ شریر انداز میں بولی تو لبوں کو آپس میں بھینچتا وہ محبت بھری آنکھوں سے اسے دیکھتا رہ گیا۔

"اگر شاری عمر ہی دے دوں تو۔۔؟؟" اس کے لہجے میں کچھ تھا۔ کوئی بھید۔۔ یا شاید بھید بھری اذیت۔۔ مروہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں اداسی رقص کر رہی تھی۔

"کیا مطلب۔۔؟" مروہ کے لبوں کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔ تبھی مروہ کی نظر گلاس وال کے پار ہیلی کاپٹر سے رسیوں کے ذریعے نیچے اترتے کمانڈوز پر پڑی تھی۔ اسکا رنگ یک لخت بدلا تھا۔

"خاور۔ خاور فورس آئی ہے۔۔!" خاور کے سینے پر ہاتھ رکھتی وہ لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔

"مروہ میں نے سرینڈر کر دیا ہے" اسکا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے ہوئے اس نے بے حد آہستگی سے کہا تھا۔ مروہ کو اپنا دل گہری کھائیوں میں ڈوبتا محسوس ہوا۔ آنکھیں پل میں بھیگی تھیں سر آپ ہی آپ نفی میں ہلا تھا۔

"نہیں خاور۔۔ ایسا مت کریں پلیز۔۔ اس سرینڈر سے کچھ نہیں ہو گا۔۔!" اپنے چہرے کے گرد بندھے اس کے ہاتھ چھوتی وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"یہ ضروری ہے مروہ۔۔!" اس کے ہاتھ نرمی سے پیچھے ہٹاتا وہ سنجیدگی سے بولا تو مروہ کی آنکھوں سے ایک آنسو گال پر چھلکا۔

"جرم کی دنیا میں کوئی بدلاؤ نہیں آئے گا خاور۔۔!" اسے پلٹ کر بیرونی دروازے کی جانب بڑھتا دیکھ وہ چلائی۔

"مجھ میں بدلاؤ آچکا ہے یہ میرے لیے کافی ہے" وہ بنا پلٹے بولا تھا۔

"خاور مت جاؤ۔۔ پلیز خاور۔۔!" وہ روتے ہوئے اس کے پیچھے لپکی۔

"اپنی بی بی کو سنبھالو۔۔" اس نے مؤدب کھڑی ملازماوں کو حکم دیا تو وہ تیزی سے مروہ کی طرف بڑھیں۔

"چھوڑو مجھے۔۔مجھے چھوڑو۔۔" وہ روتے ہوئے چیخی۔۔

"خاور یامین۔۔ میں ڈی۔ ایس۔ پی شاہ ویز آفریدی آپکو سرینڈر کرنے کے لیے پانچ منٹ کا وقت دے رہا ہوں۔۔!" سپیکر سے ابھرتی بھاری آواز سن کر مروہ کے آنسوؤں میں روانی آگئی۔ اس کے شوہر کے مقابل کوئی اور نہیں اس کا پھوپھی زاد بھائی تھا۔۔

"مجھے جانے دو پلیز۔۔!" اس نے ملازماؤں سے خود کو چھڑوانے کی کوشش کی مگر ناکام۔۔ جبکہ باہر خاور کے گارڈز کمانڈوز پر گنز تانے خاور کے ایک اشارے کے منتظر تھے۔ باہر نکلنے پر خاور کو آپ پولیس شپ میں سب سے اوپری سطح پر کھڑا نظر آیا۔ یونیفارم میں ملبوس وہ شخص وہاں بھاری نفری لے کر آیا تھے جسے کل رات اپنے خلاف سارے ثبوت اس نے خود مہیا کیے تھے۔

"تمہیں مجھے وقت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ میں حاضر ہوں" اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے کہتا وہ مسکرایا۔ سیاہ شلوار سوٹ میں ملبوس وہ اپنے دراز قد کے باعث مروہ کو دور سے ہی نظر آرہا تھا۔

"جناب کو لے آؤ۔۔ بی کوئیک۔۔!" شاہ ویز نے فورس کو حکم دیا اور خود شپ سے اتر کر اندرونی عمارت کی طرف دوڑتے ہوئے آیا۔ اندر آکر اس نے ملازماؤں کی طرف ہاتھ میں پکڑی ریوالور کا رخ کر دیا۔

"چھوڑو اسے۔۔!" وہ کرخت لہجے میں دہاڑا تو انھوں نے چارو ناچار مروہ کو اپنی گرفت سے آزاد کر دیا۔ مروہ بھاگ کر اس کے پاس آئی تھی۔

"شاہ ویز اسے چھوڑ دو پلیز۔۔ پلیز اسے جانے دو۔!" ہچکیوں سے روتے وہ اٹک اٹک کر بولی تو شاہ ویز نے تاسف بھری نظروں سے اسے دیکھا۔۔

"مجھے افسوس ہے کہ تم خاور جیسے فضول انسان کے عشق میں مبتلا ہو گئی ہو" اسے کلائی سے پکڑ کر اپنے ساتھ گھسیٹتا وہ سرد لہجے میں بولا تھا.

"میں اس سے محبت نہیں کرتی مگر اسے مرتا ہوا بھی نہیں دیکھ سکتی۔۔ پلیز اسے بچا لو شاہ ویز پلیز۔۔" اس کے ساتھ چلتے مروہ نے اس سے گزارش کی تھی۔۔

"یہ کیسا بے ہودہ جھوٹ ہے مروہ۔۔؟ منافقت کی حد ہے" وہ طنزیہ انداز میں ہنستا اسے گھسیٹ کر پولیس شپ تک لے آیا تھا۔۔ خاور کے ہاتھ پشت پر باندھ کر ہتھکڑیاں لگائی جا رہی تھیں۔۔ مروہ بکھرتی حالت دیکھتے خاور نے ایک پل میں فیصلہ کیا تھا۔ تبھی اس نے نظر بچا کر اپنے گارڈز کو ہاتھ سے اشارہ کیا اور خود کلا بازی کھا کر پیچھے پانی میں کود گیا۔۔ خاور کے گارڈز کی جانب سے پیش قدمی ہوتے دیکھ کمانڈوز نے بھی جوابی کاروائی کی تھی۔

"اسے پکڑو وہ بچ کر بھاگنے نہ پائے۔۔!" مروہ کو چھوڑتا شاہ ویز پوری قوت سے چلایا تھا۔ خاور اپنے شپ کی طرف جا رہا تھا۔

"شپ سٹارٹ کرو۔۔ شپ سٹارٹ کرو کیپٹین ۔۔" شاہ ویز پولیس شپ کے کیپٹین پر چلایا تھا۔

"سب سے پہلے ہمیں اس کے شپ کو ضبط کرنا چاہئیے تھا آفیسر" ہیلی کاپٹر میں موجود ہیڈ آف کمانڈو نے ٹیلی کام پر اسے مخاطب کیا تو شاہ ویز نے پریشانی کے عالم میں اطراف میں دیکھا۔ اسے سارے ثبوت دے کر وہ شخص عین ٹائم پر فرار ہونے کی کوشش کرتا حقیقتاً وہ فورس کو اپنا انکاؤنٹر کرنے کی دعوت دے رہا تھا۔ پولیس شپ تیزی سے مڑتا اپنے شپ پر پہنچ چکے خاور کے تعاقب میں تھا۔ خاور نے بڑی سرعت سے شپ سٹارٹ کر کے مخالف سمت میں بھگایا تھا۔

"آفیسر ہم اسکا نشانہ لے رہے ہیں۔۔!" ہیڈ آف کمانڈو نے ہیلی کاپٹر کو خاور کے تعاقب میں موڑتے ہوئے شاہ ویز کو مطلع کیا۔

"ہرگز نہیں۔۔ اس کی زبان ہمیں بہت بڑے نام بتائے گی اس کی موت بڑے نقصان کا باعث بنے گی۔۔!" سپیکر کو ہونٹوں کے قریب کرتا وہ چیخا۔

"وہ بھاگ جائے گا۔۔" دوسری جانب سے آواز ابھری تھی۔

"میں ایسا ہونے نہیں دوں گا۔۔!" شاہ ویز نے پریقین لہجے میں کہا تو ہیڈ لب بھینچتا اپنے ساتھ بیٹھے کیپٹین کو ہدایات دینے لگا۔ خاور کا شپ بہت تیزی سے لہروں کو چیرتا آگے کی جانب سفر کرتا چلا جا رہا تھا۔ ہیڈ نے اور کو روکنے کے لیے اسے نشانے پر لے رکھا تھا مگر شاہ ویز آفریدی اس کے گلے میں ہڈی بن کر اٹکا ہوا تھا۔ اپنا سر نشانے سے بچانے کے لیے خاور نے ہیلمیٹ پہن لیا تھا۔۔ مروہ کا دل ہر گزرتے لمحے کے ساتھ سوکھے پتے کی مانند کانپ رہا تھا۔۔

"تم نے دیکھا اسے۔۔؟ فراڈ ہے یہ شخص۔۔ اگر یہ سرینڈر کر دیتا تو شاید میں اسے بچا لیتا مگر۔۔ یہ مرنے پر تُلا ہے۔۔!" ریوالور سے خاور کا کا نشانہ لینے کی کوشش کرتے شاہ ویز نے لیڈی کانسٹیبل کی گرفت میں مجبور کھڑی مروہ کو مخاطب کیا۔۔ پولیس شپ خاور کے شپ کے بالکل قریب جا پہنچا تھا۔۔

"خاور یامین سرینڈر کر دو یہی تمھارے لیے بہتر ہے۔۔!"شاہ ویز سپیکر میں چلایا تھا۔اس کی آواز سنتا خاور آپریٹنگ روم سے باہر نکلا اور ہیلمٹ اتار کر ایک جانب پھینک دیا۔شپ کو مزید قریب ہوتے دیکھ شاہ ویز خاور کے شپ میں کود گیا۔جب تک وہ سیدھا ہوا خاور لنگر کی زنجیر اپنے سیدھے پاؤں میں باندھ چکا تھا۔

"ہاتھ اوپر کرو۔۔!"وہ لوگ اس وقت پانیوں کے بیچوں بیچ ٹھہرے تھے۔ہیلی کاپٹرز بھی ساتھ ساتھ سفر کر رہے تھے۔

"میں یہاں سرینڈر کرنے نہیں آیا آفریدی۔"بلند آواز میں کہتے ہوئے اس نے اپنی پشت سے ریوالور نکال کر شاہ ویز پر تان لی۔شاہ ویز کی ریوالور کا رخ بھی خاور کی جانب تھا۔

"گن نیچے کرو ورنہ ٹھوک دوں گا۔۔!"شاہ ویز چلایا۔

"موت کا ڈر ہوتا تو تجھے ثبوت کیوں دیتا آفیسر ؟؟" خاور نے بھاری ہوتی آواز میں کہا۔ ان دونوں کو آمنے سامنے دیکھتی مروہ کی ٹانگیں لرزنے لگیں۔ ہیڈ بھی سیاہ رسیوں کے ذریعے اس کے شپ پر اتر آیا۔۔

"خاور یہ پلان نہیں ہوا تھا۔۔؛" شاہ ویز نے بے حد آہستگی سے کہا۔

"لیکن میں نے یہی پلان کیا تھا۔۔" بے تاثر لہجے میں کہتے ہوئے خاور نے ریوالور کا رخ موڑ کر نالی کو اپنے سینے پر دل کے مقام پر رکھ لیا۔ مروہ کا دل اچھل کر حلق میں آیا تھا۔

"خاور یامین ایسا مت کریں۔۔ ہم آپ کو بچا سکتے ہیں۔۔!" کمانڈو نے اسے سخت لہجے میں مخاطب کیا۔ وہ الٹے قدموں پیچھے کی طرف بڑھتا کنارے پر جا کھڑا ہوا۔ لنگر پہلے ہی کنارے پر رکھا ہوا تھا۔

"خاور یامین کو صرف خاور یامین ہی بچا سکتا ہے۔۔!" ایک ایک لفظ پر زور دے کر کہتے ہوئے اس نے ٹریگر دبا دیا تھا۔ خاور کے وجود کو جھٹکا سا لگا تھا۔ سیاہ سوٹ سینے کے پاس مزید سیاہ ہوتا چلا گیا۔ مروہ نے اس کے منہ سے خون کو الٹتے دیکھا تو اس کی آنکھیں پھٹنے کی حد تک باہر آ گئیں۔ خاور سر کے بل پانی میں گرا تھا۔۔ چھپاک کی تیز آواز کے ساتھ وہ پانیوں میں اترتا چلا گیا۔

"زنجیر پکڑو۔۔ زنجیر۔۔!" حلق کے بل چیختا ہیڈ سرعت سے لنگر سے کڑی زنجیر کی طرف لپکا تھا۔ خاور کے عمل پر حیران شاہ ویز بھی ہوش میں آیا مگر زنجیر کی لمبائی لمحوں میں ختم ہوتی لنگر کو بھی پانی میں کھینچ گئی تھی۔۔ خاور یامین کا دم توڑتا وجود روشن پانیوں میں گم ہوتا چلا گیا اور وہاں مروہ بلک بلک کر روتی بیٹھتی چلی گئی۔۔

"شٹ شٹ۔۔ شٹ۔۔!" ہیڈ نے غصے میں جہاز کی سطح پر ہاتھ مارا تھا۔

"اس کے پیچھے آدمی بھیجو۔۔مجھے اس کی لاش چاہئیے۔۔!"ہیڈ غصے کے مارے پاگل ہوتا چلایا تھا۔

"یہ ممکن نہیں ہے، لنگر کے وزن سے وہ تھوڑی دیر میں ہی بہت نیچے چلا جائے گا" شاہ ویز نے شکست خوردہ لہجے میں کہتے ہوئے واپس اپنے شپ کا رخ کیا۔جہاں مروہ اپنے ہوش و حواس گنوا چکی تھی۔

✿✿✿✿✿✿

مروہ کو قانونی کاروائی سے بامشکل بچا کر وہ قدرت ہاؤس چھوڑ آیا تھا۔اس سب میں اسے تین سے چار دن لگے تھے وہ گھر کا ایک چکر بھی نہیں لگا پایا تھا۔ماہر تیراک لے کر کمانڈوز کی ٹیم دوبارہ وہاں گئی تھی مگر شاہ ویز کا اندازہ درست تھا۔۔خاور کی لاش کہیں نہیں ملی تھی۔۔ان کی سوچوں کے برعکس اس نے خود کو خود ہی ختم کر لیا تھا۔سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود مروہ تو اس کی موت کو قبول کرنے کے لیے تیار ہی نہیں تھی۔۔دن ہفتوں میں اور ہفتے مہینوں

میں بدلتے بھاگتے چلے جا رہے تھے۔۔شاہ ویز نے اپنے طور پر ہر ممکن کوشش کی تھی کہ اس گھر میں ایڈجسٹ ہونے میں بخت آور کے ساتھ تعاون کرے لیکن شاید اسے مدد چاہیئے ہی نہیں تھی۔وہ خود اپنی زندگی کو مشکل بنانا چاہتی تھی سو شاہ ویز نے بھی ہاتھ کھڑے کر دیے۔

اس نے اب وقت پر جاگنا شروع کر دیا تھا۔ھدیٰ کی روٹین بھی آہستہ آہستہ بہتر ہوتی چلی گئی سو بخت آور کو بھی رات ہی میں سونے کا وقت ملنے لگا۔۔شاہ ویز سے تو وہ ضرورت کے وقت بھی بات کرنے سے گریز کیا کرتی تھی۔جبکہ وہ خود بھی اس سے بات کرنا ترک کر چکا تھا۔ہاں ھدیٰ کے ساتھ وہ ہر ممکن حد تک وقت گزارنے کی کوشش کرتا تھا۔وہ کچن میں ہوتی تو اسے سنبھال بھی لیتا تھا۔۔

ابھی بھی وہ ڈیوٹی سے واپس آ کر بیٹھا ہی تھا جب کارٹ میں سوئی ھدی نے رونا شروع کر دیا۔ایک شوز اتارتے وہ دوسرا اتارے بغیر اس کی طرف آیا تھا اور ہاتھ بڑھا کر اسے بے بی کارٹ سے نکال لیا۔

"اوہ میلا پیارا بے بی۔۔ بابا کو مس کر رہی تھی میری بیٹی۔۔؟" اسے ہولے ہولے ہلاتا وہ محبت بھری نرمی سے بولا تو ھدیٰ نے اچنبھے سے اسے دیکھا۔ جانا پہچانا لمس پا کر وہ چند ثانیے کے لیے خاموش ہوئی مگر پھر سے رونا شروع کر دیا تو شاہ ویز نے اسے سینے سے لگاتے ہوئے اس کی پیٹھ کا سہلایا۔

"بش بش۔۔ رونا نہیں۔۔ مما ابھی آجائیں گی۔۔ میری بیٹی کی مما ابھی آجائیں گی" اسے کیے دروازے کی طرف بڑھتا وہ پیار سے بولا۔

"بخت۔۔ بخت آور کہاں ہو تم۔۔؟؟" دہلیز میں کھڑے ہو کر اس نے آج کافی عرصے بعد اسے پکارا تھا مگر جواب ندارد۔۔ وہ یونہی ھدیٰ کو گود میں لیے کچن کی طرف آ گیا۔ وہاں وہ سلیب کے پاس کھڑی برتن دھونے میں مشغول تھی۔۔

اسے برتن دھوتے دیکھ اس کی بھنویں تن گئیں مگر اسے کچھ کہنے کی بجائے وہ لب بھینچ گیا۔

"تمھیں بلا رہا تھا میں۔۔؟" شاہ ویز نے اسے مخاطب کیا تو بخت آور نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا تھا۔۔

"مت بلایا کرو۔۔ تمھاری مہربانی ہو گی" بخت آور نے سرد لہجے میں کہا۔

"یہ برتن چھوڑو اور ھدیٰ کو سنبھالو رو رہی ہے" شاہ ویز نے بڑے ضبط سے اس کی بدتمیزی کو برداشت کیا تھا۔

"تو یہ برتن کون دھوئے گا؟" اس نے تپے تپے سے لہجے میں پوچھا۔

"کہتی ہو تو میں دھو لیتا ہوں۔۔!" شاہ ویز نے طنزیہ انداز میں کہا تو نا چاہتے ہوئے بھی بخت آور کو ہنسی آگئی جسے چھپانے کو وہ چہرے کا رخ موڑتی ہاتھ دھونے لگی۔ پھر ہاتھ خشک کر کے اس نے ھدیٰ کو اس سے لے لیا تو وہ بازوؤں کو کہنیوں تک فولڈ کرتا سنک تک آیا اور خود برتن دھونے لگا۔ کچن سے نکلتی بخت آور کی نظر اس پر پڑی تو وہ گھبرا گئی.

"تم کیوں مجھے ذلیل کروانا چاہتے ہو؟ چھوڑ دو میں خود کر لوں گی"!

"اگر تمھیں امی کا ڈر ہے تو انھیں میں خود دیکھ لوں گا۔۔ گو ٹو یور روم۔۔" شاہ ویز نے پلٹ کر سخت لہجے میں اسے جواب دیا تو وہ لب بھینچتی وہاں سے نکل گئی۔ اس سر پھرے سے بحث کرنا فضول ہی تو تھا مگر اس سے بحث نہ کر کے وہ کون سا بحث کرنے سے بچ گئی تھی۔ ندرت بیگم اس کے کمرے میں چلی آئی تھیں اور حسب توقع اسے وہ صلواتیں سنائی تھیں کہ وہ رو ہی پڑی تھی۔ وہ برتن دھو کر ہاتھ پونچھتا واپس کمرے میں آیا تو اسے روتا دیکھ پریشان ہو گیا.

"یا وحشت برتنوں کا ڈھیر میں نے دھویا ہے اور آنسو تم بہا رہی ہو؟" اس کی طرف آتا وہ جھنجھلائے ہوئے انداز میں بولا تو روتی ہوئی بخت آور نے اس کی طرف دیکھا۔ پیٹ کے پاس سے شرٹ گیلی ہو کر جسم سے چپک چکی تھی، ایک پاؤں میں شوز اور دوسرا شوز کے بغیر۔۔ پیشانی پر بکھرے بال اور چہرے سے عیاں ہوتی جھنجھلاہٹ۔۔ وہ روتے روتے ہنس پڑی تھی۔ دھوپ چھاؤں کے اس

منظر نے پل بھر کو شاہ ویز کی نگاہ ساکت کر دی تھی۔ وہ بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھتا چلا گیا۔

"اب ہنس کیوں رہی ہو؟؟"لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے اس نے نرمی سے پوچھا۔

"اپنا حلیہ تو دیکھو۔۔!"خود کو کمپوز کرتی وہ بامشکل سنجیدہ ہو کر بولی تو شاہ ویز نے سر جھکا کر خود کو دیکھا۔

"جو بیویاں اپنی شوہروں کو قبول ہی نہیں کرتی ان بے چارے شوہروں کی یہی حالت ہوتی ہے"بے حد سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ آئینے کے سامنے جا کھڑا ہوا اور شرٹ اتار کر سائیڈ پر رکھ دی۔

"زبردستی کے شوہروں کے ساتھ ایسا ہی کیا جاتا ہے"بخت آور نے شرمندہ ہوئے بغیر جواب دیا تھا۔

"شوہر تو شوہر ہی ہوتا ہے بخت آور بی بی۔۔ خیر۔۔ یہ بتاؤ کہ تم رو کیوں رہی تھیں۔۔؟" اس کی طرف گھومتا وہ بے تاثر لہجے میں بولا تو بخت آور نے اس کے کسرتی وجود سے نظریں چراتے ہوئے فرش کو گھورا۔

"مجھے اپنا گھر یاد آرہا تھا اور۔۔ میر۔۔ میر یاد آرہے تھے" اس نے صفائی سے جھوٹ بولا مگر اس کا یہ جھوٹ مقابل کے منہ پر کسی تھپڑ کی مانند لگا تھا۔

"شاہ میر اب تمہارا کچھ نہیں ہے، اسے یاد کرنے کی وجہ سمجھ نہیں آرہی مجھے!" شاہ ویز نے سرد ترین لہجے میں کہا تو بخت آور نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"تم شاید بھول رہے ہو کہ میں شاہ میر کی بیوہ ہوں۔۔!" بخت آور نے بے وقوفی کی انتہا کی تھی۔ شاہ ویز کا چہرہ خطرناک حد تک سرخ پڑ گیا۔

"اور تمہیں شاید یاد نہیں ہے کہ تم شاہ میر کی بیوہ تھیں۔۔ تم اب میری بیوی ہو۔۔" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر جس انداز میں بولا تھا اس نے بخت آور کو حیران کر دیا تھا۔

"میں تمہیں شوہر نہیں مانتی۔۔" وہ ہٹ دھرمی سے گویا ہوئی۔ شاہ ویز کا فشار خون بڑھنے لگا۔

"لیکن میں تمھیں اپنی بیوی مانتا ہوں۔۔ اس لیے آئندہ اپنی زبان سے شاہ میر کا نام بھی مت لینا ورنہ میں پھر تمہیں عملی طور پر بتاؤں گا کہ میں تمہارا 'شوہر' ہوں۔۔" جھک کر بیڈ پر بیٹھی بخت آور کی آنکھوں میں جھانکتا وہ سرد مہری سے بولا تو اس کی بات کا مطلب سمجھتی بخت آور اپنی جگہ سن سی رہ گئی۔ جبکہ اپنی کہہ کر وہ وہاں رکا نہیں تھا۔۔ کمرے سے نکلتا چلا گیا۔۔

✿✿✿✿✿

تمہارے ہجر کی سختی، تمہاری یاد کا دکھ!!

ہمارے ہاتھ لگا ہے بڑے مفاد کا دکھ!!.........

کبھی جو آؤ تو ماتم کریں __ جدائی کا!!

تمہارے ساتھ منائیں تمہارے بعد کا دکھ!!

خالی خالی نظروں سے اپنی ہتھیلیوں کو گھورتی وہ لان کے پچھلے حصے میں خاموشی سے بیٹھی ہوئی تھی۔ دل ویران ہو چکا تھا اور آنکھیں بنجر۔۔ اس کی محبت کی تمنا لیے وہ جب دنیا سے ہی چلا گیا تھا تو مروہ کا دل اس کے لیے پاگل ہو گیا تھا۔ اس نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ خاور یامین سے محبت کرے گی۔۔ خاور یامین سے۔۔؟

"کیا تم مجھے محمل کو لوٹا نہیں سکتی؟؟" کتنی آس تھی اس کے لہجے میں۔۔؟مروہ نے آنکھیں بند کر کے ایک گہرا سانس خارج کیا۔وہ آج ہی ڈاکٹر کو چیک اپ کروا کر آئی تھی۔وہ ماں بننے والی تھی مگر کب۔؟جب اس کے بچے کا باپ ہی دنیا میں نہیں رہا تھا۔۔!

ٹپ۔۔دو آنسو بہت آہستگی سے اس کی کنپٹیوں میں جذب ہوئے تھے۔

"تم نے اچھا نہیں کیا خاور۔۔!"اس کے بھیگے لب پھڑ پھڑائے۔

"یہ تم نے کیا تم تم لگا رکھی ہے؟بڑا ہوں تم سے آپ کہا کرو مجھے۔۔!"اس کی بھاری آواز ایک بار پھر اس کے آس پاس ابھری تو مروہ نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں۔

"کوئی چار پانچ سال۔۔۔'مروہ نے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔

"اگر پوری عمر دے دوں تو۔۔؟؟" آنکھیں میچتی وہ تڑپ کر رو دی۔۔

زندگی بھر کے لیے نارسائی کا عذاب اس کے مقدر میں لکھ دیا گیا تھا۔

✿✿✿✿✿

"بات سنو۔۔" وہ ڈیوٹی کے لیے نکل رہا تھا جب سوئی ہوئی ھدی کوں بیڈ پر لیٹا کر وہ اس کے پیچھے آئی۔ شاہ ویز اپنے قدم روک کر اس کی طرف گھوما۔

"جلدی بولو۔۔" وہی کرخت انداز۔ اور وجہ یقیناً گزشتہ رات ہونے والی منہ ماری ہی تھی۔

"وہ میری شیمپو کی بوتل ختم ہو گئی ہے۔۔" کہتے ہوئے اس نے انگلیاں چٹخائیں۔ امید تھی کہ وہ اسے کورا جواب دے گا لیکن اس کی امید شاہ ویز نے توڑ دی۔

"اور۔۔؟" شاہ زین نے اسی انداز میں پوچھا تھا۔ بخت آور کو حوصلہ ملا۔

"اور گرمیوں کے سوٹ نہیں ہیں میرے پاس۔۔ دو ہی تھے وہ بھی بے رنگ ہو کر پھٹ چکے ہیں۔۔ نئے لادو۔۔" ہمت کر کے کہتے ہوئے چور نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ٹھیک ہے۔۔ چار بجے تیار رہنا۔۔ ساتھ چلنا اور جو لینا ہو لے لینا۔۔" مصروف سے انداز میں کہتا وہ پلٹ گیا۔

"مجھے تمہارے ساتھ کہیں نہیں جانا۔۔" کہتے ہوئے اس کے لہجے کی نرمی ساتھ چھوڑ گئی۔ شاہ ویز کے قدم سست پڑے تھے پھر وہ بنا پلٹے سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ وہ مرے مرے قدم اٹھاتی واپس کمرے میں آ گئی۔ اسے یقین ہو چلا تھا کہ اسے گرمیوں کے باقی دو مہینے انھی بے رنگ کپڑوں میں گزارنے ہوں گے۔۔ شام تک وہ ماضی اور حال کا موازنہ کرتی رہی لیکن جس وقت اسنے شاہ ویز کو شاپنگ بیگز کے ساتھ لاونج میں داخل ہوتے دیکھا اس پل بخت آور کی سیٹی ہی گم ہو گئی۔ ریں ریں کرتی ھدی کو پھپھو کے حوالے کر کے وہ اس کے لیے پانی لانے کو تیزی

سے کچن میں گھسی تھی۔ یہ شاید شادی کے بعد اس نے پہلی بار کیا تھا۔ شاپنگ بیگز اٹھانے کی حماقت اس نے بالکل نہیں کی تھی کہ شاید وہ اپنے لیے خریداری کر کے آیا ہو لیکن رات کے کھانے کے بعد جب وہ ھدی کو سیریلیک کھلانے کے جتن کر رہی تھی تب وہ اس کے پاس آیا تو بخت آور کو اس کی جانب دیکھنا پڑا۔

"تمھارے سابقہ شوہر جتنا امیر نہیں ہوں لیکن اتنا بھی غریب نہیں ہوں کہ تمہاری ضروریات پوری نہ کر سکوں۔۔" شاپنگ بیگز اس کے قریب ہی صوفے پر رکھتے ہوئے وہ اپنے مخصوص انداز میں بولا تھا جبکہ اس کی بات پر بخت آور نے تقریباً آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا۔ وہ خود کو امیر ماننے سے انکاری تھا۔۔؟ وہ پوچھنا چاہتی تھی کہ "اگر تم نہیں ہو تو پھر امیر اور کیسے ہوتے ہیں؟" لیکن جلدی میں وہ کچھ اور ہی بول گئی۔

"تو ٹھیک ہے پھر۔۔ ھدی کے پیمپرز بھی لا دو۔۔ اور بے بی وائیپس بھی ختم ہونے والے ہیں۔۔ وہ بھی کل لے آنا۔۔" کہہ کر اس نے ایک بار پھر اسے دیکھا۔

"تم یہ صبح بھی بتا سکتی تھیں۔" بخت آور کو یقین تھا کہ کم از کم وہ یہ ضرور کہے گا لیکن وہ خاموشی سے بیڈ تک گیا اور اپنا لیپ ٹاپ کھول کر بیٹھ گیا۔

"ٹھیک ہے۔۔ لیتا آؤں گا۔۔" آواز بے تاثر۔۔ لہجہ وہی سنجیدہ۔۔ بخت آور نے دل ہی دل میں شکر کا کلمہ پڑھتے ہوئے نظریں پھیر لیں۔

ھدی کو تھپک کر سلانے کی کوششوں میں وہ قریباً بیس منٹ بعد کامیاب ہو ہی گئی تو اسے بے بی کارٹ میں لیٹا کر اس نے لائٹ آف کر دی۔ سر تک چادر تان کر وہ بیڈ کی مخصوص جگہ سنبھال چکی تھی۔ اس دوران مکمل بے نیازی کا مظاہرہ کرتے شاہ ویز نے ؟ موبائل کی سکرین سے نظر ہٹا کر اس کی طرف دیکھا جو اس کے ضبط کا امتحان لینے پر تلی ہوئی تھی۔ شاہ ویز نے لب سختی سے بھینچتے ہوئے

نظروں کا رخ بدل لیا۔۔ اپنا کام مکمل کر لینے کے بعد وہ موبائل سائیڈ پر رکھ کر ٹیرس پر آگیا۔۔ پھر ساری رات اس نے سگریٹ پھونکتے ہوئے گزاری تھی۔۔

✿✿✿✿

شام دھیرے دھیرے ڈھلتی رات کی ہواؤں کو خوش آمدید کہہ رہی تھی۔۔ موسم تبدیل ہونے کو تھا۔۔ سردیوں کی آمد آمد تھی ایسے میں وہ عنیزہ کے ساتھ لان میں ٹہل رہی تھی جب وہ وہاں آیا تھا۔ مروہ نے چہرے کا رخ پھیر لیا۔

"کیا ہو رہا ہے؟" ایک مدھم مسکراہٹ عنیزہ کی طرف اچھالتا وہ پوچھ رہا تھا۔

"عنیزہ مجھے کچھ کام ہے میں تھوڑی دیر میں آتی ہوں" سنجیدگی سے کہتی مروہ اندر کی جانب مڑی۔

"مجھ سے کترا رہی ہو؟" عالیان نے عنیزہ کی موجودگی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے مروہ کو ڈائریکٹ مخاطب کیا تو اس کے قدم تھم گئے۔

"تم میرے لیے کچھ نہیں ہو۔۔ میں تم سے کیوں کتراؤں گی؟" بازو لپیٹتی وہ تلخی سے گویا ہوئی تو وہ پھیکے پن سے مسکرایا۔

"تم مجھے معاف نہیں کر سکتی۔۔؟" عالیان نے یاسیت زدہ لہجے میں پوچھا۔

"تم کس بات کی معافی مانگ رہے ہو؟ میں تم سے ناراض نہیں ہوں" مروہ طنزیہ مسکرائی.

"تم دونوں آرام سے بات کر لونا" عنیزہ نے درمیان میں مداخلت کی تو مروہ نے اس کی طرف دیکھا.

"مجھے اس سے کوئی بات نہیں کرنی عنیزہ۔۔۔ اسے سمجھاؤ۔۔ میں خاور کی بیوی ہوں بار بار مجھ سے بات کرنے کی کوشش مت کیا کرے۔۔۔" بظاہر عنیزہ کو دیکھتی وہ عالیان کو جواب دے رہی تھی۔

"بیوی نہیں بیوہ۔۔بیوہ ہو تم۔۔!" عالیان نے اس کی تصحیح کی تو مروہ نے سلگ کر اس کی طرف دیکھا۔

"تم جو بھی کہو۔۔میری جوتی کو بھی فرق نہیں پڑتا۔۔!" درشت لہجے میں کہتی وہ وہاں مزید نہیں رکی تھی۔عالیان گہرا سانس بھرتا سر جھکا گیا۔

"وقت لگے گا عالی۔۔اسے تھوڑا وقت لگے گا۔۔!" عنیزہ نے نرمی سے اسے سمجھایا تو اس نے ہولے سے سر اثبات میں ہلایا۔۔

✿✿✿✿

دن کا آغاز معمول کے مطابق ہوا تھا ہاں لیکن جاتی گرمیوں نے باعث سورج کی تپش میں آج اتنی شدت نہ تھی سو کمر کس کر وہ لان میں چلی آئی۔مالی بابا سے پائپ لے کر اس نے خود پودوں کو پانی دیا تھا۔انگور کی بیل کے کچھ پتے جو خراب تھے اس نے انہیں جڑ سے الگ کر دیا۔۔دھاگے کی مدد سے پھولوں کی ٹہنیاں دیوار پر میں نصب چھوٹی کیلوں سے باندھنے میں ہی وہ پسینے میں شرابور ہو گئی

تھی۔۔بخت آور نے ایک نظر آسمان پر ڈالی جس پر چمکتے سورج کی روشنی کچھ ماند سی تھی لیکن ہوا میں رچی تپش اور حبس نے ان بیس پچیس منٹوں میں اس کے چودہ طبق روشن کر دیے تھے۔وہ ہاتھ جھاڑتی اندر آئی تو نظر سیڑھیاں اترتی ندرت بیگم پر پڑی جو روتی ہوئی ھدی کی پیٹھ تھپک رہی تھیں۔دوپٹے سے ہاتھ پونچھتے وہ جلدی سے آگے بڑھی۔

"لائیں پھپھو اسے مجھے دے دیں، آپ کا ہاتھ دکھ جائے گا۔۔" اپنے ہاتھ بڑھاتی وہ ان کی فکر میں بولی جو اسے قریب آتے دیکھ فوراً بدک اٹھیں۔

" آئے ہاتھ مت لگانا۔۔حلیہ دیکھا ہے اپنا۔۔پسینے میں نہائی ہوئی ہو اور میلے کپڑے۔۔بو آرہی ہے تم سے جاؤ پہلے نہا کر آؤ۔۔" بے نیازی سے کہتی وہ اس کی سائیڈ سے ہو کر گزر گئیں۔روتی ہوئیں ھدی ہاتھ بڑھا کر اس کی طرف لپکنے کی کوششوں میں ناکام رہ گئی تھی۔

"پھپھو وہ رو رہی ہے۔۔ اسے بھوک لگ رہی ہے، پہلے میں اسے فیڈ کروالوں پھر نہالوں گی۔۔" الٹے قدموں واپس پلٹ کر ان کے پیچھے آتی وہ ملتجی ہوئی۔ ندرت بیگم پر جیسے کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ وہ کچن میں گھس کر ایک ہاتھ سے ھدی کو سنبھالے دوسرے سے اس کے لیے فیڈر تیار کر رہی تھیں۔ ھدی اب گلا پھاڑ پھاڑ کر رو رہی تھی۔

"مم۔۔ مم۔۔ ماا۔۔۔" روتے ہوئے باقاعدہ اس نے آواز بھی نکالی تو بخت آور کے دل پر ہاتھ پڑا۔

"پھپھو پلیز۔۔ وہ رو رہی ہے اسے مجھے دے دیں۔۔" بخت آور نے اس بار باقاعدہ ھدی کو ان سے لینے کی کوشش کی تھی۔

"پیچھے ہٹو۔۔ کہہ رہی ہوں ناں کہ پہلے نہا دھو کر آؤ۔" فیڈر ھدیٰ کے منہ میں ٹھونسنے کی کوشش کرتی وہ اس پر برہم ہوئیں۔ روتی ہوئی ھدی نے منہ پھیر لیا۔ وہ ماں کی طرف ہمکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"وہ نہیں پی رہی آپ کو نظر نہیں آرہا۔۔ میری بچی مجھے دے دیں پلیز۔۔" بے چین ہوتی وہ ان کے مقابل آگئی۔ تبھی شاہ ویز وہاں آیا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے۔۔ ھدی کیوں رو رہی ہے؟" ماں کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتا وہ بھرپور سنجیدگی سے بولا۔۔

"شاہ ویز دیکھو ناں ھدی رو رہی ہے لیکن پھپھو اسے مجھے نہیں دے رہیں۔۔ کہہ رہی ہیں کہ میرے کپڑے گندے ہیں مجھ سے بو آتی ہے۔۔" اسے بتاتے ہوئے وہ رو پڑی۔ اس کی بات سنتے شاہ ویز نے کچھ حیرت سے ماں کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں ناگواری سے در آئی۔ اس نے ھدی کو ان کی گود سے لے کر بخت آور کو تھما دیا۔ وہ فوراً اسے لیے کچن سے باہر نکلی تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے شاہ ویز۔۔؟ وہ لڑکی ہر وقت اول جلول حلیے میں رہتی ہے، اب ہاتھوں پر اور چہرے پر مٹی لگی ہے، پسینے میں شرابور ہے ایسے میں ھدی کو

گرمی لگ گئی تو کہاں ڈاکٹروں کے پاس بھاگتے پھرو گے۔۔؟" وہ اپنے صاحب زادے پر برہم ہوئیں۔

"امی وہ ماں ہے اس کی۔۔ اس سے زیادہ ھدی کی فکر اور کوئی نہیں کر سکتا سو آپ بے فکر رہیں وہ سنبھال لے گی۔۔" شاہ ویز نے لہجے کو نرم کرتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"ہونہہ ماں۔۔ بس اس کی ماں ہی ہے وہ۔۔؟ تمہاری بیوی بھی تو ہے، اس طرح ابتر حلیے میں رہنا اطاعت گزار بیویوں کو زیب نہیں دیتا۔۔ سجی سنوری بیوی پر نظر پڑتے ہی شوہر کی آنکھوں میں ٹھنڈک اتر آتی ہے۔۔۔ لیکن یہ۔۔۔؟ سنورنا تو دور یہ اس حد تک بگڑی رہتی ہے کہ اسے دیکھ کر آنکھیں ہی جل اٹھتی ہیں۔۔" وہ تو اس کی طرف سے بھری بیٹھی تھیں۔ فوراً دوسری خطائیں گنوائی تھیں۔ ان کی آوازیں لیونگ روم میں ھدی کو فیڈ کرواتی بخت آور تک بخوبی جا رہی تھیں۔ شاہ ویز نے لب بھینچتے ہوئے نظروں کا زاویہ بدلا۔

"مجھے اس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے امی۔۔" وہ لاپرواہی سے بولا۔ آنکھوں میں سرد مہری سی چمکنے لگی۔ ندرت بیگم نے بے بس نگاہوں سے اپنے سپوت کو دیکھا لیکن وہ ان کی طرف دیکھے بغیر وہاں سے واک آؤٹ کر گیا۔ دل ہی دل میں بخت آور کو کوستی وہ برتن پٹخنے لگیں۔

✿✿✿✿✿✿

وہ میری دسترس میں ہے لیکن

مسئلہ دسترس کا تھوڑی ہے!!!...

مگ کے کنارے پر انگلی پھیرتا وہ اپنے سامنے کھلی فائل پر نظر دوڑا رہا تھا لیکن اس کا ذہن بھٹک کر اپنے کمرے کی اس چار دیواری میں گھسا جا رہا تھا جہاں بخت آور کی خاموشیاں اور ھدی کی کلکاریاں سنائی دیتی تھیں۔ جانے وہ کیوں اول روز

سے اس سے بات کرنے کی روادار نہیں تھی۔ شروع میں تو شاہ ویز کو بھی کوئی فرق نہیں پڑا تھا مگر اب ہر گزرتا دن اس کے اندر عجیب سی بے چینی بھرتا چلا جا رہا تھا۔ وہ جتنا اس سے دور دور رہتی تھی شاہ ویز کی نگاہیں اتنا ہی بھٹک بھٹک کر اسی کی جانب اٹھتی تھیں۔۔ دفتر کا دروازہ ناک ہونے پر وہ چونک اٹھا۔ پھر ہنکارا بھرتے ہوئے دستک دینے والے کو اندر آنے کی اجازت دی اور کافی کا کپ لبوں سے لگا لیا۔ وہاں سب انسپکٹر حماد تھا۔

"سر یہ وہ فائلز جو آپ نے منگوائی تھیں۔۔!" اس کے سامنے ہی میز پر فائلیں رکھتا وہ تندہی سے گویا ہوا۔

"نواب علی شاہ کے کیس کی فائل انہی فائلز میں ہے۔۔؟؟" مگ میز پر رکھتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"نو سر۔۔ اس فائل کا کوئی اتا پتہ نہیں ہے، حالانکہ دو ہفتے پہلے میں نے خود وہ فائل ان فائلز کے ساتھ سٹور روم میں رکھی تھی۔" وہ جلدی سے بولا۔

"یہ کس قسم کی لاپرواہی ہے حماد۔۔؟جو چیز مجھے میرے ٹیبل پر چاہئیے اس کا مطلب ہے کہ ہر حال میں چاہئیے۔۔"میز پر شہادت کی انگلی رکھتا وہ سخت لہجے میں بولا تو حماد نے نظریں جھکالیں۔

"سوری سر۔۔لیکن میں سٹور روم چھان چکا ہوں۔۔وہ فائل وہاں نہیں ہے۔۔" ہاتھ باندھتے ہوئے اس نے شرمندہ سے انداز میں کہا تو شاہ ویز کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

"ڈیئر از نو ایکسکیوز ان مائے ڈکشنری یو اپڈیٹ۔۔مجھے کل تک وہ فائل چاہئیے ورنہ تمہیں سسپینڈ کروانے میں مجھے زیادہ وقت نہیں لگے گا۔۔"سخت نظروں سے اسے دیکھتا وہ چلایا تو حماد اوکے سر کہتا سر کو مزید جھکا گیا۔

"اب دفع ہو جاؤ یہاں سے۔۔"ہاتھ کے اشارے سے دروازے کی طرف اشارہ کرتا وہ مزید بولا۔حماد فوراً نو دو گیارہ ہوا تھا۔شاہ ویز نے لب بھینچتے ہوئے میز پر

کھلی فائل پکڑ کر نظروں کے سامنے کی۔ کھلے صفحات پر الفاظ کی جگہ ایک چہرہ ابھر کر یک دم سامنے آیا تھا۔

"ڈیم اٹ۔۔۔" ہاتھ مار کر فائل پیچھے دھکیلتا وہ بڑبڑایا۔ بخت آور کی بابت سوچتے ہوئے اس کے غصے کا گراف بڑھنے لگا۔ وہ لڑکی خوامخواہ اس کے حواسوں پر سوار ہو رہی تھی۔

"دیکھو ناں ھدی رو رہی ہے۔۔" ھدی سے زیادہ روتی ہوئی وہ خود لگ رہی تھی۔ گہرا سانس بھرتے ہوئے اس نے چیئر کی پشت سے ٹیک لگا لی۔

"پھپھو اسے مجھے نہیں دے رہیں، کہہ رہی ہیں کہ مجھ سے بو آتی ہے۔۔" بھیگا لہجہ۔۔۔ بے بس انداز۔۔ شاہ ویز نے تھک کر آنکھیں موندلیں۔ اتنا طے تھا کہ آج وہ کوئی کام ڈھنگ سے نہیں کرنے والا تھا۔ مگ میں پڑی کافی ٹھنڈی ہو چکی تھی۔

✿✿✿✿✿

"عنیزہ بیٹا مجھے تم سے بات کرنا تھی۔۔!" اس کے کمرے کا دروازہ ناک کر کے وہ اندر آئے تو عنیزہ جو کھڑکی کے پردے درست کر رہی تھی فوراً ان کی طرف پلٹی۔۔

"جی جی ابو آیئے نا۔۔!" اس نے مسکرا کہا۔ اس کے کمرے میں موجود مروہ نے دوپٹہ درست کرتے ہوئے اپنا بھاری ہوتا وجود چھپانے کی کوشش کی۔۔ وہ گہرا سانس لیتے بیڈ کے قریب کرسی کھینچ کر بیٹھ گئے۔

"بیٹا میرے پاس۔۔ میرے دوست کے بیٹے کا پروپوزل آیا ہے تمھارے لیے۔۔ تمہیں دیکھنے کے لیے آنا چاہتے ہیں، اگر تمھیں کوئی اعتراض نہ ہو تو۔۔؟؟" انھوں نے بڑی مشکلوں سے اپنی بات مکمل کی کہ یہ بات کرنا تو راشدہ بیگم ہی کو چاہئیے تھے مگر وہ جانتے تھے کہ وہ اپنی ماں کو کبھی ہاں نہیں کہے گی۔ ان کے سوال پر عنیزہ کے چہرے پر سایہ سا لہرا گیا۔ مروہ نے بھی اس کی جانب دیکھا تھا۔

"ابو میں۔۔شادی نہیں کرنا چاہتی" اس نے نظریں جھکاتے ہوئے کہا تو وہ اذیت سے مسکرائے۔۔

"میں جانتا ہوں لیکن میری بیٹی۔۔زندگی اسی کا نام ہے، ایک غم کو زندگی بھر کے لیے گلے سے لگا کر رکھو گی تو وہ روگ بن جائے گا۔۔خود کو سنبھالو اور میری لاج رکھ لو۔۔نہیں جانتا کہ کب زندگی کا چراغ گل ہو جائے اس لیے مرنے سے پہلے اپنے بچوں کی طرف سے پر سکون ہونا چاہتا ہوں" اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے انھوں نے نرم لہجے میں اپنی عرضی اس کے گوش گزار کی تو عنیزہ کی آنکھوں میں آنسو در آئے۔

"ابو آپ۔۔آپ پلیز ایسی باتیں مت کریں۔" جھکے سر کو مزید جھکاتی وہ رونے والی ہو گئی۔ مروہ نے نرمی سے اسکا ہاتھ تھام کر دبایا۔۔

"مان جاؤ عنیزہ۔۔" اس نے آہستگی سے کہا تو عنیزہ نے لب بھینچتے ہوئے آنکھیں میچ لیں۔ اس سنگدل کا بے نیاز چہرہ آنکھوں کے تصور میں آباد ہوا تو دل کٹ سا

گیا۔ مگر پھر اس کٹے پھٹے دل پر پاؤں رکھتے ہوئے عنیزہ نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

قدرت اللہ صاحب نے فرط مسرت سے اس کے سر پر بوسہ دیا۔ مروہ بھی سر جھکا کر ہنس دی۔ شاید اب کی بار خوشیاں قدرت ہاؤس میں مہکنے والی تھیں۔

✿✿✿✿✿✿

آج اس نے مشین لگا رکھی تھی۔ اس کا یہ آج ہفتے میں تین مرتبہ آیا کرتا تھا۔ شاہ ویز اور ھدی کے کپڑے وہ خود دھوتی تھی جبکہ ندرت بیگم اور شیر افگن صاحب کے کپڑے ندرت بیگم کام والی ماسی سے دھلوا لیا کرتی تھیں۔ کہ بقول ان کے 'آج کل کی لڑکیاں میاں اور بچے کی زمہ داری سنبھال لیں تو بہت ہے، اپنے میاں کے لیے تو میں خود ہی بہتیری ہوں۔۔' اسی اصول پر عمل کرتے ہوئے وہ بخت آور سے اپنا یا اپنے شوہر کا کوئی کام نہ کرواتی تھیں۔ کپڑے رسیوں پر پھیلا کر اس نے آخر میں مشین کا سوئچ نکالنے کو ہاتھ بڑھایا تھا۔ بے دھیانی میں ہاتھ

سوئچ کے سوراخوں پر جا پڑا۔ وہ کرنٹ کھا کر بری طرح پیچھے گری تھی۔ حلق سے بے اختیار چیخ نکلی جسے سننے والا کوئی نہ تھا۔ بخت آور کو ایک تلخ سنسناہٹ کا سا احساس ہوا تھا۔ آنکھوں کے سامنے لمحے بھر کو اندھیرا سا چھا گیا۔ کانپتا ہاتھ پیشانی پر رکھتی وہ بامشکل سیدھی ہوئی۔ آنکھیں بے ساختہ بھر آئیں جن کی پلکیں جھپکاتے ہوئے وہ دوبارہ کھڑی ہوئی۔ ہمت کر کے دوبارہ ہاتھ بڑھایا اور سوئچ باہر کھینچ لیا۔ جیسے تیسے کر کے اس نے مشین دھوئی اور چھت کی صفائی کر کے نیچے کی راہ لی۔ ھدی ندرت بیگم پاس ہی لاؤنج میں کھیل رہی تھی۔ اسے آتا دیکھ ندرت بیگم نے فوراً ھدی کو اسے تھمایا۔

'لو بی پکڑو اپنی بچی۔۔ رونے کی تیاریوں میں لگی ہے سلا ہی دو بس۔۔" وہ پٹخنے کے سے انداز میں ھدی کو اسے دے کر خود باہر لان میں چلی گئیں۔ بخت آور کی کمر درد سے اکڑ رہی تھی اور ھدی واقعی رونے کی تیاریوں میں نظر آرہی تھی۔ اسے کندھے سے لگاتے ہوئے بخت آور نے ہولے سے تھپکا۔ وجود تھکا تھکا سا ہو رہا تھا

ایسے میں ھدی کو سلانا اسے کسی عذاب سے کم نہیں لگ رہا تھا۔ مجبوراً اس نے زبیدہ کو آواز دی۔ وہ فوراً بھاگی چلی آئی۔

"جی بی بی جی آپ نے بلایا۔۔؟"

'ہاں زبیدہ یہ دیکھو ھدی رو رہی ہے۔۔ اسے تھوڑا سا سیریلیک کھلا کر سلا دو پلیز میرے کندھوں میں درد ہو رہا ہے۔۔ مجھ سے نہیں ہو گا۔۔"بخت آور نے تھکن سے چور لہجے میں کہا تو وہ قدرے ہچکچائی۔

'بی بی میں تو رات کا کھانا بنانے لگی ہوں، شام پڑنے والی ہے اگر ابھی سے شروع نہ کیا تو دیر ہو جائے گی اور اگر دیر ہو گئی تو۔۔ آپ کو تو پتہ ہے شاہ ویز صاحب کا۔۔" اس نے اپنی مصروفیت کے ساتھ ساتھ اسے معاملے کی سنگینی سے بھی آگاہ کیا تھا۔ بخت آور کو لگا اس کا دماغ ہل رہا ہے۔

"تمہیں جو میں کہہ رہی ہوں فی الحال وہ کرو۔۔جب شاہ آئے گا تو میں خود دیکھ لوں گی۔"بخت آور نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہہ کر ھدی کو اسے پکڑایا اور خود وہاں سے نکل کر گیسٹ روم میں چلی آئی۔بیڈ روم میں سو کر وہ ندرت بیگم کے عتاب کا نشانہ نہیں بننا چاہتی تھی۔دائیں ہاتھ میں جلن سی ہو رہی تھی لیکن پرواہ کیے بغیر وہ اوندھے منہ بیڈ پر لیٹ گئی۔بستر کی نرماہٹ محسوس کرتی وہ لمحوں میں ہوش و خرد سے بے گانہ ہو گئی تھی۔

جانے یونہی سوئے ہوئے اسے کتنا وقت بیت گیا تھا کہ جب اسے اپنی کلائی پر سرسراتا ہوا سا لمس محسوس ہوا۔انگلیوں کے پورے سلگنے لگے۔وہ کسمسائی تھی لیکن مقابل پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔کوئی اس کے پاس تھا۔۔بے حد پاس۔۔ہاتھ کی پشت پر سانسوں کی تپش دہکنے لگی۔۔بخت آور کی پیشانی پر پسینے کے قطرے چمکنے لگے۔ہمت مجتمع کر کے اس نے بڑی مشکل سے آنکھیں کھولی تھیں۔لمبے لمبے سانس لیتی وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔آنکھیں پھاڑ کر اطراف میں

دیکھا لیکن نیم اندھیرے میں کچھ نظر نہ آیا۔۔ دل دھڑ دھڑ کر رہا تھا۔ چہرے پر دونوں ہاتھ پھیر کر وہ بیڈ سے اتری اور دوپٹہ کندھے پر ڈال کر گیسٹ روم سے باہر نکل آئی۔ چہرے کے اطراف میں بکھری الجھے بالوں کی لٹیں یونہی کان کے پیچھے اڑستی وہ لیونگ روم میں آگئی۔ باہر رات اپنے پر پھیلا چکی تھی۔ وہ آنکھیں ملتی کچن کی طرف ہی جا رہی تھی جب وہاں سے باہر نکلتی ندرت بیگم کی نظر اس پر پڑی۔ وہ تیر کی سی تیزی سے اس کی جانب لپکی تھیں۔

"کہاں مری ہوئی تھی بدبخت۔۔؟؟ شوہر یا اولاد کی کوئی خبر نہیں تمہیں۔۔؟؟" اس کا بازو پکڑ کر اسے جھنجھوڑتے ہوئے وہ چلائیں۔ ان کا چہرہ حد سے زیادہ سرخ اور آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ روئی ہیں.

'میں گیسٹ روم میں تھی، سونے گئی تھی بتایا بھی تھا زبیدہ کو۔۔' بخت آور نے مری مری آواز میں صفائی دی تو ندرت بیگم نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو چھوڑا۔

"تم غفلت کی نیند سوتی رہنا بس۔۔ پھر بھلے ہی دوبارہ بیوہ ہو جانا۔۔" تڑخ کر کہتی وہ اس کے پاس سے نکلتی چلی گئیں۔ بخت آور پل بھر کو سناٹے میں آ گئی۔ دل ڈوب کر ابھرا تھا۔

"شا۔۔۔ہ۔۔ویز۔۔" اس کے لب بامشکل وا ہوئے۔

" کھانا کھایا تم۔۔؟؟" اس کا تفکر سے روزانہ پوچھے جانے والا سوال اسے یاد آیا تو دل عجیب سا ہو گیا۔

"تم سو جاؤ ھدیٰ کو میں سنبھال لوں گا" وہ جانتی تھی کہ وہ اس کی فکر میں کہہ رہا ہے مگر وہ چاہتی ہی نہیں تھی کہ وہ شخص اس کی فکر کرے۔ بخت آور کی نگاہ ڈبڈبا سی گئی۔ دوپٹہ سنبھالتی وہ تیزی سے پلٹی اور اپنے بیڈ روم کی طرف بھاگی۔

سیڑھیاں چڑھنے کے باعث اس کا سانس پھول گیا لیکن وہ اندھا دھند بھاگتی اپنے کمرے میں آئی تھی۔ پہلی ہی نظر آئینے کے سامنے کھڑے شاویز پر پڑی تھی۔

"تم ٹھیک ہو؟؟" خشک پڑتے لبوں پر زبان پھیرتی وہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے بولی تھی۔

اس کی آواز پر وہ اس کی طرف پلٹا۔ بخت آور کی نگاہ سیدھا اس کے داہنے بازو پر پڑی جہاں سے شرٹ کی پھٹی آستین سے جھانکتے اس کے کسرتی بازو پر سفید پٹی بندھی ہوئی تھی۔ پٹی پر خون کا سرخ نشان واضح تھا جو اس کے ساتھ بیتے حادثے کی گواہی دے رہا تھا۔ بخت آور کو اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا۔

"یہ کیسے ہوا۔۔؟" خوفزدہ لہجہ۔۔ کانپتی آواز۔۔ وہ ہرگز نہیں چاہتی تھی کہ ماضی اپنا آپ دہرائے۔ اسے شاہ ویز سے کچھ نہیں تھا، نہ محبت نہ الفت نہ انسیت لیکن پھر بھی۔۔ وہ دوبارہ بیوہ نہیں ہونا چاہتی تھی۔

"بس جو بھی ہوا۔۔ فی الحال یہ شرٹ اتارنے میں میری ہیلپ کر دو۔۔" اس کے سوال کو نظر انداز کرتا وہ نارمل انداز میں بولا تو خود کو سنبھالتی وہ اس کے پاس آگئی ہاتھ بڑھا کر اس کی مدد کرنے لگی۔ شاہ ویز لب بھینچے اس کا چہرہ دیکھنا لگے۔

نیند کے خمار سے بوجھل پلکوں پر کچھ نمی سی تھی۔ نرم و ملائم رخسار اور ناک تلے سجے یاقوتی لب۔۔ شاہ ویز کی نگاہیں بہکنے لگیں۔

"ہو گیا..!" ہاتھ جھاڑتی وہ پیچھے ہوئی تو شاہ ویز نے بے اختیاری میں اس کی کلائی تھام لی۔ بخت آور نے سوالیہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ہاتھ پر کیا ہوا ہے؟" اس کی انگلیوں کو اپنی انگلیوں سے سہلاتا وہ بڑی توجہ سے پوچھ رہا تھا۔

"کچھ خاص نہیں۔۔ آج کپڑے دھوتے ہوئے کرنٹ لگ گیا تھا۔!" بخت آور نے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے کھینچتے ہوئے کہا تو شاہ ویز نے بغور اس کا کترانا دیکھا۔

"توجہ کہاں تھی تمھاری۔۔؟؟" بھنویں سکیڑتے ہوئے اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"تمھاری طرف بالکل نہیں تھی۔۔" بے ساختہ اس کی زبان سے پھسلا تو شاہ ویز نے حقیقتاََ حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔۔وہ خجل سی ہوتی نگاہوں کا رخ بدل گئی۔

"میں نے کب کہا کہ میری طرف تھی؟"شاہ ویز نے پھر سے اس کی کلائی جکڑلی۔

"بار بار ہاتھ کیوں پکڑ رہے ہو کیا مسئلہ کیا ہے؟"اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کرتی وہ کچھ تلخی سے بولی.

"بیوی ہو میری۔۔ حق رکھتا ہوں تم پر" ایک جھٹکے سے اسے قریب کرتا وہ سرد لہجے میں بولا تو بخت آور کا دل بے اختیار دھڑکا۔ آج سے پہلے کب اس نے ایسی کوئی بات کی تھی بھلا۔۔؟بخت آور کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔۔

"میں تمہیں کوئی حق دینے کا ارادہ نہیں رکھتی۔۔"اس کے زخمی بازو پر زور ڈال کر اسے پیچھے دھکیلتی وہ غرائی۔بازو میں اٹھتی ٹیس پر اس کے لبوں سے بے اختیار

سسکاری نکلی۔ نچلا لب دانتوں میں دباتے ہوئے اس نے تاسف بھری سرد نگاہوں سے بخت آور کو دیکھا۔

"جاؤ ھدیٰ کو امی کے کمرے سے لے آؤ۔۔ زبیدہ نے اسے وہیں سلا دیا ہے" خود کو سنبھالتا وہ سنجیدگی سے کہتا اس کی جانب سے رخ موڑ گیا۔

"میں اور ھدیٰ آج گیسٹ روم میں ہی سو جائیں گے تم آرام کرو تمہیں سکون کی ضرورت ہے" تڑخ کر کہتی وہ اس کی مزید سنے بغیر کمرے سے نکل گئی۔ اس کے آنچل کو دروازے کے پیچھے غائب ہوتا دیکھ وہ اپنا سر ہاتھوں میں تھام گیا۔۔

"پاگل کر رہی ہو۔۔ تم مجھے پاگل کر رہی ہوں بخت۔۔۔!" آنکھیں بند کرتا وہ بے بسی کے عالم میں بڑبڑایا۔ وہ نا چاہتے ہوئے بھی کافی دیر اسکا انتظار کرتا رہا مگر جب وہ نہ آئی تو تھک کر لیٹ گیا۔۔ اس کی بے رخیوں کی بابت سوچتا وہ جانے کب نیند کی وادیوں میں اترتا چلا گیا۔ بخت آور علی منیب نے اس کی سوچوں کو منتشر کر کے اسے اگلے دن کے لائحہ عمل کی بابت سوچنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔

✿✿✿✿✿✿

ڈھلتی شام کے اوقات میں آج کئی دنوں بعد وہ قدرت ہاؤس میں داخل ہو رہا تھا۔ نیلے آسمان کا سینہ نارنجی بادلوں سے گھرا ہوا تھا ایسے میں شام کی مدھم ہوا فضا میں ہولے ہولے رقص کرتی طبعیت پر خوشگوار تاثر چھوڑ رہی تھی۔ ارصم اور عالیان پہلے ہی لان میں رکھی لکڑیوں کی کرسیوں پر براجمان تھے اسے دیکھ کر ارصم مسکراتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

"زہے نصیب آج تو ڈی۔ ایس۔ پی صاحب تشریف لائے ہیں۔۔" شاہ ویز سے بغل گیر ہوتا وہ خوشدلی سے بولا شاہ ویز نے مسکراتے ہوئے اس کی پیٹھ تھپکی۔

"میں تو لے ہی آیا ہوں تم بھی کبھی تشریف کا ٹوکرا اٹھا کر گھر کا چکر لگا لیا کرو، امی یاد کرتی رہتی ہیں تمہیں۔۔" کرسی سنبھالتے ہوئے اس نے کافی سنجیدگی سے غیر سنجیدہ بات کی تھی۔

"یار فرصت ہی نہیں ملتی برو۔۔پہلے تو شاہ میر بھائی سب سنبھال لیتے تھے لیکن اب جب سے ابو جی نے بزنس کو دوبارہ سنبھالا ہے انھوں نے مجھ پر بھی زمہ داری ڈال دی ہے مجھ سے کچھ مینیج نہیں ہو رہا۔۔نہ کام نہ سٹڈی اور نہ آرام۔۔"

سنجیدگی سے بات کرتے کرتے وہ آخر میں غیر سنجیدہ ہو گیا۔شاہ میر کے ذکر نے شاہ ویز کے اندر کہیں کچھ جلا سا دیا تھا۔دل عجیب سا ہونے لگا۔خود کو کمپوز کرتے ہوئے اس نے ایک اچٹتی نظر عالیان پر ڈالی۔

"اور تم برخوردار۔۔شاہ میر کے بعد ماموں نے اب تمھیں گود لے لیا ہے کیا؟"

وہاں آتی مروہ پر ایک اچٹتی نگاہ ڈال کر اس نے بظاہر عالیان کو لتاڑا۔وہ سٹپٹا گیا۔

"ارے نہیں بھائی میں تو۔۔"گلا کھنکھارتے ہوئے اس نے اپنی صفائی میں کچھ بولنا چاہا مگر ہاتھ میں پکڑی ٹرے میز پر پٹختی مروہ نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ابو نے تو نہیں لیا مگر تمھارا بھائی زبردستی ان کی گود میں گھسنے کو تیار ہے تو ہم کیا کریں۔۔"سیدھے ہوتے ہوئے مروہ نے بھرپور سنجیدگی سے عالیان پر طنز کیا تو وہ شرمندہ سا ہوتا پیشانی کھجانے لگا۔

"بھائی بہت بے عزتی ہو گئی ہے تیری اب کٹ لے۔۔"ارصم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو شاہ ویز مسکرا دیا۔۔

"سالے تجھ سے بڑا ہوں عزت کیا کر۔۔"خفت مٹانے کو وہ ارصم پر جھپٹ پڑا۔ اسے جان بچانے کو وہاں سے دوڑ لگانا پڑی۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے دیکھ مروہ وہی بیٹھ گئی۔

"آہم۔۔۔ عنیزہ کہاں ہے۔۔؟"شاہ زین نے پوچھا۔

"سو رہی ہے۔۔"مروہ نے لاپرواہی سے جواب دیا جس پر شاہ ویز نے نظر اٹھا کر سامنے دیکھا۔ کھڑکی کا پردہ فوراً برابر ہوا تھا۔

"جھوٹ بول رہی ہو تم۔۔" کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر اس نے ٹانگ پر ٹانگ چڑھالی۔

"میری بات سنو تم۔۔۔ کیا لطف ملتا ہے تمہیں اسے اپنے لیے تڑپتا دیکھ کر۔۔؟؟" مروہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔اس کے سوال پر شاہ ویز نے لب بھینچتے ہوئے رخ پھیر لیا۔شاید جواب دینے سے گریز کیا تھا۔

"خیر۔۔بخت کی سناؤ۔۔ کیسی ہے وہ۔۔؟" اسے خاموشی سے منہ پھیرتا دیکھ مروہ نے موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

"مجھے نہیں پتہ۔۔ فون کر کے خود پوچھ لو۔۔" لہجہ پل میں سرد ہوا تھا۔

"وہ فون اٹھا رہی ہوتی تو تم سے کیوں پوچھتی۔۔۔" مروہ تپ گئی۔شاہ ویز نے ٹیک چھوڑتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

"تمہارے پاس کرنے کو کوئی اور بات ہے یا میں جاؤں۔۔؟؟"اس قدر کورا سوال تھا کہ مروہ کو اگلا سوال کرنا مشکل لگا لیکن بہر طور وہ خاموش رہنے والی نہیں تھی۔خاور کی موت کے بعد شاہ ویز نے اسے بہت سے قانونی کاروائیوں سے نہ صرف بچایا تھا بلکہ ممکن حد تک اسکا خیال بھی رکھا تھا سو مروہ اور اس میں کافی حد تک بے تکلفی والی فضا قائم ہو گئی تھی۔

"لڑائی ہوئی ہے۔۔؟"اس نے ڈھیٹ بن کر پوچھا۔

"صلح کب تھی۔۔؟"شاہ ویز کا جواب برجستہ تھا۔

'ایسا کب تک چلے گا شاہ ویز۔۔تمہاری بیوی ہے وہ۔۔"مروہ نے پیشانی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"وہ تو کہتی ہے کہ وہ شاہ میر کی بیوہ ہے۔۔"وہ مدھم بے تاثر لہجے میں بولا۔اس کے جواب پر مروہ کو لگا کہنے کو کچھ بچا نہیں ہے اسے بخت آور سے اس حد تک بے

وقوفی کی امید نہیں تھی۔۔اس نے شاہ ویز کی طرف دیکھا مگر اس کے چہرے سے اس کی دلی کیفیت کا پتہ لگانا کچھ ناممکن سا تھا۔

"تم جانتے تو ہو کہ وہ بھائی سے کتنی محبت کرتی تھی۔۔"مروہ نے وضاحت کرنے کی کوشش کی۔

"کرتی ہے۔۔"شاہ ویز نے 'ہے' پر زور دیا۔

"تو یہ بات تو کبھی ڈھکی چھپی نہیں رہی۔۔تم نے جانتے بوجھتے اس سے شادی کی ہے۔۔"مروہ نے کچھ دبی دبی سی آواز میں کہا۔

"ہاں میں جانتا تھا۔۔سب جانتا تھا لیکن مجھے لگا تھا کہ مجھے فرق نہیں پڑے گا۔۔لگا تھا کہ وہ جو مرضی کرتی رہے، میں سکون میں رہوں گا۔۔وہ بھلے ہی شاہ میر کو ہی پوجتی رہے میری صحت پر کوئی اثر نہیں ہو گا۔۔"روانگی میں بولتے بولتے وہ رکا۔شاہ ویز کو اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا۔آنکھیں سرخ پڑنے لگیں۔

"تو پھر اب۔۔؟؟" مروہ کو حقیقتاً دکھ ہوا۔

"میں نے کہا نا۔۔مجھے 'لگا' تھا۔۔اور ضروری نہیں کہ قبل از وقت انسان کو جو لگے بعد ازاں ویسا ہو بھی جائے۔۔" سنجیدگی سے کہتے ہوئے اس نے آخر میں اپنی آنکھیں رگڑ لیں۔ وہ رویا نہیں تھا لیکن مروہ کی آنکھوں میں نمی چمکنے لگی تھی۔

"تم اسے چاہنے لگے ہو۔۔؟؟" مروہ نے آہستگی سے پوچھا تو شاہ ویز نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ آنکھیں خون رنگ ہو چکی تھیں۔ مروہ کو ان سے خوف محسوس ہوا۔

"مجھے اس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔" وہی اس کا گھسا پٹا جملہ جو وہ کئی بار اپنی ندرت بیگم کے سامنے بھی بول چکا تھا۔ اس کے جواب پر مروہ نے اپنی بھیگی آنکھیں رگڑ ڈالیں۔

"تم جھوٹ بہت صفائی سے بولتے ہو شاہ ویز۔۔۔ کوئی بھی تمہارے الفاظ پر یقین کر سکتا ہے۔۔ کوئی بھی۔۔ لیکن وہ کوئی بھی 'میں' نہیں ہوں۔۔" تاسف بھرے لہجے میں کہتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ شاہ زین نے ہولے سے کندھے اچکائے تھے۔

"مجھے فرق نہیں پڑتا۔۔" وہ لاپرواہ نظر آرہا تھا۔

"ہاں تم ڈھیٹ جو ہو۔۔" مروہ نے پھیکی ہنسی ہنستے ہوئے کہا تو وہ بنا کوئی جواب دیے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اندر نہیں چلو گے۔۔؟ امی سے بھی مل لینا۔۔" مروہ نے بھی کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"پھر آؤں گا ان شاء اللہ۔۔!" شاہ ویز نے اسے ٹالا۔ وہ عنیزہ کا سامنا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مروہ نے بھی زیادہ اصرار نہ کیا کہ شاید وہ بھی یہی چاہتی تھی۔ بڑی مشکلوں سے اس نے رشتے کے لیے ہاں کہی تھی، مروہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ اپنا

فیصلہ بدل ڈالے۔۔ اپنا موبائل میز سے اٹھا کر وہ وہاں سے پلٹ گیا۔ جبکہ اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑی عنیزہ کی آنکھوں نے بہت آہستگی سے دو آنسو بہائے تھے۔

✿✿✿✿

"اتنی ڈھیٹ ہے کہ خدا کی پناہ۔۔ صبح سے کہہ رہی ہوں کہ لباس بدل لو لیکن پتہ نہیں منحوس ماری کو کیوں گندگی میں سکون ملتا ہے" وہ ھدی کے دھلے ہوئے کپڑے چھت پر پھیلا کر نیچے آئی ہی تھی کہ ندرت بیگم کا جھلستا ہوا جملہ کانوں میں پڑا۔

"کیوں بچی کے پیچھے پڑی رہتی ہو نیک بخت۔۔ بچوں کے ساتھ مائیں یونہی بے حال رہتی ہیں۔۔ اپنا وقت یاد نہیں تم کو جب چھ چھ دن ایک ہی لباس میں رہا کرتی تھیں۔۔" شیر افگن صاحب کی آواز ابھری تو بخت آور کو اندازہ ہوا کہ ندرت بیگم تنہا نہیں ہیں۔۔

"کوئی خدا کو مانیں کیوں گڑھے مردے اکھاڑ رہے ہیں۔۔" وہ سلگ ہی تو اٹھیں۔

بخت آور نے ان سنی کرتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھا دیے۔ وہ مزید کچھ کہہ رہی تھیں لیکن وہ سننا نہیں چاہتی تھی۔ کمرے میں آتے ہی اس نے پہلی فرست میں الماری سے وہ شاپنگ بیگز نکالے تھے جو اس شام شاہ ویز اس کے لیے لے کر آیا تھا۔ اب تو گرمیاں بھی رخصت ہونے کو تھیں۔ اسے رونا آ رہا تھا جسے ضبط کیے اس نے بیگز بیڈ پر الٹ دیے۔ چار پانچ سوٹوں کے علاوہ اس کے استعمال کی مختلف اشیاء تھیں جن پر ایک نگاہ غلط ڈالے بغیر اس نے ہاتھ بڑھایا اور جو سوٹ ہاتھ آیا اسے لے کر اپنے آنسو پیتی واش روم میں جا گھسی۔ چاہ کر بھی وہ اپنے آنسوؤں کو روک نہیں پائی تھی۔ پانی کے ساتھ نہ جانے کتنے آنسو یونہی بہا دیے۔۔ وہ نہا کر باہر نکلی تو ھدی جاگ چکی تھی۔ بخت آور نے جلدی جلدی الٹا سیدھا تولیہ بالوں میں لپیٹا اور اسے بے بی کاٹ سے لے کر کندھے سے لگا لیا۔۔ اس کا ارادہ ھدی کو فیڈ کروانے کا تھا تبھی کمرے کا دروازہ کھول کر وہ اندر آیا تھا۔

دوپٹے سے مبرا وہ یہاں سے وہاں چکر کاٹتی ھدی کو چپ کروانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس نے نظروں کا زاویہ بدل کر ڈریسنگ روم کی طرف قدم بڑھا دیے۔ اسے ڈریسنگ روم میں گم ہوتا دیکھ بخت آور کو کچھ سکون ہوا۔۔ جب تک وہ وردی تبدیل کر کے واپس آیا بخت آور ھدی کو فیڈ کروا چکی تھی۔ اب وہ آرام سے بیڈ پر بیٹھی ہاتھ پاؤں چلاتی منہ سے مختلف آوازیں نکال رہی تھی۔ اس کے قریب ہی لیٹنے کے سے انداز میں بیٹھی بخت آور اس کی ناک تو کبھی گالوں کو چومتی اپنا کچھ دیر پہلے کا رونا دھونا بھول بھال کر اب مسرور سی ہو رہی تھی۔ کھٹکے کی آواز پر چونک کر پلٹی تو تولیہ سر سے ڈھلک گیا۔ گیلے بالوں کی آبشار کمر پر بکھرتی چلی گئی تو بے نیازی کا مظاہرہ کرتے شاہ ویز کی نگاہ بے اختیار ہوتی اس کے سراپے میں الجھ گئی۔ حزن و ملال کی عملی تصویر بنا اس کا گلابی چہرہ اس کے بہت سا رو چکنے کی غمازی کر رہا تھا۔ سرخ رنگ کے سوٹ میں اس کی رنگت کھل رہی تھی۔ دوپٹے سے بے نیاز متناسب سراپا اس کی نگاہوں کو خیرا کر رہا تھا۔ شاہ ویز

کی نگاہوں کا ارتکاز محسوس کر کے بے ساختہ اسے اپنے دوپٹے کا خیال آیا تھا۔ اس نے جلدی سے تکیے پر پڑا دوپٹہ اٹھا کر شانوں پر پھیلا لیا۔ وہ قدم قدم چلتا اس کی طرف آیا لیکن نظریں اس مرتبہ بیڈ پر بے ترتیبی سے بکھرے سامان پر تھیں جس کے درمیان ھدی کے لیٹنے کی جگہ بنالی گئی تھی۔

"یہ۔۔ یہ میں سمیٹنے ہی والی تھی بس۔۔" اس نے جلدی جلدی کپڑوں کو ایک طرف کرتے ہوئے بوکھلاہٹ زدہ انداز میں کہا۔ پشت پر بکھرے بال اس کی ہر حرکت کے باعث ہل رہے تھے۔

"تم نے امی سے بدتمیزی کی ہے؟" وہ جانتا تھا کہ اس نے نہیں کی لیکن اس سے بات بڑھانے کو وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔ شاہ ویز کے سوال پر وہ فوراً اس کی طرف گھومی۔

"نن۔۔ نہیں۔۔ نہیں تو۔۔" جواب دیتے ہوئے اس کی آنکھیں خوف و حیرت سے پھیل گئیں۔

"جھوٹ بول رہی ہو۔۔؟؟" شاہ ویز مزید آگے بڑھا۔ وہ بے اختیار پیچھے ہوئی۔

"نہیں۔۔ میں سچ کہہ رہی ہوں۔۔" وہ نفی میں سر ہلاتی اس پل معصوم لگی تھی۔

"اور اگر میں کہوں کہ تم نے کی ہے تو پھر۔۔؟؟" سنجیدگی سے کہتے ہوئے شاہ ویز نے اس کا بازو گرفت میں لے لیا۔ آنکھوں میں سختی سی در آئی۔

"میں نے کوئی بدتمیزی نہیں کی۔۔۔ تمہیں سمجھ نہیں آ رہی۔۔" اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے پیچھے دھکیلتی وہ خود بھی اس بار سخت لہجے میں بولی تھی۔ شاہ ویز نے اس کا بازو چھوڑ دیا تھا۔ بخت آور کے اونچا بولنے سے ھدی ڈر سی گئی۔

"چیخو مت ھدی ڈر رہی ہے۔۔" شاہ ویز اس بار حقیقتاً سخت لہجے میں بولا تھا۔

"میری بیٹی ہے۔۔۔ تمہیں کیا تکلیف ہے۔۔؟؟" خوف بھلائے تڑخ کر جواب دیتی وہ ھدی کی طرف پلٹی تاکہ اسے گود میں لے سکے۔ وہ اب بیڈ سے اترنے کی کوششوں میں تھی۔ اس کے جواب نے شاہ ویز کا فشار خون بڑھا دیا تھا۔ اس سے

پہلے کہ وہ ھدی کو پکڑتی شاہ ویز نے اس کا بازو مٹھی میں جکڑ کر اسے اپنی جانب کھینچ لیا۔ وہ اس افتاد کے لیے تیار نہ تھی سو سیدھا اس کے سینے سے جا ٹکرائی۔

"یہ کیا بکواس کی ہے تم نے۔۔؟؟ کس نے کہا کہ وہ صرف تمہاری بیٹی ہے۔۔؟؟" دوسرے ہاتھ سے اس کی ٹھوڑی اونچی کرتا وہ سرد لہجے میں استفسار کر رہا تھا۔

"کسی کے کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟؟ اس کا باپ مر چکا ہے اس لیے یہ اب صرف میری بیٹی ہے۔۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتی وہ بے خوفی سے بولی۔ اس کے الفاظ کسی تیز رفتار سلگتی ہوئی گولی کی طرح شاہ ویز کا دل چیرتے چلے گئے۔ گیارہ مہینے ہونے کو آئے تھے اور وہ لڑکی اپنا ماضی بھولنے کو تیار ہی نہیں تھی۔

"بخت آوررررر۔۔۔ اپنے الفاظ پر غور کرو۔۔" وہ غرایا۔ بخت آور کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

"میں صحیح کہہ رہی ہوں۔۔اور تم بھی خود کو ہلکان مت کرو۔۔میں تمہارے قابل نہیں ہوں تم عنیزہ سے شادی کرلو۔۔" اپنا بازو اس کی گرفت سے چھڑوانے کی کوشش کرتی وہ بے تاثر لہجے میں بولی لیکن برا ہوا کمبخت آنکھوں کا جن سے آنسو بہہ نکلے تھے۔وہ کچھ پل خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر جب بولا تو لہجہ برف سے بھی زیادہ سرد ہو رہا تھا۔

"ٹھیک ہے، کرلیتا ہوں اس سے شادی۔۔۔لیکن پہلے تم مجھے میرا حق دے دو۔۔" سرخ پڑتی آنکھوں کی پلکیں جھپکائے بغیر وہ پورے قد سے اس کے مقابل کھڑا ہوا تھا۔اس کے تقاضے نے بخت آور کے تن بدن میں آگ سی لگادی۔اس کا ہاتھ اٹھا تھا لیکن اس سے پہلے کہ شاہ ویز کے گال کو چھوتا وہ اس کی مضبوط مٹھی میں آگیا۔شاہ ویز نے اس کی کلائی مروڑ کر اس کی کمر سے لگائی اور اسے ایک جھٹکے سے اپنے قریب کرلیا۔اس کے اس قدر استحقاق بھرے انداز پر بخت آور کا دل

اچھل کر حلق میں آ گیا۔ ساری طراری ہوا ہوئی تھی۔ جبکہ ھدی ماں کی عدم توجہ کے باعث اب بیڈ سے لٹک کر فرش پر کھڑی ہو کر رونا شروع ہو چکی تھی۔

"ڈی۔ ایس۔ پی شاہ ویز آفریدی نام ہے میرا۔۔۔ آئندہ ایسی جرات مت کرنا ورنہ تمہاری قسم مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔" اس کے کان میں سرگوشی کرتا وہ اس کی جان نکال گیا تھا۔ جبکہ اس کی حالت سے بے بہرہ شاہ ویز نے ہولے سے آنکھیں موند کر اس کے گیلے بالوں سے پھوٹتی شیمپو کی خوشبو اپنی سانسوں میں اتاری پھر لب بھینچتے ہوئے اسے آہستگی سے پیچھے دھکیل دیا۔ وہ کسی بے جان گڑیا کی طرح بیڈ پر جا گری۔ دانت پر دانت جماتا وہ وہاں سے پلٹ گیا۔ جانے کس ضبط سے خود کو روکا تھا ورنہ وہ لڑکی آج اسے ہر بندھ توڑنے پر مجبور کر چکی تھی۔ پیچھے بیڈ پر لیٹی بخت آور کی ہچکیاں ھدی کے رونے میں ہی کہیں دب سی گئیں۔۔

✿✿✿✿

عنیزہ کی شادی کی ڈیٹ فکس ہو چکی تھی۔۔ کارڈز چھپ چکے تھے۔۔ ایک بار پھر بازاروں کے چکر لگائے جا رہے تھے۔ مروہ کی پریگنینسی کا وقت بھی ختم ہونے کو ہی تھا۔۔ بخت آور کی کمی کو عنیزہ کے سوا گھر کے ہر فرد نے محسوس کیا تھا۔ مروہ بڑی مشکلوں سے ماں کو منانے میں کامیاب ہو پائی تھی۔ عنیزہ کو بنا بتائے وہ دونوں ماں بیٹی اس سے ملنے اور عنیزہ کی شادی کا کارڈ دینے افگن ولا چلی آئی تھیں۔ اتنے عرصے بعد راشدہ بیگم کو مقابل دیکھ کر بخت آور بکھر سی گئی۔ ان کے گلے لگ کر جانے کتنے ہی آنسو بہا ڈالے اور روئی تو وہ بھی بہت تھیں۔۔ کہ جسے اپنی اولاد کی طرح پالا تھا اس سے منہ موڑے رکھنا آسان کہاں تھا۔ مروہ تو ایک دو بار پہلے بھی اس سے ملنے آ چکی تھی سو مروہ سے زیادہ راشدہ بیگم کا آنا اس کے لیے مسرت کا باعث بنا تھا۔۔ ان کے ساتھ شام کی چائے پیتے ہوئے وہ کتنی مسرور تھی یہ اس کے چہرے سے دیکھا جا سکتا تھا۔۔ دونوں خواتین شادی کی تیاریوں پر گفتگو کرنے

لگیں تو راشدہ بیگم کو ندرت بیگم کے پاس چھوڑ کر مروہ اسے آڑھے ہاتھوں لینے کے لیے اس کے کمرے میں لے آئی۔

"تم نے شاہ ویز اور اپنے رشتے کو ابھی تک ایکسیپٹ نہیں کیا بخت۔۔؟؟" اسے بازو سے تھامتی مروہ تاسف بھرے لہجے میں بولی تو بخت آور نے کچھ تذبذب کے عالم میں اس کی طرف دیکھا۔

"یہ تم سے کس نے کہا۔۔؟" بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اس نے بے تاثر لہجے میں پوچھا۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے" مروہ نے اس کے چہرے کا رخ ہاتھ سے اپنی طرف کرتے کہا تو بخت آور نے زخمی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"مجھ سے کچھ مت پوچھو پلیز۔۔"!

"تم سے کچھ نہ پوچھوں اور تمہیں اپنی زندگی برباد کرنے دوں؟" مروہ غصے میں آ گئی۔

"زندگی تو تب ہی برباد ہو گئی تھی جب شاہ میر کی ڈیتھ ہوئی تھی۔۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

"بھائی کو بھول جاؤ پلیز۔۔!" مروہ نے اس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا۔

"تم بھول سکتی ہو اپنے شوہر کو؟؟ موو آن کر سکتی ہو؟؟" بخت آور نے الٹا اسی سے پوچھا تو مروہ کچھ نہ بول سکی۔

"وہ کہتا تھا کہ میرے وجود پر کسی دوسرے مرد کی نظر بھی برداشت نہیں کر سکتا لیکن تم۔۔ تم لوگوں نے اسی کے سگے بھائی کو میرے وجود کا حاکم بنا دیا۔۔؟؟" اپنی بھیگی آنکھیں سختی سے رگڑتی وہ سرد لہجے میں چلائی۔ مروہ کو اس کی سادگی پر ترس آیا۔۔ کاش وہ اسے بتا سکتی کہ وہ کڈنیپ نہیں ہوئی تھی۔ اسے شاہ میر خود کسی دوسرے مرد کے لیے چھوڑ کر آیا تھا۔

"وہ تمہارا ماضی تھے بخت۔۔۔ اب حال کو دیکھو اور اسے قبول کرو۔۔ ماضی کو بھول جاؤ پلیز۔۔!" مروہ نے اسے بازوؤں سے تھامتے ہوئے سمجھانے کی کوشش کی تو نم آنکھوں سمیت مسکراتی بخت آور نے بچوں کے سے انداز میں نفی میں گردن ہلائی۔

"ماضی ہوتا تو بھول جاتی۔۔ وہ شخص میری محبت تھا، ہے اور رہے گا۔۔ میں کیسے اسے بھول جاؤں۔!" اس کے ہاتھ جھٹکتے ہوئے وہ بھیگی ہوئی آواز میں بولی۔

"اور تم۔۔۔ تم بھی تو کسی کی محبت ہو سکتی ہو؟" مروہ نے سنجیدگی سے کہا تو بخت آور نے اس کی طرف دیکھا پھر ہولے سے نہ میں گردن ہلائی۔

"میں نے اس سے نہیں کہا تھا کہ مجھ سے محبت کرے۔۔ یہ فیصلہ اس کا اپنا تھا۔۔" وہ ایک پل میں بے حس بنی تھی۔ سمجھ چکی تھی کہ مروہ شاہ ویز کی بات کر رہی ہے۔

"دل کے فیصلے پر انسان کا اختیار نہیں ہوتا بخت۔۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"ہاں تو میرا ابھی میرے دل پر اختیار نہیں ہے۔۔ محبت آسمانی جذبہ ہے مروہ۔۔ اس میں انسان صرف اپنے محبوب کی چاہت کا تمنائی ہوتا ہے۔۔ جسے وہ خود نہیں چاہتا نا۔۔ اُس سے وہ کچھ نہیں چاہتا۔۔ نہ محبت۔۔ نہ الفت۔۔ نہ لگاوٹ۔۔ نہ قربت۔۔۔!" بے تاثر لہجے میں کہتی وہ صاف گوئی کی حد کر گئی۔

"سچ یہ ہے کہ تم اپنا دل بدلنا ہی نہیں چاہتیں۔۔ تمہیں شاہ ویز سے اول روز سے چڑ ہے اسی لیے تم اس کے ساتھ ایسا کر رہی ہو!" اس کے پاس سے اٹھتی مروہ نے اسے حقیقت کا آئینہ دکھایا تو بخت آور نے تڑپ کر اس کی طرف دیکھا۔

"تم اپنے دل سے ضد لگا رہی ہو بخت۔۔ ایک بار آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر خود سے پوچھو تو سہی کہ تم چاہتی کیا ہو؟؟" مروہ نے سنجیدہ لہجے میں اس سے گزارش کی تو بخت آور رو پڑی۔۔ہاں میں نہیں جانتی نہ ہی جاننا چاہتی ہوں مروہ۔۔" بھرائی ہوئی آواز میں کہتی وہ مروہ کو بے بس لگی۔

"بخت میری بات سنو پلیز۔۔" اس کے پاس بیٹھتی وہ اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے کر بولی۔

وہ تمھیں چاہنے لگا ہے۔۔ سن رہی ہو؟ میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا ہے۔۔ وہ تم سے محبت کر بیٹھا ہے اس کے ساتھ ایسا مت کرو پلیز ورنہ۔۔" اسے سمجھانے کی کوشش میں مروہ کی آنکھوں میں نمی در آئی۔

"تم بھی میری طرح پچھتاؤ گی۔۔ اسے کا ہاتھ تھام کو اس سے پہلے کہ ہاتھ سے ہاتھ چھوٹ جائے۔" اس کے لیے سوچ کا نیا در اس کرتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔۔ بخت آور نے ڈبڈبائی نگاہوں سے اپنی ہتھیلیوں کو گھورا پھر لب بھینچتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی.

"وعدہ کرو تم اس بارے میں سوچو گی" مروہ نے اس کے ہاتھ دباتے ہوئے کہا تو بخت آور نے بامشکل سر اثبات میں ہلایا۔

"میں کوشش کروں گی" بخت آور کی اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا تو مروہ مسکرائی۔

" دیٹس لائیک مائے گرل۔۔" اس کے گلے لگتی وہ پر سکون سی ہو کر بولی تو بخت آور ضبط سے مسکرائی۔ پھر دونوں آگے پیچھے چلتی باہر چلی آئی۔۔ باہر شاہ ویز آچکا تھا۔ ھدیٰ اس کی گود میں بابابا کرتی چہک رہی تھی۔ اپنی بیٹی کو دیکھتی بخت آور کی اداس آنکھیں چمکنے لگیں۔

" دیکھو۔۔ غور سے دیکھو۔۔ اس نے تمھاری بیٹی کے لیے کیسے خود کو اسکے باپ کے روپ میں ڈھال لیا ہے!" مروہ نے دبی دبی سی آواز میں کہا تو بخت آور بہت کچھ سوچتی چلی گئی۔ وہ تمام پل جب جب وہ ھدیٰ کے لیے متفکر ہوا تھا۔ اس کا ھدیٰ سے محبت کرنا، اس کی پرواہ کرنا اس کی بیماری میں پریشان اور صحت پر خوشی کا اظہار۔۔ وہ ایک بہترین باپ ثابت ہوا تھا۔

✿✿✿✿✿

وقت پر لگا کر گھڑی کی سوئیوں کی گردش کے سنگ گزر کر اسے دوبارہ قدرت ہاؤس میں لے آیا تھا۔ اسے اس گھر سے رخصت نہیں کیا گیا تھا، نکالا گیا تھا۔۔ اگر راشدہ بیگم خود اسے مدعو کرنے نہ آتی تو یقیناً وہ وہاں کبھی نہ آتی۔۔ آج عنیزہ کی بارات تھی اور بارات کی تقریب قدرت ہاؤس کے لان میں ہی منعقد کی گئی تھی۔ روشنیوں سے جگ مگ کرتے اس گھر میں قدم رکھتے ہوئے اس کی آنکھ بھر آئی تو شاہ ویز نے لب بھینچتے ہوئے اسے دیکھا۔ سیاہ رنگ کی لانگ میکسی زیب تن کیے بال کو کھلا چھوڑے وہ لائٹ سے میک اپ میں بھی شاہ ویز کی نگاہوں کو باندھے ہوئے تھی۔۔ اسے پلکیں جھپکاتے دیکھ وہ گھوم کر اس کے سامنے آیا۔

"اگر تم نے ایک بھی آنسو بہایا تو میں تمھیں یہاں سے لے جاؤں گا۔۔" اس کی صبیح پیشانی کو تکتا وہ مضبوط لہجے میں بولا تو بخت آور نے شکوہ کناں نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ہٹو سامنے سے سب دیکھ رہے ہیں۔۔!" اپنے آنسو حلق میں اتارتے ہوئے اس نے اطراف میں دیکھتے ہوئے کہا تو شاہ ویز نے ہولے سے کندھے اچکائے تھے۔

"دیکھنے دو۔۔ ہمارا کپل ہے ہی دیکھنے لائق لوگ تو دیکھیں گے" اس نے اطمینان سے پر لہجے میں کہتے ہوئے اسے اپنے بازو کے حلقے میں لیا۔ اس کی جرات پر بخت آور کی تو سیٹی ہی گم ہو گئی تھی۔ دل شدتوں سے دھڑکا تھا۔ خود کو کمپوز کرنے کی ناکام کوشش کرتی وہ مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق اس کی ہمراہی میں چلتی اندر کی طرف آگئی۔ ھدیٰ آج عالیان کی گود میں چڑھی موج اڑا رہی تھی۔ شاہ ویز نے آگے بڑھ کر اسے گود میں لے لیا۔ وہاں آئے مہمانوں میں سے کچھ نے اشتیاق تو کچھ نے رشک سے یہ منظر دیکھا تھا۔۔ تقریب شاندار رہی تھی، بارات پورے دھوم دھڑکے سے آئی تھی۔ نکاح کے وقت عنیزہ نے بھیگی آنکھوں سے شاہ ویز کی جانب دیکھا تھا مگر وہ ھدیٰ کے ساتھ مگن تھا۔ بخت آور بھی قریب ہی کھڑی تھی۔ اس کے اندر کچھ جل سا گیا۔ اذیتوں کا شکار ہوتی وہ اپنا آپ ایک انجان

شخص کی ملکیت میں لکھتی چلی گئی۔۔ مبارک سلامت کے بعد کھانے کا دور چلا اور پھر دولہا اور دلہن کو ساتھ بٹھایا گیا تھا۔ عنیزہ کو مسکراتے دیکھ بخت آور کو اپنے دل سے بوجھ سا ہٹتا محسوس ہوا مگر وہ نہیں جانتی تھی کہ عنیزہ تھوڑی ہی دیر میں کیسے اس کے دل کو بھاری کرنے والی تھی۔ رخصتی کے وقت جب وہ باری باری سب سے ملتی بخت آور کے قریب آئی تو بے حسی سے مسکرائی۔

"سرمد۔۔ یہاں آیئے اس سے ملیے۔۔" اس نے قریب کھڑے اپنے شوہر کو بلایا۔

"یہ میری ایکس بھابھی ہے۔۔ آج کل میرے ایکس فیانسی کی بیوی ہے" اپنے شوہر سے اسکا تعارف کرواتی وہ بخت آور کو اپنی جگہ ساکت کر گئی تھی۔ عنیزہ کی بے باکی پر راشدہ بیگم نے گھبرا کر اطراف میں دیکھا تھا شکر تھا کہ قدرت اللہ پاس نہیں تھے۔۔

"عنیزہ یہ کیا بکواس کر رہی ہو۔۔؟ بری بات ہے بیٹے۔۔!"عنیزہ کو ڈپٹتی وہ قریب آئی تھیں۔ بخت آور کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا۔

"بیٹا سرمد یہ میری بھانجی ہے, عنیزہ کی بہن ہے"راشدہ بیگم نے الفاظ کو درست کرتے ہوئے بخت آور کا دوبارہ تعارف کروایا تھا۔

"بہن مت کہیں امی۔۔ بہنیں خائن نہیں ہوتیں۔۔!"عنیزہ نے مسکرا کر کہا تو بخت آور کی آنکھ سے ایک آنسو چھلکا۔ اپنی میکسی سنبھالتی وہ تیزی سے وہاں سے نکلی تھی۔ دل کی حالت حد سے سوا ہو گئی تھی۔ وہ تھوڑی نہیں، بہت زیادہ اذیت کا شکار ہو گئی تھی۔ راشدہ بیگم اس کے پیچھے لپکی تھیں مگر قدرت ہاؤس سے باہر نکلتے ہی اسے جہاں سمجھ آیا اس نے وہیں قدم اٹھا لیے تھے۔۔ کیب کروا کر وہ اسے پتہ بتائے بغیر اس میں بیٹھ گئی۔۔ دھول اڑاتی کیب تیزی سے کراچی کی سڑکیں ناپ رہی تھی۔ جبکہ پیچھے ینگ پارٹی کے نرغے میں گھرے شاہ ویز کے علم میں سارا معاملہ آیا تو وہ سرعت سے وہاں سے نکلا تھا۔ اس کی تلاش میں وہ پیدل ہی گھر

سے باہر چلا آیا تھا۔ دور سے ہی وہ اسے کیب میں بیٹھتی نظر آگئی تھی۔ وہ تیزی سے پلٹا اور پورچ سے اپنی گاڑی نکال لی۔ گاڑی سٹارٹ کر کے گیٹ سے باہر نکالتے ہوئے اس نے بخت آور کی تلاش میں فل سپیڈ سے گاڑی بھگائی تھی۔

✿✿✿✿✿✿

نیلے پانی میں بل کھاتی خودسر لہریں ساحل سے سر ٹکراتی رات کی پرسکون فضا میں شور سا برپا کر رہی تھی۔۔ سمندری ہوائیں اپنے پروں میں آنے والی سردیوں کی تمام تر خنکی سمیٹے اس کے کومل وجود کو چھو کر اسے مسحور کر رہی تھیں۔ بازو لپیٹے کھڑی وہ خاموش نگاہوں سے سیاہ آسمان پر چمکتے چاند کی جانب دیکھ رہی تھی جس کی سرد روشنی کا میٹھا عکس سمندر کی لہروں کے پار۔۔ دور۔۔ جھر جھر بہتے، پانی کو سرور بخش رہا تھا۔۔ وہ منظر مکمل تھا، خوبصورت۔۔ اپنے آپ میں کاملیت لیے ہوئے لیکن وہ۔۔۔؟؟؟ وہ تو ادھوری تھی۔۔۔!!! اس نے آنکھیں بند کرتے

ہوئے پل بھر کو چہرہ آسمان کی طرف بلند کیا اور فضا میں ایک گہرا سانس خارج کیا۔۔

"تمہیں نہیں لگتا کہ تم ادھوری ہو۔۔؟؟" شاہ میر کی مدھم، گھمبیر آواز اس کی سماعتوں کے قریب، بے حد قریب ابھری تھی۔ دو آنسو بہت آہستگی سے اس کی بند آنکھوں سے ٹوٹ کر کنپٹیوں میں جذب ہوئے تھے۔۔ تبھی ایک بے لگام لہر نے پوری قوت سے اس کے ریت میں دھنسے پیروں کو ہموار سطح سے ہلا ڈالا۔ وہ لڑکھڑا سی گئی۔ اس سے پہلے کہ منہ کے بل پانی میں گرتی دو مضبوط ہاتھوں نے اسے تھام کر اپنی جانب کھینچ لیا۔ بخت آور نے بھیگی پلکیں جھپکاتے ہوئے اس کی جانب دیکھنے کی کوشش کی لیکن شاہ ویز نے اسے موقع دیے بغیر خود میں سمیٹ لیا۔۔ کچھ پل یونہی بیت گئے۔ وہ گم صم سی یونہی اس کے حصار میں کھڑی رہی۔

"ایسا کیوں کرتی ہو۔۔؟ کیوں خود کو مشکل میں ڈالتی ہو۔۔؟؟" اسے خود سے الگ کرتے ہوئے وہ نرم لیکن سنجیدہ سے لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ پلکیں جھپکاتی وہ پل میں ہوش کی دنیا میں واپس آئی تھی۔

"میرا دم گھٹتا ہے۔۔ سانس نہیں آتا۔۔ میں کیا کروں۔۔؟؟" اس کے ہاتھ جھٹکتے ہوئے وہ اذیت بھرے لہجے میں بولی۔۔ آج اپنی تکلیف بیان کرتے ہوئے اس کے لبوں پر وہ پھیکی مسکراہٹ نہیں تھی جو اس کی طبعیت کا خاصا ہوا کرتی تھی۔ وہی مسکراہٹ جس سے شاہ میر کو چڑ تھی۔۔ لیکن وہ شاہ میر تھا ہی کب۔۔؟؟ وہ تو۔۔۔ !!!

"گھر میں سب تمہارے لیے پریشان ہو رہے ہیں بخت۔۔۔!" اس نے کچھ جتانے والے انداز میں کہا تو بخت آور نے لب بھینچتے ہوئے ایک بار پھر سر مست ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی جانب دیکھا۔

"کسی کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔زندہ ہوں میں۔۔!" بے تاثر لہجے میں کہتے ہوئے بخت آور نے اسے مزید بولنے کا موقع دیے بغیر واپسی کے لیے قدم موڑ لیے۔

"اور میں۔۔؟؟" ایک بھی قدم اس کے پیچھے بڑھائے بغیر وہ اس کی جگہ کھڑا اسی کے انداز میں پوچھ رہا تھا۔ بخت آور کو اپنے قدم روکنے پڑے۔ پلٹی اور اس کی جانب دیکھا۔۔

"تمہیں اپنی منگیتر کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔۔!" وہ ایک ایک لفظ پر زور دے کر بولی۔

"اور بیوی۔۔؟؟اس کی فکر کون کرے گا۔۔؟؟" اس بار وہ چلتا ہوا اس کے مقابل آ گیا۔۔لہجے میں نرمی مفقود تھی مگر آنکھوں کا تاثر سخت بھی نہیں تھا۔

"پہلی محبت بھول جانے والے دغاباز کہلاتے ہیں شاہ ویز۔۔!"اس کی آنکھوں میں جھانکتی وہ تلخی سے گویا ہوئی۔

"اور آخری محبت سے منہ موڑنے والے بے وقوف۔۔!"اس نے اس کی بات کو مکمل کر دیا۔۔وہ کچھ پل یونہی اسے دیکھتی رہی۔چاند کی زرد روشنی میں اس کی آنکھوں میں اُمڈتے آنسو شاہ ویز کی نگاہوں سے مخفی نہ رہے تھے۔

"پہلی محبت اگر آخری نہ ہو تو۔۔۔!"بولنے کی کوشش میں اس کی آواز لرز اٹھی۔

"تو وہ محبت ہی نہیں ہوتی۔۔"اس نے کافی ضبط سے بخت آور کی بات کو مکمل کیا تھا۔بخت آور نے بولنے کے لیے جڑے لب کھولے ہی تھے کہ جب اس نے اس کے لبوں پر ہاتھ رکھ دیا۔

"اب یہ مت کہنا بخت۔۔میں برداشت نہیں کر سکتا۔۔"اس کی کلائی تھامتے ہوئے وہ اس بار سختی سے بولا۔ہاتھ بہت آہستگی سے پیچھے ہٹالیا۔وہ چپ چاپ اس

کے ساتھ چلنے لگی۔ کہنے کو کچھ باقی بچا ہی نہیں تھا کیونکہ مقابل مرد سننے کو تیار جو نہیں تھا۔

"تم مجھے میرے حال پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔۔؟" گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بخت آور نے یاسیت زدہ لہجے میں سوال کیا تو اگینشن میں چابی گھماتے ہوئے اس نے بخت آور کی طرف دیکھا۔

"چھوڑنے کے لیے تمھارا ہاتھ نہیں تھاما بخت آور علی۔۔!" شاہ ویز نے مضبوط لہجے میں کہا تو بخت آور نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر آنکھیں موند لیں۔

◆□◆□◆□◆□◆□◆□

عنیزہ کی رخصتی کے وقت ہوئے تماشے نے گھر کا ماحول ایک بار پھر خراب کر دیا تھا۔ بار بار ان پلوں کو سوچتی مروہ کا جی گھبرانے لگا۔ بخت آور کا روتے ہوئے اس گھر سے جانا مروہ کو پریشان کر گیا تھا۔ اپنے کمرے میں ٹہلتی وہ بے چینیوں کا شکار اپنے وجود میں اٹھتی تکلیف کو نظر انداز کر رہی تھی۔۔ مگر جوں جوں گھڑی کی

سوئیاں بھاگ رہی تھیں مروہ کی تکلیف میں اضافہ ہوتا چلا جارہا تھا۔۔ دو بجے کے قریب اس کی بس ہو گئی تو مجبوراً اس نے ماں کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا تھا۔۔ مروہ کے چہرے کی بدلتی رنگت اور آنکھوں سے بہتے آنسوؤں نے انھیں سب سمجھا دیا تھا۔ وہ الٹے قدموں قدرت اللہ صاحب کو بتانے سٹڈی روم کی طرف بھاگی تھیں جو بیٹی کو رخصت کرنے کے بعد سو ہی نہیں پائے تھے۔۔

✿✿✿✿✿✿

گھر آکر وہ سیدھا اپنے کمرے میں آئی تھی۔ لاونج میں ان دونوں کے انتظار میں جاگتے وہ تینوں نفوس اسے آتے دیکھ کچھ پر سکون ہوئے تھے.

"کہاں تھیں یہ محترمہ۔۔؟" ندرت بیگم نے بیٹے کو آڑھے ہاتھوں لیا۔

"ساحل سمندر تک گئی تھی۔۔ میں ساتھ ہی تھا اس کے۔۔!" شاہ ویز نے آہستگی سے کہا۔

"چلو شکر ہے اللہ کا کہ کوئی نقصان نہیں ہوا۔۔!" شیر افگن صاحب نے مطمئن سا ہو کر کہا۔

"اور عزت کا جو نقصان ہوا ہے اسکا کیا۔۔؟" ندرت بیگم نے واویلا مچایا۔

"فار گاڈسیک امی کبھی جانے بھی دیا کریں۔۔!" شاہ ویز سے پہلے عالیان نے جڑے لب کھولے تھے۔

"تم تینوں باپ بیٹے تو باؤلے ہو گئے ہو۔۔ کچھ پتہ نہیں چلتا تم لوگوں کو۔۔!" غصے سے کہتی وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔

"ھدیٰ کہاں ہے؟" شاہ ویز نے اپنی پیشانی مسلتے ہوئے عالیان سے پوچھا۔

"امی کے کمرے میں سو رہی ہے" عالیان نے اسے جواب دیا تو وہ اسے لینے کے لیے ان کے کمرے کی طرف بڑھا۔۔

"رہنے دو بیٹا۔۔ آج اسکو ہمارے پاس ہی سونے دو۔۔ تم بخت آور کو اچھے سے سمجھاؤ کہ جذبات میں آ کر یوں گھر سے نکلنا سمجھداری نہیں ہے" مدھم لہجے میں اسے کہتے وہ خود بھی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے تو وہ لب بھینچتا کمرے میں آ گیا۔ دہلیز میں قدم رکھتے ہی اس کی نظر آئینے کے سامنے ڈریسنگ ٹیبل پر ہاتھ رکھے جھکی بخت آور پر پڑی۔ دروازہ بند کرتا وہ قدم قدم چلتا اس کی جانب آ گیا جو سر جھکائے رونے میں مشغول تھی۔

"کتنا روتی ہو تم۔۔ تمہیں میری حالت پر رحم نہیں آتا۔۔؟" اسے بازوؤں سے تھامتے ہوئے شاہ ویز نے سنجیدگی سے کہا تو بخت آور نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ مٹے مٹے میک اپ کے نشانات باقی تھے۔ رو رو کر سرخ پڑ چکا چہرہ شاہ ویز کے دل کو تکلیف سے دوچار کر گیا تھا۔

"تم ہیں مجھ پر رحم کیوں نہیں آیا؟ میرے ہی اپنوں کو میرے خلاف کر دیا۔۔ کیوں شاہ ویز کیوں۔۔؟؟" اس کی شرٹ کا کالر اپنی مٹھیوں میں جکڑتی وہ روتے ہوئے چیخی۔

"جو تمھارے خلاف ہو گئے وہ تمھارے کیسے اپنے تھے بخت۔۔؟؟" ہاتھ بڑھا کر اس کا بھیگا گال صاف کرتا وہ نرم لہجے میں بولا تو کچھ پل کو وہ بول ہی نہ سکی۔

"تم کیوں ان رشتوں کے لیے روتی ہو جو تمھارے ہیں ہی نہیں۔۔؟؟" اس کی بھیگی آنکھوں میں جھانکتا وہ دھیمے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"اور تم۔۔؟ کیا تم میرے ہو؟؟" اس کے لرزتے لب بڑی مشکلوں سے ہلے۔۔ آنکھوں میں بے یقینی سی بے یقینی تھی۔

"کیا میں اس ایک سال میں یہ ثابت نہیں کر پایا؟" شاہ ویز نے الٹا اسی سے سوال پوچھا تو وہ کچھ پل اسے دیکھتی رہی پھر بے دم سے ہو کر اس کے کندھے پر سر ٹکا گئی۔ شاہ ویز کا دل رک سا گیا۔ دھڑکنیں بے ترتیب ہوئی تھیں۔

"تھک چکی ہوں میں۔۔ خود سے۔۔ تم سے۔۔ ان سب اذیتوں سے میں تھک چکی ہوں شاہ ویز۔۔!" آنکھیں بند کرتے ہوئے اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم مجھے کہیں دور لے جاؤ گے؟ ان نفرتوں سے دور۔۔؟" سر اٹھا کر پانی بھری آنکھوں سے اس کا چہرہ دیکھتی وہ مترنم آواز میں بولی تو اس کا چہرہ دیکھتا وہ گھائل ہونے لگا۔

"ایسے مت دیکھو۔۔ پلیز مجھے ایسے مت دیکھو۔۔!" اس کار خسار اپنے ہاتھ کی پشت سے سہلاتا وہ سرگوشیانہ بولا۔

"تم وعدہ کرو مجھے یہاں سے دور لے جاؤ گے؟" بخت آور نے روتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔۔ تم جہاں چاہو گی ہم وہاں جائیں گے۔۔ لیکن پلیز اب رونا بند کرو۔۔!" اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے شاہ ویز نے محبت بھرے لہجے میں کہا تو وہ روتے روتے ہنسی۔

"پھر تم جو چاہو گے میں ویسا کروں گی۔۔!" اس سے الگ ہوتی وہ نم آنکھوں سمیت مسکرائی۔

"میں تم سے تمھارے سوا کچھ نہیں چاہتا۔۔!" بے ساختہ اقرار محبت کرتا وہ بخت آور کی دھڑکنیں بڑھا گیا تھا۔ کتنا مشکل تھا ماضی بھلا کر آگے بڑھنا مگر اسکا ماضی۔۔؟ وہ یاد رکھنے کے قابل ہی کب تھا۔۔؟ شاہ ویز کی جانب دیکھتی وہ مسکرائی۔۔ پہلے تھوڑا اور پھر بہت زیادہ۔۔ نم آنکھوں سے دو آنسو ٹوٹ کر گال پر پھسلے تھے۔

"میں تمھاری ہوں۔۔!" بے ساختگی میں کہتی وہ اس کے شانے سے لگ گئی۔ شاہ ویز کو اپنے اندر تک قرار اترتا محسوس ہوا۔

"مجھے نہیں پتہ کہ محبت کیا ہے مگر۔۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ تم نے مجھ سے میری سدھ بدھ چھین لی ہے۔۔" اس کی پیشانی پر اپنے دہکتے لب رکھ کر کہتا وہ بخت آور کو حیران کر رہا تھا۔

"تم روتی ہو تو میرا دل بے چین ہو جاتا ہے۔۔!" اسے اپنی باہوں میں بھرتا وہ سنجیدگی سے بولا تو بخت آور نے آنکھیں موندلیں۔ وہ اس کے ہر ہر حرف پر یقین کر رہی تھی کیونکہ جو وہ کہہ رہا تھا وہ پچھلے ایک سال میں بارہا محسوس کر چکی تھی۔ شاہ ویز بڑی نرمی سے اسے بیڈ تک لایا تھا۔

"میں تمھیں خوش دیکھنا چاہتا ہوں۔۔ اور میں اس کے لیے آخری سانس تک کوشش کروں گا" اس کے نازک وجود کو اپنے حصار میں لیتا وہ خود کو کھونے لگا۔

بخت آور نے اپنا آپ اس کے حوالے کر دیا کیونکہ بالآخر اتنی اذیتیں سہنے کے بعد

بخت آور علی کا بخت اس پر مہربان ہو ہی گیا تھا۔۔اپنے تلخ ماضی کو بھلا کر اس نے موجودہ حال کو قبول کر لیا تھا کہ اس حال میں شاہ میر آفریدی نہیں، شاہ ویز آفریدی اسکا شوہر تھا جسے وہ عزیز نہیں۔۔ عزیز ترین تھی۔۔۔

✿✿✿✿✿✿

پانچ سال بعد

سیاہ مرسڈیز سے ٹیک لگائے کھڑی وہ ہاتھ باندھے سکول کا گیٹ کھلنے کی منتظر تھی۔۔ سڑک پر چلتی گاڑیوں کی بھیڑ میں الجھی اس کی آنکھوں میں گزرے ماہ و سال کی تھکن تھی۔

"تو تم مجھ سے شادی نہیں کرو گی۔۔؟" ہاسپٹل کے کمرے میں وہ سراپا سوال بنے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"کبھی نہیں۔۔" مروہ نے ایک پل کی دیر کیے بغیر اسے جواب دیا تھا۔ اس کی نظریں اپنے گود میں موجود اس ننھی جان پر تھیں جو دو دن پہلے ہی اس کی زندگی میں آئی تھی۔

"تم اس ظالم دنیا میں اکیلے اپنے بچے کی پرورش کیسے کرو گی مروہ۔۔؟" وہ اس کے لیے متفکر نظر آرہا تھا۔

"میں تنہا نہیں ہوں، میرا بیٹا میرے ساتھ ہے۔۔ مجھے تمھاری یا کسی دوسرے مرد کی کوئی ضرورت نہیں ہے عالیان۔۔ اس لیے پلیز۔۔ چلے جاؤ۔۔!" مروہ نے سرد لہجے میں اسے جواب دیا تھا۔

"مروہ پلیز۔۔ ایک بار سوچ لو۔۔!" عالیان نے اس سے گزارش کی تھی۔

"میں تمھارے بارے میں ایک بار تو دور۔۔ دس بار بھی سوچ لوں تو بھی میرا جواب انکار ہی ہو گا۔۔ اب جاو۔۔!" بالآخر وہ چلائی تھی۔ اور پھر وہ چلا گیا تھا۔۔

وہ واقعی چلا گیا تھا۔ ندرت بیگم نے اسے مروہ کے پیچھے خوار ہونے سے بچانے کے لیے سڈنی بھیج دیا تھا اور وہ پھر کبھی نہ لوٹا تھا۔۔ مروہ کی صحت پر اس کے جانے سے کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ اس نے ارصم کے ساتھ قدرت اللہ صاحب کا کاروبار سنبھال لیا تھا۔ وقت کو پہیے لگے تو وہ گزرتا چلا گیا جس کے سنگ اس نے اپنے باپ کو کھو دیا تھا۔ ارصم اپنی کلاس فیلو سے شادی کر کے آجکل نادرن ایریاز گھومنے گیا ہوا تھا۔۔

آج اس کے بیٹے کا سکول میں پہلا دن تھا سو وہ اسے لینے خود آئی تھی۔ سکول کا گیٹ کھلا اور ایک کے بعد ایک طالب علم گیٹ سے نکلتے چلے گئے۔ مروہ نے چوکیدار کو "نایاب بن خاور" نام بتا کر وہ واپس گاڑی کے پاس آ کھڑی ہوئی مگر۔۔۔ سکول خالی ہو گیا اور نایاب نہیں آیا تھا۔ مروہ تیسری بار چوکیدار کے پاس گئی تو تو معلوم ہوا کہ نایاب کو ہاف ڈے دے دیا گیا تھا۔ وہ چھٹی لے کر جا چکا تھا یا شاید۔۔ کوئی اسے لے گیا تھا۔۔ مروہ کا دل ڈوب سا گیا۔ بے جان ہوتی ٹانگوں کو

حرکت دیتی وہ بڑی مشکلوں سے گاڑی تک واپس آئی تھی۔۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کرے کس کے پاس جائے۔۔ کیا اسے شاہ ویز کو کال کرنی چاہئیے ۔۔؟ انھی سوچوں میں غلطاں وہ رونے کے قریب تھی جب اس کے موبائل کی گھنٹی بجی۔۔ مروہ نے موبائل سکرین نگاہوں کے سامنے کی تو وہاں کوئی ان نون نمبر جگمگا رہا تھا۔

"ہیلو۔۔؟؟" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں بادقت کہا۔

"مروہ قدرت اللہ۔۔؟" دوسری جانب موجود شخص نے اس کا نام سوالیہ انداز میں لیا۔

"جی بات کر رہی ہوں۔۔!" مروہ کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔ نایاب کا معصوم چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہا تھا۔

"تمھارا بیٹا میرے پاس ہے" دوسری جانب موجود شخص نے اس کے سر پر بم

پھوڑا تھا۔

"کون۔۔ کون ہو تم۔۔؟ کیا چاہئیے تمھیں۔۔؟" مروہ نے کانپتی ہوئی آواز میں

پوچھا۔۔

"صرف پانچ تولے سونا۔۔ اور کچھ نہیں" اس شخص کے تقاضے نے مروہ کا دماغ ہلا

ڈالا تھا۔۔ بے اختیار چھ سال پہلے کا منظر اس کی آنکھوں میں گھوم گیا۔

"کک۔۔ کہاں آنا ہے۔۔؟" مروہ کو لگا اس کا دل پھٹ جائے گا۔۔

"سی سائیڈ۔۔۔۔!" اس نے مروہ کو مختصراً ایڈریس سمجھایا۔

"میں آ رہی ہوں۔۔ ابھی آ رہی ہوں" کڈنیپر کو جواب دیتی وہ رو پڑی۔

"محترمہ کیا پانچ تولے سونا پرس میں لے کر گھوم رہی ہیں آپ۔۔؟" فون کے سپیکر سے آواز ابھری تو مروہ نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے سڑک سے نظریں ہٹائیں۔

"نہیں۔۔ لیکن اس سے زیادہ میں پہن کر گھومتی ہوں۔۔!" اپنی کلائی میں سجے بیش قیمت گولڈ کے کڑے دیکھتی وہ جلدی سے بولی تھی۔

"جلدی کیجئے پھر۔۔ اور ہاں پولیس کو انفارم مت کیجیۓ گا ورنہ نقصان کی زمہ دار آپ خود ہوں گی!" شان بے نیازی سے کہہ کر دوسری جانب موجود شخص سے رابطہ منقطع کر دیا۔ مروہ نے سرعت سے گاڑی کا دروازہ کھولا تھا اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر گاڑی کو ساحل سمندر کی طرف جاتے راستے پر ڈال دیا۔ بیس سے پچیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ مطلوبہ مقام پر پہنچ چکی تھی۔ سردیوں کی آمد کے باعث آج کل آسمان کچھ سرمئی سا تھا۔ سورج بادلوں کی اوٹ میں چھپا رہتا تھا۔۔

سمندری ہواؤں نے اس کے وجود کو چھوا تو بازو لپیٹتی وہ اس انجان شخص کی تلاش میں آگے بڑھتی چلی گئی معاً اسے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔۔

"کیسی ہو میری مروہ۔۔؟؟" وجاہت سے پُر بھاری سحر انگیز آواز اس کی پشت سے ابھری تو مروہ کے قدم۔ میکانکی انداز میں تھمے۔۔ وہی آواز جو وہ لاکھوں میں پہچان سکتی تھی۔ مروہ کی آنکھیں بہت تیزی سے بھیگی تھیں۔ ڈوبتے دل کو سنبھالتی وہ سرعت سے پلٹی تو آنکھیں دھندلا سی گئیں۔ دو قدموں کے فاصلے پر اپنے پورے قد سے کھڑا۔۔ وہ اسی سیاہ شلوار سوٹ میں ملبوس تھا۔ مروہ کو اس کا وجود اپنا تخیل لگا تو بے تابانہ چھو کر اس کے چہرے کو ٹٹولا مگر وہ ہواؤں میں تخیل بن کر تحلیل نہیں ہوا تھا۔۔ وہ وہی تھا۔۔ خاور یامین۔۔۔!!

"آ۔۔ آپ۔۔؟؟" اس کے لب پھڑپھڑائے۔

"نایاب میرے پاس ہے۔۔!" اس کا رخسار چھو کر کہتا وہ نرمی سے بولا تو مروہ کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔

"کیا یہ خواب ہے۔۔؟؟" وہ رو رہی تھی۔

"نہیں۔۔یہ حقیقت ہے" اسے کلائی سے تھام کر اپنی طرف کھینچتا وہ نرمی سے گویا ہوا۔

"یہ کیسے ممکن ہے؟؟" اس کے شانوں پر بے تابانہ ہاتھ پھیرتی وہ روتے روتے ہنسی تھی۔

"خاور یامین کے لیے کچھ بھی ناممکن نہیں ہے میری گولڈن۔۔!" اس کے ہاتھ تھام کر لبوں سے لگاتا وہ محبت سے چور لہجے میں بولا تو مروہ نے گھبرا کر اطراف میں دیکھا۔

"کیا کر رہے ہیں کوئی دیکھ لے گا۔۔!" خود کو سنبھالتی وہ مدھم آواز میں بولی تو وہ دھیرے سے ہنسا۔

"کوئی دیکھے یا دیکھ کر نشر کر دے۔۔ تمھیں دیکھنا تمھیں چھونا میرا حق ہے" اس کی کلائی تھام کر اسے خود سے قریب کرتا وہ مضبوط لہجے میں بولا تو بے یقینی میں گھری مروہ ہولے سے ہنسی۔

"نایاب کہاں ہے؟ اور مجھے اب بھی یقین نہیں آرہا کہ آپ میرے سامنے زندہ سلامت کھڑے ہیں" اپنے بھیگے گال صاف کرتی وہ اپنی مسکراہٹ روکنے کی کوشش کرتی خوشگوار حیرت میں مبتلا, دھیمے سروں میں گویا ہوئی۔

"نایاب گاڑی میں ہے, میں نے اسے سلا دیا ہے" اسے لیے تھوڑے فاصلے پر کھڑی لینڈ کروزر کی طرف بڑھتا وہ آہستگی سے بولا تو مروہ تیزی سے گاڑی کی طرف بھاگی۔۔ نایاب پچھلی سیٹ پر کروٹ کے بل لیٹے سو رہا تھا۔

"بیٹھو۔۔" خاور نے اس کے لیے دروازہ کھولا۔۔ تو وہ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں۔۔؟" مروہ نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"موسکو۔۔" خاور نے یک لفظی جواب دیا تو وہ دھیرے سے ہنسی۔

"اس گاڑی میں؟؟"

"یہ گاڑی ہمیں میرے پرائیویٹ جیٹ تک پہنچائے گی ڈارلنگ۔۔ وہاں سے ہم موسکو جائیں گے" خاور نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے اسے بتایا تو مروہ نے بھنویں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

"آپ پچھلے پانچ سالوں سے وہیں تھے؟؟" چوکڑی مار کر بیٹھتی وہ پورے کی پوری اس کی طرف گھوم گئی۔

"ہاں۔۔ میری وہاں ایک چھوٹی سی گروسری شاپ ہے۔۔ ہم تینوں کو زندگی گزارنے کے لیے کافی ہو گی۔۔!" خاور اسے بتا رہا تھا۔

"حلال؟؟' مروہ کا سوال خاور کی توقع کے عین مطابق تھا۔ وہ کھل کر مسکرایا۔۔

"اگر اپنی اولاد کو اور تمھیں حرام کی کمائی ہی کھلانی ہوتی تو یہاں رہنے میں کیا برائی تھی میری جان؟" خاور نے جیسے اس کی عقل پر ماتم کیا تھا۔ مروہ نے بے اختیار ایک گہرا سانس لیا۔

"آپ زندہ کیسے بچے تھے ویسے۔۔؟" مروہ کو اچانک یاد آیا تو وہ ہنسا۔

"یہ سوال تمھیں سب سے پہلے پوچھنا چاہئیے تھا"

آخر میں پوچھا ہے تو جواب نہیں دیں گے۔۔؟ "

"بالکل دوں گا۔۔ تمھارے ہر سوال کا جواب دینا خاور یامین پر لازم ہے میری زندگی" ایک ہاتھ سے گاڑی ڈرائیو کرتا دوسرے کو سینے پر رکھتے ہوئے اس نے محبت سے چور لہجے میں کہا تو مروہ مسکرا دی۔۔

"زیادہ کچھ نہیں بس بلٹ پروف جیکٹ پہن کر ایک عدد سستی کیچپ کا پیکٹ جیب میں رکھ لیا تھا۔۔"

"اور وہ جو منہ سے خون نکلا تھا؟؟"

"تم نے وہ بھی دیکھ لیا تھا؟" وہ پھر سے ہنسا۔

"بتائیے نا خاور۔۔" مروہ نے اس کے شانے پر مکا مارا۔

"بلڈ وومٹنگ کے لیے ٹیبلیٹس لی تھیں، وہ تو شکر ہے کہ وومٹ ٹائم پر ہوئی ورنہ وہ کمینہ کمانڈو میرا دماغ ہی اڑا دیتا۔۔" وہ ہنستا چلا جا رہا تھا۔ مروہ کو اسکا ہنسنا ہمیشہ سے بڑھ کر حسین لگا۔ اس نے مطمئن سی ہو کر اس کے کندھے پر سر ٹکا دیا۔

گاڑی ایک پرائیویٹ فلائنگ ایریا میں رکی تو خاور نے گاڑی سے باہر نکل کر اس کے لیے دروازہ کھولا۔ کچھ یاد آنے پر مروہ چونک اٹھی۔

"امی سے تو مل لینے دیتے مجھے۔۔؛" پیشانی پر ہاتھ مارتی وہ روہانسی ہو کر بولی تو خاور نے قدم روک کر اس کی طرف دیکھا۔

"انھوں نے ہی تو نایاب کا ہاف ڈے لینے میں میری ہیلپ کی تھی یار۔۔" خاور نے اسے بتایا تو پہلی اسکا منہ حیرت سے کھلا پھر اس نے متاسفانہ انداز میں نفی میں سر ہلایا۔

"امی کو تو میں بالکل معاف نہیں کروں گی۔" وہ مصنوعی پن سے بولی تو خاور نے کندھے اچکائے پھر گاڑی کا دروازہ کھول کر نایاب کو اپنے آہنی بازوؤں میں بھر لیا۔ اپنے پرائیویٹ جیٹ کی طرف قدم بڑھاتے وہ مسرور نظر آرہا تھا۔ مروہ بھی سرشاری کے سے عالم میں اس کے پیچھے چل رہی تھی۔

"آپ موسکو پہنچے کیسے آپ نے یہ نہیں بتایا۔۔؟" مروہ کی چہکتی ہوئی آواز فلائنگ ایریا میں گونجی تو خاور اسے تفصیل بتانے لگا۔ وہ سر دھنتی اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی کہ ایک نیا سفر۔۔ایک نئی زندگی ان دونوں کی منتظر تھی۔

"ویسے مجھے لگتا ہے کہ تم نے ان پانچ سالوں میں خوب ہی غور و فکر کیا ہے" خاور کی مسرور آواز اس کے پہلو میں براجمان مروہ کی سماعتوں کو پر سکون کر رہی تھی۔

"کس بات پر۔۔؟"

"مجھے 'آپ' کہنے پر۔۔!" خاور نے کہا تو وہ اس کا قہقہہ جیٹ میں گونج اٹھا جو فضا میں محو سفر موسکو کی طرف روانہ تھا۔

تیرا میں ہو گیا۔۔

بس تجھ میں کھو گیا۔۔

دنیا کیا کہے گی اس سے

میں بری ہو گیا۔۔

✿✿✿✿✿✿

جو مقدر میں لکھا تھا

وہ تو ہم نے جی لیا

زہر کڑوا زندگی نے

جو پلایا۔۔پی لیا ہے

اب کہانی ہم لکھیں گے

اک کہانی ہم لکھیں گے

ہر صفحے پر نام اپنا

بے خودی سے لکھ دیا ہے۔۔

دل لگایا ہے دوبارہ۔۔

ہاں دوبارہ کیا کروں۔۔

جو کبھی نہ تھا ہمارا

ہے ہمارا کیا کروں۔۔۔!!

دھیمے سروں میں گانا گنگناتی وہ باغبانی کا شغف فرما رہی تھی جب وہ وہاں آیا تھا۔

"لگتا ہے یہ سونگ تمہیں کافی پسند ہے!" اس کے قریب آکر اپنی پولیس کیپ اس کے سر پر رکھتا وہ مسکراتے لہجے میں بولا تو بخت آور بے اختیار مسکرائی۔

"مجھے تو تم بھی پسند ہو۔۔" جواب بے ساختہ تھا۔ شاہ ویز کے لبوں پر دلفریب تبسم نمودار ہوا۔

"صرف پسند۔۔؟؟" اس کی ناک پر لگی مٹی اپنے ہاتھ کے انگوٹھے سے صاف کرتا وہ مصنوعی آہ بھرتے ہوئے بولا تو وہ کھلکھلا کر ہنسی۔

"بہت زیادہ پسند ہو۔۔!" بخت آور نے جیسے احسان کیا تھا اس پر۔۔

"یہ زیادتی ہے بیوی۔۔!" اسے بازوؤں کے گھیرے میں لیتا وہ اس بار حقیقی آہ بھر کر بولا تھا۔

"کوئی زیادتی نہیں ہے چھوڑو مجھے۔۔" بخت آور ہنستی چلی گئی.

"پہلے کہو کہ شاہ ویز میں تم سے محبت کرتی ہوں۔۔" اس کے کان میں سرگوشی کرتا وہ گستاخیوں پر مائل تھا.

"شاہ چھوڑو پلیز ھدیٰ کا ٹیوشن سے آف ہے وہ دیکھ لے گی۔۔" بخت آور نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے کہا تو وہ اپنا دل مسوس کر رہ گیا۔

"ایک تو تمھارے یہ بہانے کسی روز مجھ مظلوم کی جان لے لیں گے" دل کے مقام پر ہاتھ رکھتا وہ مصنوعی سنجیدگی سے بولا تو بخت آور نے اسے گھورا۔۔

"فضول نہیں بولا کرو۔۔"

"اور تم فضولیات کے سوا بھی کبھی کچھ ڈھنگ کا بولا کرو۔۔" شاہ ویز نے اسے شرمندہ کرنے کی کوشش کی۔

"ایسی باتیں کہی نہیں جاتی۔۔ سمجھی جاتی ہیں۔۔" بخت آور نے نظریں جھکا کر کہا تو وہ اسے دیکھتا رہ گیا۔

"تو پھر تم بھی میری ان کہی سمجھ لو یار۔۔!" شاہ ویز اس بار سنجیدہ ہوا تو بخت آور نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"ھدیٰ چھ سال کی ہو چکی ہے۔۔ اب تو وہ بچی بھی کئی بار تمھیں شرم دلا چکی ہے، پلیز اسے بھائی دینے کے بارے میں کچھ سوچو۔۔" سنجیدگی سے کہتے ہوئے وہ پھر سے پٹڑی سے اترا تو بخت آور نے اس کے شانے پر مکا مارا۔

"بہت بدتمیز ہو۔۔" جھینپ کر کہتی وہ چہرے کا رخ موڑ گئی۔ ان دونوں کی گفتگو کو وہاں آتی ھدی نے توطول بخشا تو اس کی معصومانہ فرمائشوں کی لسٹ سنتے وہ دونوں ہنس پڑے۔ شاہ ویز ولا کے لان میں مہکتے ان کے قہقہے بڑے دل آویز تھے۔۔ مشکل وقت بیتے کئی سال گزر گئے تھے۔ عنیزہ کی شادی کے کچھ عرصے بعد ہی شاہ ویز اپنا کراچی والا کیس پورا کر کے اسے اور ھدیٰ کو اپنے ساتھ اسلام

آباد لے آیا تھا۔ گھر کے پر سکوں ماحول اور شاہ ویز کی محبت نے بخت آور کو دن با

دن ایسا نکھار بخشا کہ وہ سنورتی چلی گئی۔ اس کا ادھوراپن مٹ چکا تھا کیونکہ شاہ

ویز آفریدی نے اسے اپنی ست رنگی محبت میں رنگ کر پورا کر دیا تھا۔

ختم شد